احکام الحدیث

شیخ احمد دیدات

مترجم مفتی محمد وسیم اکرم القادری
(ایم اے، ایم فل)

احکام الحدیث

اصول حدیث، صحیح، حسن، مقبول، موضوع، متواتر، خبر واحد، ناسخ ومنسوخ، حدیث غریب، معلق، مرسل، معضل، منقطع، مدلس، منقطع، منکر، متروک، شاذ، متروک، مرفوع، موقوف، حدیث قدسی، حجیت حدیث، تاریخ حدیث، حفاظت حدیث، کتابت حدیث، فتنہ انکار حدیث، مستشرقین اور حدیث، محدثین عظام کی زندگیاں اور ان کی تصانیف، شارحین حدیث اور احادیث کی رو سے بیان کیے گئے چند اخلاقی ومذہبی اور روحانی موضوعات پر مشتمل شیخ احمد دیدات کی کتاب "احکام حدیث" کا اردو ترجمہ

مصنف

شیخ احمد دیدات

مترجم

مفتی محمد وسیم اکرم القادری (ایم اے۔ایم فل)

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور

Marfat.com

ہماری کتابیں معیاری کتابیں
خوبصورت اور کم قیمت کتابیں

ناشر: مشتاق احمد
اہتمام: سلمان منیر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب — احکام الحدیث
مصنف — شیخ احمد دیدات
ترجمہ — مفتی محمد وسیم اکرم القادری (ایم اے۔ ایم فل)
پروف ریڈنگ — قاری محمد شبیر (سمبڑیال)
کمپوزنگ — گُل گرافکس
اشاعت — 2012ء
ٹائٹل — عاطف بٹ
پرنٹرز — آر۔آر پرنٹرز، بندروڈ لاہور
قیمت — روپے
ISBN No.978-969-598-046-0

استدعا

انسانی طاقت اور بساط میں جو کچھ ہے اس کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ نسخہ ہذا میں کسی قسم کی کوئی غلطی نہ رہ جائے پھر بھی انسان خطا کا پتلا ہے اگر دوران طباعت کوئی زیر۔ زبر۔ نقطہ۔ شد یا مد ٹوٹ جائے تو اسے غلطی نہیں کہتے۔ کثیر تعداد میں چھپنے والی مطبوعات میں باوجود ہر امکانی کوشش کے ایسی خفیف نادانستہ لغزش قابل گرفت نہیں ہوتی بلکہ قابل معافی ہوتی ہے۔ کوئی مسلمان جان بوجھ کر دیدہ دانستہ تو کتاب کی طباعت میں ذرا سی غفلت بھی نہیں کر سکتا۔ پھر بھی آپ سے استدعا ہے کہ اگر کتاب پڑھنے کے دوران اس قسم کی کسی غلطی کا شبہ ہو تو ہمیں مطلع فرما کر مشکور فرمائیے۔ ادارہ

Marfat.com

انتساب

محدثین کرام کے نام

جنہوں نے

اپنی ساری زندگی

علم حدیث کے لیے

وقف کر دی

Marfat.com

فہرست

☆ ابتدائیہ ---------- 11
☆ تعارف کتاب ---------- 11
☆ علم اصول حدیث ---------- 12
☆ علمِ اُصول حدیث ---------- 12
☆ خبر بلحاظ اسناد ---------- 13
☆ حدیث مرفوع ---------- 13
☆ حدیث موقوف ---------- 16
☆ مقطوع ---------- 18
☆ حدیث قدسی ---------- 20
☆ حدیث متواتر ---------- 22
☆ متواتر لفظی ---------- 23
☆ متواتر معنوی ---------- 24
☆ متواتر طبقاتی ---------- 24
☆ متواتر عملی ---------- 25
☆ متواتر استدلالی ---------- 25
☆ خبر واحد ---------- 26
☆ حدیث مشہور ---------- 26

Marfat.com

☆ خبر مستفیض ---------- 27
☆ خبر عزیز ---------- 28
☆ حدیث غریب ---------- 28
☆ خبر واحد مقبول ---------- 31
☆ حدیث محکم ---------- 32
☆ مختلف الحدیث ---------- 33
☆ ناسخ و منسوخ ---------- 34
☆ متوقف فیہ ---------- 36
☆ صحیح لذاتہ ---------- 37
☆ حدیث صحیح لغیر ---------- 40
☆ حدیث حسن لذاتہ ---------- 42
☆ حدیث حسن لغیرہ ---------- 43
☆ بیان خبر مردود ---------- 45
☆ حدیث موضوع ---------- 46
☆ حدیث متروک ---------- 49
☆ حدیث منکر ---------- 50
☆ حدیث معلل ---------- 51
☆ خبر المدرج ---------- 54
☆ حدیث مقلوب ---------- 58
☆ المزید فی متصل الاسانید ---------- 59
☆ مضطرب ---------- 61
☆ مصحف ومحرف ---------- 62
☆ حدیث شاذ ---------- 65

Marfat.com

☆ خبر معلق ---------- 66

☆ حدیث مرسل ---------- 68

☆ خبر معضل ---------- 70

☆ خبر منقطع ---------- 72

☆ مدلس ---------- 74

☆ تدلیس الاسناد ---------- 74

☆ تدلیس الشیوخ ---------- 75

☆ مرسل خفی ---------- 76

☆ تاریخ حدیث ---------- 78

☆ حجیت حدیث ---------- 78

☆ تعارف واہمیت حدیث وسنت ---------- 78

☆ حجیت حدیث اور قرآن مجید ---------- 80

☆ حجیت حدیث احادیث کی روشنی میں ---------- 83

☆ حدیث کی حجت صحابہ کرام اور علماء کی نگاہ میں ---------- 85

☆ حجیت حدیث اور عقل ---------- 88

☆ حفاظت حدیث ---------- 92

☆ عہد رسالت میں حفاظت حدیث کے مختلف ذرائع ---------- 92

☆ عہد صحابہ کرام میں حفاظت حدیث ---------- 96

☆ کتابت حدیث ---------- 102

☆ عہد نبوی میں کتابت حدیث ---------- 102

☆ فتنہ انکار حدیث ---------- 107

☆ منکرین حدیث کا تعارف ---------- 107

☆ منکرین حدیث کے دلائل اور ان کے جوابات ---------- 109

Marfat.com

☆ مستشرقین اور حدیث ---------- 115
☆ سیرت محدثین عظام ---------- 120
☆ سیدنا امام مالک بن انس ---------- 120
☆ سیدنا امام محمد بن اسماعیل بخاری ---------- 128
☆ حجۃ الاسلام امام مسلم ---------- 138
☆ سیدنا امام محمد بن عیسیٰ ترمذی ---------- 147
☆ قاضی ابو عبدالرحمٰن احمد نسائی ---------- 153
☆ امام ابوداؤد سلیمان سجستانی ---------- 159
☆ سیدنا امام ابو عبدالرحمٰن ابن ماجہ ---------- 168
☆ حافظ ابن الصلاح ---------- 172
☆ حافظ ابن حجر عسقلانی ---------- 175
☆ خطیب بغدادی ---------- 178
☆ چند عنوانات قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں ---------- 180
☆ ایمان کا مفہوم و معنی ---------- 180
☆ ایمان کی اہمیت قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں ---------- 183
☆ اسلام کے بنیادی عقائد ---------- 187
☆ نماز......فرضیت و آداب ---------- 205
☆ احسان قرآن و احادیث کی روشنی میں ---------- 215
☆ حیاء قرآن و احادیث کی روشنی میں ---------- 223
☆ جہاد کی فضیلت و اہمیت ---------- 228
☆ آداب جہاد ---------- 232
☆ جہاد میں جنگی حکمت عملی اختیار کرنا ---------- 234
☆ صبر کی اہمیت قرآن و حدیث کی روشنی میں ---------- 240

Marfat.com

☆ نفاق قرآن واحادیث کی روشنی میں ---------- 247
☆ قیامت اور علامات قیامت ---------- 252
☆ ریاکاری اور نمود ونمائش کی مذمت ---------- 258
☆ اخلاص نیت کی فضیلت اور اہمیت ---------- 264
☆ اسلامی معاشرہ اور اس کا طرز حیات ---------- 271
☆ صلہ رحمی قرآن واحادیث کی روشنی میں ---------- 278
☆ اسماء الحسنٰی کی فضیلت واہمیت ---------- 284
☆ دعا......فضیلت وثمرات ---------- 289
☆ ذکر الٰہی قرآن وحدیث کی روشنی میں ---------- 296
☆ والدین کے حقوق ---------- 304
☆ نکاح قرآن وحدیث کی روشنی میں ---------- 311
☆ شوہر اور بیوی کے فرائض واختیارات ---------- 363
☆ تحفظ عصمت کے لوازمات ---------- 386
☆ شرعی پردہ ---------- 428
☆ حکم اجازت ---------- 455
☆ زبان کی حفاظت قرآن وحدیث کی روشنی میں ---------- 466
☆ مذمت غیبت ---------- 495
☆ چغلی کی مذمت ---------- 511
☆ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ پر جھوٹ باندھنے کی مذمت ---------- 522
☆ عام لوگوں پر جھوٹ باندھنے کی مذمت ---------- 522
☆ جھوٹی گواہی کی مذمت ---------- 527
☆ تہمت کی مذمت ---------- 535
☆ تنازعات اور بحث مباحثہ کی ممانعت ---------- 538

Marfat.com

☆ گالی گلوچ اور مومنوں سے مذاق کرنا ---------- 543
☆ لعنت کی مذمت ---------- 547
☆ جہنم میں دخول کا سبب بنے والے اعمال ---------- 551
☆ جنت میں دخول کا سبب بنے والے اعمال ---------- 576
☆ حرمت ظلم قرآن وحدیث کی روشنی میں ---------- 611
☆ مسجد کی اہمیت اور فضیلت ---------- 617
☆ خلیفہ کے فرائض اور ذمہ داریاں ---------- 622
☆ طلب امارت کی ممانعت ---------- 629
☆ اطاعت امیر اور شرائط اطاعت ---------- 634
☆ اسلام میں فرائض کی پابندی ---------- 639
☆ تجارت قرآن وحدیث کی روشنی میں ---------- 641

......☆☆☆......

Marfat.com

ابتدائیہ

تعارف کتاب

یہ کتاب تین اجزاء پر مشتمل ہے:

جزء نمبر1: علم اصول حدیث۔

جزء نمبر2: محدثین عظام کی زندگیاں۔

جزء نمبر3: چند موضوعاتی مطالعے احادیث کی روشنی میں۔

ان تینوں اجزاء کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

جزء نمبر 1:

علم اصول حدیث

تعارف:

علمِ اُصول حدیث

علم اصول حدیث کی تعریف:

علم اصول حدیث ایسے علم کو کہتے ہیں جس کے ذریعے راوی اور متن حدیث کے احوال معلوم کیے جائیں جنہیں قبول یا رد کیا جا سکے۔

علم حدیث کا موضوع:

بحیثیت قبول اور رد خبر اور راوی اس علم کا موضوع ہے۔ جو سند یا متن کے بارے میں قبول یا عدم قبول کی حیثیت سے بحث کرتا ہے۔ اس میں یہ بھی دریافت کیا جاتا ہے کہ خبر یا راوی مقبول ہے یا مردود۔

اقسام حدیث:

حدیث کی کئی اقسام ہیں، جن کے بارے میں علم اصول حدیث بحث کرتا ہے، ان میں سے مشہور ترین اقسام کو مختلف ابواب و فصول میں بیان کیا جاتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 1:

خبر بلحاظ اسناد

تعریف:

خبر بلحاظ اسناد کا معنی ہے کہ سند کے لحاظ سے حدیث کیا ہے۔اس کی سند کی کیفیت اور درجہ کیا ہے۔

خبر بلحاظ اسناد کی اقسام:

خبر بلحاظ اسناد کی تین اقسام ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

1: مرفوع۔

2: موقوف۔

3: مقطوع۔

مختلف فصول میں ان تینوں اقسام کو تفصیلاً بیان کیا جاتا ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 1:

حدیث مرفوع

مرفوع کا مفہوم:

مرفوع رفع سے ہے جس کے معانی ہیں اٹھانا، آگے بڑھانا۔

مرفوع کی تعریف:

اگر اسناد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منتہی ہوں اور اس کا تلفظ مقتضی ہو کہ بذریعہ اس کے جو منقول ہوگا وہ صریحاً یا حکماً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل یا تقریر ہے، تو اسے حدیث مرفوع کہا جاتا ہے۔

خطیب بغدادی کے نزدیک حدیث مرفوع کی تعریف:

خطیب بغدادی کہتے ہیں:

((المرفوع بما اخبر فيه الصحابى عن قول رسول الله ﷺ او فعله))

Marfat.com

(الکفایہ)

''مرفوع وہ روایت ہے جس میں ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل کی خبر دے۔''

اصلاحی مفہوم اور مزید توضیح:

مرفوع سے مراد ایسی روایت ہے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہو۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہو، فعل ہو یا کوئی تقریر ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی صفت ہو اور منسوب کرنے والا راوی صحابی ہو۔

مرفوع کی اقسام:

حدیث مرفوع کی مندرجہ ذیل چار اقسام ہیں:

1: مرفوع قولی تصریحی۔ 2: مرفوع فعلی تصریحی۔

3: مرفوع تقریری تصریحی۔ 4: مرفوع وصفی۔

مرفوع قولی تصریحی

مرفوع قولی تصریحی سے مراد وہ حدیث ہے جس میں صحابی یا غیر صحابی یہ تصریح کرے کہ یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

مثلاً صحابی یا غیر صحابی کہے:

((سمعت رسول الله ﷺ كذا))

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا۔''

یا یوں کہے:

((حدثنا رسول الله ﷺ بكذا))

''ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان کیا۔''

حدیث مرفوع قولی تصریحی کی مثال یہ حدیث ہے:

((قال حذيفة بن اليمان والله انى لا علم الناس بكل فتنة هى كائنة فيما بينى وبين الساعة۔ واما بى الا ان يكون رسول الله ﷺ اسر الى فى ذلك شيئا لم يحدثه غيرى۔ ولكن رسول الله ﷺ قال وهو يحدث مجلسا انا فيه عن الفتن))

(صحیح مسلم جلد 4، کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب اخبار النبی فیما یکون الی قیام الساعۃ، صفحہ 2216)

''حذیفہ بن الیمان کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں اپنے اور قیامت کے درمیان ہونے والے ہر فتنہ کے بارے میں تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ میرے بارے میں ایسی خاص بات نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے رازداری میں بات کی اور کسی اور شخص سے نہ کی، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے یہ بات کہی جبکہ وہ ایک مجلس میں فتنوں کے بارے میں بیان کر رہے تھے اور میں اس مجلس میں موجود تھا۔"

مرفوع فعلی تصریحی

جس میں صحابی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کو صراحت کے ساتھ پیش کرے۔
مرفوع فعلی تصریحی کی مثال درج ذیل حدیث ہے:

((عن المسعود دبن شداد، قال رأیت رسول الله ﷺ اذا توضا یدلك اصابع رجله بخنصره))

(سنن ابی داؤد، جلد 1، کتاب الطہرۃ، باب غسل الرجلین، صفحہ 103)

"مستور بن شداد کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب وضو کرتے تو پاؤں کی انگلیوں کو اپنی چھنگلیاں سے ملتے۔"

اس حدیث میں کیونکہ فعلِ نبی کا تذکرہ ہے اور صحابی نے صراحتاً تذکرہ کیا ہے اس لیے اسے مرفوع فعلی تصریحی کہتے ہیں۔

مرفوع تقریری تصریحی

مرفوع تقریری تصریحی سے مراد ہے کہ راوی اس بات کی صراحت کرے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی کام کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا یعنی اعتراض نہ کیا۔
مرفوع تقریری تصریحی کی مثال یہ حدیث مبارکہ ہے:

((الصلوٰۃ فی ثوب الواحد سنۃ کنا نفعلہ مع رسول الله ﷺ ولا یعاب علینا))

(مسند احمد، بحوالہ، اصول الحدیث، جلد 1، صفحہ 760)

"ایک کپڑے میں نماز پڑھنا سنت ہے۔ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایسا کرتے تھے اور ہم پر اعتراض نہ ہوتا۔"

مرفوع وصفی

مرفوع وصفی یہ ہے کہ راوی یہ بیان کرے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سے سب سے زیادہ اخلاق والے تھے۔

اس حدیث کو کیونکہ صحابی ذکر کر رہے ہیں اس لیے یہ مرفوع ہے اور کیونکہ اس میں رسول اللہ کے وصف کا تذکرہ ہے اس لیے یہ وصفی ہے۔

Marfat.com

فصل نمبر 2:

حدیث موقوف

موقوف کا لفظی معنی:

موقوف وقف سے ہے جس کے معانی ہیں رک جانا یا ٹھہرنا۔

حدیث موقوف کی تعریف:

اگر اسناد صحابی پر جا کے منتہی ہو اور متقضی ہو کہ جو شے اس کے بعد منقول ہے وہ قول اور فعل یا تقریر صحابی کی ہے تو اسے خبر موقوف کہا جاتا ہے۔" (شرح نخبۃ الفکر)

محققین موقوف کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

"صحابی کے قول، فعل یا تقریر کو موقوف کہتے ہیں۔" (علوم الحدیث، صفحہ 269)

مزید توضیح:

مثال کے طور پر راوی اس طرح کہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے یوں کہا، یا حضرت علی نے یوں کیا، یا پھر حضرت ابوبکر صدیق کے سامنے فلاں کام انجام دیا گیا اور آپ نے منع نہ فرمایا۔

موقوف سے مراد ہر وہ روایت جو ایک یا ایک سے زیادہ صحابہ کرام کی طرف منسوب ہو یا ایسی روایات جو کسی صحابی کی جانب سے جمع کی گئی ہوں خواہ وہ قولی، فعلی یا تقریری روایات ہوں۔

فقہاء خراسان کی اصطلاح:

فقہاء خراسان موقوف کیلئے اثر کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔

شیخ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

((قال ابو القاسم الفورانی منهم فیما بلغنا عنه، الفقهاء یقولون الخبر مایروی عن النبی ﷺ والاثر مایروی عن الصحابة))

(ابن الصلاح)

"ہمیں جو روایت پہنچی ہے اس کے مطابق ابوالقاسم الفورانی نے کہا کہ فقہاء کہتے ہیں: خبر وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہو اور اثر وہ ہے جو صحابہ سے مروی ہو۔"

موقوف روایت کی حجیت:

موقوف روایت کی حجیت کے بارے میں محققین لکھتے ہیں:

"اگر موقوف حدیث کے ساتھ لفظی یا معنی قرائن مل جائیں جو اسے مرفوع بنا دیں تو اسے مرفوع کی حیثیت

Marfat.com

حاصل ہو جائے گی اور اسے حجت سمجھا جائے گا۔ مثلاً وہ امور جن میں رائے اور قیاس کا کوئی دخل نہیں انہیں صحابی کے بیان پر مرفوع سمجھا جائے گا۔ جیسے احوال آخرت اور قصص ماضیہ وغیرہ۔"

حدیث موقوف کی مختلف اقسام:

حدیث موقوف کی تین اقسام ہیں:

موقوف قولی۔ موقوف فعلی۔ موقوف تقریری۔

موقوف قولی

راوی کا یہ قول موقوف قولی کی مثال ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((حدثوا الناس بما یعرفون، اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ))

(صحیح البخاری، جلد 1، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم کراھیۃ ان لا یفقھوا، صفحہ نمبر 59)

"لوگوں سے ان کی سمجھ کے مطابق گفتگو کرو۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلایا جائے۔"

موقوف فعلی

یہ حدیث موقوف فعلی کی مثال ہے:

((وام ابن عباس وھو متیمم))

(صحیح البخاری، جلد 1، کتاب التیمم ا باب: الصعید الطیب وضوء المسلم، یکفیہ من الماء، صفحہ نمبر 59)

"ابن عباس نے اس حالت میں امامت کی کہ انہوں نے تیمم کیا ہوا تھا۔"

موقوف تقریری

موقوف تقریری یہ ہے کہ کوئی تابعی راوی یہ روایت کرے کہ میں نے کسی صحابی کے سامنے یہ عمل کیا اور انہوں نے انکار نہیں کیا۔

رمضان المبارک کے پورے ماہ میں با جماعت نماز تراویح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل مبارک نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف تین روز با جماعت نماز تراویح ادا کیں، اس کے بعد آپ نے با جماعت تراویح کی ادائیگی نہیں فرمائی۔ اس کی وجہ دریافت کی گئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تراویح کی با جماعت نماز اس لئے متواتر ادا نہیں کی کہ کہیں تراویح کی نماز فرض نہ ہو جائے۔

حضرت عمر فاروق کے زمانہ خلافت میں پورے ماہ رمضان میں تراویح پڑھائی گئیں اور صحابہ کرام نے خاموشی اختیار فرمائی۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 3:

مقطوع

مقطوع کا لفظی معنیٰ:

مقطوع قطع سے بنا ہے جس کا مطلب ہے کاٹنا، جدا کرنا۔

اصطلاحی معنیٰ:

اگر اسناد تابعی یا تبع تابعی یا اس کے ماتحت پر منتہی ہو اور مقتضی ہو کہ جو شے اس کے بعد منقول ہو وہ قول یا فعل یا تقریر تابعی یا اس کے ماتحت کی ہے تو اسے مقطوع کہا جائے گا۔

(شرح نخبۃ الفکر)

امام نووی کے نزدیک مقطوع کی تعریف:

امام نووی کہتے ہیں:

((المقطوع، وجمعه المقاطيع وهو الموقوف على التابعي قولا له او فعلا))

(التقریب)

"مقطوع جس کی جمع مقاطع اور مقاطیع ہے، یہ وہ روایت ہے جو قول وفعل کے لحاظ سے تابعی پر موقوف ہو جائے۔"

مزید وضاحت:

مقطوع ایسا قول یا فعل ہے جو سند متصل کے ساتھ کسی تابعی یا تبع تابعی سے منسوب ہو یا منقول ہو۔ مقطوع کا مفہوم منقطع سے الگ اور جدا ہے، کیونکہ مقطوع ہونا متن کی صفت ہے اور منقطع ہونا سند کی صفت ہے، یعنی حدیث مقطوع تابعی تک متصل ہوگی جبکہ منقطع کا مفہوم یہ ہے کہ اس حدیث کی سند متصل نہیں ہے اور اس بات کا متن سے کوئی تعلق نہیں۔

مقطوع حدیث کا حکم:

محققین علم حدیث لکھتے ہیں:

"حدیث مقطوع احکام شرعیہ کے اثبات میں حجت نہیں ہے، اس لئے اسے مدار استدلال نہیں بنایا جا سکتا۔ الا یہ کہ اس کے ساتھ ایسے قرائن مل جائیں جو اسے مرفوع بنا دیں، پھر اس کی حیثیت مرفوع مرسل کی ہوگی۔"

(اصول الحدیث مصطلحات وعلوم، صفحہ 777)

Marfat.com

مقطوع کی مختلف اقسام کی مثالیں

مقطوع قولی کی مثال:

حضرت امام حسن بصری بدعتی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کے متعلق فرماتے ہیں:

((صل وعليه بدعته))

(صحیح بخاری)

''اس کے پیچھے نماز پڑھو۔ اس کی بدعت کا وبال اسی کے سر پر ہے۔''

مقطوع فعلی کی مثال:

مقطوع فعلی کی مثال ابراہیم بن محمد منتشر کا یہ قول ہے:

((كان مسروق يرفي الستربينه وبين اهله ويقبل على صلوته ويخليهم و دنياهم))

''حضرت مسروق اپنے اور اپنے اہل وعیال کے درمیان پردہ ڈال دیتے اور نماز میں مشغول ہو جاتے۔ خود خلوت اختیار کر لیتے اور ان کو دنیا میں چھوڑ جاتے۔''

......☆☆☆......

Marfat.com

باب نمبر2:

حدیث قدسی

حدیث قدسی کا لفظی معنی:

قدسی قدس سے ہے جس کے معانی پاکیزگی، عیب سے پاک ہونا اور بابرکت ہونا ہے۔

اصطلاحی معنی:

علامہ طیبی حدیث قدسی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((فان ماا خبر الله به نبیه بالالهام او بالمنام فخبر رسول الله عن ذلك المعنی بعبارة نفسه))(قواعد التحدیث)

"اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو بذریعہ الہام یا خواب میں جس چیز کی خبر دے اور اس کا مفہوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے الفاظ میں بیان فرمائیں تو وہ حدیث قدسی ہوگی۔"

حدیث قدسی اور قرآن:

محدثین نے قرآن اور حدیث قدسی میں فرق وضاحت کے ساتھ اس طرح بیان فرمایا ہے۔

قرآن مجید کی خصوصیات درج ذیل ہیں:

1: قرآن معجزہ ہے اور صدیاں گزرنے کے باوجود اس کا معجزہ قائم ودائم ہے۔

2: ناپاک انسان اور جنبی کیلئے قرآن کی تلاوت منع ہے۔

3: نماز میں اس کی قرأت مقرر کی گئی ہے۔

4: قرآن کی بالمعنی روایت حرام ہے۔

اس کے مقابلے میں حدیث قدسی کی مندرجہ ذیل صفات ہیں:

1: حدیث قدسی کی نماز میں تلاوت جائز نہیں۔

2: اس کی بالمعنی روایت جائز ہے۔

3: جنبی کے لیے اس کی قرأت جائز ہے۔

4: اس میں وہ خصائص موجود نہیں جو قرآن مجید کے خصائص ہیں۔

عام حدیث اور حدیث قدسی میں فرق:

حدیث قدسی اور دیگر احادیث میں واضح فرق یہ ہے کہ عام احادیث کی نسبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

طرف ہوتی ہے، جبکہ حدیث قدسی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہوتی ہے۔ مگر اس کی حکایت اور روایت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرماتے ہیں۔ اسی بناء پر یہ احادیث قدسی کہلاتی ہیں اور دوسری احادیث نبوی۔

حدیث قدسی کی مثال:

درج ذیل حدیث حدیث قدسی ہے:

((عن ابی هريرة قال :قال رسول الله ﷺ ثلاثة انا خصمهم يوم القيامة و من كنت خصمه خصمته يوم القيامة وجل اعطى بى، ثم تذر ،ورجل باع حرا فاكل ثمنه ، ورجل اساجرا جيرا فاسعو فى منه ولم يوفه اجره))

(سنن ابن ماجہ، جلد 2، کتاب الرہن، باب اجر الاجراء، صفحہ 816)

"حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قیامت کے تین آدمیوں کے مخالف جھگڑا کرنے والے ہوں گے اور جس کے مدمقابل میں ہوں گا تو اس پر غالب آؤں گا۔ وہ شخص جو میرا نام لے کر عہد کرے اور پھر اس میں دغا کرے اور جو آزاد شخص بیچے اور پھر اس کی قیمت کھالے، تیسرا وہ جو کسی شخص کو اجرت پر حاصل کرے، کام تو اس سے پورا لے لیکن اس کی مزدوری پوری نہ دے۔"

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 3:

حدیث متواتر

حدیث / خبر متواتر:

حدیث / خبر متواتر وہ خبر ہے جس کی اسنادیں بلا تعین کثیر ہوں۔ اس قدر کہ عادتاً ان کے راویوں کا جھوٹ پر اتفاق کرنا یا اتفاقیہ ان سے جھوٹ صادر ہونا محال ہو۔ یہ کثرت ابتداء سے انتہاء تک یکساں ہو۔ کسی جگہ کمی نہ واقع ہو اور مفید علم یعنی ضروری ہو اور خبر کا تعلق عقل سے نہیں بلکہ حس سے ہو۔" (شرح نخبۃ الفکر، صفحہ 18)

لغوی مفہوم:

لفظ متواتر تواتر مصدر سے اسم فاعل ہے جس کے معانی ہیں: مسلسل، لگاتار اور یکے بعد دیگرے، جیسے لگاتار اور مسلسل بارش کے برسنے کو "تواتر المطر" کہا جاتا ہے۔

علامہ طیبی خبر متواتر کی تعریف یوں کرتے ہیں:

"ھو خبر بلغت رؤیتہ فی الکثرۃ مبلغاً احالت العادۃ تواطھم علی الکذب کالمخبرین عن وجود مکۃ و غزوۃ بدر" (الخلاصۃ)

"متواتر خبر / حدیث وہ ہے جس کی روایت کثرت کے اعتبار سے اس درجہ کو پہنچے کہ عادتاً اس کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو، مثلاً شہر مکہ کی خبر یا غزوۂ بدر کی خبر۔"

محدثین اور حدیث متواتر:

محدثین کی ایک جماعت کے مطابق حدیث متواتر ایسی روایت یا حدیث ہے جس کی سند کے تمام طبقات میں راویوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ عقل کے فیصلے کے مطابق عادتاً یہ ممکن معلوم نہ ہوتا ہو کہ وہ سب اس خبر کو گھڑنے پر راضی اور متفق ہو جائیں گے۔

شرائط:

متواتر حدیث کی شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

1: اس کی اسناد بغیر تعین کے کثیر تعداد میں ہوں۔
2: راویوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو کہ عادتاً یا عقلاً ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔
3: یہ کثرت آغاز سے اختتام تک برقرار رہے اور کسی مقام پر اس میں کمی واقع نہ ہو۔

Marfat.com

4: متواتر حدیث کے مضمون کا تعلق محسوسات سے ہوتا ہے یعنی جن چیزوں میں دیکھا، سنا، سونگھا، چھوا اور چکھا جا سکتا ہو۔ مثلاً انہوں نے یہ کہا ہو کہ ہم نے سنا یا دیکھا وغیرہ۔

5: حدیث متواتر سے علم حاصل ہو۔

حدیث متواتر کا حکم:

متواتر حدیث کا حکم ایسا کہ یہ خبر ایسا پختہ یقین پیدا کرتی ہے جیسا کہ واقعہ انسان نے خود دیکھا ہو کہ جسے ماننے پر انسانی عقل مجبور و بے بس ہو جائے۔ ہر متواتر حدیث قابل قبول اور واجب العمل ہوتی ہے۔

متواتر حدیث کی اقسام:

متواتر حدیث کی اقسام مندرجہ ذیل ہیں:

1: متواتر لفظی۔ 2: متواتر معنوی۔

3: متواتر طبقاتی۔ 4: متواتر عملی۔

5: متواتر استدلالی۔

حدیث متواتر کی ان اقسام کو مختلف فصول میں تفصیلاً بیان کیا جاتا ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 1:

متواتر لفظی

متواتر لفظی کی تعریف:

متواتر لفظی ایسی خبر ہے جس کے الفاظ اور معانی دونوں متواتر ہوں۔ رواۃ (راویوں) کی جماعت اول، وسط اور آخر سند میں ایک ہی لفظ اور ایک ہی صورت میں روایت کرے۔

حدیث متواتر کی مثال:

حدیث متواتر کی مثال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے:

"ومن كذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النار))

(صحیح البخاری، جلد 1، کتاب العلم، باب اثم من کذب علی النبی، صفحہ 53)

"جس نے قصداً اور عمداً مجھ پر جھوٹ بولا اور وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔"

ابن الصلاح کہتے ہیں:

Marfat.com

باب نمبر 4:

خبر واحد

لفظی معنی:

خبر واحد سے مراد وہ خبر ہے جس کو ایک شخص روایت کرے۔

اصطلاحی مفہوم:

وہ حدیث جس میں متواتر کی شرائط جمع نہ ہوں۔

خبر واحد کی اقسام:

خبر واحد کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں:

1: مشہور۔ 2: عزیز۔ 3: غریب۔

☆☆☆

فصل نمبر 1:

حدیث مشہور

مفہوم:

حدیث مشہور وہ ہے کہ ہر ایک طبقے میں اس کے راوی کم از کم تین تو ضرور ہی ہوں۔ باقی زائد اس قدر ہوں کہ متواتر کی جمیع شرائط پر حاوی نہ ہوں۔ بنا بر اس کے جس خبر میں متواتر کی شرائط اربعہ تو پائی جائیں مگر پانچویں شرط جو افادہ علم یقین ہے، موجود نہ ہو تو وہ مشہور ہی ہوگی کیونکہ شرائط اربعہ کیلئے افادۂ علم یقین لازم نہیں، کبھی مختلف بھی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ شق القمر کی حدیث باوجودیکہ شرائط اربعہ کو حاوی ہے تاہم جو لوگ اجراء علویہ میں خرق والتیام کو محال سمجھتے ہیں ان کے نزدیک یہ مفید علم یقین نہیں ہو سکی۔ (شرح نخبۃ الفکر، صفحہ 23)

اصطلاحی معنی:

حدیث مشہور سے مراد ایسی خبر ہے کہ جس کو ہر طبقہ میں کم از کم تین راوی روایت کریں، لیکن راویوں کی تعداد اتنی زیادہ نہ ہو کہ جو حد متواتر میں داخل ہو جائے۔

(اصطلاحات حدیث، صفحہ نمبر: 34)

Marfat.com

امثلہ:

حدیث مشہور کی مثال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اقوال ہیں:

1: ((ان اللہ لا یقبض العلم انزاعا ینتزعہ من العباد، ولکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤساجھالا، فسئلوا، فافتوا بغیر علم فضلوا واضلو))
(صحیح بخاری، جلد 1، کتاب العلم، باب کیف یقبض العلم، صفحہ 50)

2: ((انما الاعمال بالنیات))

(صحیح مسلم جلد 3، کتاب الامارۃ: باب قول انما الاعمال بالنیۃ، صفحہ 1515)

☆☆☆

فصل نمبر 2:

خبر مستفیض

لغوی معنی:

مستفیض کا لفظ "فَاضَ المَاءُ" (پانی کا بہنا) سے مشتق ہے اور اس خبر کی شہرت کی وجہ سے اسے مستفیض کہا جاتا ہے۔

تعریف:

بعض فقہاء کی رائے میں مشہور اور مستفیض حدیث کی ایک ہی قسم کے دو نام ہیں اور بعض کے نزدیک ان میں فرق ہے۔ مستفیض وہ ہے جس میں رواۃ (راویوں) کا سلسلہ ابتداء سے انتہاء تک یکساں ہو، بخلاف مشہور کہ اس میں یہ ضروری نہیں، کیونکہ اس میں ابتداء میں ایک راوی ہونے کے باوجود آگے چل کر راوی زیادہ ہو جائیں تو مشہور کہلائے گی۔"

(اصول الحدیث، جلد اول، صفحہ 71)

مثالیں:

حدیث مستفیض کی امثلہ درج ذیل ہیں:

1: ((من اتی الجمعۃ فلیغتسل))
"جو بھی جمعہ کو آئے غسل کرے۔"

2: ((طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم))
"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

Marfat.com

3: ((الاذنان من الرأس))

"کان سر کا حصہ ہیں۔"

☆☆☆

فصل نمبر 3:

خبر عزیز

خبر عزیز کا معنی:

خبر عزیز سے مراد حدیث کی وہ قسم ہے کہ ہر ایک طبقے میں اس کے راوی کم از کم دو ہوں۔ باقی اگر کسی مقام میں دو سے زائد ہوں تو مضائقہ نہیں، کیونکہ اس فن میں اعتبار اول ہی کا کیا جاتا ہے۔

(شرح نخبۃ الفکر، صفحہ 24)

اس تعریف کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ سلسلہ سند کے کسی طبقہ میں دو سے کم روایت کرنے والے نہ ہوں۔

خبر عزیز کی مثال:

خبر عزیز کی مثال حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے:

((لا یؤمن احد کم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین))

(صحیح بخاری جلد 1، کتاب الایمان: باب حب الرسول من الایمان، صفحہ: 14)

"تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کو اس کے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

اس حدیث کو انس بن مالک سے قتادہ اور عبدالعزیز ابن صہیب نے روایت کیا ہے۔ پھر قتادہ سے شعبہ وسعید نے اور عبدالعزیز سے اسماعیل بن علیہ اور عبدالوارث نے، پھر ہر ایک سے ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

فصل نمبر 4:

حدیث غریب

لغوی معنی:

لغت میں غریب کے معنی منفرد اور گھر واقارب سے دور ہونے کے ہیں۔"

(لسان العرب)

Marfat.com

خبر غریب کا اصطلاحی معنی:

خبر غریب وہ خبر ہے جس کی اسناد میں کسی جگہ صرف ایک ہی راوی ہو اور جس کی سند میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔" (شرح نخبۃ الفکر، صفحہ: 27)

وضاحت:

خبر غریب سے مراد ایسی حدیث ہے جسے صرف ایک شخص روایت کرتا ہو۔ خواہ تمام طبقات سند میں یا چند طبقات میں۔ اگر ایک طبقے میں بھی ایسا ہوگا تو وہ غریب روایت کہلائے گی۔ دیگر طبقات میں رواۃ (راویوں) کی زیادتی اس کی صفت غربت پر اثر انداز نہ ہوگی۔

خبر غریب اس خبر کو کہا جاتا ہے کہ جس میں سلسلہ سند میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم تک ایک ایک راوی روایت کرتا چلا آ رہا ہو۔ اگر چہ درمیان میں کسی طبقہ میں راوی زیادہ بھی ہو جائیں تو بھی وہ خبر غریب کہلاتی ہے۔ اس خبر سے ظن پیدا ہو جاتا ہے، البتہ اس کے راوی کیلئے ضروری ہے کہ وہ ثقہ و عادل ہو اور ایک ثقہ و عادل راوی کی روایت کو بلا تحقیق رد نہیں کیا جا سکتا، جبکہ قرآن کریم نے ایک فاسق کی خبر کو بھی بلا تحقیق رد کرنے سے منع فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

((ان جاء کم فاسق بنبأ فتبینوا))(سورۃ الحجرات : آیت 6)

"اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی خوب تحقیق کر لو۔"

خبر غریب کی اقسام:

حدیث غریب کی مندرجہ ذیل دو اقسام ہیں:

1: فرد مطلق۔ 2: فرد نسبی۔

ان دونوں اقسام کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

فرد مطلق

فرد مطلق وہ ہے جس کی سند میں صحابی سے جو روایت کرنے والا ہے وہ متفرد ہو، عام ازیں دوسرے راوی متفرد ہوں یا نہ ہوں۔"

(شرح نخبۃ الفکر، صفحہ: 27)

فرد مطلق کی مثال:

فرد مطلق کی مثال حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مبارکہ ہے:

((انما الاعمال بالنیات))

(صحیح البخاری جلد 1، باب کیف کان بدء الوحی الی الرسول، صفحہ 5)

Marfat.com

"بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔"

اس روایت کے اصل میں تفرد موجود ہے، کیونکہ یہ حدیث حضرت عمر بن الخطاب سے منقول ہے، اگرچہ ان سے بہت رواۃ (راویوں) نے نقل کی ہے۔

فرد نسبی

فرد نسبی سے مراد ایسی روایت ہے کہ جس کی سند میں صحابی سے روایت کرنے والا نہیں بلکہ بعد اس کے کوئی راوی متفرد ہو۔"

(شرح نخبۃ الفکر، صفحہ:28)

فرد نسبی سے مراد ایسی روایت ہے کہ جس کی سند کے درمیانی حصہ میں تفرد پایا جاتا ہو، یعنی اصل سند کی ابتداء میں ایک جماعت اسے نقل کر رہی ہو لیکن اس جماعت سے صرف ایک ہی راوی نقل کر رہا ہو۔

فرد نسبی کی مثال

فرد نسبی کی مثال یہ حدیث ہے:

((ان النبی ﷺ دخل مکة یوم الفتح وعلی رأسه المغفر))

(صحیح البخاری جلد 4، کتاب المغازی: باب این رکز النبی الرایة یوم الفتح، صفحہ 1561)

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 5:

خبر واحد مقبول

خبر واحد کی تعریف:

خبر متواتر کے سوا خبر مشہور، عزیز وغریب تینوں کو اخبار احاد اور ہر ایک کو خبر واحد کہا جاتا ہے۔ لغۃً خبر واحد وہ ہے جسے ایک ہی شخص روایت کرے اور اصلاحاً خبر واحد وہ ہے جس میں متواتر کی کل شرائط موجود نہ ہوں۔
(شرح نخبۃ الفکر، صفحہ: 29)

لفظی مفہوم:

خبر واحد مقبول کے لغوی معانی ہیں ایسی خبر جسے قبول کیا جائے۔

اصطلاحی مفہوم:

وہ خبر واحد جو روایۃً اور درایۃً قابل قبول ہو اسے خبر واحد مقبول کہتے ہیں۔

خبر واحد مقبول کی پہلی تقسیم:

خبر واحد کی پہلی تقسیم میں مندرجہ ذیل چار اقسام ہیں:

1: محکم۔ 2: مختلف الحدیث۔
3: ناسخ ومنسوخ۔ 4: متوقف فیہ۔

خبر واحد مقبول کی دوسری تقسیم:

خبر واحد مقبول کی دوسری تقسیم میں درج ذیل چار اقسام رواۃ (راویوں) کے اعتبار سے ہیں:

1: صحیح لذاتہ۔ 2: صحیح لغیرہ۔
3: حسن لذاتہ۔ 4: حسن لغیرہ۔

خبر واحد مقبول کی چار اقسام ہونے کی وجہ:

مندرجہ بالا اقسام کی تفصیل سے ان کے متعلق سرسری طور پر یہ کہا جا سکتا ہے:

1: اگر کسی خبر میں اعلیٰ درجہ کی صفات قبولیت پائی جائیں تو وہ صحیح لذاتہ ہوگی۔
2: اگر کسی خبر میں ان صفات کی کمی کثرت طرق سے پوری ہوگئی ہو تو وہ صحیح لغیرہ ہوگی۔
3: جب تمام صفات اعلیٰ درجہ کی ہوں، لیکن ضبط ناقص ہو تو وہ حسن لذاتہ ہوگی۔
4: اگر صفات قبولیت میں اتنی کمی ہو کہ بات درجہ توقف تک پہنچ جائے تو قرینہ قبولیت کی بناء پر حسن لغیرہ کہلائے گی۔

Marfat.com

(بحوالہ، اصول الحدیث مصطلحات وعلم، جلد اول، صفحہ 133)

اب خبر واحد مقبول کی پہلی اور دوسری تقسیم کو مفصل طور پر آٹھ فصول میں بیان کیا جاتا ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 1:

حدیث محکم

محکم کا مفہوم:

جس خبر مقبول کے معارض کوئی خبر نہ ہو اسے محکم کہا جاتا ہے۔

(شرح نخبۃ الفکر، صفحہ: 56)

اصول الحدیث مصطلحات وعلوم میں محکم کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

''جس خبر مقبول کے معارض کوئی اور خبر نہ ہو یعنی اس کے منافی کوئی دوسری حدیث نہ ملے تو اسے محکم کہا جائے گا''

(اصول الحدیث مصطلحات وعلوم، جلد اول، صفحہ 258)

محکم کی مثالیں:

درج ذیل دو احادیث محکم کی مثال ہیں:

1: ((حدثنا ابراهيم بن سعد عن الزهري عن القاسم ابن محمد عن عائشة قالت دخل علی رسول الله ﷺ وانا متسترة بقرام فيه صورة۔ فتلون وجهه ثم تناول الستر فهتكه ثم قال ان من اشد الناس عذابا يوم القيامة، الذين يشبهون بخلق الله))

(صحیح مسلم جلد 3: کتاب اللباس والزینۃ: باب تحریم صورۃ الحیوان وتحریم اتخاذ مافیہ صورۃ غیر ممتنۃ بالفرس ونحوہ وانا لملائکۃ علیہم اسلام لایدخلون بیتا فیہ صورۃ ولا کلب، صفحہ: 1667)

''ابراہیم بن سعد زہری سے وہ قاسم بن محمد سے اور قاسم حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے اور میرے کمرے میں پردے لٹکے تھے جن پر تصویریں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیرہ ہو گیا، پھر پردے کو پکڑا اور اسے پھاڑ دیا۔ پھر فرمایا: قیامت کے روز عذاب کے اعتبار سے شدید ترین حالت میں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی تخلیق میں اس سے مشابہت پیدا کرتے ہیں۔''

2: ((عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ لا يقبل الله صلوة الا بطهور ولا صدقة عن غلول))

Marfat.com

(سنن ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ وسننہا: باب لا یقبل اللہ صلوٰۃ بغیر طہور، صفحہ 100)

''حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے بغیر طہارت کے صلوٰۃ اور خیانت سے حاصل کردہ مال سے صدقہ قبول نہیں کیا۔''

☆☆☆

فصل نمبر 2:

مختلف الحدیث

مختلف الحدیث کا مفہوم:

مختلف الحدیث سے مراد ایسی حدیث ہے کہ جس خبر مقبول کے معارض کوئی خبر مقبول ہو (کیونکہ مردود میں معارضہ کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، بلکہ وہ خود ساقط ہو جاتی ہے) اور ان دونوں متعارض خبروں میں بطریق اعتدال تطبیق ممکن ہو۔''

(شرح نخبۃ الفکر، صفحہ 57-56)

مختلف الحدیث حافظ ابن الصلاح کے نزدیک:

حافظ ابن الصلاح نے مختلف الحدیث کی تعریف یوں کی ہے:

((احد هما ان يمكن الجمع بين الحديثين و لا يتغرو ابذاء وجه ينفي تنا فيهما فيتعين حينئذ المصير الى ذلك و القول بهما معاً))

(ابن الصلاح، بحوالہ، اصول الحدیث، جلد: 1، صفحہ 260)

''ایک یہ کہ دو حدیثوں کو جمع کرنا ممکن ہو، دور کرنا مشکل ہو، ان دونوں کے درمیان منافات کی نفی کرے۔ اس صورت میں تعبیر کا تعین ہوگا اور دونوں کے مفہوم کو بیک وقت لیا جائے گا۔''

مختلف الحدیث کی امثلہ:

1: صحیح مسلم کی یہ روایت مختلف الحدیث ہے:

((عن ابن شهاب ان ابا مسلمة بن عبد الرحمن بن عوف حدثه ان رسول الله ﷺ قال لا يورد ممرض على مصيح))

(صحیح مسلم جلد 4: کتاب السلام باب لا عدوی ولا طیرۃ ولا ھامہ ولا صفر ولا نوع ولا اغلول، ولا ایورو ممرض علی مصح، صفحہ 1743)

''ابن شہاب روایت کرتے ہیں کہ ابو مسلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: متعدی بیماری کا کوئی وجود نہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

Marfat.com

:تندرست اونٹ بیمار اونٹ کے پاس نہ لایا جائے۔"

2: صحیح بخاری کی یہ روایت مختلف الحدیث ہے:

((حدثنا سعيد بن ميناء قال :سمعت ابا هريره يقول :قال رسول الله ﷺ لا عدوى ولا طيرة، ولاهامة ولا صغر، وفرمن المجذوم كما تفرمن الاسد))

(صحیح البخاری جلد 5، کتاب الطب: باب الجذام، صفحہ 2158)

"حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چھوت چھات، بدشگونی اور ھامہ اور صفر کی کوئی حیثیت نہیں اور کوڑھے سے ایسے بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو۔"

دونوں مثالوں میں تعارض معلوم ہو رہا ہے جس کو ختم کرنے کیلئے کہا جا سکتا ہے کہ عدوی (تعدیہ) منفی وغیرہ ثابت ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا يعدى شئى شيئا))

(صحیح سنن ترمذی، جلد 2، ابواب القدر، باب ماجاء فی لا عدوی ولا ھامۃ ولا صفر، صفحہ 226)

"کوئی شے کسی دوسری شے کو بیمار نہیں کر سکتی۔"

☆☆☆

فصل نمبر 3:

ناسخ و منسوخ

ناسخ و منسوخ کی تعریف:

جس خبر مقبول کی معارض خبر مقبول ہو اور دونوں میں تطبیق ممکن نہ ہو، مگر تاریخ یا نص سے ایک کا دوسری سے تاخر ثابت ہو تو متاخر کو ناسخ اور متقدم کو منسوخ کہا جاتا ہے۔

(شرح نخبۃ الفکر، صفحہ 58)

ناسخ و منسوخ کے اصطلاحی معنی:

ناسخ و منسوخ کے اصطلاحی معنی ہیں کہ شارح کی طرف سے کسی نئے حکم کے ذریعے سے پرانے حکم کو ختم کر دیا جائے۔

اہمیت اور عظمت:

ناسخ و منسوخ کی پہچان انتہائی اہم اور مشکل فن ہے۔ چنانچہ امام زہری فرماتے ہیں:

"حدیث میں ناسخ اور منسوخ کی پہچان سے فقہاء مشکل میں گرفتار ہو گئے اور عاجز ہو گئے۔"

Marfat.com

ناسخ ومنسوخ نصوص:

ایک حکم شرعی کو کسی دلیل سے جو اس حکم سے متاخر ہو اٹھا دینا نسخ کہلاتا ہے اور جو نص اس پر دلالت کرے اسے ناسخ کہا جاتا ہے۔ نص کو مجازاً ناسخ کہا جاتا ہے کیونکہ حقیقتاً تو ناسخ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

ناسخ ومنسوخ کی پہچان:

نسخ کو چند وجوہ سے معلوم کیا جاتا ہے:

1: نص کے ذریعے۔ 2: صحابی کے قول کے ذریعے۔

3: علم تاریخ کے ذریعے۔ 4: اجماع امت کے ذریعے۔

بذریعہ نص:

نص ناسخ ومنسوخ کے بارے میں جاننے کا سب سے زیادہ واضح طریقہ ہے، کیونکہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح موجود ہوتی ہے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حدیث ہے:

((عن ابن بریدة عن ابیه قال :قال رسول الله ﷺ کنت نهیتکم عن زیادة القبور، فذروها فانها تذکر الاخرة))

(صحیح مسلم جلد 2، کتاب الجنائز باب: استیذان النبی ربہ عزوجل فی زیارۃ قبر امہ، ص 662)

''ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں زیارت قبور سے منع کیا تھا، اب زیارت کرو، اس لئے کہ یہ آخرت کی یاد دلاتی ہے۔''

اس حدیث میں لفظ فذروھا نہی عن زیارۃ القبور کے لئے ناسخ واقع ہے۔

صحابی کے قول کے ذریعے:

((عن جابر قال :آخر الامرین من رسول الله ﷺ ترك الوضو مما مست النار))

(سنن النسائی: کتاب الطہارہ: باب ترک الوضو لما غیرت النار، بحوالہ، اصول الحدیث جلد 1، صفحہ 262)

''حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو معمولات میں سے آخری عمل آگ سے گرم شدہ شے کے استعمال سے اعادہ وضو کا ترک کرنا ہے۔''

علم تاریخ کے ذریعے:

کسی ایک حدیث کے متعلق قرائن سے واضح ہو جائے کہ یہ مؤخر ہے تو وہ ناسخ ہو گی۔ مثلاً شداد بن اوس کی حدیث:

((افطر الحاجم والمحجوم))

Marfat.com

(سنن ابی داؤد، جلد:2 کتاب الصوم: باب فی الصائم تحجم، صفحہ 770)

''سینگی لگانے اور لگوانے والے کا روزہ جاتا رہا۔''

ایک حدیث میں ہے:

((ان النبی ﷺ احتجم وھو محرم صائم))

(صحیح سنن الترمذی، جلد 1، کتاب الصوم: باب من الرخصۃ فی ذلک، صفحہ 235)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگی لگوائی اس حالت میں کہ آپ احرام میں تھے اور روزہ سے تھے۔''

اس سے ثابت ہوا کہ پہلا واقعہ فتح مکہ کا ہے، جبکہ دوسرا حجۃ الوداع کا۔ اس طرح دوسری حدیث پہلی کی ناسخ ہے اور پہلی منسوخ۔

اجماع امت کے ذریعے:

((عن معاویۃ قال :قال رسول اللہ ﷺ من شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ))

(صحیح السنن الترمذی، جلد 2 ابواب الحدود: باب (من) شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ، صفحہ 72)

''حضرت معاویہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شراب پیئے اس کو کوڑے مارو اور جو چوتھی مرتبہ اعادہ کرے اسے قتل کردو۔''

امام نووی فرماتے ہیں:

''اجماع امت نے اس کے نسخ کی طرف دلالت کی ہے۔ اجماع اگرچہ ناسخ و منسوخ نہیں ہوسکتا، لیکن کسی ناسخ کی طرف داری کرسکتا ہے۔''

(بحوالہ، اصطلاحات حدیث، ص 68)

☆☆☆

فصل نمبر 4:

متوقف فیہ

متوقف فیہ کا مفہوم:

متوقف فیہ سے مراد وہ دو احادیث ہیں کہ جن میں تعارض واقع ہو اور دونوں میں نہ تطبیق ممکن ہو اور نہ ایک کو دوسری کیلئے ناسخ ٹھہرایا جاسکے۔ پس اگر بلحاظ اسناد یا متن کی وجہ سے ایک کو دوسری پر ترجیح حاصل ہے تو اس کو ترجیح دی جائے گی، ورنہ دونوں پر عمل کرنے سے توقف کیا جائے گا اور دونوں متوقف فیہ سمجھی جائیں گی۔ گو بحالت موجودہ دونوں میں سے ایک کو کوئی شخص ترجیح نہ دے گا، مگر احتمال ہے کہ آئندہ کوئی شخص ترجیح دے سکے۔ اس لئے دونوں ساقط نہ ہوں

Marfat.com

کی۔

(شرح نخبۃ الفکر، صفحہ 60)

ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح دینے کی وجوہات:

الترجیح بحال الراوی : راویوں کی کثرت یا فقہ الراوی جیسی خصوصیات کی بناء پر ترجیح۔

الترجیح بالتحمل : جیسے تحدیث کو عرض پر اور عرض کو کتابت مناولہ یا وجادہ پر ترجیح۔

الترجیح بکیفیه الراوی : جیسے حکایت لفظی کو حکایت معنوی پر ترجیح۔

الترجیح بوقت الورود : جیسے مدنی راوی کی حدیث کو مکی راوی کی حدیث پر ترجیح۔

الترجیح بلفظ الخبر : جیسے عام کو خاص پر اور حقیقت کو مجاز پر ترجیح حاصل ہے۔

الترجیح بالحکم: جیسے تحریم پر دلالت کرنے والی حدیث کو رباحت پر دلالت کرنے والی حدیث پر ترجیح ہے۔

الترجیح بامر خاص: جیسے ایسی حدیث کی ترجیح جو ظاہر قرآن کا کسی دوسری حدیث کے موافق۔

فصل نمبر 5:

صحیح لذاتہ

صحیح لذاتہ کا معنی:

صحیح لذاتہ سے مراد وہ حدیث ہے جس کے کل راوی عادل اور کامل الضبط ہوں۔ اس کی سند متصل ہو اور شاذ ہونے سے محفوظ ہو۔''

(شرح نخبۃ الفکر، صفحہ: 37)

ابن الصلاح کے نزدیک صحیح کی تعریف:

حافظ ابن الصلاح صحیح حدیث کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((الحدیث المسند الذی یتصل اسناده بنقل العدل الضابطة عن العدل الضابط الی منتهاه ولا یکون شاذاً ولا معللاً))

(ابن الصلاح)

''مسند وہ حدیث ہے جس کی سند متصل ہو، جسے عادل ضابطہ، عادل ضابط راوی سے آخر تک نقل کرے اور وہ شاذ ہو نہ معلل۔''

Marfat.com

صحیح کی شرائط:

حدیث کے صحیح ہونے میں جن امور کا پورا ہونا ضروری اور لازمی ہے وہ امور مندرجہ ذیل ہیں:

1: اتصال سند۔ 2: راوی کی عدالت۔

3: راوی کا ضبط۔ 4: شاذ نہ ہونا۔

5: علت کا نہ ہونا۔

خبر کی صحیح تعریف اور وضاحت سے پتہ چلتا ہے کہ کسی خبر کے صحیح ہونے کیلئے مندرجہ ذیل پانچ شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

1: اتصال پسند: یعنی سند کا متصل ہونا۔

2: عدالت راوی: یعنی راوی کا عادل ہونا۔

3: ضبط راوی: یعنی راوی کا ضابطہ ہونا۔

4: عدم علت: علت کا ہونا یعنی کسی حدیث میں کوئی علت نہ پائی جائے۔

5: روایت کا شاذ نہ ہونا: یعنی راوی اپنے سے ثقہ راوی کا مخالف نہ ہو۔

مندرجہ بالا پانچوں شرائط میں اگر کوئی ایک شرط بھی روایت میں مفقود پائی گئی تو وہ روایت صحیح نہیں کہلائے گی۔

صحیح کی مثال:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل جسے حضرت امام بخاری نے اپنی تصنیف صحیح بخاری میں **عبد اللہ بن یوسف عن مالك عن ابن شهاب عن محمد بن جبير بن معطم عن جبير عن جبير عن معطم** سے تخریج کیا ہے:

((سمعت رسول الله ﷺ قرأفي المغرب بالطور))

(صحیح بخاری جلد 1، کتاب صفۃ الصلاۃ: باب الجہر فی المغرب، صفحہ 265)

''میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں سورۃ طور کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔''

یہ روایت خبر صحیح ہے، کیونکہ اس حدیث میں مندرجہ ذیل شرائط موجود ہیں:

اس کی سند متصل ہے۔

اس کے روایت کرنے والے تمام راوی حافظ عادل ہیں۔

تمام راوی ضابطہ ہیں۔

شاذ نہیں ہے۔

اس میں کوئی علت نہیں پائی جاتی۔

Marfat.com

صحیح کی شرائط کے معانی:

اتصال سند: سند میں شروع سے آخر تک ہر راوی اپنے شیخ سے بذات خود براہِ راست مل کر روایت کر رہا ہو، یعنی اس میں کوئی کڑی گری ہوئی نہ ہو اور راویوں کی تمام کڑیاں آپس میں ملی ہوئی ہوں۔

راوی کی عدالت: سند کے تمام راوی اسلام، بلوغ اور عقل کی صفات سے مالا مال ہوں، یعنی راوی کیلئے ضروری ہے کہ وہ پرہیز گار ہو، درست عقیدہ رکھتا ہو اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنیوالا ہو۔

راوی کا ضبط: راوی روایت کو پورے حفظ و ضبط کے ساتھ بیان کرے، یعنی راوی کا حافظہ مضبوط ہونا چاہیے۔

شاذ نہ ہونا: راوی کی روایت شاذ نہ ہو یعنی کوئی راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت نہ کر رہا ہو۔

علت کا نہ ہونا: حدیث میں کوئی علت نہ پائی جاتی ہو۔ علت ایسی خرابی کو کہتے ہیں جس سے روایت کی صحت متاثر ہوتی ہے، لیکن ظاہری عبادت اس علت سے خالی نظر آتی ہے۔

صحیح حدیث کا حکم:

صحیح حدیث کا حکم ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

((وجوب العمل به باجماع اهل الحديث و من يعتدبه من الاصولين و الفقهاء فهو حجة من حجج الشرع لا يسمع المسلم ترك العمل به))

"محدثین کا اجماع ہے کہ اس پر عمل واجب ہے اور اصولین کی ایک بڑی تعداد اس بات کی قائل ہے کہ حدیث صحیح احکام شرعیہ کے مصادر میں سے ایک مصدر ہے اور کسی مسلم کیلئے حدیث صحیح کو ترک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

الجامع الصحیح...... بخاری و مسلم:

صحیح احادیث پر سب سے جو صحیح کتاب تصنیف کی گئی وہ حضرت امام بخاری کی تصنیف "الجامع الصحیح" ہے۔ بعد ازاں حضرت امام مسلم کی تصنیف "الجامع الصحیح" ہے۔ یہ دونوں تصانیف امت مسلمہ میں بلند مقام و مرتبہ کی حامل ہیں۔ قرآن مجید کے بعد ان دونوں کو صحیح ترین کتب تسلیم کیا جاتا ہے۔

دونوں کتب کا مقالہ اور مرتبہ اپنی اپنی جگہ پر اہمیت اور فوقیت کا حامل ہے، تاہم جمہور کے نزدیک صحت کے لحاظ سے امام بخاری کی تصنیف "الجامع الصحیح" باقی کتب احادیث پر مقدم ہے اور صحیح مسلم کو چونکہ علماء کرام میں مقبولیت کا درجہ حاصل ہے، اس لئے باستثنائے احادیث معللہ صحیح مسلم دوسری کتب سے مقدم ہے۔ پھر وہ احادیث مقدم ہیں جو صحیح کی شرائط کے مطابق اور کتب میں تخریج کی گئی ہیں جن کے رواۃ (راوی) صحیحین کے رواۃ (راوی) ہوتے ہیں۔ پھر وہ حدیث جو صرف بخاری کی شرط کے مطابق تخریج کی گئی ہے، وہ اس حدیث پر مقدم کی جائے گی جو صرف شرائط

Marfat.com

مسلم پر تخریج کی گئی ہے۔

صحیح کی سات اقسام..... شرائط، اسناد و شہرت کے لحاظ سے فوقیت:

صحیح حدیث کی مندرجہ ذیل سات اقسام ہیں:

1: جس کی تخریج بخاری اور مسلم دونوں نے کی ہے۔

2: جس کی تخریج صرف بخاری نے کی ہے۔

3: جس کی تخریج صرف مسلم نے کی ہے۔

4: جو صحیحین کی شرط کے مطابق ہوں۔

5: جو صرف بخاری کی شرط کے مطابق ہو۔

6: جو صرف مسلم کی شرط کے مطابق ہو۔

7: جو کسی کی شرط پر نہ ہو مگر راوی عادل اور تام الضبط ہو۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں:

"یہ ترتیب عدالت وضبط راوی کی وجہ سے ہے، لیکن کسی حدیث میں اگر ایسے امور (شہرت وغیرہ) پائے جائیں جن سے وہ اپنے سے اونچے درجہ کی حدیث پر ترجیح حاصل کرے تو اسے مقدم سمجھا جائے گا، کیونکہ اس میں ایسی خصوصیت پیدا ہوگئی ہے کہ اسے فائق سمجھا جائے۔ مثلاً مسلم کی وہ حدیث جو درجہ تواتر سے کم مگر شہرت کے درجہ کی حامل ہو اور اس کے ساتھ کوئی قرینہ بھی مل جائے جس سے وہ مفید علم یقینی ہو جائے تو ایسی حدیث بخاری کی حدیث فرد پر مقدم سمجھی جائے گی۔ اسی طرح وہ حدیث جس کی تخریج شیخین نے کی ہو مگر وہ اصح الاسانید سے مروی ہو، جیسے مالك عن نافع عن ابن معر تو یہ حدیث بخاری و مسلم کی فرد سے مقدم سمجھی جائے گی، بالخصوص اگر اس کی سند میں کلام ہو تو۔"

(اصول الحدیث، جلد اول، صفحہ 164)

☆☆☆

فصل نمبر 6:

حدیث صحیح لغیرہ

صحیح لغیرہ کا اصلاحی مفہوم:

صحیح لغیرہ حسن لذاتہ کو کہا جاتا ہے، بشرطیکہ اس کے اسناد متعدد ہوں، اس لئے کہ تعدد طرق سے ایک ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ حسن لذاتہ میں جو قصور بسبب نقصان ضبط ہو جاتا ہے اس کی تلافی اس سے ہو جاتی ہے اور اس کو درجہ

Marfat.com

صحت تک پہنچا دیتی ہے جس طرح حدیث حسن لذاتہ بسبب تعددِ طرق صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے، اسی طرح جو اسناد بسبب تفرد حسن لذاتہ ہو وہ بھی بسبب تعددِ طرق صحیح لغیرہ ہو جاتا ہے۔

(شرح نخبۃ الفکر، صفحہ:45)

صحیح لغیرہ اور صحیح لذاتہ:

صحیح لغیرہ میں صحیح کی اعلیٰ صفات نہیں ہوتی جبکہ ان کی کمی دیگر طرق سے پوری ہو جاتی ہے تو اس تقویت کی بنا پر وہ صحیح لغیرہ کہلاتی ہے۔ صحیح لغیرہ دراصل حسن لذاتہ کی اعلیٰ صورت ہے۔"

(اصول الحدیث مصطلحات وعلوم، جلد 1، صفحہ:170)

جو شرائط صحیح حدیث کے لیے ذکر کی گئی ہیں وہ اگر اعلیٰ صفت الکمال تمام رواۃ (راویوں) میں پائی جاتی ہیں تو وہ حدیث صحیح لذاتہ کہلائے گی، لیکن اگر کسی راوی کی کسی صفت میں کوئی کمی واقع ہو مثلاً: وہ تام الضبط نہیں بلکہ ناقص الضبط ہے تو ایسی صورت میں یہ دیکھنا ہوگا کہ اس نقصان کی تلافی کسی طرح سے ممکن ہے یا نہیں۔ چنانچہ اگر اس کی تائید میں کوئی دوسری روایت کسی دوسرے طرق سے مل جاتی ہے تو وہ حدیث بھی صحیح ہو جاتی ہے، لیکن چونکہ یہ حدیث کسی دوسری سند کی تائید کی بنا پر صحیح ہوئی ہے اس لئے اسے صحیح لذاتہ کی بجائے صحیح لغیرہ کہا جائے گا۔

صحیح لغیرہ کی امثلہ:

مندرجہ ذیل احادیث صحیح لغیرہ کی مثالیں ہیں:

1: ((عن بهز بن حكيم، قال :حدثني ابي عن جدي قال :قلت يا رسول الله ﷺ من ابر ؟ قال :امك، قال :قلت :ثم من ؟ قال :امك ، قال :قلت :ثم من ؟ قال ثم ابوك ، ثم القرب فالا قرب))

(صحیح۔ سنن الترمذی، جلد 2، ابواب البر والصلۃ: باب ماجاء فی برالوالدین، صفحہ نمبر:175)

"بہز بن حکیم سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے میرے دادا سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میں کس سے زیادہ حسن سلوک کروں۔؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی ماں سے، وہ کہتے ہیں: میں نے کہا: پھر؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی ماں سے۔ وہ کہتے ہیں میں نے کہا: پھر؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی ماں سے، پھر اپنے باپ سے، اس کے بعد قریبی رشتہ دار اور پھر قریبی رشتہ دار۔"

2: ((عن ابی هريرة:قال :قال رسول الله ﷺ لولا ان اشق على امتى لا مرتهم بالسواك عند كل صلاة))

(صحیح۔ سنن الترمذی، جلد 1، ابواب الطہارۃ، باب السواک، صفحہ 9)

"حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت کی مشقت کا

Marfat.com

خیال نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔"

☆☆☆

فصل نمبر 7:

حدیث حسن لذاتہ

حسن لذاتہ کی تعریف:

حسن لذاتہ سے مراد وہ حدیث ہے جس کے راوی میں صرف ضبط ناقص ہو، باقی دوسری شرائط صحیح لذاتہ کی اس میں موجود ہوں۔ حسن لذاتہ گو رتبہ میں صحیح لذاتہ سے کمتر ہے، تاہم قابل احتجاج ہونے میں اس کی شریک ہے۔ جس طرح صحیح لذاتہ میں اختلاف مدارج ہے اسی طرح حسن لذاتہ میں بھی اختلاف مدارج ہوگا۔ (شرح نخبۃ الفکر، صفحہ: 45)

امام ترمذی کے نزدیک حسن لذاتہ:

امام ترمذی نے حسن لذاتہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

((کل حدیث یروی لا یکون فی اسنادہ من یتھم بالکذب ولا یکون الحدیث شاذا ویروی من غیر وجہ نحو ذالک فھو عندنا حدیث حسن))

(بحوالہ علم حدیث اور پاکستان میں اس کی خدمت، ص 127)

"ہر وہ حدیث جو اس خصوصیت کے ساتھ روایت کی جائے کہ اس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہ ہو جس پر جھوٹ کی تہمت لگائی گئی ہو، وہ حدیث شاذ نہ ہو اور ایک سے زائد طرق سے منقول ہو۔ پس ان صفات کی حامل حدیث ہمارے نزدیک حسن کہلاتی ہے۔"

حسن لذاتہ کی شرائط:

حسن لذاتہ کیلئے جو شرائط مستنبط ہوتی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہو سکتی ہیں:

1: نقل عدل۔
2: ناقص الضبط۔
3: متصل السند۔
4: غیر معلل۔
5: شاذ نہ ہو۔

حسن لذاتہ کا حکم:

علامہ جلال الدین سیوطی حسن لذاتہ کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((الحسن کالصحیح فی الاحتجاج بہ وان کان دونہ فی القوۃ ولھذا درجتہ فی نوع

Marfat.com

الصحیح))

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النوادی، جلد 1، صفحہ 160)

''حجیت کے باب میں حسن بھی صحیح کی طرح ہے، البتہ قوت اثبات میں صحیح سے کم درجہ میں ہے، اس لئے اس کو صحیح میں شمار کیا گیا ہے۔''

حسن لذاتہ کی مثال:

حسن لذاتہ کی مثال درج ذیل حدیث ہے:

((ان ابواب الجنة تحت ظلال السیوف))

''بے شک جنت کے دروازے تلواروں کے سائے تلے ہیں۔''

☆☆☆

فصل نمبر 8:

حدیث حسن لغیرہ

حسن لغیرہ کا مفہوم:

حسن لغیرہ سے مراد وہ حدیث متوقف فیہ ہے جس کی مقبولیت پر کوئی قرینہ قائم ہو۔ چنانچہ حدیث مستور و مدلس جب ان کی کوئی معتبر متابعت مل جاتی ہے تو وہ قبول کر لی جاتی ہیں۔

(شرح نخبۃ الفکر، صفحہ: 56)

علامہ جلال الدین سیوطی اور حسن لغیرہ کی تعریف:

علامہ جلال الدین سیوطی نے حسن لغیرہ کی تعریف اس طرح کی ہے:

((اذاروی الحدیث من وجوہ ضعیفة لا یلزم ان یحصل من مجموعها حسن بل ما کان ضعفه لضعف حفظ راویه الصدوق الامین))

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النوادی، جلد 1، صفحہ 176)

''حسن لغیرہ اس روایت کو کہتے ہیں کہ جو چند ایسی ضعیف سندوں سے مروی ہو کہ جن کے مجموعہ کو حسن کہا جا سکتا ہے۔ وہ روایت حسن لغیرہ ہوگی جس کی سند میں ضعف امین و صادق راوی کی قوت حافظ میں کمزوری کی بنا پر ہو۔''

حدیث حسن لغیرہ کا مقام و مرتبہ:

حسن لغیرہ کا مقام اور مرتبہ حسن لذاتہ سے کم پر ہے۔ چنانچہ اگر حسن لذاتہ اور حسن لغیرہ میں تعارض ہو جائے تو

Marfat.com

حسن لذاتہ کو ترجیح دی جائے گی۔

حسن لغیرہ کی مثال:

امام ترمذی نے یہ روایت شعبہ عن عاصم بن عبداللہ عن عبداللہ بن عامر بن ربیعہ عن ابیہ سے نقل کی ہے جسے امام نے حسن قرار دیا ہے:

((ان امراۃ من بنی فزارۃ تزوجت علی نعلین ، فقال رسول الله ﷺ ارضیت من نفسک ومالک بنعلین ؟ قالت :نعم قال فاجازہ النبی ﷺ :قال الترمذی ھذا حدیث حسن))

"بنی فزارہ کی ایک عورت نے جوتوں کے جوڑے پر شادی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو اپنے جان و مال پر جوتوں کے جوڑے کے عوض راضی ہو گئی؟ اس نے کہا: ہاں۔ راوی کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دے دی۔ امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔"

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 6:

بیان خبر مردود

خبر مردود کی تعریف:

حافظ ابن حجر نے خبر مردود کی تعریف بیان کرتے ہوئے کہا ہے:

- ((وهو الذي لم يرجع صدق المخبر به))(نزهة النظر)

"خبر مردود وہ ہے جس میں خبر دینے والے کی صداقت راجح نہیں۔"

مزید توضیح:

چونکہ خبر مقبول میں صدق راوی راجح ہوتا ہے اس لئے خبر مردود کیلئے اس کا مرجوع ہونا لازمی ہے۔ خبر منقول متواتر میں راویوں سے متعلق چھان پھٹک نہیں ہوتی کیونکہ ان کی تعداد اس قدر ہوتی ہے کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہے۔ جہاں تک خبر واحد کا تعلق ہے تو انکے راویوں کے حالات کے بارے میں جان پہچان رکھنا ضروری ہے اور اس پر استدلال کا مدار موقوف ہے۔

خبر مردود کو رد کرنے کے اسباب:

خبر مردود کو دو وجوہات کی بنا پر رد کیا جاتا ہے:

1: ان کے راوی پر بلحاظ دیانت یا ضبط طعن کیا گیا ہو۔

2: اس کی اسناد سے ایک یا متعدد راوی ساقط ہوں۔

بیان خبر مردود بلحاظ طعن راوی:

کسی حدیث کو رد کرنے کا دوسرا سبب طعن راوی ہے۔ طعن راوی سے مراد ہے کہ اس کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے اور اس کے تقویٰ و تدین، اس کی عدالت اور اس کی قوت ضبط و حافظہ کو زیر بحث لایا جائے۔

طعن راوی کے اسباب:

اس میں شک نہیں کہ راوی پر دس وجوہات کی بنا پر طعن کیا جاتا ہے۔ ان میں سے پانچ وجوہات کا تعلق عدالت سے ہے اور پانچ کا تعلق ضبط سے ہے۔

عدالت سے متعلق پانچ طعن مندرجہ ذیل ہیں:

1: کذب۔ 2: جھوٹ۔

3: فسق۔ 4: بدعت۔

5: جہالت۔

Marfat.com

حفظ وضبط پر وارد ہونے والے طعن حسن ذیل ہیں:

1: غلطیوں کی کثرت۔
2: غفلت کا اکثر پایا جانا۔
3: وہم۔
4: حافظہ کا درست نہ ہونا۔
5: ثقہ راویوں کی مخالفت۔

بلحاظ طعن راوی خبر مردود کی اقسام:

1: موضوع۔
2: متروک۔
3: منکر۔
4: معلل۔
5: المدرج
6: مقلوب
7: المزید فی متصل الاسناد
8: مضطرب۔
9: مصحف ومحرف۔
10: شاذ

بلحاظ سقوط راوی خبر مردود کی اقسام:

سقوط راوی کے لحاظ سے خبر مردود کی چار اقسام ہیں:

1: معلق۔
2: مرسل۔
3: معضل۔
4: منقطع۔

بلحاظ طعن راوی اور بلحاظ سقوط راوی خبر مردود کی ان 14 اقسام میں سے ہر ایک کی مختلف فصول میں تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 1:

حدیث موضوع

حدیث موضوع کا مفہوم:

موضوع وضع سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے پھینکنا یا گرانا۔

اصطلاحی مفہوم:

حدیث موضوع سے مراد ایسی خبر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد نہیں ہوئی، اس کی روایت آپ کی طرف سے عمداً بطور جھوٹ کرنا۔"

Marfat.com

حافظ ابن الصلاح کے نزدیک حدیث موضوع کی تعریف:

حافظ ابن الصلاح موضوع کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((وھو المختلق المصنوع))(ابن الصلاح)

"وہ گھڑی ہوئی، بنائی ہوئی روایت ہے۔"

بری اور قبیح ترین قسم:

حدیث موضوع ضعیف احادیث میں سب سے بری اور قبیح ترین قسم ہے۔ یہاں تک کہ بعض علماء حدیث نے اسے ضعیف اقسام میں شامل کرنے کی بجائے ایک مستقل قسم شمار کیا ہے۔

واضعین حدیث کا طریقہ کار:

1: واضعین حدیث اپنے وضع کردہ کسی کلام کو سند کے ساتھ بیان کر کے اُسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرتے ہیں۔

2: کسی فلسفی کے قول کو بطور سند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر دیتے ہیں۔

موضوع حدیث کی پہچان کا طریقہ کار:

موضوع روایت کو مندرجہ ذیل امور کے ذریعے پہچانا جاسکتا ہے:

واضع کا اقرار: جس نے حدیث وضع کی ہو وہ خود حدیث وضع کرنے کا اقرار کرے۔

مشابہ اقرار: جیسے کوئی راوی کسی شیخ سے کوئی حدیث نقل کرے، جب اس سے شیخ کی ولادت کی تاریخ سے متعلق سوال کیا جائے تو وہ ایسی تاریخ بتائے جس سے یہ ثابت ہو کہ شیخ کی وفات اس کی ولادت سے پہلے ہو گئی تھی اور حدیث کی کوئی اور سند اس کے پاس نہ ہو۔

دلالت قرینہ (راوی): دلالت قرینہ سے بھی حدیث کے وضع ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً کوئی رافضی راوی اہل بیت کے فضائل مین کوئی روایت نقل کرے۔

دلالت قرینہ (روایت): حدیث کے الفاظ معیار بلاغت سے گرے ہوئے ہوں، عقل کے خلاف ہوں یا نص قرآنی کی مخالفت کر رہے ہوں۔

وضع حدیث کے مقاصد:

حدیث کو وضع کرنے کے درج ذیل مقاصد ہو سکتے ہیں:

1: ترغیب وترہیب۔

2: اپنے مذہب کی تبلیغ و پرچار۔

3: دین اسلام کی مخالفت۔

Marfat.com

4: بادشاہوں اور امراء کی خوشنودی اور رضا جوئی۔

5: رزق کے حصول کی خاطر۔

6: شہرت کے لیے۔

ترغیب وترہیب کے لیے احادیث وضع کرنا:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترغیب دینے کیلئے احادیث کو وضع کیا جاتا ہے۔ اس طرح کے لوگ زاہد و متقی کہلاتے ہیں۔ اس طرح کی احادیث وضع کرنے والی جماعت برائی کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عام لوگ ایسے لوگوں کی وضع کردہ احادیث کو ثقہ سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔ حدیث کی اس جماعت میں میسرہ بن عبدربہ کا نام نمایاں ہے۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

((وروی ابن حبان فی الضعفاء عن ابن مهدی قال :قلت لميسرة بن عبدربه من ابن جنت بهذه الاحاديث بن قرا كذا فله كذا؟ قال وضعتها ارغب الناس))

(تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی، جلد 1، صفحہ 283)

"ابن حبان نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا ہے۔ ابن مہدی فرماتے ہیں کہ میں نے میسرہ بن عبدربہ سے پوچھا کہ تو نے (مخصوص سورتوں کی تلاوت پر بعض خاص فضیلتوں پر مشتمل) روایات کس سے سنی ہیں۔؟" تو میسرہ نے جواب دیا: یہ تو میں نے لوگوں کو ترغیب دلانے کیلئے خود وضع کی ہیں۔"

اپنے مذہب کی تبلیغ اور پرچار:

اپنے مسلک اور فرقہ کی تائید میں اور اس کے پرچار کیلئے وضع حدیث کا سلسلہ دور فتن میں بالخصوص مختلف سیاسی فرقوں، مثلاً: خوارج اور شیعہ کے ظہور کے بعد ہوا۔ مثلاً یہ موضوع حدیث:

((علی خیر البشر من شك فيه فقد كفر))

(اصطلاحات حدیث، صفحہ 97)

"علی خیر البشر ہیں۔ جس نے اس میں شک کیا، اس نے کفر کیا۔"

دین کی مخالفت:

ایک جماعت زنادقہ جو اعلانیہ طور پر تو دین کی مخالفت پر قدرت نہیں رکھتی مگر اس کیلئے اس نے ایسا طریقہ اپنایا کہ اسلام میں اعتراضات اور شکوک وشبہات پیدا کرنے والی روایات وضع کیں۔ ان لوگوں میں محمد بن سعید شامی کا نام مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے، جسے زندیقیت کی وجہ سے پھانسی ہوئی۔ اس نے حمید عن انس عن النبی کی سند سے ایک موضوع روایت نقل کی:

((انا خاتم النبيين لا نبی بعدی الا ان يشاء الله))

Marfat.com

(تدریب الروای،جلد 1،صفحہ 284)

"میں خاتم النبیین ہوں۔میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا مگر جسے اللہ چاہے۔"

حکام وقت کی خوشنودی اور رضا جوئی:

بعض کمزور ایمان والے لوگوں نے صرف وقت کے حکمرانوں کی قربت حاصل کرنے کیلئے اور ان کی رضا جوئی اور خوشنودی کی خاطر ایسی احادیث وضع کیں جو حکام کے دینی انحراف کی تائید کرتی ہوں۔

رزق کے حصول کی خاطر:

بعض قصہ گو حضرات روزی کمانے کیلئے لوگوں کو طرح طرح کے واقعات اور قصے وضع کر کے سناتے ہیں جس کے نتیجے میں لوگ انہیں عطیات دیتے۔

شہرت حاصل کرنے کیلئے:

شہرت حاصل کرنے کیلئے ایسے ایسے عجیب وغریب اقوال وضع کئے جاتے ہیں جو شیوخ الحدیث میں سے کسی کی طرف سے نقل نہیں ہوتے۔اسی طرح کے اقوال واضعین اپنی شہرت اور نام کمانے کی خاطر کرتے ہیں۔مثلاً ابن ابی وحید اور حماد نصیبی کی بیان کردہ موضوع احادیث۔

حدیث موضوع کا حکم:

آئمہ حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ جب کسی راوی کو کسی حدیث کے موضوع ہونے کا پتہ چل جائے تو اس راوی کیلئے روایت نقل کرنا کسی بھی صورت میں حلال نہیں،کیونکہ امام مسلم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کیا ہے:

((من حدث عنی بحدیث یری انه کذب فهو احد الکاذبین))

(صحیح مسلم،جلد 1،مقدمہ،باب،وجوب الروایۃ عن الثقات وترک الکذابین،والتحذیر من الکذب علی رسول اللہ،صفحہ 9)

"جو مجھ سے ایسی حدیث بیان کرے جس کے متعلق وہ سمجھتا ہو کہ وہ جھوٹ ہے تو وہ (اس کو روایت کرنے کی وجہ سے) جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔"

☆☆☆

فصل نمبر 2:

حدیث متروک

متروک کی تعریف:

راوی پر عمداً جھوٹی روایت کرنے کی تہمت ہو کہ اسی کی جانب سے اس کی روایت ہوئی ہے۔جس حدیث کے راوی میں یہ طعن ہو اس حدیث کو متروک کہا جاتا ہے۔"

Marfat.com

محققین کے نزدیک ایسے شخص کی حدیث کو متروک کہا جاتا ہے جو دروغ گوئی میں شہرت رکھتا ہو، گو حدیث نبوی کے متعلق اس سے دروغ ثابت نہ ہو، مگر یہ قسم اول سے رتبہ میں کمتر ہے۔

جھوٹے ہونے کی علامات:

کسی راوی پر جھوٹ کے الزام کے دو اسباب ہیں:

1: راوی ایک سند کے سوا کسی سند سے روایت نقل نہ کر رہا ہو۔

2: عام حالات میں راوی جھوٹ بولنے میں مشہور ہو، اگرچہ حدیث کی نقل میں اس کا جھوٹ ثابت نہ ہو۔

حدیث متروک کی مثال:

عمرو بن شمر جعفی کوفی شیعہ جابر عن ابی طفیل عن علی اور عمار کی سند سے ایک نقل روایت کرتا ہے:

((کان النبی ﷺ یقنت فی الفجر ویکبر یوم عرفة من صلوٰة الفجر ویقطع صلوٰة العصر آخر ایام التشریق))

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں قنوت نازلہ پڑھتے اور یوم عرفہ کی فجر سے ایام تشریق کے اختتامی دن عصر کی نماز تک تکبیر پڑھتے۔"

☆☆☆

فصل نمبر 3:

حدیث منکر

منکر کا لغوی مفہوم:

منکر کا مفہوم ہے انکار، جو اقرار کی ضد ہے۔

منکر خبر کی تعریف:

راوی سے بکثرت غلطی صادر ہونا۔ جس حدیث کے راوی میں یہ طعن موجود ہو اسے منکر کہا جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر کے نزدیک منکر کی تعریف:

حافظ ابن حجر منکر کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((فمن فحش غلطه او کثرت غفلته او ظهر فسقه فحدیثه منکر)) (نزهة النظر)

"اگر راوی فحش غلطی یا کثرت غفلت کا مرتکب ہو یا اس سے فسق ظاہر ہو جائے تو اس کی حدیث منکر ہوگی۔"

Marfat.com

حدیث منکر کے راوی پر طعن کے تین اسباب:

طعن راوی کے بڑے بڑے تین اسباب ہیں:

1: فحش غلطی۔ 2: کثرت غفلت۔ 3: فسق۔

فحش غلطی : جو راوی لکھنے اور بولنے میں کثرت کے ساتھ غلطیاں کرتا ہو تو اس کی روایت قابل قبول نہ ہوگی۔

کثرت غفلت : ایسا راوی جو انتہائی غفلت کا شکار رہتا ہو تو ایسے غافل راوی کی روایت بھی قبول نہیں ہوگی۔

فسق : اگر کسی راوی میں فسق آ جائے تو بھی اس کی روایت منکر ہوگی۔

مندرجہ بالا سب منکر کی مختلف صورتیں ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک صورت راوی میں پائی جائے تو اس کی روایت نا قابل قبول ہوگی۔

حدیث منکر کی مثال:

ابن ماجہ نے یحییٰ بن محمد قیس المدنی عن ہشام ابن عروۃ عن ابیہ عن عائشہ کی سند سے یہ قول نقل کیا ہے:

((یحییٰ بن محمد قیس المدنی عن هشام ابن معروة عن ابیه، عن عائشة قالت :قال رسول الله ﷺ (کلوا البلح بالتمر، کلو الخلق بالجدید، فان الشیطان یغضب ویقول ، بقی ابن أدم حتی اکل الخلق بالجدید))

(سنن ابن ماجہ، جلد 2، کتاب الاطعمۃ، باب اکل البلح بالتمر، صفحہ 1105)

فصل نمبر 4:

حدیث معلل

معلل کی تعریف:

معلل سے مراد ایسی حدیث ہے کہ جس حدیث کے راوی میں حدیث مرسل یا منقطع کو موصول قرار دینے سے یا ایک حدیث کو دوسری میں داخل کرنے سے یا حدیث موصول کو مرسل یا حدیث مرفوع کو موقوف بنانے سے اس کے اور کسی قرینہ سے جو تتبع واحاطہ اسانید سے معلوم ہوتا ہے، وہم ثابت ہو۔

امام حاکم کے نزدیک معلل کی تعریف:

امام حاکم علل الحدیث پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((فان المعلول مایوقف علی علته انه دخل حدیث فی حدیث او وهم فیه رأو او ارسله

Marfat.com

واحد فوصله واهم))(معرفة العلوم الحدیث)

"معلول وہ ہے جس کی علت کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ راوی نے ایک حدیث دوسری حدیث میں داخل کر دی یا اس میں راوی کو وہم ہوا ہو یا ایک راوی نے مرسل بیان کی ہو اور جسے وہم ہوا اس نے اسے موصول بیان کر دیا۔"

راوی کا وہم:

طعن راوی کا ایک سبب وہم ہے یعنی راوی "توہم" کی بنا پر روایت کرے۔ اگر قرائن سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ راوی نے مرسل یا منقطع کو متصل بیان کیا ہے، ایک حدیث کا دوسری حدیث میں اندراج کیا ہے یا ضعف کو ثقہ سے بدل دیا ہے تو ایسی حدیث معلل ہو گی۔

حدیث معلل کی پہچان بہت مشکل ہے:

حدیث معلل کی پہچان کرنا انتہائی دقیق قسم کا فن ہے اور وہی شخص اس کو انجام دے سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فہم و فراست اور وسیع حافظہ عطا فرمایا ہو۔ اسی لئے صرف چند محدثین نے ہی اس پر بحث کی ہے۔

معلل کی اقسام:

حدیث معلل کی اقسام مندرجہ ذیل ہیں:

1: راوی کے سماع کا معروف نہ ہونا۔

2: حدیث ایک اعتبار سے مرسل ہو۔

3: محفوظ روایت کا دوسرے طریق سے معلل ہونا۔

راوی کے سماع کا معروف نہ ہونا:

ایسی حدیث جس کی سند ظاہری طور پر صحیح معلوم ہو لیکن اس کے راوی کا مروی عنہ سے سماع معروف نہ ہو۔

اس کی مثال یہ حدیث ہے جو حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من جلس مجلساً فکثر فیه نغطه فقال قبل ان یقوم ، سبحنك اللهم وبحمدك لا اله الا انت استغفرك واتواب الیك ، الا غفرله ما کان فیه مجلسه ذلك))(سنن ترمذی)

"جو شخص کسی ایسی مجلس میں بیٹھا جس میں بہت شور و شغب تھا لیکن اس نے اٹھنے سے پہلے یہ کہا: اے اللہ! تو اپنی تعریفوں کے ساتھ تمام عیبوں سے پاک ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، میں تجھ سے بخشش طلب کرتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں، تو اس مجلس میں سرزد ہونے والی اس کی ہر بات بخش دی جائے گی۔"

Marfat.com

حدیث ایک اعتبار سے مرسل ہو:

حدیث سند کے ظاہری اعتبار سے صحیح اور مسند ہو، جبکہ دوسرے لحاظ سے مرسل ہو، جسے ثقہ و حافظ راویوں نے روایت کیا ہو۔

اس کی مثال یہ روایت ہے:

((عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ قال (ارحم امتي بامتي ابو بكر و اشد هم في دين الله عمر، و اصدقهم حياء عثمان، و اقضاهم علي بن ابي طالب، و اقرو هم لكتاب الله ابي بن كعب، و اعلمهم بالحلال و الحرام معاذ بن جبل، و افر ضهم زيد بن ثابت الا ان لكل امة امينا، و امين هذه الامة ابو عبيده بن الجراح))

(سنن ابن ماجہ، جلد 1، مقدمہ، صفحہ 55)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سب سے زیادہ نرم و رحیم ابوبکر ہیں، عمر اللہ کے دن کے معاملے میں سخت ترین ہیں، عثمان غنی سب سے زیادہ باحیاء ہیں، علی سب سے زیادہ بہترین فیصلہ کرنے والےہیں، ابی بن کعب کتاب اللہ کے سب سے بڑے قاری ہیں، معاذ بن جبل اللہ کے دین میں حلال و حرام کو سب سے زیادہ جانتے ہیں، زید بن ثابت سب سے زیادہ فرض احکام کے بارے میں جانتے ہیں اور ہر ایک امت میں امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح ہے۔''

محفوظ روایت کا دوسرے طریق سے معلل ہونا:

محفوظ روایت کا دوسرے طریق سے معلل ہونا درج ذیل صورتوں میں ہوسکتا ہے:

1: اگر حدیث صحابی سے روایت میں محفوظ ہو، لیکن دوسرے شہر کے راوی سے روایت میں غیر محفوظ ہو جائے۔

2: روایت صحابی سے محفوظ ہو لیکن تابعی کو روایت میں وہم ہو۔

3: روایت جس کا ساقط راوی دیگر طریق سے معلوم ہو۔

4: دو راویوں کے اسناد میں ایک شخص پر اختلاف ہو۔

5: راوی کے شیخ کے بارے میں اختلاف۔

6: راوی کسی شخص سے ملا ہو اور سماع کیا ہو، لیکن متعین حدیث نہ سنی ہو۔

7: غیر معروف طریق کی روایت۔

8: حدیث کا مرفوع اور موقوف طریقوں سے بیان ہونا۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 5:

خبر المدرج

لغوی مفہوم:

المدارج کے معنی ہیں: ملانا، شامل کیا ہوا۔

مدرج کی اقسام:

مدرج کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

1: مدرج الاسناد۔ 2: مدرج المتن۔

مدرج الاسناد

مخالفت بایں طور کہ اسناد یا متن میں تغیر کر دیا گیا ہو جو تغیر اسناد میں کیا گیا ہو اسے مدرج الاسناد کہا جاتا ہے۔

مدرج الاسناد کی اقسام:

مدرج الاسناد کی مندرجہ ذیل چار اقسام ہیں:

1: مختلف اسناد جمع کرنا۔

2: روایت کا حصہ دوسری سند سے بیان کرنا۔

3: راوی کا اسناد و متن میں تصرف کرنا۔

4: بیان اسناد کے دوران بات کا شامل ہونا۔

مختلف اسناد جمع کرنا:

چند اشخاص نے ایک حدیث کو مختلف اسانید سے ذکر کیا، پھر ایک راوی نے ان سب کو ایک شخص کی اسناد پر متفق کر کے بذریعہ ان اسناد کے اس حدیث کو ان سے روایت کیا اور اسانید کے اختلاف کا بھی ذکر نہ کیا۔

ابن الصلاح نے المدرج کی مثال کیلئے مندرجہ ذیل روایت نقل کی ہے:

((عن عبد الله قال :قلت یا رسول الله ﷺ ای الذنب اعظم ؟ قال :ان تجعل لله ندا وھو خلقك"۔ قال قلت ثم ماذا ؟ قال:ان تقتل ولدك خشية ان يطعم معك" قال :قلت ثم ماذا؟ قال ان تزنی بحلیة جارك))

(سنن ترمذی، جلد 3، ابوب تفسیر القرآن، ومن سورۃ الفرقان، صفحہ 85)

روایت کا حصہ دوسری سند سے بیان کرنا:

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

Marfat.com

((ان یکون المتن عندرا والا طرفا منه فانه عنده باسناد آخر فیرویه راوعنه تاما بالا سناد الاول))(نزهة النظر)

"ایک راوی کے ہاں متن کا ایک جزء ہو اور اس کے پاس دوسری سند ہے، یہ روایت موجود ہو لیکن راوی اس سے پہلے سند کے ذریعے پوری حدیث روایت کر دے۔"

روایت کی اس قسم کی مثال ابن ماجہ میں ہے:

((عن عاصم بن کلیب عن ابیه عن وائل بن حجر۔ قال :قلت لا نظرن انی رسول الله ﷺ کیف یصلی۔ فقام فاستقبل القلبة فرفع یدیه حتی حاذتا اذنیه فلما رکع رفعهما مثل ذلك فلما رفع رامه من الرکوع رفعهما مثل ذلك))

(سنن ابن ماجہ، جلد 1، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ فیہا، صفحہ 281)

راوی کا سند و متن میں تصرف کرنا:

ایک راوی کے نزدیک دو مختلف متن دو مختلف سندوں سے ثابت تھے۔ مگر اس کے شاگرد نے دونوں کو ملا کر مجموعہ ایک اسناد سے اس سے روایت کیا یا ایک متن کے ساتھ دوسرے متن کا ایک حصہ ملا کر مجموعہ کو اس متن کی اسناد سے روایت کی۔

روایت کی اس قسم کی مثال موطا میں ہے:

((عن مالك عن ابی الزناد عن الاعرج، عن ابی هریرة، ان رسول الله ﷺ :قال ایاکم والظن، فان الظن اکذب الحدیث ولا تجسّوا ولا تحسوا ولا تنافسوا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا ولا تدابروا وکونوا عباد الله اخوانا))

(الموطا جلد 2، کتاب الحسن الخلق، باب ماجاء فی المهاجرة، صفحہ 908-909)

"مالک ابوالزناد سے اور وہ بواسطہ اعراج حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمان سے بچ کر رہو، کیونکہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹ کی بات ہے اور نہ کسی کی راز جوئی کرو اور نہ کسی کی جاسوسی کرو اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو اور نہ باہم روگردانی کرو اور اے اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ۔"

بیان اسناد کے دوران ذاتی بات کا شامل کرنا:

چوتھی قسم یہ ہے کہ راوی اسناد بیان کرنے لگے تو اس دوران اسے کوئی مشکل پیش آ گئی تو اس نے اپنی طرف سے کوئی بات کہی اور کسی سننے والے نے اس کلام کو اس سند کا متن سمجھ کر روایت کر دیا۔

Marfat.com

مدرج المتن

مدارج المتن کی تعریف:

جو تغیر نفس حدیث میں کیا گیا ہو اسے مدرج المتن کہا جاتا ہے۔

مدرج المتن کا مفہوم:

مدرج المتن سے مراد ہے کہ متن میں ایسے الفاظ کا بلافصل اضافہ کہ جو متن کا حصہ نہ ہوں۔"

(اصطلاحات حدیث، صفحہ 108)

مدرج المتن کی اقسام:

مدرج المتن کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں:

1: اوراج (اضافہ) متن کے اول (شروع) میں نہ ہو اور ایسا بہت کم ہوتا ہے۔

2: اوراج متن کے وسط (درمیان) میں ہو اور یہ کم ہوتا ہے۔

3: اوراج متن کے اخیر (آخر) میں ہو، یہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔

متن کے شروع میں مدرج المتن کی مثال:

صحیح بخاری میں روایت ہے:

((حدثنا آدم ابی ایاس قال :حدثنا شعبة قال :حدثنا محمد بن زیاد قال سمعت ابا ھریرة وکان یمربنا والناس یتوضوون من المطھرہ، قال اسبغوا الوضو، فان اباالقاسم ﷺ قال: (ویل للا عقاب من النار))

(صحیح بخاری، جلد 1، کتاب الوضو، باب غسل الاعقاب، صفحہ 73)

"آدم بن ابی ایاس اور وہ محمد بن زیاد سے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابو ہریرہ کو جب کہ وہ ان کے پاس سے گزر رہے تھے اور لوگ وضو کر رہے تھے، یہ کہتے سنا کہ اچھی طرح وضو کرو کیونکہ ابوالقاسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وضو میں خشک رہ جانے والی ایڑیوں کیلئے آگ کے عذاب کی خرابی ہے۔"

متن کے درمیان میں اوراج کی مثال:

متن کی مثال حضرت عائشہ کی وہ روایت ہے جسے امام بخاری نے اپنی تصنیف میں نقل فرمایا:

((عن ابن شھاب عن عروۃ ابن الزبیز ، عن عائشة ام المومنین انھا قالت :اول مابدی بی رسول اللہ ﷺ من الوحی الرؤیا الصالحة فی النوم، فکان لایری رویا الاجاء ت مثل فلق الصبح، ثم حبب الیه الخلاء وکان یخلو بغار حراء ، فینحث فیه وھو التعبد اللیالی ذوات العدد قبل ان ینزع الی اھله))

Marfat.com

(صحیح بخاری، جلد 1، کتاب بدالوحی: باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ، صفحہ 4)

''ابن شہاب زہرہ عروہ بن زبیر سے اور وہ ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا۔ آپ جب بھی کوئی خواب دیکھتے تو وہ صبح کی روشنی کی طرح نمودار ہوتا۔ پھر آپ کو خلوت پسند آئی۔ آپ غار میں خلوت گزیں ہوتے اور وہاں تحنث فرماتے۔ (تحنث سے مراد راتوں کی عبادت ہے) آپ کئی راتیں وہاں گزارتے قبل اس کے آپ گھر تشریف لاتے۔''

اس حدیث میں ''ھو التعبد'' امام زہری کا کلام ہے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں:

''ھوالتعبد'' مدرج فی الخبر'' (بحوالہ، اصول الحدیث، جلد 1، صفحہ 604)

متن کے آخر میں ادرج کی مثال:

متن کے آخر میں ادراج کی مثال درج ذیل روایت ہے:

((عن عبد اللہ بن مسعود ان رسول اللہ ﷺ علمہ التشہد فی الصلوٰۃ فقال :قل التحیات للہ فذکر التشہد وفی آخرہ اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ ، فاذا قلت ھذا فقد قضیت صلاتك، ان شئت ان تقوم فقم و ان شئت ان تقعد فاقعد))

(ابوداؤد، بحوالہ، اصول الحدیث، جلد 1، صفحہ 605)

''عبداللہ بن مسعود سے بیان کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز کا تشہد سکھاتے ہوئے فرمایا: تم کہو کہ تمام عبادتیں اللہ کیلئے ہیں، پھر پورا تشہد ذکر کیا اور اس کے آخر میں کلمہ شہادت بیان کیا۔ پھر جب تم یہ کہہ چکو تو تم نے اپنی نماز پوری کر لی، اگر چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ۔''

مدرج کی ایک اور قسم:

ادراج کی ایک صورت یہ ہے کہ صحابی یا تابعی یا تبع تابعی کے کلام موقوف کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث کے ساتھ بغیر امتیاز کے ملا یا جائے۔

مدرج کا حکم:

ابن السمعانی کا قول ہے:

((من تعمد الا دراج فھو ساقط العدالۃ وممن یحرف الکلم عن مواضعہ وھو ملحق بالکذابین))

(تدریب الراوی)

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 6:

حدیث مقلوب

مقلوب کا مفہوم:

مقلوب قلب سے ہے جس کے معنی ہیں کسی شے کو الٹ دینا۔

مقلوب کی تعریف:

مخالفت بایں طور کہ اسماء میں تقدیم و تاخیر کر دی گئی ہو۔ مثلاً راوی نے مرۃ بن کعب کو کعب بن مرہ یا کعب بن مرۃ کو مرہ بن کعب بیان کر دیا تو اسے مقلوب کہا جاتا ہے۔

محققین کی بیان کردہ تعریف:

علوم الحدیث میں محققین نے مقلوب کی تعریف اس طرح کی ہے:

''مقلوب اس حدیث کو کہتے ہیں جس میں راوی سے متن حدیث کا کوئی لفظ یا سند میں کسی راوی کا نام و نسب بدل گیا یا مقدم کو مؤخر یا مؤخر کو مقدم کیا گیا یا ایک چیز کی جگہ دوسری رکھ دی گئی ہو۔ اس تعریف سے آشکار ہوتا ہے کہ قلب سند و متن دونوں میں پایا جاتا ہے۔'' (علوم الحدیث، صفحہ 247)

مقلوب کی اقسام:

مقلوب کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

1: مقلوب السند۔ 2: مقلوب المتن۔

مقلوب السند:

مقلوب السند سے مراد ہے کہ سند میں تبدیلی پیدا کرنا، اس کی دو صورتیں ہیں:

1: کوئی راوی کسی راوی کے اپنے اور والد کے نام میں تقدیم اور تاخیر کر دے۔ مثال کے طور پر مرۃ بن کعب کو کعب بن مرہ بیان کر دے۔

2: جدت پیدا کرنے کیلئے ایک نام کو دوسرے نام سے تبدیل کر دینا۔ مثلاً ''سالم'' کی کسی حدیث کو ''نافع'' سے منسوب کر دیا جائے۔

مقلوب المتن:

مقلوب المتن سے مراد ہے کہ متن میں کوئی تبدیلی واقع ہو۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں:

1: حدیث کے متن میں تقدیم و تاخیر کر دی جائے۔

2: ایک متن کو دوسری سند کے ساتھ اور سند کو کسی دوسرے متن کے ساتھ نقل کر دیا جائے۔

Marfat.com

مقلوب المتن کی مثال حضرت ابو ہریرہ کی یہ روایت ہے:

((سبعة يظلهم الله في ظله يوم لا ظل الا ظله))

یہ حدیث بھی مقلوب المتن ہے جسے امام مسلم نے ان الفاظ کے ساتھ تخریج کیا ہے:

((ورجل تصدق بصدقة فاخفاها حتى لا تعلم يمينه ماتنفق شماله))

اس روایت کوراویوں نے بدل دیا۔ اصل الفاظ کی ترتیب اس طرح:

((حتى لا تعلم شماله ماتنفق يمينه))(بخاری)

مقلوب المتن اور حضرت امام بخاری:

ابن عدی کہتے ہیں:

''میں نے مشائخ سے سنا ہے کہ محمد بن سماعیل بخاری جب بغداد آئے اور مشائخ کو علم ہوا تو وہ اکٹھے ہوئے اور سو احادیث کے اسانید و متون کو تبدیل کر دیا۔ سند کو سند سے اور متن کو متن سے تبدیل کر کے دس آدمیوں کو دس دس احادیث دے دیں اور کہا کہ مجلس میں حاضر ہو کر بخاری کے سامنے پیش کر دی جائیں۔ حسب وعدہ خراسانی اور بغدادی مشائخ جمع ہوئے۔ جب سب لوگ اطمینان سے بیٹھ گئے تو ان میں سے ہر شخص اٹھتا، اپنی احادیث پیش کرتا اور امام بخاری کہتے کہ مجھے ان کا علم نہیں یہاں تک کہ دس حضرات نے اپنی احادیث پیش کر دیں۔ مجلس میں موجود فقہاء نے امام بخاری کے جواب پر ایک دوسرے کو دیکھا اور کہا: اس شخص نے معاملہ سمجھ لیا ہے، جبکہ دوسرے لوگوں کو بخاری کے عجز، کوتاہی اور قلت حفظ کا احساس ہوا۔ جب یہ سب لوگ فارغ ہو گئے تو امام بخاری پہلے شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا: تمہاری پہلی حدیث اس طرح ہے اور دوسری اس طرح اور یوں اس کی دس احادیث صحیح اسانید و متون کے ساتھ سنا دیں اور اسی طرح تمام اشخاص کی احادیث کے ساتھ کیا۔ اس پر تمام لوگوں نے ان کے حفظ کا اقرار اور ان کی فضیلت کو تسلیم کیا۔''

☆☆☆

فصل نمبر 7:

المزید فی متصل الاسانید

المزید فی متصل الاسانید کا لغوی مفہوم:

المزید زیادہ سے ہے۔ متصل منقطع کی ضد اور اسانید اسناد کی جمع ہے۔

Marfat.com

تعریف:

مخالفت بایں طور کہ اثنائے سند کوئی راوی زیادہ کر دیا گیا اور زیادہ کرنے والے راوی سے زیادتی کرنے والا بہت ضابطہ ہو تو اسے المزید فی المتصل الاسانید کہا جاتا ہے۔

حافظ ابن کثیر کی بیان کردہ تعریف:

حافظ ابن کثیر نے مندرجہ ذیل تعریف بیان کی ہے:

((وھو ان یزید راو فی الاسناد رجلا لم یذکرہ غیرہ))

(الباعث الحثیث)

''مزید فی متصل الاسانید یہ ہے کہ راوی میں ایک ایسے شخص کا اضافہ کرے جسے دوسرے راویوں نے ذکر نہ کیا ہو۔''

اضافہ کے رد کی شرائط:

سند میں اضافہ کو رد کرنے اور اسے راوی کا وہم سمجھنے کی دو شرطیں ہیں:

1: جس راوی نے اضافہ نہیں کیا وہ اس راوی سے زیادہ حافظ ہو جس نے اضافہ کیا ہے۔

2: زیادتی کی جگہ میں (اضافہ نہ کرنے والے کی طرف سے) سماع کی تصریح ہو۔

المزید فی متصل الاسانید کی مثال:

یہ روایت المزید فی متصل الاسانید کی مثال ہے:

((عن ابن مبارك عن عبد الرحمن بن یزید، عن بسر بن عبید الله، عن ابی ادریس الخولانی ، عن واثلة بن الاسقع، عن ابی مرثد الغنوی، قال سمعت رسول الله ﷺ یقول: لاتصلوا الی القبور ولا تجلسوا علیها))

(صحیح مسلم، جلد 2، کتاب الجنائز: باب النہی عن الجلوس علی القبر والصلوٰۃ علیہ، صفحہ 668)

''عن ابن مبارک عن عبدالرحمٰن، بن یزید، عن بسر بن عبیداللہ بن ابی ادریس الخولانی عن واثلۃ بن السقع، عن ابی مرثد الغنوی انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔''

اس اسناد میں سفیان اور ابو ادریس کا ذکر اضافہ اور وہم ہے۔ بہت سے ثقہ راویوں نے ابن مبارک عن عبدالرحمٰن حدیث نقل کی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 8:

مضطرب

مضطرب کا لغوی معنی:

مضطرب، اضطراب سے ہے، یعنی کسی معاملہ میں خلل پڑ جانا یا کسی نظام میں فساد پیدا ہو جانا۔

مضطرب کی تعریف:

مخالفت بایں طور کہ راوی میں اس طرح تبدیلی کر دی گئی ہو کہ ایک روایت کو دوسری پر ترجیح غیر ممکن ہو، اسے مضطرب کہا جاتا ہے۔

مزید توضیح:

مضطرب سے مراد ایسی روایت ہے جو اس قدر مختلف انداز اور طرق سے مروی ہو کہ ان کے درمیان تطبیق کا امکان نہ ہو اور وہ تمام روایتیں قوت سند کے اعتبار سے برابر ہوں کہ کسی وجہِ ترجیح کی بناء پر ان میں سے کسی ایک کو راجح قرار دینا ممکن نہ ہو۔

اقسام:

مضطرب کی مندرجہ ذیل دو اقسام ہیں:

1: مضطرب السند۔ 2: مضطرب المتن۔

مضطرب السند:

ایسی احادیث جن کی سند میں اضطراب ہو اسے مضطرب السند کہا جاتا ہے۔

مضطرب السند کی مثال یہ روایت ہے:

((اسمعیل بن امیة ، حدثنی ابو عمرو بن محمد بن حریث عن جده حریثا، یحدث عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال اذا صلی احد کم فلیجعل تلقاء و جهه شیئا، فان لم یجد فلینصب عصا، فان لم یکن معه عصا فلیخطط خطا ثم لا یضره مامر امامه))

(سنن ابی داؤد، جلد 1، ابواب السترۃ باب الخط اذا لم یجد عصا، صفحہ 443)

"اسماعیل بن امیہ ابو عمر بن محمد بن حریث سے وہ اپنے دادا حریث سے اور وہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اسے اپنے سامنے کوئی شے رکھنی چاہیے۔ اگر کچھ نہ پائے تو اپنا عصا گاڑ دے اور اگر اس کے پاس عصا بھی نہ ہو تو اسے

Marfat.com

اپنے سامنے ایک لکیر کھینچنی چاہیے، پھر اس کے سامنے گزرنے والی کوئی شے بھی اسے نقصان نہیں پہنچائے گی۔"

مضطرب المتن:

وہ احادیث جن کے متن میں اضطراب ہو۔

مضطرب المتن کی مثال درج ذیل روایت ہے جو کہ امام ترمذی نے **شریك عن ابی حمزه عن شعبی فاطمه بنت قیس** کی سند سے نقل کی ہے:

((عن شريك عن ابى حمزه عن عامر العبى عن فاطمة بنت قيس قالت سالت اوسئل النبى ﷺ عن الزكوٰة فقال ان فى المال لحقا سوى الزكوٰة))

(سنن ترمذی)

"شریک ابوحمزہ سے، وہ عامر الشعبی سے اور وہ فاطمہ بنت قیس سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا میری موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مال میں زکوٰۃ کے سوا بھی مستحقین کا حق ہے۔"

اس روایت کو ابن ماجہ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے:

((عن فاطمة بن قيس انها سمعته تعنى النبى ﷺ يقول، ليس فى المال حق سوى الزكوٰة))

(سنن ابن ماجہ، جلد 1، کتاب الزکوٰۃ باب ما دی زکوٰۃ لیس بکنز، صفحہ 580)

"فاطمہ بنت قیس کہتی ہیں کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ مال میں زکوٰۃ کے سوا کوئی حق نہیں۔"

عراقی فرماتے ہیں:

"یہ ایسا اضطراب ہے کہ جس کی تاویل ممکن نہیں۔"

☆☆☆

فصل نمبر 9:

مصحف و محرف

مصحف کا مفہوم:

مصحف تصحیف سے ہے، جس کے معنی ایسی تبدیلی کے ہیں جس میں خطا ہو۔

Marfat.com

محرف کا مفہوم:

کسی چیز کو اس کی اصلی حالت سے ہٹا دینا محرف کہلاتا ہے۔

مصحف ومحرف کی تعریف:

مخالفت بایں طور کہ باوجود بقائے صورت خطی ایک یا متعدد حروف میں تغیر کیا جائے، پھر یہ تغیر اگر نقطہ میں کیا گیا مثلاً: شریح کو سریح کر دیا گیا تو اسے مصحف کہا جاتا ہے اور اگر شکل میں کیا گیا، مثلاً: حفص کو جعفر کر دیا گیا تو اسے محرف کہا جاتا ہے۔

تصحیف کی اقسام:

محدثین کرام نے تصحیف کی مندرجہ ذیل دو اقسام بیان کی ہیں:

1: تصحیف فی السند۔ 2: تصحیف فی المتن۔

تصحیف فی السند

ایسی سند کہ جس کے راوی کے نام میں تبدیلی ہو جائے۔

تصحیف فی السند کی مثال درج ذیل روایت ہے:

((شعبة عن العوام بن مراجم عن ابی عثمان النهدی عن عثمان بن عفان قال :قال رسول الله ﷺ لتؤدن الحقوق الی اهلها حتی یقضاللشاۃ الجلجاء من الشاۃ القرناء))(مسند احمد)

"شعبہ عوام بن مراجم سے وہ ابوعثمان النہدی سے اور وہ عثمان بن عفان سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مستحقین کو ان کے حقوق ضرور ادا کئے جائیں۔ حتی کہ بے سینگ بکری کا بدلہ سینگ والی بکری سے لیا جائے۔"

اس میں یحیٰ بن معین نے تصحیف کی اور اسے ابن مزاحم زاء اور حاء کے ساتھ پڑھا۔ انہیں بتایا گیا کہ یہ ابن مراجم ہے راء اور جیم کے ساتھ۔

تصحیف فی المتن

راوی حدیث بیان کرتے ہوئے اس کے متن کو بدل دے تو اسے تصحیف فی المتن کہتے ہیں۔

تصحیف فی المتن کی مثال درج ذیل روایت ہے:

((ابن لهیعه عن کتاب موسیٰ بن عقبه الیه با سناده عن زید بن ثابت ان رسول الله ﷺ احتجم فی المسجد))

(مسند احمد، بحوالہ، اصول الحدیث، جلد 1، صفحہ 654)

Marfat.com

''ابن لہیعہ نے موسیٰ بن عقبہ کی کتاب، نیز ان کی سند زید بن ثابت سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں پچھنے لگوائے۔''

ابن لہیعہ نے اس میں تصحیف کی ہے کہ اصل میں ''احتجم'' کی جگہ پر ''احتجر'' تھا۔ ایسا اس لئے ہوا کہ انہوں نے سماع کے بغیر صرف کتاب سے روایت کی۔''

(ابن الصلاح)

تصحیف کی دیگر اقسام:

تصحیف کی چند اور اقسام ہیں جن کو مختصراً بیان کیا جاتا ہے:

1: تصحیف المبصر۔ 2: تصحیف السمع۔

3: تصحیف اللفظ۔ 4: تصحیف المعنی۔

تصحیف المبصر (نظر کی تصحیف):

ایسی تصحیف جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہو، اسے تصحیف البصر کہا جاتا ہے۔ مثلاً: کوئی شخص کتاب سے نقل کرتا ہے اور اس میں تبدیلی واقع ہو جاتی ہے، جس طرح ابن لہیعہ نے موسیٰ بن عقبہ کی کتاب سے روایت کیا اور تصحیف کی۔

تصحیف السمع (سماعت کی تصحیف):

ایسی تصحیف جس کا تعلق سماعت سے ہے۔ جیسے عاصم الاصول کی حدیث کو بعض لوگ دراصل الاحداب کی حدیث کہتے ہیں۔

تصحیف اللفظ (لفظ کی تصحیف):

جب کوئی لفظ تبدیل ہو جائے تو اس لفظ کی تبدیلی کو تصحیف اللفظ کہا جاتا ہے۔

تصحیف المعنی (معنی میں تصحیف):

تصحیف المعنی سے مراد ہے کہ الفاظ تو وہی رہیں مگر ان کے معانی اس انداز میں لئے جائیں جو حدیث سے مطابقت نہ رکھتے ہوں۔

تصحیف کی مثال:

تصحیف کی مثال یہ روایت ہے:

((نحن قوم لنا شرف نحن من عنزه قد صلی الینا رسول الله ﷺ))

(ابن الصلاح)

''ہم عنز قبیلہ سے تعلق رکھنے والی قوم کو یہ شرف حاصل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔''

Marfat.com

ان کے پیش نظر مندرجہ ذیل حدیث تھی:

((وخرج رسول الله ﷺ فی حله حمراء مشمرا فصلی الی العنزة))

(صحیح مسلم، جلد 1، کتاب الصلوٰۃ م، باب سترۃ المصلی، صفحہ 360)

"اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ لباس میں ملبوس، اسے سمیٹتے ہوئے تشریف لائے اور عنزہ کے سامنے نماز ادا فرمائی۔"

راوی کو وہم ہوا کہ ان کے قبیلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی گئی، حالانکہ "عنزہ" سے مراد نیزہ ہے جو نمازی کے سامنے گاڑ دیا جاتا ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 10:

حدیث شاذ

شاذ کا لغوی مفہوم:

شاذ کا معنی ہے: تنہا ہونا، الگ تھلگ ہونا۔ شاذ اکیلی چیز کو کہتے ہیں۔

شاذ کی تعریف:

حدیث شاذ کی عام تعریف یہ ہے:

"وہ حدیث جس میں ایک ثقہ راوی دوسرے راوی کی مخالفت کرتا ہو۔" (علوم الحدیث)

شاذ کی اقسام:

شاذ کی مندرجہ ذیل دو اقسام ہیں:

1: شاذ السند۔ 2: شاذ المتن۔

شاذ السند:

ایسی حدیث جس کی سند میں شذوذ پایا جائے اسے شاذ السند کہا جاتا ہے۔

شاذ السند کی مثال درج ذیل روایت ہے:

((عن ابن عباس قال مات رجل علی عهد رسول الله ﷺ ولم يدع له وارثاً الا عبدا، هو اعتقه))

(سنن ابن ماجہ، جلد 2، کتاب الفرائض، باب من لا وارث لہ، صفحہ 915)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص

Marfat.com

وفات پا گیا۔ اس نے کوئی شخص وارث نہیں چھوڑا، سوائے اس موسیٰ کے جس نے اسے آزاد کیا تھا۔"

شاذ المتن:

وہ حدیث جس کے متن میں شاذ ہو وہ شاذ المتن کہلاتی ہے۔
شاذ المتن کی مثال درج ذیل روایت ہے:

((اذا صلی احد کم الفجر فلیضطجع عن یمینه))(سنن ترمذی)
"جب تم میں سے کوئی فجر کی نماز پڑھ لے تو وہ اپنی دائیں کروٹ لیٹ جائے۔"
امام بیہقی فرماتے ہیں:
"عبدالواحد نے راویان حدیث کی ایک کثیر تعداد کی مخالفت کی ہے جن کے مطابق یہ استراحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل نقل کیا گیا ہے نہ کہ قول۔ اعمش کے ثقہ تلامذہ میں عبدالوحد نے روایت اس طرح نقل کرنے میں تفرد اختیار کیا ہے۔"

☆☆☆

فصل نمبر 11:

خبر معلق

معلق کی تعریف:

"جس خبر کے اوائل سند سے ایک یا متعدد راوی ساقط ہوں تو اسے معلق کہا جاتا ہے۔"
بعض شارحین نے حدیث معلق کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

((هو ماحذف مبعدا سنده سواء كان المحذوف واحدا او اكثر على سبيل التوالى ولو الى آخر السند))(شرح الشرح)

"خبر معلق وہ ہے جس کی ابتداء سند سے راوی محذوف ہو۔ یہ محذوف راوی ایک ہو یا زیادہ۔ یکے بعد دیگرے ہوں یا آخر سند تک ہوں۔"

معلق کہنے کی وجہ:

خبر معلق کو معلق اس لئے کہا جاتا ہے کہ شروع سے ہی راوی کے محذوف ہونے کی بناء پر گویا اس شے کے مماثل ہو گی جو زمین سے منقطع ہو گی ہو لیکن اس کا اوپر کا حصہ چھت سے لگا ہو۔

خبر معلق کی پہچان:

معلق کی چند ایک صورتیں ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

Marfat.com

1: مصنف کل سند کو حذف کر کے کہے: قال رسول الله کذا۔
2: صحابی یا صحابی اور تابعی کے سوائے مصنف باقی سند کو حذف کر دے۔
3: مصنف ایسے شخص کا نام حذف کر دے جس سے اس نے حدیث سنی ہے، حذف کر کے جو شخص اس کے اوپر ہے اس کی طرف روایت حدیث کو منسوب کر دے کہ اس نے مجھ سے حدیث بیان کی۔ لیکن اگر اوپر والا شخص اس کا شیخ ہے تو اس میں اختلاف ہے کہ یہ معلق ہے یا نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اگر نص یا استقراء سے معلوم ہو کہ مصنف مدلس ہے تو حدیث مدلس ہوگی ورنہ معلق۔

معلق حدیث کا حکم:

معلق از قسم مردود اس لئے قرار دی گئی ہے کہ اس کا محذوف راوی مجہول الحال ہوتا ہے، لیکن کسی اسناد میں وہ راوی نامزد کر دیا گیا تو پھر معلق صحیح قرار دی جائے گی۔

مسئلہ تعدیل مبہم:

اگر کتب حدیث کے مصنفین نے کہا:

"ہم نے جس قدر راوی حذف کر دیئے سب ثقہ ہیں۔"

تو یہ تعدیل مبہم کا مسئلہ ہے۔ جمہور کے نزدیک تعدیل مبہم مقبول نہیں ہو سکتی جب تک محذوف کا نام نہ لیا جائے اور اس کی عدالت اور ضبط معلوم نہ ہو جائے۔ اگر کوئی امام تعدیل مبہم کرے تو اس کے مقلد کیلئے اس کا قبول کرنا جائز ہوگا۔

معلق کی امثلہ:

معلق حدیث کی مثال جس میں پوری سند محذوف ہے، یہ علی شرط البخاری ہے اور اس کی کسی اور جگہ پر تخریج نہیں:

((قال ابو هريرة عن النبی ﷺ لولا ان اشق علی امتی لامرت هم بالسواك عند كل وضوء))

(صحیح البخاری، جلد 2، کتاب الصوم: باب السواک الرطب والیابس للصائم، صفحہ نمبر 682)

"حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری امت کیلئے گراں نہ ہوتا تو میں انہیں ہر وضو کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا۔"

امام ابوداؤد نے اسے مندرجہ ذیل سند کے ساتھ نقل کیا ہے:

((عن ابی هريرة قال رسول الله لولا ان اشق علی المومنين لا مرتهم بتأخير العشاء وبالسواك عند كل صلوٰة))

(سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ: باب السواک، صفحہ 40)

Marfat.com

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مومنین پر گراں نہ گزرتا تو میں عشاء میں تاخیر اور ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا۔''

☆☆☆

فصل نمبر 12:

حدیث مرسل

حدیث مرسل کا لفظی مفہوم:

جس خبر کی اخیر سند میں تابعی کے بعد اگر راوی ساقط ہو تو اسے مرسل کہا جاتا ہے۔''

(شرح نخبۃ الفکر، صفحہ 61

مرسل کی ایک تعریف یوں بھی کی گئی ہے:

''مرسل وہ حدیث ہے جس سے صحابی کا نام ساقط ہو گیا ہو۔''

مثلاً نافع (تابعی صحابی کا ذکر کیے بغیر) کہتے ہیں:

((قال رسول الله ﷺ كذا، او فعل كذا، او فعل بحضرته كذا))

(بحوالہ، علوم الحدیث، صفحہ 213

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا، یا یوں کہا، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اس طرح کیا گیا۔''

حالانکہ نافع تابعی ہیں گویا اس حدیث میں صحابی کا نام مذکور ہی نہیں۔

اصطلاحی مفہوم:

سند کے اخیر سے تابعی کے بعد راوی مذکور ہوں۔ محدثین کے نزدیک مرسل کی صورت یہ ہے کہ کوئی تابعی بھی چھوٹا ہو یا بڑا صحابی کا نام لئے بغیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کوئی قول، عمل یا تقریر نقل کرے۔

حدیث مرسل حجت نہیں:

حدیث مرسل دین میں حجت نہیں ہے۔ حدیث نبوی کے حفاظ و نقاد کی حتمی رائے یہی ہے اور اپنی تصانیف میں انہوں نے اس فیصلے کو درج کیا ہے۔ چنانچہ امام مسلم مقدمہ صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

''ہمارے اور محدثین کے قول کے مطابق مرسل حجت نہیں ہے۔''

مرسل کے ضعیف ہونے کی وجہ:

حدیث مرسل کے ضعیف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں اتصال نہیں ہوتا۔ اس کو مرسل اس لئے کہا جاتا ہے کہ

Marfat.com

حدیث کا راوی اس کو مطلق بلا قید چھوڑ دیتا ہے اور صحابی کا ذکر نہیں کرتا جس نے اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

مرسل کی مثال:

امام مسلم نے کتاب البیوع میں محمد بن رافع عن حجین عن اللیث عن عقیل عن ابن شہاب عن سعید بن المسیب کی سند سے ایک روایت تخریج کی ہے:

((ان رسول اللہ ﷺ نھی عن بیع المذابنة والمحاقلة))

(صحیح مسلم جلد 3، کتاب البیوع، باب تحریک بیع الرطب بالتمر الا فی العرایا: صفحہ 1168)

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع مزابنہ ومحاقلہ سے منع فرمایا ہے۔"

مندرجہ بالا روایت میں سعید بن المسیب جن کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے، وہ صحابی کا نام ذکر کیے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر رہے ہیں۔

مرسل کی مختلف اقسام:

مرسل روایات کی مختلف صورتیں ہیں جن کا ذیل میں مختصر طور پر ذکر کیا جاتا ہے:

ارسال صحابی : ایک ارسال صحابی یہ ہے کہ کوئی صحابی کسی دوسرے صحابی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنتا ہے، لیکن جب اس حدیث کو بیان کرتا ہے تو دوسرے صحابی کا حوالہ دینے کے بغیر ہی براہ راست وہ حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کر دیتا ہے۔

مثال کے طور پر حضرت عبداللہ بن عباس نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے حدیث سنی، لیکن روایت کرتے وقت حضرت عبداللہ بن مسعود کا نام لئے بغیر ہی براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے کہا:

((قال رسول اللہ)) "رسول اللہ نے فرمایا"

یہ روایت "مرسل صحابی" ہوگی۔

ارسال تابعی : دوسری صورت مرسل یہ ہے کہ تابعی براہ راست حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے اور جس صحابی سے روایت حاصل کی ہو اس کا نام حذف کر دے۔ اس روایت میں اس بات کا امکان ہے کہ تابعی مرسل صحابی کو روایت کر رہا ہے۔

ارسال تابعی کی مثال یہ حدیث ہے:

((عن ابی سلمة بن عبد الرحمن ان رسول اللہ ﷺ کان یغسل وجھه بیمینه))(المرسیل لابی داؤد)

"ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا چہرہ دائیں ہاتھ سے دھوتے تھے۔"

ارسال تابعی صغیر : مرسل کی تیسری صورت یہ ہے کہ راوی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

درمیان تین واسطے تھے۔تابعی صغیر نے کسی اور تابعی سے کوئی حدیث سنی ہو جو اس تابعی نے کسی صحابی سے اخذ کی ہو لیکن تابعی صغیر تابعی کبیر اور صحابی کو چھوڑ کر براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کر رہا ہو۔

ارسال تابعی صغیر کی مثال یہ حدیث ہے:

((عن ابن شهاب ان رسول الله ﷺ حين رمى جمرة القصوى فنحر ، ثم حلق ثم افاض من فوره ذلك))(المراسيل لابي داود)

''ابن شہاب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جمرہ عقبہ کو کنکریاں ماریں تو نحر کیا ،پھر سر کے بال منڈوائے اور اس کے بعد فوراً واپس آ گئے۔''

ارسال تبع تابعی : چوتھی صورت مرسل کی یہ ہے کہ تبع تابعین تابعی اور صحابی کو چھوڑ کر براہِ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل نقل کرے۔جیسے امام مالک کہیں:

((قال رسول الله ﷺ كذاو كذااوفعل بحضرته كذا))

امام مالک تبع تابعی ہیں،اس لیے ایسی حدیث ارسال تبع تابعی کہلائے گی۔

☆☆☆

فصل نمبر 13:

خبر معضل

معضل کا لفظی معنیٰ:

معضل عضل سے ہے جس کے معنی ہیں: روکنا اور عاجز کرنا ہیں۔قرآن مجید میں ہے:

((فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن اذا تراضوا بينهم بالمعروف))

(سورۃ بقرہ: آیت 232)

''عورتوں کو ان کے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو۔جبکہ وہ آپس میں دستور کے مطابق رضامند ہوں۔''

ابن منظور کہتے ہیں:

((وعضل بى الا مر اعضل بى و اعضلنى اشتد و غلظ و استغلق))

(لسان العرب، جلد 11، صفحہ 452)

''معاملہ میرے لئے شدید ہو گیا اور مجھے اس نے عاجز کر دیا۔''

Marfat.com

معضل کا اصطلاحی مفہوم:

جس سند سے دو یا دو سے زیادہ راوی لگا تار ساقط ہو جائیں اُسے معضل کہتے ہیں۔

معضل کی ایک اور تعریف:

معضل کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے:

"جس خبر کی اسناد میں دو یا دو سے زائد راوی ایک ہی مقام سے تصرف یا بلا تصرف مصنف ساقط ہوں تو اسے معضل کہا جاتا ہے۔" (شرح نخبۃ الفکر)

معضل کی مثالیں:

درج ذیل احادیث معضل کی مثال ہیں:

1: ((عن مالك ان معاذ بن جبل قال: آخر ما اوصاني به رسول الله ﷺ حين وضعت رجلي في الغرز ان قال احسن خلقك للناس يا معاذ بن جبل))

(الموطا جلد 2، کتاب الحسن الخلق: باب ماجاء فی حسن الخلق، صفحہ 902)

"امام مالک معاذ بن جبل سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: جب میں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھا تو آخری چیز جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت کی وہ یہ تھی: اے معاذ! لوگوں کیلئے اپنا اخلاق بہتر بنا۔"

2: ((عن مالك انه بلغه ان رسول الله ﷺ قال: استقيموا ولن تحصوا واعملوا وخير اعمالكم الصلاة ولا يحافظ على الوضوء الا مومن))

(الموطا، جلد 1، کتاب الطہارۃ: باب جامع الوضو، صفحہ 34)

"امام مالک سے روایت ہے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات پہنچی ہے کہ استقامت اختیار کرو اور کسی ایک جانب زیادہ نہ جھک جاؤ اور عمل کرو کیونکہ تمہارے اعمال میں اچھا عمل صلوٰۃ ہے اور وضو کی محافظت صرف مومن ہی کرتا ہے۔"

ان دونوں احادیث میں امام مالک دو واسطوں، تابعی اور صحابی، کو چھوڑ کر خود روایت کر رہے ہیں۔ ایسی احادیث کو معضل شمار کیا جاتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 14:

خبر منقطع

منقطع کا لغوی معنی:

منقطع قطع سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے: ایک شے کو دوسری شے سے الگ کرنا۔"

ابن منظور لسان العرب میں کہتے ہیں:

((القطع به ، فهو منقطع به اذا عجز عن سفره من نفقة ذهبت،او قامت عليه راحلته او اتاه امر لا يقدر ان يتحرك معه))

(لسان العرب، جلد 7)

"وہ شخص منقطع ہے جو زادِ راہ ختم ہونے کے باعث یا سواری کے رک جانے کی وجہ سے، یا اسے کوئی ایسا معاملہ درپیش ہو کہ اس کی وجہ سے چل نہ سکے اور سفر کرنے سے عاجز ہو۔"

منقطع کا اصطلاحی معنی:

جس خبر کی اسناد سے ایک یا متعدد راوی متفرق مقام سے ساقط ہوں تو اسے منقطع کہا جاتا ہے۔

شہرہ آفاق تعریف:

حدیث منقطع کی شہرہ آفاق تعریف مندرجہ ذیل ہے:

((الحديث الذى سقط من اسناده رجل او ذكر فيه رجل مبهم))

(التوضیح)

"ایسی حدیث جس کی سند سے کوئی راوی ساقط ہو یا سند میں کسی مبہم شخص کا ذکر ہو۔"

متاخرین کے نزدیک منقطع کی تعریف:

علماء متاخرین نے منقطع کی تعریف یہ کی ہے کہ سند کا ہر انقطاع جو مرسل، معضل یا معلق نہ ہو۔" (اصطلاحات حدیث، صفحہ 84)

تین انقطاع کے علاوہ ہر انقطاع خبر منقطع کی نشانی ہے:

انقطاع کی ان تین صورتوں کے علاوہ جو بھی انقطاع ہوگا، منقطع کی تعریف میں داخل ہوگا۔

1: اول سند سے کوئی راوی محذوف ہو۔

2: آخر سند سے کوئی راوی ساقط ہو۔

3: سند کے کسی بھی حصہ سے کوئی سے دو راوی مسلسل محذوف ہوں۔

Marfat.com

خبر منقطع کا حکم:

علماء کا اس بات پر اتفاق کہ راوی محذوف کا حال معلوم نہ ہونے کی بنا پر یہ روایت ضعیف ہے۔

منقطع کی مثال:

منقطع کی مثال یہ خبر ہے:

((ان ولیتموھا ابابکر فقوی امین))(معرفة علوم الحدیث)

"اگر اس کا والی ابوبکر کو بنادو تو وہ قوی اور امین ہے۔"

اس مثال میں درمیان میں سے ایک راوی ساقط ہے، کیونکہ ثوری نے ابو اسحٰق سے براہ راست سماع نہیں کیا، البتہ شریک ابو اسحٰق کے شاگرد ہیں اور یہ انقطاع مرسل، معلق اور معضل کی شرائط کو پورا نہیں کرتا، لہٰذا یہ سند منقطع ہے۔"

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 7:

مدلس

مدلس کا مفہوم:

مدلس کے معانی ظلمت کو نور سے ملانا ہے اور اسے مدلس اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں اخفاء اور پوشیدگی پائی جاتی ہے۔

مدلس کی تعریف:

کبھی راوی کا سقوط اس قدر پوشیدہ ہوتا ہے کہ جو لوگ اس سے خوب واقف ہیں صرف وہی سمجھتے ہیں۔ جس خبر کی اسناد میں اس قسم کا پوشیدہ سقوط ہو اسے مدلس کہا جاتا ہے۔

تدلیس کی اقسام:

بنیادی طور پر تدلیس کی دو قسمیں ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

1: تدلیس الاسناد۔

2: تدلیس الشیوخ۔

مندرجہ ذیل اقسام کو تفصیلاً دو فصول میں بیان کیا جاتا ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 1:

تدلیس الاسناد

تدلیس الاسناد کا مفہوم:

تدلیس الاسناد وہ حدیث ہے جو راوی ایسے شخص سے روایت کرے جو اس کا ہم عصر ہو اور وہ اس سے مل چکا ہو مگر اس سے اس کا سماع ثابت نہ ہو یا ایسے ہم عصر سے روایت کرے جسے ملا نہ ہو مگر دوسرے کو یہ تاثر دے کہ اس نے اپنے معاصر سے سن کر یہ روایت بیان کی ہے۔

(علوم الحدیث، صفحہ 219)

تدلیس الاسناد کی مثال:

تدلیس الاسناد کی مثال علی بن خشرم کا یہ قول ہے:

Marfat.com

''ہم سفیان بن عینیہ کے یہاں حاضر تھے۔سفیان نے کہا: ''زہری نے یوں فرمایا۔سفیان سے پوچھا گیا: آپ نے زہری سے سنا ہے؟ سفیان نے کہا: مجھے عبدالرزاق نے بتایا، اس نے معمر سے سنا اور معمر نے زہری سے سنا۔''

☆☆☆

فصل نمبر 2:

تدلیس الشیوخ

تدلیس الشیوخ کا مفہوم:

حافظ ابن الصلاح نے تدلیس الشیوخ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے:

((تدلیس الشیوخ وھو ان یروی عن شیخ حدیثا سمعه منه فیسمیه او یکنیه او ینسبه او یصفه بما لا یعرف به کی لایعرف))

(مقدمہ ابن الصلاح)

''تدلیس الشیوخ یہ ہے کہ وہ ایک شیخ سے ایسی حدیث بیان کرے جسے اس نے شیخ سے سنا ہو، پھر وہ اسے ایسا نام، کنیت، نسبت یا اس کا ایسا وصف بیان کرے جس سے وہ معروف نہیں تا کہ اسے پہچانا نہ جا سکے۔''

تدلیس الشیوخ کی مثال:

تدلیس الشیوخ کی مثال یہ خبر ہے:

''ہم سے عبداللہ بن ابی عبداللہ نے حدیث بیان کی۔''

عبداللہ بن ابی عبداللہ سے ان ج ءمراد ابوبکر بن ابی داود سجستانی ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 8:

مرسل خفی

مرسل خفی کی پہچان:

مرسل خفی روایت کی ایک خاص قسم ہے جس کی معرفت کیلئے حدیث کے طالب علم کو بہت زیادہ محنت کرنا پڑتی ہے۔ مرسل کی یہ قسم اتنی غیر واضح ہوتی ہے کہ بغیر تحقیق کے اس کا جاننا مشکل ہوتا ہے۔

مرسل خفی کی تعریف:

حافظ ابن حجر اس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((المرسل الخفی اذا صدر من معاصر لم یلق من حدیث عنه بل بینه و بینه واسطة))(نزهته النظر)

''مرسل خفی وہ روایت ہے جس کا راوی اپنے ہم عصر سے روایت کرے جس سے اس کی ملاقات نہ ہوئی ہو، بلکہ ان دونوں کے درمیان ایک اور راوی موجود ہو۔''

مدلس اور مرسل خفی میں فرق:

مدلس اور مرسل خفی میں درج ذیل فرق ہیں:

1: مدلس ایسے راوی سے جس سے اس کا سماع اور ملاقات ثابت ہے ایسی روایت بیان کرتا ہے جو اس نے نہیں سنی مگر اس پر سماع کا گمان ہوتا ہے۔ جبکہ مرسل ایسے شخص سے روایت کرتا ہے جس سے اس کی نہ تو ملاقات ہوئی ہو اور نہ ہی سماع ثابت ہے، ان میں صرف معاصرت موجود ہے۔

2: تدلیس ایک ان سنی بات پر سماع کا گمان ہے، جبکہ ارسال میں ابہام نہیں ہوتا۔ اگر مدلس یہ واضح کردے کہ جس شخص سے وہ تدلیس کر رہا ہے اس سے یہ حدیث نہیں سنی تو حدیث مرسل ہو جائے مدلس نہیں رہے گی۔

مرسل خفی کا حکم:

جس طرح خبر مدلس قبول نہیں کی جاتی اسی طرح مرسل خفی بھی قبول نہیں کی جاتی۔

مثال:

مرسل خفی کی مثال ابن ماجہ کی روایت کردہ حدیث ہے جو انہوں نے عمر بن عبدالعزیز عن عقبہ بن عامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سند سے روایت کی ہے:

((عن عمر بن عبد العزیز عن عقبة بن عامر الجهنی ، قال :قال رسول الله ﷺ رحم الله حارس الحرس))

Marfat.com

(سنن ابی ماجہ، جلد 2، کتاب الجہاد، باب فضل الرحس والتکبیر فی سبیل اللہ، صفحہ 925)

"عمر بن عبدالعزیز نے عقبہ بن عامر الجہنی سے روایت فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جہاد کے گھوڑے کے نگہبان پر رحم کرے۔"

☆☆☆

Marfat.com

جزء نمبر 2:

تاریخ حدیث

باب نمبر 1:

حجیت حدیث

فصل نمبر 1:

تعارف واہمیت حدیث وسنت

حدیث کے لغوی معنی:

لفظ حدیث کے لغوی معانی ہیں: کوئی خبر یا کوئی بیان، (یا کوئی نئی بات)"

قرآن مجید اور لفظ حدیث:

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

((واما بنعمة ربك فحدث))

(سورۃ الضحیٰ: آیت 11)

"اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجیے۔"

ایک اور مقام پر فرمایا:

((فبای حديث بعده يؤمنون))

(سورۃ المرسلت: آیت 50)

"تو پھر اس کے بعد کونسی بات پر ایمان لاؤ گے۔"

محدثین کے نزدیک حدیث کی تعریف:

محدثین نے حدیث کی تعریف اس طرح کی ہے:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، فعل یا تقریر۔"

شرعی اصطلاح میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال، تقاریر وسیرت و چال، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے لے کر وفات تک آپ کی زندگی مطہرہ کے بارے میں جو کچھ کہا گیا اس پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے۔"

Marfat.com

حدیث کا لفظ رسول اللہ نے خود پسند فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کا لفظ اپنے کلام کے لئے خود پسند فرمایا تا کہ آپ کے اور دوسرے لوگوں کے کلام اور اقوال میں تمیز ہو سکے۔"

حدیث اور قرآن میں فرق:

حدیث کو وحی غیر متلو کہا جاتا ہے جبکہ قرآن کو وحی متلو کہا جاتا ہے۔ فرق یہ ہے کہ حدیث کے معانی و مضامین من جانب اللہ ہی ہوتے تھے مگر الفاظ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرماتے تھے۔ جبکہ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتے تھے۔

قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے حدیث نبوی کی ضرورت:

قرآن مجید کے بعد شریعت کا ماخذ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور حدیث ہی سنت کی حقیقت جاننے کا واحد ذریعہ ہے۔

قرآن مجید کی تفسیر اور تشریح اور اس کے احکامات کی تکمیل حدیث سے ہوتی ہے۔ قرآن مجید حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی قرآن کے پہلے شارح اور مفسر ہیں۔ قرآن مجید کی جو تفسیر اور تشریح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی وہی تمام بنی نوع انسان کیلئے قابل تقلید ہے اور عملی نمونہ ہے۔ لہٰذا قرآن مجید کی جو تشریح وتفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال سے ہو وہی اعلیٰ و ارفع ہے۔ اسی کا نام سنت ہے جو حدیث کی بدولت ہمیں ملی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن مجید میں فرمایا ہے اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کیلئے احادیث نبوی کا جاننا اور اس پر عمل کرنا از حد ضروری ہے۔ احادیث پر عمل کے بغیر قرآنی آیات پر عمل کرنا ناممکن ہے۔ مثال کے طور پر قرآن میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا حکم فرمایا ہے، لیکن ان کے مسائل اور غرض و غایت کے جاننے کیلئے احادیث کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری مبارک زندگی ہمارے لئے عملی نمونہ ہے۔ قرآن مجید میں خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة))

(سورۃ الاحزاب: آیت 21)

"یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں عمدہ نمونہ موجود ہے۔"

حدیث حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کا نام ہے۔ اس لئے سرور کونین اور محسن انسانیت کے پیغام ہدایت کو سمجھنے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مطہرہ کے واقعات اور پر مغز اور پر حکمت تعلیمات سے واقف ہونا از حد ضروری اور لازمی ہے۔

Marfat.com

رسول اللہ کی زندگی دائمی نمونہ ہے:

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ ہی کی شریعت ہمیشہ اور دائمی ہے اور قیام قیامت تک محفوظ ہے۔انسان کیلئے تمام شعبہ ہائے زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بطور عملی نمونہ ہے۔زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں کہ جس میں ہمارے لئے ہدایت اور راہنمائی موجود نہ ہو۔ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم دامن رسول کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔

حدیث نبوی کی تاریخی اہمیت:

احادیث نبوی کو دین اسلام میں جو اہمیت حاصل ہے اس کے علاوہ، اجتماعی، اخلاقی اور ثقافتی اہمیت بھی حاصل ہے۔عہد نبوی کی تاریخ، اجتماعی حالات اور اس زمانے کے مسلمانوں کی تہذیب وتمدن اور ثقافت سب کچھ حدیث ہی کی وجہ سے محفوظ ہے۔گویا کہ عہد رسالت کا پورا نقشہ ہمارے سامنے ہے اور اچھی طرح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس دور میں مسلمانوں کا طرز معاش کیا تھا، وہ کس طرح زندگی بسر کرتے تھے، ان کے معاشی اور اقتصادی حالات کس طرح کے تھے، ان کا رہنے سہنے کا طریقہ وسلیقہ کیا تھا، وہ کن چیزوں کو پسند کرتے تھے اور کن چیزوں کو ناپسند۔

☆☆☆

فصل نمبر 2:

حجیت حدیث اور قرآن مجید

رسول اللہ کی اطاعت کا حکم:

قرآن مجید میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

((قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله و يغفر لكم ذنو بكم و الله غفور رحيم))(سورة آل عمران:آیت 31)

”کہہ دیجئے !اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔“

رسول اللہ حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں:

اسی سورت میں ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لقد من الله على المؤمنين اذبعث فيهم رسولا من انفسهم يتلوا عليهم ايته ويزكيهم ويعلمهم الكتب والحكمة وان كانوا من قبل لفي ضلل مبين))(سورة آل عمران،

Marfat.com

آیت نمبر 164)

''بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا، جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔''

اس آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی ضروری قرار دی گئی ہے۔ اطاعت نبی سے ہی اللہ کی اطاعت نصیب ہوگی۔ پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ ایسے انسان سے نہ صرف محبت کرے گا، بلکہ اس کے گناہوں کی بخشش بھی فرما دے گا۔

امت مسلمہ پر اللہ کا احسان عظیم:

اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا ہے کہ ان میں ان ہی میں سے رسول مبعوث فرمادیا اور یہ واقعی احسان عظیم ہے کہ وہ اپنی قوم کی زبان میں اللہ تعالیٰ کا پیغام سنائے گا۔ جسے سمجھنا ہر انسان کیلئے آسان ہوگا۔ اس آیت کریمہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین فرائض بیان کیے گئے ہیں۔

1: آیات قرآنی کی تلاوت۔ 2: تزکیہ نفس۔ 3: کتاب وحکمت کی تعلیم۔

حضور بطور معلم:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی نوع انسان کیلئے معلم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف قرآن مجید کو لوگوں تک پہنچایا بلکہ اس کی مکمل طور پر تشریح اور توضیح کو بھی بیان فرمادیا اور لوگوں کو عبادات اور معاملات کے عملی نمونے پیش فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی آیات مبارکہ کو پڑھ کر سنایا، انسانوں کا تزکیہ نفس کیا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دی۔

تعلیم وتربیت کے تین طریقے:

تعلیم وتربیت کے تین طریقے ہوتے ہیں:

1: بذریعہ اقوال۔ 2: بذریعہ افعال۔ 3: بذریعہ تقاریر۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت معلم انسانوں کی جو تعلیم وتربیت فرمائی اور راہ ہدایت سے روشناس کرایا اسی کا نام حدیث اور سنت ہے۔

رسول اللہ کے فیصلے کی خلاف ورزی نہیں کی جاسکتی:

سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی الله و رسوله امرا ان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یعص الله ورسوله فقد ضل ضللا مبینا))

Marfat.com

(سورۃ الاحزاب: آیت 36)

''اور کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔(یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔''

اس آیت مبارکہ کے مطابق ہر کسی کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تسلیم کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی حکم فرمائیں اسے من وعن قبول کرنا لازمی ہے۔ لہٰذا حدیث اور سنت کے تمام اقوال وافعال کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔

حضور کا ہر حکم اللہ کے اذن سے ہوتا ہے:

سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ان انزلنا الیك الکتب بالحق لتحکم بین الناس بما ارك الله ولا تکن للخآئنین خصیما))(سورۃ النساء: آیت 105)

''یقیناً ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ آپ لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کریں جس سے اللہ نے آپ کو شناسا کیا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنیں۔''

رسول اللہ کی اطاعت اور اختلافی بات میں اللہ اور رسول اللہ کی طرف رجوع کرنا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((یاایها الذین امنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوه الی الله والرسول ان کنتم تومنون بالله والیوم الاخر ذلك خیر و احسن تاویلا))(سورۃ النساء: آیت 59)

''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور اولی الامر کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام بہت ہی اچھا ہے۔''

تمام انسانوں کیلئے اصلی دین یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور پیروی کریں۔ اس کے علاوہ جو لوگ ان کے درمیان اولی الامر اور اختیار والے ہیں ان کی پیروی کریں، اسی طرح فقہاء کرام کی پیروی کریں۔ اولی الامر اور فقہاء کی پیروی اسی صورت میں ہوگی جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات بیان کرتے ہیں اور اس کے دین کی طرف ہدایت اور راہنمائی کا کام کرتے ہوں اور اگر مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کا جھگڑا پیدا ہو جائے تو انہیں چاہیے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب رجوع کریں۔ پھر اللہ و رسول جو فیصلہ بھی فرما دیں اسے من وعن تسلیم کیا جائے۔ زندگی کے تمام معاملات اور مسائل کا حل قرآن اور حدیث کی روشنی میں

Marfat.com

تلاش کیا جائے۔

حدیث کا انکار قرآن کا انکار ہے:

حدیث کا انکار سراسر قرآن کا انکار ہے، کیونکہ یہ قرآن ہی کا فیصلہ ہے کہ نزاع کے موقع پر قرآن کے بعد احادیث نبوی کی طرف رجوع کیا جائے۔

حدیث کے بغیر فرائض کی ادئیگی بھی نہیں ہو سکتی:

سورۃ نور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون))

(سورۃ النور: آیت 56)

"نماز کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ کی فرمانبرداری میں لگے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے مگر نماز کس طرح ادا کرنی ہے؟ اس کی کتنی رکعات ہیں؟ نماز کی شرائط کیا ہیں؟ اور مصارف زکوٰۃ کیا ہیں؟ یہ سب چیزیں قرآن مجید میں بیان نہیں کی گئیں۔

قرآن مجید نے نماز و زکوٰۃ اور دوسری عبادات کے تفصیلی احکامات کیلئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جانب اشارہ فرما دیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عبادات و معاملات کیلئے عملاً نمونہ پیش فرمایا۔ لہٰذا ہر قسم کی عبادات اور معاملات کی ادائیگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی لازمی ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 3:

حجیت حدیث احادیث کی روشنی میں

حضور نبی اکرم کی اطاعت میں ہی اللہ کی اطاعت ہے:

حضرت ابو ہریرہ کی روایت حضرت امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں نقل فرمائی ہے:

((ان رسول اللہ ﷺ قال من اطاعنی فقد اطاع اللہ و من عصی فقد عصا اللہ))

(صحیح بخاری، کتاب الاحکام۔ جلد 9: صفحہ 77)

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔"

Marfat.com

اس حدیث میں واضح طور پر ارشاد فرمادیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ جو انسان یہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے اسے چاہیے کہ وہ دامن رسول کو مضبوطی سے تھام لے۔ اللہ تعالیٰ ایسے انسان کو خود بخود اپنا محبوب بنائے گا۔ اس کے برعکس اگر اطاعت رسول میں ذرا سی لغزش آئی تو اللہ تعالیٰ کی محبت کے درمیان دراڑ پڑ جائے گی۔ جو انسان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا گویا کہ اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

نبی اکرم کی سابق انبیاء پر فضیلت:

((عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال مامن الانبیاء نبی الا اعطی من الایات مامثله او من او آمن علیه البشر وانما کان الذی اوتیت و حیا او حاه الله الی فارجوا انی اکثر هم تابعا یوم القیامة))

(صحیح بخاری، جلد 9، باب کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، صفحہ 113)

"ہر نبی کو جس قدر آیات دی گئی ہیں اسی قدر اس پر ایمان لایا گیا (اسی قدر) لوگ ایمان لائے اور مجھے تو وحی دی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجی ہے۔ اسی لئے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری پیروی کرنے والے لوگ بہت زیادہ ہوں گے۔"

اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی حیثیت بیان کی گئی ہے۔ اسی امتیازی حیثیت کی بدولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی متلو کے ساتھ ساتھ وحی غیر متلو بھی عطا فرمائی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن انبیاء کے ماننے والوں کی نسبت میری اتباع کرنے والے اور میرے ماننے والے زیادہ ہوں گے۔

رسول اللہ کی اطاعت کرنے والے اہل جنت ہوں گے:

((عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال کل امتی یدخلون الجنة الا من ابی، قالوا یا رسول الله ﷺ ومن یابی ؟ قال من اطاعنی دخل الجنة، ومن عصانی فقد ابی))

(صحیح بخاری، جلد 9، باب کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، صفحہ 114)

"حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا ہر امتی جنت میں داخل ہو گا، سوائے اس کے کہ جس نے (جنت میں جانے سے) انکار کیا۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! (جنت میں جانے سے) کون انکار کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اسی نے (تو جنت میں جانے سے) انکار کیا۔"

Marfat.com

سنت سے روگردانی کرنے والا:

((قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من رغب عن سنتی فلیس منی))
(صحیح بخاری ومسلم)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں۔''

نماز کی ادائیگی میں رسول اللہ کی سنت کا خیال رکھنا:

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: صلوا کما رأیتمونی اصلی))
(صحیح بخاری)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔''

گمراہی سے بچنے کا ذریعہ:

حدیث میں ہے

((قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ترکت فیکم امرین من تضلوا ما تمسکتم بهما، کتاب الله وسنة رسوله)) (موطا امام مالک)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے درمیان وہ چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک انہیں تھامے رکھو گے گمراہ نہ ہوگے: کتاب اللہ اور میری سنت۔''

☆☆☆

فصل نمبر 4

حدیث کی حجت صحابہ کرام اور علماء کی نگاہ میں

حضرت ابوبکر صدیق اور حجیت حدیث

حضرت ابوبکر صدیق کا منکرین زکوۃ سے قتال:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق منصب خلافت پر فائز ہوئے تو منکرین زکوۃ کا فتنہ اٹھا۔ مدینہ منورہ میں بعض لوگوں نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا اور استدلال یہ پیش کرتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد زکوۃ نہیں دی جائے گی، کیونکہ یہ حکم صرف ان کے زمانے تک ہی محدود تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب ان لوگوں سے قتال کا اعلان فرمایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''آپ ایسے لوگوں سے کیونکر قتال کریں گے کہ جو لوگ کلمہ گو ہیں اور توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہیں اور

Marfat.com

صرف زکوۃ کا انکار کرتے ہیں۔؟''

حضرت ابو بکر صدیق نے مصمم ارادہ کیا ہوا تھا اور اختلاف رائے سے قطعاً متاثر نہ ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے صاف کہہ دیا:

''اللہ کی قسم اگر ایک بکری کا بچہ بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جاتا تھا، کوئی دینے سے انکار کرے گا تو میں اس کے خلاف جہاد کروں گا۔''

جیش اسامہ کی روانگی:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو ایک لشکر کا سپہ سالار مقرر کر کے شام کی جانب روانہ کیا تھا۔ لشکر اسامہ جرف کے مقام پر ہی پہنچ پایا تھا کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی خبر پہنچ گئی۔ لشکر اسی جگہ ٹھہر گیا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اس وقت اس طرح کے حالات پیدا ہو چکے تھے کہ ہر طرف منافقت کی فضا پیدا ہو چکی تھی۔ ایسے حالات میں صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر صدیق سے مسلمانوں کی تعداد کی قلت کی بناء پر کہا کہ وہ مسلمانوں کی جماعت کو اپنے سے الگ نہ کریں۔ مگر حضرت ابو بکر صدیق نے کہا:

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر میرے پاس ایک شخص بھی نہ رہے اور مجھے یہ اندیشہ ہو کہ درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے تب بھی میں اسامہ کی مہم کو اس کے کام پر روانہ کروں گا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اور اگر تمام بستیوں میں میرے سوا اور کوئی نہ رہے تو میں تنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کروں گا۔''

(تاریخ طبری، حصہ دوم خلافت راشدہ، صفحہ 37)

حضرت عثمان اور حجیت حدیث

حضرت عثمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص مر جائے اور اس کو اس بات کا یقین ہو کہ کوئی لائق عبادت نہیں سوائے اللہ جل جلالہ کے تو وہ جنت میں جائے گا۔''

(صحیح مسلم شرح نووی، جلد 1، کتاب الایمان، ص 111)

حضرت عائشہ صدیقہ اور حجیت حدیث

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو (تکبیر تحریمہ کے بعد) یہ پڑھا کرتے تھے:

((سبحنك اللهم وبحمدك و تبارك اسمك و تعالىٰ جدك و لا اله غيرك))

''اے اللہ! تو پاک ہے اور ہم تیری پاکی تیری تعریف کے ساتھ بیان کرتے ہیں، تیرا نام بابرکت ہے،

Marfat.com

تیری شان بلند و برتر ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔"

(ترمذی وابوداؤد)

حضرت علی اور حجیت حدیث

حضرت علی رضی اللہ عنہ عدل وانصاف سے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل فرماتے ہیں:

"انسان کے اعمال میں سے تین چیزیں مشکل ترین ہیں:

1: ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری وساری رکھنا (اور اس سے غافل نہ ہونا)

2: تمام لوگوں میں باہمی عدل وانصاف قائم کرنا۔

3: مسلمان بھائیوں کی ہر حال میں خیر خواہی اور غم خواری کرنا۔

حضرت عمر فاروق اور حجیت حدیث

سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

"نماز عید الاضحیٰ کی دو رکعتیں ہیں اور عید الفطر کی دو، مسافر کی نماز کی دو رکعتیں ہیں اور نماز جمعہ کی دو رکعتیں اور یہ سب پوری ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کے مطابق ان میں قصر نہیں۔" (سنن نسائی، صفحہ 497)

حضرت معاذ بن جبل

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو اللہ کی راہ میں لڑا بشرطیکہ مسلمان اتنی دیر تک جتنی دیر اونٹنی کے دودھ دوہنے میں ٹھہرا جاتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔"

(سنن ابن ماجہ)

حجیت حدیث فقہاء وعلماء کی نظر میں

1: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

"اگر سنت کا وجود نہ ہوتا تو ہم میں سے کوئی بھی قرآن کا مطلب حاصل نہ کر سکتا۔ جب کوئی ایسی بات بیان کروں جو کتاب اللہ وحدیث رسول کے خلاف ہو تو میری بات کو چھوڑ دو اور کتاب اللہ اور حدیث نبوی کی اتباع کرو۔"

2: حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

"جس نے حدیث نبوی کا رد کیا وہ ہلاک ہوا۔"

3: حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

Marfat.com

''جو سنت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جاری ہوئی ہو اس کے خلاف کسی کی بھی رائے قابل قبول نہیں ہے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 5:

حجیت حدیث اور عقل

حدیث کی حجیت نہ ماننا اللہ اور اس کے رسول کے درمیان تفریق کرنا ہے:

حجیت حدیث سے منحرف ہونا اور قرآن مجید پر حجیت کو ختم کر دینا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین تفریق پیدا کرنے کے برابر ہے اور اس سے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

((ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویرید ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا))

(سورۃ النساء، آیت 150)

''جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے اور اس کے بین بین کوئی راہ نکالیں۔''

ایسے لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ اللہ کی تو اطاعت کرتے ہیں مگر رسول اللہ کی اتباع نہیں کرتے اور اللہ اور اس کے رسول کے درمیان کوئی دوسری راہ اختیار کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ رسول کی اطاعت میں ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور رسول اللہ کی نافرمانی میں ہی اللہ کی نافرمانی ہے۔ ایسے لوگ بلاشک کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اہل ایمان کا شیوہ:

اس کے برعکس اہل ایمان وہ ہیں جو اللہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر بھی ان کا پختہ ایمان اور یقین ہے۔ ایسے لوگوں سے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

((والذین امنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولئک سوف یوتیھم اجورھم وکان اللہ غفوراً رحیماً))(سورۃ النساء: آیت 152)

''اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ پورا پورا ثواب دے گا اور اللہ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔''

Marfat.com

اسی حوالے سے جب ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کو پڑھتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ تمام اہل مکہ، آپ کے جانی دشمن بھی آپ کو صادق (سچا) اور امین (امانت دار) کہہ کر یاد کرتے تھے۔

قرآنی احکامات پر عمل کے لیے حدیث کی حجیت ماننا لازم ہے:

اگر حدیث کی حجت کو تسلیم نہ کیا جائے تو قرآن پر عمل کرنا ممکن نہیں۔ مثلاً: قرآن مجید میں نماز کے قیام اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے مگر قرآن میں ان احکامات کی تفصیل نہیں ملتی۔ ان احکامات کی تفصیلات جاننے کیلئے اور پھر ان پر عمل کرنے کے لئے ہمیں احادیث نبوی سے رجوع کرنا پڑے گا۔

حدیث کی ضرورت اور اہمیت:

قرآن مجید ایک حکیمانہ، جامع اور مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق احکامات بیان فرمادیئے ہیں۔ انسانی زندگی کا کوئی ایسا پہلو اور شعبہ نہیں جس کے متعلق قرآن میں بیان نہ کیا گیا ہو۔ اگر چہ قرآن مجید مین عقائد، عبادات اور اخلاقیات کے تمام ابواب کا ذکر کیا گیا ہے مگر وہ تمام کے تمام اصل ہیں۔ ان احکامات کی توضیح وتشریح اور تفصیل کیلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی ضروری ہے۔ لہٰذا قرآن مجید کو سمجھنے کیلئے معلم کی ضرورت ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اولین معلم قرآن اور مفسر قرآن ہیں۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو قیامت تک آنے والے تمام بنی نوع انسان کیلئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ قرآن مجید ایسی کتاب ہے جو انسانوں کیلئے معیار حق بنائی گئی ہے۔ ایسی کتاب کے معلم اور مفسر اول وہی ہستی ہو سکتی ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے معلم کتاب ہونے کی سند عطا فرمائی ہو۔ جن کی زبان مبارک سے ادا کیا گیا ہر لفظ اور اس سے صادر ہونے والا ہر عمل مبارک اللہ تعالیٰ کی رضا کے عین مطابق ہو۔

حضور معلم کتاب وحکمت ہیں:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

((کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکولوا تعلمون))

(سورۃ البقرہ: آیت 151)

"جس طرح ہم نے تمہی میں سے رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت اور وہ چیزیں سکھاتا ہے جن سے تم بے علم تھے۔"

حضور کی زبان سے ادا ہونے والا ہر لفظ وحی الٰہی ہے:

اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید ہی اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہونے والا ہر لفظ وحی الٰہی کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

((وما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی))(سورۃ النجم، آیت نمبر 3-4)

''اور وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کہتے ہیں، بلکہ وہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو اتاری جاتی ہے۔''

حدیث کی قانونی حیثیت:

قرآن مجید اسلام کا اساسی قانون ہے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ثانوی قانون ہے۔ ہر قانون کی وضاحت کیلئے تشریح کی ضرورت ہوتی ہے اور ماہر قانون ہی اس کی تشریح ہوسکتا ہے۔ اس کی شرح خود بخود قرآن بن جاتا ہے، جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی مبعوث ہوئے اس وقت لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوئے۔ اس وقت عرب کے جو حالات تھے ان پر نظر دوڑائیں تو نازیبا اخلاق اور رسم ورواج نہ تو اللہ تعالیٰ کو پسند تھے اور نہ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پسند فرماتے تھے۔

صحابہ کرام کا عمل:

قرآن مجید بتدریج نازل ہوا۔ صحابہ کرام ہر کام کو اسی طرح سرانجام دیتے تھے جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، یا صحابہ کرام خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرما لیتے تھے۔ جس امر کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماتے وہی کرتے تھے اور جس امر سے منع فرما دیتے وہاں سے رک جاتے تھے۔ اسی کا نام ''حدیث'' ہے۔

اگر حدیث کو نہ مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ صحابہ اور رسول کا طرز عمل (نعوذ باللہ) وہی تھا جو جہال عرب کا تھا۔ یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث برسالت ہوئے اسی دن تمام قرآن نازل ہوا۔

قرآن میں تمام جزئیات کے لئے مشرح احکام موجود ہیں۔ اگر حدیث نہ ہو تو نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کوئی ایک رکن بھی مکمل نہیں ہوسکتا۔ اور پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا یہ آیت مبارکہ:

((الیوم اکملت لکم دینکم))

''آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔''

صحیح نہیں قرار پاسکے گی۔ سب انسان یکساں فہم وفراست، علم وقابلیت کے نہیں ہوتے، سب کی ضرورتیں بھی یکساں نہیں ہوتیں، اس لئے یہ ناممکن ہے کہ جو کلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا اس کے متعلق افہام وتفہیم کی ضرورت پیش نہ آئی ہوگی اور آیت کو سنتے ہی یہ صحابہ اس کے کلی وجزئی احکام سے باخبر ہوگیا ہوگئے ہوں گے۔''

حدیث کے بغیر قرآن پر عمل کرنا ناممکن ہے:

قرآن مجید کے اسلوب اور مذکور وضاحت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ احادیث نبوی کس طرح دین اسلام میں اہمیت کی حامل ہیں۔ احادیث پر عمل کے بغیر نہ تو قرآن کو سمجھا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس پر عمل ممکن ہے۔ حدیث پر عمل کے بغیر نماز اور زکوۃ تک نہیں کی جاسکتی۔ قرآن جو نہ صرف نظریات اور عقائد کی تعلیم دیتا ہے بلکہ پوری نوع انسانی کیلئے ایک مکمل نظام عمل ہے۔ اگر احادیث نبوی کو نظر انداز کر دیا جائے تو قرآن مجید کا پیش کیا ہوا دین ادھورا رہ جائے۔

Marfat.com

یہی حدیث کی وہ بنیادی اہمیت اور قرآن اور سنت رسول کا باہمی ربط ہے جس کی بنا پر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور بعد کے محدثین عظام نے احادیث نبوی کو آنے والی نسلوں تک حفاظت کے ساتھ پہنچانے کیلئے اپنی جانوں تک کی بھی پروانہیں کی۔ کائنات کے جس جس کونے میں پیغام الٰہی (قرآن) پہنچا حدیث بھی ساتھ ساتھ پہنچی اور الحمد اللہ یہ عمل قیامت تک جاری وساری رہے گا۔

الغرض احادیث نبوی پر ایمان ویقین رکھنا اور ان پر عمل پیرا ہونا اتنا ہی لازمی اور ضروری ہے جتنا اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید پر ایمان ویقین رکھنا ضروری ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 2:

حفاظتِ حدیث

فصل نمبر 1:

عہد رسالت میں حفاظت حدیث کے مختلف ذرائع

پاکیزہ ہستیاں:

احادیث نبوی کا گراں قدر سرمایہ چودہ سوتیس سال کے طویل عرصے میں کون کون سے مراحل طے کر کے ہم تک پہنچا ہے اور وہ کتنی پاکیزہ ہستیاں تھیں جنہوں نے حکمت و دانائی و ہدایت و راہنمائی کے انمول خزانوں کو آنے والی نسلوں تک حفاظت کے ساتھ منتقل کرنے کیلئے اپنی مبارک زندگیاں وقف کر دیں اور اس سلسلے میں کٹھن سے کٹھن حالات کا مقابلہ کیا اور جان کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کیا۔

حفاظت حدیث کے ذرائع:

احادیث نبوی ہم تک مندرجہ ذیل تین قابل اعتماد ذرائع سے پہنچی ہیں:

1: حفاظت حدیث بذریعہ تعامل امت۔

2: حفاظت بذریعہ حفظ، یعنی سلسلہ درس و تدریس۔

3: حفاظت حدیث بذریعہ تحریری یادداشتیں اور صحائف۔

حفاظت حدیث بذریعہ تعامل امت

تعامل امت سے مراد:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر موجودہ وقت تک مسلمانوں کا حدیث پر عمل ''تعامل امت'' کہلاتا ہے۔ احادیث کو نہ صرف زبانی یا تحریری طور پر محفوظ کیا جاتا ہے بلکہ پورا اسلامی معاشرہ واحادیث پر عمل پیرا ہوتا تھا۔

صحابہ عملی نمونہ تھے:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درخشندہ ستارے یعنی صحابہ کرام اس کا عملی نمونہ تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہمہ وقت احادیث پر عمل کرتے تھے۔ بعض دفعہ جب صحابہ کرام دوسروں کے سامنے کوئی عمل کرتے تو فرماتے:

''ہم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔''

Marfat.com

صحابہ ہر لحاظ سے سنت رسول کے پابند تھے:

صحابہ کرام کی نفوس پاکیزہ کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز گفتگو ،اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، کھانے پینے اور آپ کے اخلاق کی پوری پوری نقل کرنے کی کوشش فرمائی۔

صحابہ نے اپنی زندگیاں اشاعت حدیث کے لیے وقف کر دیں:

حدیث نبوی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر عمل کرنے سے ہی احادیث کی حفاظت ہوتی ہے۔ صحابہ کرام کا طرز زندگی بھی حفاظت حدیث اور اشاعت حدیث کا ایک ذریعہ تھا۔ جس کے سبب سنت رسول آئندہ کی نسلوں میں منتقل ہوئی۔

حفاظت بذریعہ حفظ

انعام ربانی:

قوت حافظہ انسان کیلئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک بہت بڑا انعام ہے۔ قوت حافظہ کی اہمیت کے پیش نظر علماء میں مشہور ضرب المثل تھی:

"حقیقی علم وہ ہے جو دلوں میں محفوظ ہو نہ کہ کاپیوں پر لکھا جائے۔"

اہل عرب کا حافظہ:

عرب کے لوگ بے پناہ قوت حافظہ کے مالک تھے۔ عرب شعراء ہزاروں کی تعداد میں اشعار زبانی یاد کر لیتے تھے۔ عرب لوگ قدرتی طور پر قوی الحافظہ واقع ہوتے تھے اور انہیں اپنے حافظے پر بڑا یقین ہوتا تھا۔ وہ لکھ کر یاد کرنے کو ایک خامی خیال کرتے تھے۔

رسول اللہ کی صحبت کا اثر:

درحقیقت محبت اور عظمت کا تعلق ہی ایسا ہے کہ اس کے تقاضوں کو یاد رکھنے کیلئے اضافی محنت اور کوشش کی ضرورت نہیں رہتی۔ صحابہ کرام کا جو تعلق اور لگاؤ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مطہرہ سے تھا، تو کوئی شک نہیں کہ ضعیف الحافظہ بھی قوی الحافظہ ہو جاتے ہیں۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس کا حافظہ:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے متعلق مشہور ہے کہ لمبے سے لمبے قصیدے کو ایک بار سنتے تھے تو انہیں زبانی یاد ہو جاتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ کا حافظہ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ تعداد میں احادیث مروی ہیں۔ آپ بے پناہ قوت حافظہ کے مالک

Marfat.com

تھے۔ان کی قوت حافظہ کا واقعہ یوں ہے:

''حضرت ابوہریرہ کے حافظے کی قوت کا یہ عالم فی الحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ تھا۔یہ وہی ابوہریرہ ہیں جن کو باوجود کوشش کے احادیث یاد نہ ہوتی تھیں،مگر ایک بار بڑی حسرت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی اس کمزوری کی شکایت کی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:اپنی چادر پھیلا۔حضرت ابوہریرہ نے حکم کی تعمیل کی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خالی ہاتھوں کو لپ بنا کر ان کی چادر میں ڈال دیا،پھر فرمایا:چادر سمیٹ لو۔حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں:چنانچہ میں نے چادر کو لپیٹ لیا،پھر اس کے بعد میں کچھ نہیں بولا۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے سے حضرت ابوہریرہ کا حافظہ اس قدر تیز ہو گیا کہ اس واقعہ کے بعد کسی بات کو ایک بار سن لیتے تو پھر کبھی نہ بھولتے تھے۔

حفاظت حدیث بذریعہ یادداشتیں وصحائف

رسول اللہ کا ارادہ:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود حدیث کی حفاظت و روایت چاہتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ جب بھی آپ گفتگو فرماتے تو دھیمی آواز کے ساتھ آہستہ آہستہ اور انتہائی وضاحت کے ساتھ فرماتے تا کہ سننے والا اچھی طرح مستفید ہو جائے۔مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضروری بات کو بار بار دھراتے تا کہ حاضرین مجلس کو اچھی طرح یاد ہو جائے۔

رسول اللہ کا صحابہ کو روایت حدیث کی ترغیب دلانا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت حدیث کی ترغیب دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((فليبلغ الشاهد الغائب))

''جو موجود ہیں وہ میری احادیث غیر موجود لوگوں تک پہنچا دیں۔''

ایک مرتبہ فرمایا:

((تسمعون و يسمع منكم و يسمع ممن يسمع منكم))

''تم (صحابہ احادیث) مجھ سے سنتے ہو،دوسرے لوگ تم سے سنیں گے اور پھر ان سے اور لوگ سنیں گے۔''

ایک مرتبہ فرمایا:

((نضر الله امرا سمع مقالتي فوعاها، حتى يؤ ديها الى من لم يسمعها))

''اللہ تعالیٰ اس شخص کے چہرے کو رونق و تابندگی عطا کرے جس نے میری بات سنی اور یاد رکھی،یہاں تک کہ وہ بات اس شخص تک پہنچا دی جس نے اسے نہیں سنا تھا۔''

Marfat.com

رسول اللہ پر جھوٹ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار))

"جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کرے گا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔"

احادیث لکھنے کی اجازت:

اسلام کے آغاز میں جب نزول قرآن کا سلسلہ جاری تھا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عارضی طور پر احادیث کی کتابت سے منع فرمایا تھا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ قرآن مجید کے ساتھ کسی اور چیز کی آمیزش نہ ہو جائے۔ مگر جب قرآن اور حدیث میں فرق پختہ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو احادیث لکھنے کی اجازت عطا فرما دی۔ چنانچہ کئی ایک صحابہ بلکہ صحابیات نے بھی احادیث کے مجموعے تیار کیے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کا احادیث تحریر کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"میں حضور اکرم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ آپ کی گفتگو لکھ لیا کروں۔ اس معاملے میں دل (حفظ) کے علاوہ اپنی تحریر سے مدد لینا چاہتا ہوں کیا یہ درست ہے۔؟
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ معاملہ میری احادیث کیلئے ہے تو تم اپنے دل (حفظ) کے علاوہ تحریر سے بھی مدد لے سکتے ہو۔"

حضرت رافع بن خدیج کا احادیث تحریر کرنا:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا:

"یارسول اللہ! ہم آپ سے بعض چیزیں سنتے ہیں۔ کیا ہم انہیں لکھ لیا کریں۔؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لکھ لیا کرو! کوئی حرج نہیں۔"

صحابہ کا حضور کے پاس بیٹھ کر احادیث لکھنا:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے حدیث سنتے اور لکھتے تھے۔"

مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث نبوی کے صحائف بھی تحریر فرمائے۔ چند ایک صحائف مندرجہ ذیل ہیں:

1: صحیفہ صادقہ۔ 2: صحیفہ صحیحہ۔ 3: صحیفہ علی۔ 4: صحیفہ جابر۔

Marfat.com

صحیفہ صادقہ:

صحیفہ صادقہ عہد نبوی کا احادیث کا سب سے بڑا مجموعہ ہے۔اس صحیفے کو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے مرتب کیا۔آپ کو تصنیف وتالیف کا بڑا ذوق وشوق تھا۔آپ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے اسے ضبط تحریر فرما لیتے تھے۔سارا کام آپ خود سے نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی منشاء سے کرتے تھے۔آپ کا یہ مجموعہ قریباً ایک ہزار احادیث پر مشتمل ہے۔ایک عرصہ تک یہ صحیفہ آپ کے خاندان کے پاس محفوظ تھا۔اب یہ احادیث مسند احمد میں موجود ہیں۔

صحیفہ صحیحہ:

صحیفہ صحیحہ کو حضرت ہمام بن منبہ نے مرتب کیا تھا جن کی وفات 101 ہجری میں ہوئی۔آپ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد تھے۔آپ نے حضرت ابو ہریرہ کی روایات کو قلم بند کیا تھا۔اس کی اکثر روایات بخاری ومسلم میں بھی ملتی ہیں۔اس صحیفے کے قلمی نسخے آج بھی دمشق کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔اس میں تقریباً 138 احادیث موجود ہیں۔

صحیفہ حضرت علی:

صحیفہ علی کافی ضخیم تھا۔اس میں زکوۃ، حرمت مدینہ، خطبہ حجۃ الوداع اور اسلامی دستور کے نکات درج تھے۔

صحیفہ حضرت جابر:

حضرت جابر کے تلامذہ نے آپ کی روایات کو تحریری طور پر مرتب کرلیا تھا۔اس مجموعے میں مناسک حج اور خطبہ حجۃ الوداع کی تفصیل موجود ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 2:

عہد صحابہ کرام میں حفاظت حدیث

مجموعی صحابہ اور حفاظت حدیث

صحابی کی تعریف:

اسلامی اصطلاح میں صحابہ سے مراد ہے:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفقائے کار یعنی وہ بزرگ ہستیاں جنہوں نے حالت ایمان میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور اسلام کی حالت میں وفات پائی۔"

Marfat.com

صحابہ کرام کی اہمیت:

قرآن مجید کے احکامات کے اولین مخاطب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بلاواسطہ شاگرد تھے۔ صحابہ کرام نے براہ راست تعلیمات نبوت کو اخذ کیا۔ اس لئے جو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنتے تھے اسے اپنے سینوں میں محفوظ کر لیتے تھے اور ہو بہو آپ کے اعمال کی نقل فرماتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میری امت میں میرے صحابہ کا مرتبہ وہی ہے جو کھانے میں نمک کا ہوتا ہے اور کوئی کھانا نمک کے بغیر اچھا نہیں ہو سکتا۔"

ایک موقع پر فرمایا:

"میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کی اقتداء کرو گے راہ ہدایت پاؤ گے۔"

صحابہ کرام ہی کی جماعت وہ مقدس جماعت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو تمام دنیا تک پہنچانے کیلئے پیغمبر الٰہی صلی اللہ علیہ وسلم اور دنیا والوں کے درمیان واسطہ بنی۔

صحابہ کرام ہی قرآن اور حدیث کی حفاظت کرنیوالے ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد احادیث نبوی کو دوسروں تک پہنچانے کو اپنا فرض منصبی تصور کر لیا۔ بعض صحابہ نے احادیث جمع کرنا شروع کر دیں اور اس سلسلے میں انہوں نے دور دراز کے علاقوں کی طرف سفر کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ صحابہ کرام ایسی مبارک ہستیاں تھیں کہ جن کے سامنے نزول قرآن ہوا تھا اور احادیث کو بلاواسطہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ لہٰذا علم و فضل میں ان کا جو مقام و مرتبہ ہے دنیا میں کسی ہستی کو نصیب نہیں ہوا۔

بعض صحابہ کو فقہ پر عبور حاصل تھا وہ فقیہ کہلائے۔ کچھ صحابہ حدیث میں ماہر تھے تو وہ محدث کہلائے اور بعض کو قاری کا لقب ملا۔

حفاظت حدیث اور دیگر صحابہ کرام:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت ہے جس نے حفاظت حدیث میں بڑا اہم کردار ادا کیا اور احادیث نبوی دوسروں تک منتقل فرمائیں۔ چند صحابہ کرام اور تعداد روایات مندرجہ ذیل ہیں:

:1	حضرت ابو ہریرہ	وفات 59 ہجری	تعداد روایات: 5374
:2	حضرت عبداللہ بن عباس	وفات 68 ہجری	تعداد روایات: 660
:3	حضرت عائشہ صدیقہ	وفات 58 ہجری	تعداد روایات: 2210
:4	حضرت عبداللہ بن عمر	وفات 74 ہجری	تعداد روایات: 1630
:5	حضرت جابر بن عبداللہ	وفات 78 ہجری	تعداد روایات: 1560

Marfat.com

6: حضرت انس بن مالک وفات 93 ہجری تعداد روایات: 1286

7: حضرت ابوسعید خدری وفات 74 ہجری تعداد روایات: 1170

خلفائے راشدین اور حفاظت حدیث

حضرت ابو صدیق اور حفاظت حدیث:

حضرت ابوبکر صدیق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی قریبی ساتھی اور دوست تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جتنی قربت اور محبت آپ کو نصیب ہوئی کسی اور کے حصے میں نہ آئی۔ جو کیفیات آپ کو نصیب ہوئیں اور برکات نبوت اور تعلیمات نبوت سے جس قدر آپ نے استفادہ کیا کوئی دوسرا نہ کر سکا۔

حضرت ابوبکر صدیق قرآن مجید کے بعد حدیث نبوی کو دوسرا ماخذ قانون تسلیم کرتے تھے۔ چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''میرے باپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ سو حدیثیں جمع کیں۔ پھر ایک رات بڑی بے چینی سے کروٹیں بدلنے لگے۔ اس سے مجھے بہت رنج ہوا۔ میں نے کہا: آپ مرض کی وجہ سے کرتے ہیں یا کوئی اور بات ہے؟ جب صبح ہوئی تو مجھ سے کہا: بیٹی! تمہارے پاس جو حدیث کی کتاب ہے وہ لے آؤ۔ چنانچہ میں وہ لے کر آئی تو آپ نے آگ منگا کر اسے جلا دیا۔ میں نے کہا: آپ نے اسے کیوں جلایا؟ فرمایا: مجھے یہ اندیشہ ہے کہ میں مر جاؤں اور یہ کتاب چھوڑ جاؤں۔ شاید اس میں کسی ایسے شخص کی بھی حدیث ہو جو میرے نزدیک تو معتبر ہو اور وہ حقیقت میں معتبر نہ ہو اور میں نے اسے نقل تو کر دیا اور وہ صحیح نہ ہو اور اللہ بہتر جانتا ہے۔''

حضرت ابوبکر صدیق کا خطبہ خلافت پڑھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر محبت تھی اور آپ اطاعت نبوی پر کس طرح ثابت قدم تھے۔ جب آپ خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ نے لوگوں کو ایک خطبہ دیا اور فرمایا:

''میری اطاعت کرو! جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا رہوں، لیکن اگر میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت چھوڑ دوں (نافرمانی کروں) تو میری کوئی اطاعت تم پر فرض نہیں۔''

اسی طرح منکرین زکوۃ کے خلاف جہاد کر کے بھی حفاظت حدیث کا حق ادا کر دیا۔

حضرت ابوبکر صدیق نے متعدد احادیث روایت کی ہیں جن کے وہ اکیلے راوی ہیں۔ آپ کے سامنے جب کوئی حدیث آتی تو اطمینان قلب کی خاطر شہادت قبول کرتے تھے۔

Marfat.com

حفاظت حدیث اور حضرت عمر:

روایت حدیث کے سلسلے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے محدثین کیلئے تحقیق وثبت کا طریقہ جاری کیا۔ اگر کبھی آپ کو صحت حدیث میں اندیشہ ہوتا تو جب تک آپ کو اطمینان نہ ہو جاتا اس وقت تک آپ اس حدیث کو قبول کرنے میں توقف فرماتے۔ حضرت عمر فاروق اس ڈر اور خوف سے کہ کہیں کوئی صحابی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کوئی غلط بات نہ منسوب کر دے، اس لئے آپ صحابہ کرام اس سے فرماتے تھے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کم سے کم احادیث بیان کریں۔ دوسرا یہ ڈر بھی تھا کہ کہیں لوگ ہمہ تن احادیث کی طرف مائل ہو کر حفظ قرآن سے توجہ نہ ہٹالیں۔

ایک دفعہ ابوموسیٰ اشعری نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دروازے پر تین بار سلام کہا اور جواب نہ پا کر واپس چلے گئے۔ حضرت عمر فاروق نے آدمی بھیج کر بلایا اور پوچھا:

”تم واپس کیوں چلے گئے؟“

وہ بولے:

”میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کوئی تم میں سے تین دفعہ سلام کہے اور جواب نہ پائے تو واپس چلا جائے۔“

حضرت عمر نے فرمایا:

”اس کا کوئی ثبوت پیش کرو! ورنہ خیر نہیں۔!“

ابوموسیٰ گھبرائے صحابہ کے پاس آئے۔ صحابہ نے پوچھا:

”کیا بات ہے آپ کا رنگ کیوں اڑا ہوا ہے۔؟“

انہوں نے ماجرا سنایا اور بولے:

”تم میں سے کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے؟“

صحابہ نے کہا:

”ہاں! ہم سب نے یہ حدیث سنی ہے۔“

پھر ان کے ساتھ ایک صحابی گئے جنہوں نے حضرت عمر کے پاس شہادت دی کہ ابوموسیٰ ٹھیک کہتے ہیں، واقعی ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد 1-2، صفحہ 30)

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث قبول کرنے میں حضرت عمر کس قدر محتاط رہتے تھے اور آپ کا مقصد صرف یہ تھا کہ ایسے لاپرواہی سے کوئی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ کی جائے۔

حضرت عمر فاروق بھی سنت رسول کو قانون کا ماخذ تسلیم کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی خلافت کے زمانے میں قاضی

Marfat.com

شریح کو ایک خط میں ہدایت فرمائی تھی:

''اگر تم کوئی حکم قرآن مجید میں پاؤ تو اس کے مطابق فیصلے کرو اور اس کی موجودگی میں کسی اور چیز کی جانب توجہ نہ کرنا اور اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آ جائے جس کا حکم اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید میں نہ ہو تو جو حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ملے اس پر عمل کرو۔''

روایت حدیث میں حد درجہ محتاط رہنے کے باوجود حضرت عمر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کافی تعداد میں احادیث روایت کی ہیں، جن کی تعداد پانچ سو سے زیادہ ہے۔

ابونعیم اصفہانی کا قول ہے:

''علاوہ ان حدیثوں کے جن میں حضرت عمر بحیثیت روای کے شریک ہیں سو سے اوپر حدیثیں ایسی ہیں جن کے الفاظ اور متون آپ ہی کے توسط سے ہم تک پہنچے ہیں۔ بخاری اور مسلم دونوں میں مجموعی طور پر آپ سے اکیاسی احادیث مروی ہیں۔ ان احادیث میں چونتیس بخاری کی اور اکیس مسلم کی امتیازی خصوصیت ہیں اور چھبیس متفق ہیں، یعنی دونوں کتابوں میں مشترک ہیں۔''

حضرت عثمان غنی اور حفاظت حدیث:

حضرت عثمان ذوالنورین تیسرے خلیفہ المومنین تھے۔ آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ہونے کا بھی شرف حاصل ہے، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آپ کے عقد میں یکے بعد دیگرے تھیں۔ اسی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ شرافت اور تقویٰ کے لحاظ سے ممتاز صحابہ میں سے تھے۔ روایت حدیث کے سلسلے میں آپ نے بہت زیادہ احتیاط برتی ہے۔ آپ حدیث نبوی کو قرآن کے بعد دوسرا درجہ دیتے تھے اور حدیث کو ماخذ قانون تسلیم کرتے تھے۔ حضرت عثمان غنی قرآن مجید پر عمل کرنے والے اور سنت رسول کی پیروی کرنے والے تھے۔

احادیث کے سلسلے میں حضرت عثمان غنی نے دیگر صحابہ کرام کی نسبت مرفوع احادیث بہت کم روایت کی ہیں۔

آپ کی کل روایتوں کی تعداد 146 (ایک سو چھیالیس) ہے۔ جن میں تین متفق علیہ ہیں، یعنی بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہیں، آٹھ صرف بخاری اور پانچ صرف مسلم میں ہیں۔ اس طرح صحیحین میں آپ کی کل 16 حدیثیں ہیں۔''

حضرت عثمان غنی نے ایک مرتبہ لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''حمد و ثنا اس ذات کے لیے ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجا اور اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قریبی اور دور کے عزیزوں کے مقابلے میں فتح و نصرت سے نوازا۔ اللہ نے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع اور پیرو بنایا۔ ہم ان کے احکام کے ذریعے ہدایت حاصل کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے نور ہیں اور باہمی اختلافات اور دشمنوں سے جھگڑا

Marfat.com

ہونے کی صورت میں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔"

اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی دین میں حدیث نبوی کو حجت تسلیم کرتے تھے اور دینی معاملات میں قرآن وحدیث کے مطابق فیصلہ فرماتے تھے۔

حفاظت حدیث اور حضرت علی:

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ بالغ ہونے سے پہلے اسلام قبول کر چکے تھے۔آپ نے بچوں میں سب سے پہلے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کیا۔

حضرت علی المرتضٰی نے بچپن سے لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اپنے تمام ایام زندگی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اور خدمت اقدس میں گزارے۔آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تقریباً تیس سال تک آپ ارشادات اور افادات کی مسند پر جلوہ گر رہے ہیں۔خلفائے ثلاثہ کے زمانے میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔

تمام خلفاء کی نسبت آپ کو روایت حدیث کا زمانہ سب سے زیادہ ملا،مگر روایت حدیث کے سلسلے میں آپ بھی بڑی احتیاط برتتے تھے۔چنانچہ آپ سے کل 586 حدیثیں مروی ہیں۔جن میں سے بیس حدیثوں پر بخاری ومسلم دونوں کا اتفاق ہے اور نو حدیثیں صرف بخاری میں ہیں،مسلم میں نہیں ہیں اور دس حدیثیں مسلم میں ہیں،بخاری میں نہیں ہیں۔غرض صحیحین میں آپ کی کل انتالیس حدیثیں ہیں۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو احادیث نبوی سے بڑی واقفیت تھی۔آپ نے حدیثیں لکھوائی بھی تھی۔ایک دن آپ نے مسجد کوفہ میں کہا:

"کون ہے جو میرا علم ایک درہم میں حاصل کرنا چاہتا ہے۔؟ الحارث الاعو دوڑ کر بازار گیا اور ایک درہم کا کاغذ خرید لایا اور اس نے بہت سی چیزیں (علماً کثیراً) لکھیں۔"

حضرت علی حدیث بیان کرنے میں خود بھی بڑے محتاط تھے اور دیگر صحابہ کو اس سلسلے میں احتیاط برتنے کا کہتے تھے۔ابو الطفیل کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا:

"لوگوں سے وہی احادیث بیان کرو جو وہ جانتے ہیں اور ان احادیث کو ان کے سامنے بیان کرنا چھوڑ دو جن کو وہ نہیں جانتے۔کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی جائے۔؟"

یہ کہہ کر حضرت علی نے منکر احادیث بیان کرنے سے منع فرمایا اور مشہور اور صحیح احادیث بیان کرنے کی ترغیب دی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ،جلد 1-2،صفحہ 35)

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 3:

کتابت حدیث

فصل نمبر 1:

عہد نبوی میں کتابت حدیث

حفاظت حدیث کے دو طریقے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حفاظت حدیث کے دو طریقے تھے:

1: حافظہ۔ 2: کتابت۔

حفظ و کتابت:

عرب کے لوگوں کا حافظہ بہت تیز تھا اور اکثر و بیشتر حافظہ سے کام لیا جاتا تھا۔ کتابت کا رواج بہت کم تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت کا رواج عام کر دیا تھا۔ احادیث نبوی اکثر حفظ کر لی جاتی تھیں۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کو لکھنے کی ممانعت فرما دی تھی۔ ایسے ہی بعض واقعات میں ملتا ہے کہ خلفائے راشدین میں حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق پہلے احادیث کے مجموعے مرتب کرانے کا ارادہ کیا۔ بعد ازاں ارادہ بدل دیا یا تیار شدہ مجموعے ضائع کر دیئے۔

کتابت حدیث کی ممانعت کی وجوہات اور اسباب

کتاب حدیث کی ممانعت کیوں:

یہ جاننا انتہائی ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس زمانے میں، کتابت حدیث سے منع فرمایا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث کی ممانعت کیوں فرمائی؟ اور کن لوگوں کیلئے ممانعت فرمائی۔؟

حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا تكتبوا عني الا القرآن فمن كتب عني شيئاً فليمحه))

"مجھ سے قرآن کے سوا کچھ نہ لکھو، جس نے مجھ سے قرآن کے سوا کچھ لکھا اسے مٹا دے۔"

مندرجہ ذیل چند وجوہات ہیں، جن کی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت حدیث کی ممانعت فرمائی:

1: اس وقت پڑھے لکھے لوگ بہت کم تھے۔

2: قرآن اور حدیث میں فرق کرنے کے لیے۔

3: سامان کتابت کے نہ ہونے کی وجہ سے۔

Marfat.com

4: مثالی قوت حافظہ کی وجہ سے۔
5: ممانعت بس کاتبین وحی کے لیے تھی۔

پڑھے لکھے لوگوں کا کم ہونا:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے بالکل شروع کے زمانے میں احادیث لکھنے کی ممانعت فرمائی۔ اس وقت ماحول بھی ایسا تھا کہ اسلام کے شروع میں مکہ مکرمہ میں لکھنے والوں کی تعداد بہت کم تھی۔ جیسا کہ بلاذری نے لکھا ہے:

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو اس وقت مکہ و مدینہ منورہ میں بارہ تیرہ آدمیوں کے سوا کوئی لکھنا نہیں جانتا تھا۔ ان لکھنے والوں میں جن لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا وہ تعداد میں اور بھی تھوڑے تھے۔ سب نے تو اسلام قبول نہیں کیا۔ مثلاً: ابو جہل لکھنا پڑھنا جانتا تھا لیکن اس نے تو اسلام قبول نہیں کیا تھا، ابولہب لکھنا جانتا تھا، عبداللہ بن ابی بھی لکھنا جانتا تھا، لیکن انہوں نے تو اسلام قبول نہیں کیا۔"

اس لئے جن احباب نے اسلام قبول کیا تھا ان کی تعداد اور بھی کم تھی اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قرآن مجید لکھواتے تھے۔ اس لئے اگر آغاز میں ہی قرآن مجید اور احادیث نبوی دونوں لکھے جاتے تو عین ممکن تھا کہ قرآن اور احادیث کے مضامین آپس میں مل جاتے اور کوئی اس شک میں پڑ جاتا کہ یہ قرآن مجید کی آیت ہے یا حدیث۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے آغاز میں قرآن مجید کے سوا کوئی اور چیز لکھنے سے منع فرمایا۔

قرآن اور حدیث میں فرق:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس نے قرآن مجید کے سوا کچھ لکھا ہے وہ اسے مٹا دے، ختم کر دے۔ بعض صحابہ کرام ایسا کرتے تھے کہ کاغذ پر جو جگہ خالی بچ جاتی تو اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات مبارکہ لکھ لیتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا کہ قرآن کے سوا کچھ لکھا ہے تو اسے مٹا دو۔ اس لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف مٹانے کا حکم دیا تھا اسے ضائع کرنے کیلئے نہیں فرمایا تھا۔ لکھی ہوئی احادیث مٹانے کا حکم اس لیے تھا تاکہ قرآن اور احادیث کا فرق واضح رہے۔

سامان کتابت کا نہ ہونا:

اس زمانے میں سامان کتابت مثلاً: کاغذ، قلم اور سیاہی وغیرہ کا کوئی خاص بندوبست نہیں ہوتا تھا۔ شروع میں تو قرآن مجید کی کتابت چمڑے کے ٹکڑوں، کھجور کے پتوں اور پتھر کے ٹکڑوں پر ہوتی تھی، اس لئے تحریر کے متعلقات و لوازمات کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے دو تحریریں الگ الگ محفوظ نہیں رہ سکتی تھیں، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے احادیث لکھنے سے وقتی طور پر منع فرمادیا۔

مثالی قوت حافظہ:

اہل عرب قوت حافظہ میں بے مثال تھے۔ وہ سینکڑوں اشعار زبانی یاد کر لیتے تھے۔ چنانچہ حافظے پر مکمل بھروسے کی بدولت کوئی چیز تحریر کرنے کی نسبت اسے زبانی یاد کرنے پر ترجیح دیتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ کثرت روایات اور حفظ احادیث میں اپنی مثال آپ تھے۔

قرآن مجید کو حفظ کرنے اور اس کی کتابت کا شوق عام تھا۔

جہاد کا بے پایاں سلسلہ قائم تھا۔

تبلیغ اور جہاد کے حوالے سے ضروری انتظامات درپیش تھے۔

ایسے حالات کی حدیث کی جانب زیادہ توجہ دینا مشکل تھا، مگر اس کے باوجود کتابت حدیث کا سلسلہ قائم تھا۔

صرف کاتبان وحی کیلئے ممانعت:

احادیث لکھنے کی ممانعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کیلئے فرمائی جو خاص کاتبانِ وحی تھے۔ ان احباب کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ قرآن مجید کے سوا کچھ اور نہ لکھیں، کیونکہ اگر کاتبان وحی کچھ اور لکھیں گے تو ان کے بارے میں شک کا امکان زیادہ تھا کہ قرآن کی آیت ہے یا نہیں۔ مثلاً: حضرت زید بن ثابت کاتب وحی تھے۔ اگر ان کے پاس کوئی ایسی چیز ہوتی تو غلطی کا امکان تھا، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتبان وحی کیلئے ممانعت فرمائی۔

کتابت حدیث کا حکم

کتابت حدیث کی اجازت:

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے شروع زمانہ میں جب قرآن مجید کا نزول ہو رہا تھا اس وقت صرف اس وجہ سے کتابت حدیث سے روک دیا گیا کہ کہیں قرآن اور حدیث کا اختلاط نہ ہو جائے۔ بعد ازاں جب صحابہ کرام کو قرآن مجید اچھی طرح یاد ہو گیا اور جن کی صلاحیت اور قابلیت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل طور پر اطمینان تھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف خوشی سے حدیث لکھنے کی اجازت فرمائی بلکہ اس کی ترغیب بھی دی۔

سنن ترمذی کی ایک روایت ہے:

"کسی انصاری صحابی نے ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر اپنے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی اور کہا کہ ہر روز وعظ و تذکیر میں آپ جو باتیں فرماتے ہیں وہ مجھے اچھی معلوم ہوتی ہیں لیکن وہ مجھے یاد نہیں رہتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے داہنے ہاتھ سے مدد لو۔ (لکھ لیا کرو)"

Marfat.com

خطبہ حجۃ الوداع کو تحریر کرنا:

فتح مکہ کے موقع پر جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی حقوق اور دیگر اہم مسائل پر خطبہ ارشاد فرمایا تو حاضرین مجلس میں سے ایک یمنی شخص ابوشاہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی:

''یارسول اللہ! مجھے لکھ دیجئے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اکتبوا لابی شاہ)) (صحیح سنن ترمذی جلد2، باب: فی الرخصۃ: صفحہ 340)

''ابوشاہ کیلئے لکھ دو۔''

احادیث لکھنے کا حکم

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی:

''یارسول اللہ! ہم آپ کی بہت سی باتیں سنتے ہیں، تو کیا ہم انہیں لکھ لیا کریں۔؟''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اکتبوا ولا حرج)) (تدریب الراوی)

''لکھ لیا کرو! کوئی حرج نہیں۔''

حضور اکرم کی کتابت حدیث کی اجازت کے نتائج:

یہ صحابہ کرام کا علمی ذوق اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب اور حوصلہ افزائی کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام کے حوصلے مزید بلند اور پختہ ہوگئے اور صحابہ کرام کی ایک جماعت احادیث نبوی جیسے ہی سنتے تھے بروقت تحریر کرلیا کرتے تھے۔

عہد رسالت میں احادیث کے تحریر مجموعے:

عہد رسالت میں احادیث لکھی جاتی تھیں، ان کا ثبوت درج ذیل نکات ہیں:

1: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص نے حدیثیں جمع کر کے اس مجموعہ کا نام ''صادقہ'' رکھا۔ اس میں ایک ہزار حدیثیں تھیں۔

2: حضرت علی نے حدیثیں لکھی تھیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس صحیفہ اور قرآن کے سوا کچھ نہیں لکھا۔

3: حضرت انس نے حدیثیں لکھیں تھیں۔

4: تحریری احکام اور معاہدات حدیبیہ وغیرہ اور فرامین جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل کو بھیجے تھے۔

Marfat.com

5: خطوط جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سلاطین و امراء کے نام ارسال فرمائے تھے۔
6: فہرست اصحاب جن میں پندرہ سولہ صحابہ کے نام تھے۔
7: فتح مکہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا تھا اور اسے تحریر فرمانے کا بھی حکم دیا تھا۔
8: کتاب الصدقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر بن حزم صحابی والئی بحرین کو لکھائی تھی۔ یہ دو صحیفے تھے۔ اس میں زکوٰۃ کے احکام تھے۔
9: محصلین زکوٰۃ کے پاس کتاب الصدقہ کے علاوہ اور بھی تحریرات تھیں۔
10: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم کو جب حاکم یمن مقرر کیا تو ایک تحریر لکھ دی جس میں فرائض، صدقات، دیات، طلاق، عتاق اور صلوٰۃ وغیرہ کے احکام تھے۔
11: عبداللہ بن حکیم صحابی کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نامہ تھا جس میں مردہ جانوروں کے متعلق احکام تھے۔
12: وائل بن حجر صحابی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز، روزہ، سود اور شراب وغیرہ کے احکام تحریر فرما کر دیئے تھے۔
13: ضحاک بن سفیان صحابی کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر کروائی ہوئی ایک ہدایت تھی۔
14: حضرت معاذ بن جبل کو ایک تحریر یمن بھیجی گئی جس میں سبزیوں اور ترکاریوں پر عشر ہونے کا حکم تھا۔
15: مدینہ بھی مثل مکہ کے حرم ہے۔ اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے پاس تھی۔
16: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک مجموعہ لکھا تھا جو ان کے بیٹے کے پاس تھا۔
17: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس دفتر حدیث لکھا ہوا تھا۔
18: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے ایک مجموعہ مرتب کیا تھا۔
19: حضرت سعد بن ربیع بن عمرو بن ابی زبیر انصاری نے حدیثیں جمع کی تھیں۔
20: حضرت سمرہ بن جندب نے ایک نسخہ حدیث مرتب کیا تھا۔
21: حضرت عبداللہ بن ربیعہ بن مرشد اسلمی نے حدیثیں جمع کی تھیں۔
22: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حدیثیں لکھی تھیں۔

(تاریخ الحدیث، از عبدالصمد صارم الازہری، صفحہ 34-33)

یہ سب حوالہ جات اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو تحریر کیا کرتے تھے۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 4:

فتنہ انکار حدیث

فصل نمبر 1:

منکرین حدیث کا تعارف

حدیث کا انکار اور منکرین حدیث:

اگر چہ انکار حدیث کا فتنہ صدیوں پرانا ہے مگر پچھلے دور میں حدیث کا انکار کرنے والوں اور موجودہ دور میں حدیث کا انکار کرنے والوں میں ایک فرق ہے۔ وہ یہ کہ پرانے زمانے کے منکرین حدیث انکار حدیث ضرور کرتے تھے مگر وہ مذاق نہیں اڑاتے تھے۔ ان کا لب ولہجہ تمسخرانہ نہیں تھا۔ ان میں حدیث نبوی کا مذاق اور تمسخر اڑانے کی ہمت نہیں تھی۔

آج سے تقریباً چودہ سو چالیس سال قبل ابو جہل کہتا تھا:

"اے محمد! میں آپ کو جھوٹا نہیں کہتا مگر آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔"

اس کے برعکس موجودہ زمانے کے منکرین حدیث نہ صرف احادیث نبوی کا انکار کرتے ہیں بلکہ صحابہ کرام اور محدثین ومفسرین کرام کی وہ بزرگ ہستیاں جن کی بدولت احادیث نبوی کا انمول خزانہ ہم تک پہنچا ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو چاہیے کہ وہ توبہ کریں اور عذاب الٰہی سے ڈریں۔

منکرین حدیث کی منافقت:

اگر منکرین حدیث حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ کے مفہوم اور اسرار ورموز کو سمجھ نہیں سکتے تو انہیں اس چیز کا برملا اظہار کرنا چاہیے اور چاہیے کہ وہ اہل فہم وادراک سے رابطہ کریں، مگر شاید وہ اس طرح اظہار کرنے کو عار خیال کرتے ہیں۔

منکرین حدیث حضرت عمر فاروق کی نظر میں:

انکار حدیث کرنے والوں کی اس کمزوری کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے ہی بھانپ لیا تھا۔

حضرت عمر فاروق فرمایا کرتے تھے:

"عقل کی اتباع کرنے والے حدیث کے دشمن ہوا کرتے ہیں۔ حدیثیں یاد کرنے کی انہیں توفیق نہیں ہوتی اور جب ان سے سوال کیا جاتا ہے تو کہتے ہوئے شرماتے ہیں کہ ہمیں علم نہیں۔ لہٰذا اپنی رائے سے جواب دیتے ہیں اور احادیث کا عقل سے مقابلہ کرنے لگتے ہیں۔ تم ایسے لوگوں سے بچتے رہنا۔"

Marfat.com

پہلی صدی ہجری کے منکرین حدیث:

ساری امت کا اس پر اجماع ہے کہ قرآن مجید مسلمانوں کیلئے اساسی (پہلا اور بنیادی) قانون ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت/ حدیث ہدایت اور راہنمائی کا دوسرا بڑا ماخذ ہے۔ زندگی کے تمام معاملات میں قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حدیث بھی مکمل راہنمائی فراہم کرتی ہے۔ مگر بعض لوگوں نے حدیث کے بارے میں شک وشبہ کا راستہ اختیار کیا۔ حافظ ابن حزم فرماتے ہیں:

''اہل سنت، خوارج اور شیعہ تمام کے تمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کو جو ثقہ راویوں سے منقول ہوں، برابر قابلِ حجت سمجھتے ہیں۔ پہلی صدی کے بعض متکلمین معتزلہ نے اس اجماع سے اختلاف کیا۔ اس طرح انکار حدیث شروع ہوا۔''

کتاب وسنت کو الگ کرنے والے:

جن لوگوں کی نظر ملل ونحل اور علم کلام وعقائد اور تاریخ پر ہے وہ آسانی سے اس بات کو مان لیں گے کہ اسلام میں جتنے بدعتی فرقے پیدا ہوئے وہ وہی ہیں جنہوں نے کتاب کو سنت سے یا سنت کو کتاب سے الگ کرنا چاہا۔ خوارج نے کتاب کو مانا اور سنت سے انحراف کیا اور ان کے مقابل کے فرقہ نے کتاب کو محرف بنا کر چھوڑا اور صرف اپنے ائمہ کی سنت کی پیروی کا دعویٰ کیا، اس طرح معتزلہ نے قرآن کو بتاویل تسلیم کیا اور احادیث سے اعراض کیا اور راہ راست سے دور ہوئے۔ جو کچھ پہلے ہوا وہ آج بھی ہو رہا ہے۔

قرآن وحدیث اور منکرین:

چونکہ ان کے خودساختہ عقل کے معیار پر جو چیز پوری نہیں اتری، اگر چہ وہ قرآن پاک کی کوئی آیت ہی کیوں نہ ہو، وہ اس کی دور دراز کی تاویل کریں گے اور اگر حدیث ہے تو اس سے انکار کر کے اپنے زعم میں اسلام کے چہرہ سے خلاف عقل ہونے کا داغ مٹانا چاہتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ داغ سمجھ سمجھ کر اللہ جانے یہ اسلام کی صحیح تصویر کے کتنے اجزا کو مٹا چکے ہیں۔

قرآن پاک کے فہم کے نئے دعویدار اس زمانے میں اور بھی پیدا ہو گئے ہیں جو قرآن پاک کو ہر ضرورت اور ہر حکم اور ہر مسئلہ کیلئے کافی اور اپنی عقل اور فہم کو اس کی تفسیر اور تشریح کے لیے کافی تر سمجھتے ہیں اور اس طرح وہ چاہتے ہیں کہ احادیث اور فقہ کا سارا دفتر مٹ جائے اور ان کی جگہ ان کے ''اجتہادات'' اور ''استنباطات'' قرآن پاک کا حقیقی ایڈیشن اور اسلام کی صحیح تعلیمات کا مخزن قرار پائے۔

ان بدعتوں اور گمراہوں نے تو مستشرقین یورپ کے سفیہانہ اعتراضات کو جو انہوں نے فن حدیث پر کئے ہیں اپنا کر سرے سے اس فن کی بیخ کنی شروع کر دی۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 2:

منکرین حدیث کے دلائل اور ان کے جوابات

منکرین حدیث کے اعتراضات

منکرین حدیث انکار حدیث کے بارے میں مندرجہ ذیل چار دلائل پیش کرتے ہیں:

قرآن مکمل ترین کتاب ہے:

منکرین حدیث کہتے ہیں:

قرآن مجید مکمل اور کامل کتاب ہے۔ اس کتاب میں ہر قسم کے مسائل اور احکام بیان کر دیئے گئے ہیں جن کی تفصیل اور تشریح کیلئے اکیلی یہی کتاب کافی ہے مزید مدد کی ضرورت نہیں ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((مافرطنا فی الکتب من شیء))(سورۃ الانعام، آیت نمبر 38)

''ہم نے کتاب میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔''

مزید ارشاد فرمایا:

((ونزلنا علیك الکتب تبیاناً لکل شیء))(سورۃ النحل آیت 89)

''اور ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی جو ہر چیز کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتی ہے۔''

مندرجہ بالا آیات اس بات کی دلیل ہیں کہ قرآن مجید ہر قسم کے معاملات واحکامات کی جامع کتاب ہے۔ اس میں اس قدر تشریح اور تفسیر بیان کر دی گئی ہے اور مزید تفصیل کیلئے حدیث نبوی اور سنت رسول اللہ کی ہرگز ضرورت باقی نہیں رہتی۔

قرآن کی حفاظت کی گئی ہے حدیث کی نہیں:

منکرین حدیث کہتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

((انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون))(سورۃ الحجر، آیت نمبر 9)

''ہم نے ہی قرآن کو نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری قبول فرمائی ہے۔ حدیث کی حفاظت اپنے ذمے نہیں لی۔ اگر حدیث بھی دین میں حجت ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی اپنے

Marfat.com

ذمے لیتا۔

حدیث حجت نہیں:

منکرین حدیث انکار حدیث کے سلسلے میں تیسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر حدیث دین اسلام میں حجت ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کو کتابت حدیث کی تاکید فرماتے۔ نیز صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حدیث کی جمع و تدوین میں لگ جاتے تاکہ حدیث نبوی سے محفوظ رہے۔ اس سلسلے میں منکرین حدیث قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات کا سہارا لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((و لا تقف مالیس لک به علم))(سورۃ بنی اسرائیل، آیت 36)

''جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑو۔''

سورۃ الانعام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ان تتبعون الا الظن))(سورۃ الانعام، آیت 148)

''تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو۔''

حدیث صرف اسی صورت میں قطعی ثابت ہو سکتی جب اسے بھی بالکل اسی طرح تحریر میں لایا جاتا ہے جس طرح قرآن مجید کو تحریر کیا گیا۔ مگر برخلاف اس کے بعض روایات میں تو آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کی کتابت سے صحابہ کرام کو روک دیا تھا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے:

''میرے والد حضرت ابو بکر صدیق کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پانچ سو احادیث کتابی صورت میں جمع تھیں۔ ایک رات وہ بستر پر پریشانی کے ساتھ کروٹیں بدلنے لگے۔ میں نے گھبرا کر پوچھا: ابا جان! آپ بیماری کی وجہ سے کروٹیں بدل رہے ہیں یا آپ کو کسی ناخوشگوار خبر نے پریشان کر دیا ہے؟ اس وقت تو خاموش ہو رہے۔ صبح ہوتے ہی مجھ سے کہنے لگے: بیٹی! احادیث کا جو مجموعہ تمہارے سپرد کیا تھا وہ لے آؤ۔ چنانچہ میں نے وہ حاضر کر دیا۔ آپ نے آگ منگائی اور وہ مجموعہ جلا کر راکھ کر دیا۔ میں نے پوچھا: ابا جان! آپ نے اس کو کیوں جلایا ہے؟ فرمایا: مجھے خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں میں مر جاؤں اور یہ میرے گھر میں پڑی رہے۔ ممکن ہے ان میں ایسی احادیث ہوں جو میں نے کسی آدمی سے اُسے ثقہ اور قابل اعتماد جان کر لی ہوں اور اس نے صحیح بیان نہ کی ہوں۔ اس طرح نقل کرنے کی ذمہ داری مجھ پر آ پڑے۔'' (تذکرۃ الحفاظ)

حضرت عمر فاروق نے ایک مرتبہ احادیث لکھنے کا ارادہ فرمایا مگر پھر آپ نے ارادہ ترک فرما دیا اور فرمایا:

''میں نے حدیثیں لکھنے کا ارادہ کیا تھا پھر مجھے تم سے پہلی قومیں یاد آ گئیں۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے

Marfat.com

کچھ کتابیں مرتب کیں اور پھر ان پر اس طرح پل پڑے کہ اللہ کی کتاب کو گلدستہ طاق نسیان بنا دیا۔ بخدا! میں اللہ کی کتاب کو ہرگز کسی دوسری چیز کے ساتھ مخلوط نہیں ہونے دوں گا۔"

رسول اللہ کا خود اقرار کرنا:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے اقوال منقول ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حدیث نبوی دین میں حجت نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب تمہیں کوئی حدیث سنائی جائے جو تمہاری جانی پہچانی ہو تو اس کی تصدیق کیجئے اور جب تمہیں ایسی حدیث سنائی جائے جسے تم نہ پہچانتے ہو تو اس کی تصدیق مت کیجئے۔ اس لئے کہ میں وہی بات کہتا ہوں جو تمہاری جانی پہچانی ہو اور تمہارے لیے انوکھی یا نرالی نہ ہو۔"

منکرین حدیث کے اعتراضات کے جوابات

پہلی دلیل کا جواب:

اس میں کچھ شک نہیں کہ قرآن مجید اصول دین اور قواعد و احکامات کی جامع کتاب ہے۔ قرآن مجید میں بعض احکامات بصراحت بیان کئے گئے اور بعض احکامات کی تفصیل اور تشریح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم احکامات دین کی تشریح و توضیح کیلئے مبعوث ہوئے اور تمام بنی نوع انسان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور اطاعت کو ضروری اور لازمی قرار دے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن احکامات کی وضاحت فرماتے ہیں وہ دراصل قرآن ہی کی وضاحت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((الر کتب انزلنه الیك لتخرج الناس من الظلمت الی النور باذن ربهم الی صراط العزیز الحمید))(سورۃ ابراهیم : آیت 1)

"الر، یہ عالی شان کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے کہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف لائیں ان کے پروردگار کے حکم سے، زبردست اور تعریفوں والے اللہ کی طرف۔"

اس سے آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((و انزلنا الیك الذکر لتبین للناس مانزل الیهم ولعلهم یتفکرون))

(سورۃ النحل، آیت نمبر 44)

"اور یہ کتاب ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کر دیں، تاکہ وہ غور و فکر کریں۔"

مذکورہ بالا آیات مبارکہ میں بڑی وسعت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ بہت سارے احکامات ایسے ہیں جن کی

Marfat.com

تفصیل قرآن مجید میں نہیں ملتی، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احکامات کی تشریح فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اولین مفسر قرآن ہیں۔ جو تفسیر اور تشریح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادی وہی برحق ہے۔ چند ایک مثالیں مندرجہ ذیل ہیں:

1: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کو مسلمانوں پر فرض کردیا۔ اسی طرح فواحش ومنکرات کو بھی حرام ٹھہرادیا۔ زنا اور شراب کی حرمت بیان فرمادی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام احکامات کی تفصیل کے ساتھ وضاحت فرمادی۔

2: بعض فرائض کی کیفیت اور نوعیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی، مثلاً: نمازوں کی رکعات کتنی ہیں، معارف زکوٰۃ کیا ہیں وغیرہ۔

3: قرآن مجید نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو فرض قرار دے دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

دوسری دلیل کا جواب:

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت کا جو وعدہ اپنے ذمے لیا ہے وہ صرف قرآن تک ہی محدود نہیں، بلکہ اس سے مراد مکمل شریعت اسلامی ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ اس پر قرآن اور حدیث دونوں شامل ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت فرماتا ہے:

((فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون)) (سورۃ النحل، آیت نمبر 43)

"پس اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو۔"

یہاں "اہل الذکر" سے مراد دین اسلام اور شریعت اسلام کے جاننے والے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اللہ نے جس طرح قرآن کی حفاظت فرمائی اسی طرح حدیث نبوی کو بھی محفوظ رکھا۔

یہ ایک معلوم حقیقت ہے کہ قرآن مجید بتدریج نازل ہوا۔ قرآن مجید کی آیات اور سورتوں کی موجودہ ترتیب وہ نہیں جو نزول قرآن کے وقت تھی۔ قرآن کی موجودہ ترتیب بعد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قائم کی گئی۔ کیسے پتہ چلا کہ جو وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی تھی آپ اسے کاتبین وحی کے ذریعے لکھواتے تھے؟ کیسے معلوم ہوا کہ کون لوگ کاتبان وحی تھے۔؟ یہ کس طرح پتہ چلا کہ آغاز میں قرآن مجید پتھر کے ٹکڑوں، درختوں کے پتوں اور جانوروں کی ہڈیوں وغیرہ پر لکھا جاتا تھا۔؟ ان سب باتوں کا کس طرح پتہ چلا؟ اگر یہ سارا کچھ احادیث نبوی سے پتہ چلا جن کو غیر محفوظ سمجھا جاتا ہے تو پھر وہ کونسا طریقہ تھا جو حدیث کی نسبت زیادہ محفوظ ہے۔؟

تیسری دلیل کا جواب:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کتابت حدیث کا حکم نہ دینے یا اسے تحریر کرنے سے روک دینے کا مطلب

Marfat.com

نہیں کہ حدیث کی دین میں کوئی حجت نہیں۔اس سے پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ نزول قرآن کے آغاز میں کاتبان وحی کی تعداد بہت کم تھی اور مکمل طور پر قرآن مجید کی کتابت اور تدوین کی طرف توجہ مبذول کرانا مقصد تھا اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان چیزوں کو مٹانے کا حکم دیا تھا جو قرآن کے علاوہ لکھی گئی تھیں تا کہ قرآن اور حدیث کا فرق واضح ہو جائے اور یہ ممانعت صرف وقتی طور پر تھی۔ جب قرآن مجید صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم کے سینوں میں اچھی طرح محفوظ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کو نہ صرف لکھنے کی اجازت فرمائی بلکہ صحابہ کرام کو باقاعدہ کتابت حدیث کی ترغیب بھی دی۔

چوتھی دلیل کا جواب:

امام ابن حزم فرماتے ہیں:

''احادیث صحیحہ میں کوئی ایسی بات نہیں پائی جاتی جو قرآن کے خلاف ہو۔''

محمد بن عبداللہ ابن میسرہ فرماتے ہیں کہ حدیث کی تین قسمیں ہیں:

1: وہ حدیث جو مندرجات قرآن کے موافق ہو۔ایسی حدیث سے اخذ واحتجاج فرض ہے۔

2: وہ حدیث جس میں کوئی ایسا حکم یا مضمون بیان کیا گیا ہو جو قرآن میں مذکور نہ ہو۔اس پر عمل ضروری ہے۔اس سے قرآن کے مندرجات میں اضافہ کیا جائے گا۔

3: جو حدیث مخالف قرآن ہو،اسے نظر انداز کر دیا جائے گا۔

امام ابن حزم کا قول ہے:

''ایسی کوئی صحیح حدیث موجود نہیں جو مخالف قرآن ہو۔''

انکار حدیث کے نتائج

حدیث کا انکار کرنے کے مندرجہ ذیل نتائج ہیں:

1: قرآن مجید کی معنوی حفاظت اور اسلام کے امتیازی دستور محافظت کا انکار۔

2: احادیث نبوی کے ذریعے قرآن مجید کی جامعیت اور کاملیت کا جو وسیع مفہوم حاصل ہوتا ہے،اس کا انکار۔

3: قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کا واضح حکم دیا گیا ہے،اس کی تحریف۔

4: آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریحی کلمات سے محرومی۔

5: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی اطاعت سے اصولی انکار۔

6: آیت مبارکہ کے حکم: ''اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول'' کا تعطل۔

7: اسوۂ رسول جو قرآن مجید کی جامعیت کا مفصل نقشہ ہے،اس کی ذہنی تشکیل۔

Marfat.com

8: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مطہرہ میں جو شرعی اور فطری کشش ہے اس سے علیحدگی۔
9: مذہبی آئین و قانون سازی میں عقول عامہ کی دخل اندازی۔

حدیث کا انکار کرنا بظاہر تو آسان نظر آتا ہے، لیکن اس انکار کی وجہ سے جن نتائج اور انجام کا سامنا کرنا ہے ان سے اپنے آپ کو سنبھالنا بہت مشکل ہے۔ منکرین حدیث کو چاہیے کہ وہ قرآن اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بغور اور تفصیل کے ساتھ مطالعہ کریں، بعد میں کوئی فیصلہ کریں۔

اللہ تعالیٰ سب اہل اسلام کو اپنے حفظ و امان مین رکھے۔ آمین

الغرض جو کوئی دین الٰہی کو جانتا ہے اور شریعی احکامات کو پہچانتا ہے وہ نہ تو حجیت حدیث نبوی سے انکار کر سکتا ہے اور نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اسلام صرف قرآن ہی کا نام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ قرآن مجید کے جو معانی اور مطالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں وہی برحق ہیں۔ احادیث نبوی پر ایمان اور یقین رکھنا اتنا ہی لازمی اور فرض ہے جتنا قرآن مجید پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 5:

مستشرقین اور حدیث

مستشرق کا مفہوم:

لغت میں مستشرق کا مطلب ہے:

''وہ فرنگی جو زبانوں اور علوم کا ماہر ہو۔''

مشہور مستشرقین:

مختلف زمانوں کے مستشرقین پیغمبر اسلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اپنے مخالفانہ خیالات کا اظہار کرتے رہے۔ تاہم سولہویں صدی عیسوی سے لے کر موجودہ زمانے تک جن مستشرقین نے اسلام، پیغمبر اسلام، قرآن وحدیث اور دیگر اسلامی علوم وفنون پر مختلف کتابیں لکھیں، ان میں چند مستشرقین کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

1: گیام پوسٹل۔
2: گوئٹے کارلائل۔
3: کریمر۔
4: ڈاکٹر اسپرنگر۔
5: سر ولیم میور۔
6: گولڈ زیہر۔
7: ولہازن۔
8: تولدیکے۔
9: ہیوبرٹ کرائم۔

حدیث کے خلاف سازشیں:

حدیث کی دینی اہمیت کی وجہ سے اسلام کے دشمنوں نے حدیث کو ہی سب سے زیادہ اپنی سازشوں کا نشانہ بنایا ہے۔ خلافت راشدہ کے آخر میں عبداللہ بن سبا نے بڑی چالاکی اور ہوشیاری کے ساتھ جو ''سبائی فتنہ'' پھیلایا تھا وہ بھی حقیقت میں حفاظت حدیث کے خلاف تھا۔ اس فتنے کا مقصد قرآنی ہدایات واحکامات اور پورے دین اسلام کو مسخ کرنا تھا۔ مگر حضرت علی المرتضیٰ اور ان کے مخلص ساتھیوں نے اس فتنے کا مقابلہ کیا، اس فتنے کو ختم کر کے چھوڑا۔

مستشرقین اور منکرین حدیث کا آپس میں تعلق:

اسلام کے خلاف یورپ مستشرقین نے علمی محاذ پر جو کارروائیاں شروع کیں ان میں سب سے زیادہ حدیث کو ہی تختہ مشق بنایا گیا، کیونکہ شاید ان کا خیال تھا کہ حدیث کے ذریعے ہی دین اسلام کو مسخ اور قرآن مجید کو عملاً معطل کیا جا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے کئی ممالک میں منکرین حدیث کا فرقہ پیدا ہو گیا۔ اس فرقے کو فکری مواد مستشرقین ہی فراہم کرتے تھے اور طریقہ کار یہ اپنایا کہ قرآن سے تو تعلق داری کو ظاہر کرتے ہیں تا کہ لوگ انہیں مسلمان خیال کریں مگر حدیث نبوی شرعی حجت کے منکر رہے اور مسلسل اس کوشش میں رہے کہ لوگوں کو جو اعتماد احادیث نبوی پر ہے اسے ختم کیا جائے تا کہ

Marfat.com

نماز کی وہ ہیئت باقی نہ رہے جس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تربیت فرمائی تھی اور امت مسلمہ صدیوں سے اس پر عمل پیرا تھی اور نہ ہی زکوٰۃ کا وہ نظام رہے جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملاً قائم فرمایا اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف حضرت ابو بکر صدیق نے جہاد فرمایا تھا۔ اپنی حمایت اور تائید میں وہ کبھی تو احادیث نبوی پر بہتان لگاتے ہیں کہ یہ احادیث قرآن کے خلاف ہیں اور کبھی محدثین صحاح ستہ پر الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے جھوٹی سچی باتیں اکٹھی کر کے حدیث کے نام سے پوری امت کو دھوکہ دیا۔

مستشرقین کے حدیث پر اعتراضات

حدیث نبوی کو موضوع بحث بنانے والے مستشرقین:

جن مستشرقین نے حدیث نبوی کو موضوع بحث بنایا ان میں ڈاکٹر اسپرنگر، سر ولیم میور، گولڈزیہر اور تولدیکے وغیرہ اہم ہیں۔ حدیث سے متعلق انہوں نے جھوٹ، بہتان اور شکوک وشبہات کی داستانیں اچھالی ہیں۔

جنگ کے دوران مسلمانوں کا مشغلہ:

مثال کے طور پر سر ولیم لکھتا ہے:

"محمد کی وفات کے بعد ان کی پیروی کرنے والوں کا سب سے اہم مشغلہ جنگ تھا۔ لمبی تھکا دینے والی مہمات، جنگ کی گرانی اور ایک جنگ سے دوسری جنگ، بے کاری کا وقفہ ایک سادہ اور نیم وحشی قوم کیلئے غفلت شعاری کا باعث تھا۔ اس گرانی اور بوجھ کو دور کرنے کا ایک علاج اور ان وقفوں کا شغل، بے تکلف گفتگو یا باقاعدہ بات چیت میں پچھلے واقعات کو یاد کرنا تھا۔ مسلمانوں کیلئے شروع زمانے میں سب سے زیادہ پر جوش چیز ایسے انسان کے اقوال افعال کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا جو اس فاتح قوم کے وجود میں آنے کا سبب بنا اور جس نے ان کے ہاتھ میں دین اور جنت دونوں کی کنجیاں دے دی تھیں۔ اسی طرح محمد کی اتباع کرنے والوں کی گفتگو اکثر انہی کے بارے میں ہوتی تھی۔ یہ ایسا مواد تھا جس سے حدیث نے خوب ترقی حاصل کی۔" (لائف آف محمد)

حدیث کے بارے میں مستشرقین کے اعتراضات:

حدیث کے متعلق مستشرقین کے خیالات اور نظریات مندرجہ ذیل ہیں:

1: حدیث کے ترقی پانے کا سبب یہ ہے کہ ایسے صحابہ کرام جو جنگوں میں حصہ لیتے تھے تو جنگ میں وقفے کے دوران احادیث روایت کر لیتے تھے اور یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور اس کے بعد لوگ ایسے حادثات اور واقعات کو بڑے شوق کے ساتھ یاد رکھتے تھے۔

2: محدثین (خاص طور پر امام بخاری) بحر تنقید میں کھلی شناوری نہ کرتے تھے۔ روایت کی پابندی تو کرتے تھے مگر درایت کے پابند نہ تھے۔ صرف راویوں کی سچائی کے قاعدے کو لیتے تھے۔ اندرونی شہادت پر تنقید کرنے کی

Marfat.com

جرأت نہیں کرتے تھے۔ محدثین صرف یہ دیکھتے تھے کہ راویوں کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔

3: احادیث کی تخریج محدثین اپنے اپنے طریقے کے مطابق کرتے تھے۔ جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں ایک دوسرے کی تحقیق پر اعتماد کا فقدان تھا۔

4: ہر مصنف ضرورت سے زائد چیز کو چھوڑ کر محض اپنی تصنیف کے ابواب و فصول کے مطابق مواد حاصل کرتا ہے۔

5: امام بخاری چونکہ کسی خاص مذہب کے پروکار نہ تھے اس لئے وہ اپنے خیالات کے مطابق ہی حدیث کو اپناتے تھے۔

مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ اور جوابات

مستشرقین کے حدیث کے متعلق خیالات اور نظریات کا تحقیقی جائزہ لینے کیلئے مندرجہ ذیل امور پیش نظر ہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب:

جو صحابہ کرام جنگ میں مصروف رہتے تھے ان کو اشاعت حدیث کا باعث قرار دینے کا مستشرقین کا جو نظریہ ہے اس کے متعلق حقائق اس طرح ہیں۔

حدیث روایت کرنے والے صحابہ کرام کو چار طبقوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

1: مکثرین۔ 2: متوسطین۔ 3: مقلین۔ 4: اقلین۔

مکثرین: مکثرین کا مطلب ہیکثرت سے احادیث روایت کرنے والے صحابہ۔ یہ صحابہ جنگی میدانوں کے مشاہیر میں سے نہ تھے۔ مثلاً: حضرت ابوہریرہ، حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابو سعید خذری، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ صحابہ کرام درجہ اول کے راوی تھے اور انہوں نے کثرت کے ساتھ احادیث کو روایت کیا۔

متوسطین: متوسطین کا مطلب ہے: ''درمیانے'' یعنی ایسے صحابہ جن سے نہ بہت زیادہ احادیث روایت ہیں اور نہ بہت کم، بلکہ وہ اوسط درجے کے راوی ہیں۔

حضرت عمر فاروق اور حضرت علی اوسط درجہ کے راویوں میں سے ہیں اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کسی جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔

مقلین: مقلین سے مراد ایسے صحابہ ہیں جن سے بہت کم احادیث روایت ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عثمان غنی درجہ سوم کے راویوں میں سے ہیں اور انہوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی جنگ میں شرکت نہیں فرمائی۔

اقلین: اقلین سے مراد وہ صحابہ کرام ہیں جن کی روایات کی تعداد چالیس سے کم ہے۔ حضرت خالد بن ولید، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عمرو بن العاص اقلین میں سے ہیں اور یہ جنگی میدانوں کے مشاہیر تھے۔

Marfat.com

ان حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ نظریہ رکھنا کہ جنگجو جنگ سے فراغت کے بعد احادیث روایت کرتے تھے، بالکل غلط ہے، کیونکہ یہ صحابہ تو اقلین درجے کے روای ہیں کہ جن سے چالیس سے بھی کم احادیث روایت ہیں۔ بھلا پھر مستشرقین کا یہ اعتراض کس طرح صحیح ہوسکتا ہے کہ مجاہدین فراغت کے وقت میں وقت گزارنے کے لیے اور تھکان دور کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے واقعات اور احادیث روایت کیا کرتے تھے؟

دوسرے اعتراض کا جواب:

محدثین کے بارے میں مستشرقین کا یہ نظریہ کہ وہ صرف روایات کا خیال رکھتے تھے۔ درایت کے پابند نہیں تھے۔
حدیث کی تنقید کے دو طریقے تھے:

1: درایت۔ 2: روایت۔

اصول درایت قطعی اور مقرر شدہ ہیں اور قرآن وحدیث اور تعامل صحابہ میں موجود ہیں اور تمام محدثین نے اپنی کتابوں میں احادیث صحیحہ کیلئے ان کی پابندی کی ہے اور اصول روایت بھی ہر محدث کو مقرر کرنے پڑتے ہیں۔

تیسرے اعتراض کا جواب:

محدثین کرام نے مختلف اصناف اور طرق پر احادیث جمع کی ہیں۔ بعض محدثین نے کسی خاص مقام اور خاص طبقے کی احادیث جمع فرمائی ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت امام مالک نے صرف اہل حجاز کی احادیث جمع فرمائی ہیں، مگر انہوں نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ باقی احادیث جھوٹی ہیں۔ حضرت امام بخاری نے ہر مقام اور ہر طرح کی احادیث جمع کی ہیں۔

محدثین ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے اور ان کا تعلق رواداری پر مبنی تھا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کی عزت و تکریم کرتے تھے۔ مثلاً: امام مسلم امام بخاری کے دفاع وحمایت میں پیش پیش تھے۔ جب ایک روز مسلم کے استاد محمد بن یحیٰ ذیلی نے اہل مجلس سے امام کی موجودگی میں کہا کہ جو شخص مسئلہ خلق قرآن میں امام بخاری کا ہمنوا ہو، وہ ہماری مجلس سے چلا جائے۔ امام مسلم اسی وقت اٹھ کر چلے گئے، جو احادیث ذیلی سے سن کر لکھی تھیں وہ ان کو واپس کر دیں اور ان سے روایت کرنا چھوڑ دی۔ حتیٰ کہ اپنی کتاب صحیح مسلم میں بھی ذیلی سے روایت نہیں کی۔"

اسی طرح امام شافعی امام مالک کے متعلق کہتے ہیں:

"جب عالموں کا ذکر آئے تو مالک مثل ستارہ کے ہیں اور کسی کا احسان میرے اوپر مالک سے زیادہ نہیں ہے۔"

(موطا امام مالک، صفحہ 16)

چوتھے اعتراض کا جواب:

یہ حقیقت ہے کہ محدثین کرام میں اختلاف رائے پایا جاتا تھا مگر یہ اختلاف رائے اصولوں پر مبنی تھا۔ جن کی بنا پر الگ الگ شرائط مقرر ہوئیں۔ مثال کے طور پر اگر کسی محدث نے حدیث کی قبولیت کیلئے چند شرائط مقرر کیں تو دوسرے محدث نے دیگر وجوہات کی بنا پر شرائط میں نرمی اختیار کر لی۔ اسی طرح امام بخاری نے صرف وہ روایات لیں جن کی

Marfat.com

ثقاہت پر اتفاق سمجھا۔ مگر امام نسائی نے ایسی روایات بھی لیں جن کی عدم ثقاہت پر اتفاق نہیں۔ مزید یہ کہ امام بخاری روایت کی قبولیت میں راوی اور مروی عنہ کی ملاقات کو لازمی قرار دیا ہے، جبکہ امام مسلم نے صرف ہم عصر ہونے پر اکتفاء کیا۔

پانچویں اعتراض کا جواب:

مستشرقین کا محدثین کے بارے میں متعصبانہ رائے قائم کرنے کے متعلق غور طلب امر یہ ہے کہ احادیث صحیح، ضعیف اور موضوع سبھی قسم کی ہیں۔ ان میں سے بعض احادیث کو چھوڑ دینا اور بعض کو قبول کر لینا تعصب پسندی نہیں ہے۔ روایت کے بارے میں محدث کا جانچ پڑتال کرنے کو تعصب پسند کہنا کوئی دانشمندانہ بات نہیں۔

چھٹے اور اہم ترین اعتراض کا جواب:

حدیث کو مشکوک اور ناقابل اعتبار ثابت کرنے کی ایک ناکام کوشش وہ ہے جس کا بیڑا مشہور مستشرقین سر ولیم میور اور گولڈ یہر وغیرہ نے اٹھایا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں لکھنے کا کام آپ کی وفات کے نوے برس بعد میں شروع ہوا۔ منکرین حدیث نے ایک قدم اور بڑھا کر یہاں تک کہہ دیا کہ حدیثیں دو سو برس بعد تیسری صدی ہجری میں قلم بند کی گئی ہیں۔ اس وقت عالم اسلام میں جو غلط ملط باتیں حدیث کے نام سے پھیلی ہوئی تھیں انہی کو محدثین نے اپنی کتابوں میں جمع کر دیا ہے۔ اس سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث محفوظ نہیں رہیں۔ لہٰذا ان کو شریعت میں حجت قرار نہیں دیا جا سکتا۔

عہد رسالت (ہجرت مدینہ) سے لے کر آج تک حدیثوں پر کوئی دور ایسا نہیں گزرا جس میں یہ بہت بڑے پیمانے پر نہایت اہتمام واحتیاط سے قلمبند نہ کی جاتی رہی ہوں۔

ساڑھے دس ہزار سے زیادہ حدیثیں تو صرف دو صحابیوں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت ابو ہریرہ ہی نے قلم بند کی تھیں۔ دیگر بہت سے صحابہ کرام کی کتابی خدمات ان کے علاوہ ہیں۔ پھر اس میدان میں تابعی اور تبع تابعین کے تحریری کارنامے جس تسلسل کے ساتھ جاری رہے یہاں تک کہ تیسری صدی میں احادیث کی ترتیب وتدوین کا کام اپنے عروج پر جا پہنچا۔

الغرض مندرجہ بالا امور سے ثابت ہوتا ہے کہ مستشرقین کا حدیث کے متعلق اس طرح کی آراء رکھنا علم حدیث سے ناسمجھی اور اسلام دشمنی کی بنا پر ہے۔ محدثین کرام نے جس قدر عرق ریزی اور جانفشانی سے روایت میں جانچ پڑتال کی ہے یہ اقوام عالم کے منکرین اس کی مثال نہیں پیش کر سکتے۔

☆☆☆

Marfat.com

جزء نمبر 3:

سیرت محدثین عظام

(منتخب محدثین کی سیرت وکتب کا تذکرہ)

باب نمبر 1:

سیدنا امام مالک بن انس

نام:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا نام مالک بن انس بن مالک ہے۔

سلسلہ نسب:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب یوں ہے:

"مالک بن انس بن مالک بن عامر بن ابی عامر بن عمرو الحارث بن غیلان بن حش بن عمرو الحارث"

(البدایہ والنہایہ، جلد 10، صفحہ 649)

آپ کی کنیت:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔

لقب:

امام مالک کا لقب امام دارالہجرت ہے۔

ولادت:

امام مالک 96 ہجری میں پیدا ہوئے۔ امام ابوداؤد نے آپ کا سال پیدائش 92 ہجری بتایا ہے۔

یحییٰ بن بکیر کہتے ہیں:

میں نے امام مالک سے سنا کہ وہ 93 ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔

یہ قول زیادہ صحیح ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ 201، صفحہ 179)

تجارت:

حضرت امام مالک نے شروع شروع میں تعلیم کی طرف توجہ دینے سے قبل اپنے بھائی کے ساتھ تجارت میں معاونت کی۔ ان کا پیشہ تجارت بزازی تھا۔

Marfat.com

حصول علم کی ابتداء فقہ سے:

جب آپ نے حصول علم کی جانب توجہ دی تو دینی علم میں آپ نے ''فقہ'' کو منتخب کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت فقہ کا علم ہی باقی علم کی نسبت زیادہ وسعت پذیر تھا۔ اس زمانے میں مسجد ہی تعلیم حاصل کرنے کی جگہ ہوتی تھی اور اس سلسلے میں مسجد نبوی کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔

امام دارالہجرت:

حضرت امام مالک نے علم کے حصول کیلئے صرف انہی اساتذہ اور مشائخ سے استفادہ کیا جو سچائی اور طہارت میں منفرد تھے اور حفظ و فقہ میں ممتاز مقام و مرتبہ رکھتے تھے۔ آپ بے شمار اساتذہ سے مستفید ہوئے جن میں سے زیادہ کا تعلق مدینہ سے تھا، جو علم مدینہ کے مختلف سینوں میں پھیلا ہوا تھا وہ اب صرف ایک حضرت امام مالک کے سینہ میں محفوظ ہو گیا، اس لئے آپ کا لقب امام دارالہجرۃ ہوا۔

امام مالک کے اساتذہ:

امام مالکے مشہور ترین اساتذہ درج ذیل ہیں:

1: نافع بن نعیم ابوعبدالرحمٰن (متوفی 169 ہجری) جو سات قاریوں میں سے ایک اور قرأت میں اہل مدینہ کے امام تھے۔ جن سے امام مالک نے ''عرضا'' قرات سیکھی۔ امام مالک پڑھتے تھے اور وہ سنتے تھے۔

2: ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن فروغ المدنی (متوفی 130) جو رائے کی طرف نسبت کر کے پکارے جاتے ہیں۔ وہ ''رابیعۃ الرای'' کے نام سے مشہور ہیں۔

3: ابن ہرمز ابو بکر عبداللہ بن یزید الاصم (متوفی 140 ہجری) جن کے پاس بھی مالک مدتوں رہے اور فقہ اور حدیث کو حاصل کیا۔

تلامذہ:

حضرت امام مالک کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ آپ سے اتنے لوگوں نے علم حاصل کیا جن کا شمار کرنا ممکن نہیں۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

> ''امام مالک سے بہت سے آئمہ نے روایت کی ہے جن میں دونوں سفیان، شعبہ، ابن المبارک، اوزاعی، ابن مہدی، ابن جریج، شافعی اور ان کے شیخ زہری اور ان کے شیخ یحییٰ بن سعید الانصاری، یحییٰ بن سعید القطان، یحییٰ بن یحییٰ اندلسی اور یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری شامل ہیں۔''

(البدایہ والنہایہ، جلد 10، صفحہ 649)

اخلاق و عادات:

حضرت امام مالک کا جب تعلیم کا زمانہ ختم ہوا تو انہوں نے درس و تدریس کی مسند بچھائی، اس وقت وہ سترہ سال

Marfat.com

کے تھے۔انہوں نے مختلف شعبہ ہائے زندگی کے اجتماعی، سیاسی اور علمی میدانوں میں قدم جمایا۔آپ مزاح کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے۔کبھی کبھار ہی ہنستے تھے۔آپ جمہوری (جماعت) طرز زندگی کے خواہاں تھے۔آپ صلح پسند تھے اور دشمنی اور لڑائی جھگڑے کو سخت ناپسند کرتے تھے۔آپ اموی اور عباسی دور سلطنت میں حکمرانوں سے ملاقات بھی کرتے تھے اور ان کی مجالس میں بھی شرکت فرماتے تھے۔بعض اوقات آپ حکمرانوں پر نکتہ چینی بھی کر دیا کرتے تھے۔

فن حدیث کی بنیاد رکھنے والے:

حضرت امام مالک سب سے پہلے انسان ہیں کہ جنہوں نے فن حدیث کی بنیاد رکھی اور عالم دنیا میں امام حدیث اور امام فقہ کہلائے۔

راویوں پر بحث کرنے والے پہلے شخص:

حافظ ابن حیان کتاب اشقات میں فرماتے ہیں:

((کان مالك اول من انتقی الرجالمن الفقهاء بالمدینة واعرض عمن لیس بثقة فی الحدیث ولم یکن یروی الا ماصح ولا یحدث الاعن ثقة))

(مقدمہ مسوی)

''امام مالک فقہاء مدینہ میں سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے رواۃ کے متعلق تحقیق سے کام لیا اور جن مرویات میں ثقہ راوی نہ ہوں ان کی روایت سے اعراض کیا۔وہ صحیح روایات کے علاوہ نہ کوئی روایت نقل کرتے ہیں اور نہ کسی غیر ثقہ سے حدیث ہی بیان کرتے۔''

تصانیف:

حضرت امام مالک نے متعدد کتب تصنیف و تالیف فرمائیں۔ذیل میں ان کی چند تصانیف اور رسائل کا ذکر کیا جاتا ہے:

1: مؤطا امام مالک۔
2: رسالہ مالک الی الرشید۔
3: احکام القرآن۔
4: المدونۃ الکبریٰ۔
5: رسالہ مالک الی ابن مطرف۔
6: رسالہ مالک ابن وھب۔
7: کتاب الاقضیہ۔
8: کتاب المناسک۔
9: تفسیر غرائب القرآن۔
10: کتاب المجالسات عن مالک۔
11: تفسیر القرآن۔
12: کتاب المسائل۔

مؤطا مالک:

فن حدیث میں جو کتاب سب سے پہلے مدون ہوئی وہ حضرت امام مالک کی تصنیف مؤطا ہے۔دنیائے اسلام

Marfat.com

میں قرآن مجید کے بعد دوسری اسلامی کتاب مؤطا ہے۔ یہ کتاب احادیث رسول اور اقوال صحابہ و تابعین کی جامع ہے۔ امام مالک نے مؤطا تصنیف کر کے ترویج و اشاعت کا اہم فریضہ انجام دیا۔ آپ ہی کی تصنیف ہے جو فن حدیث میں سب سے پہلے لکھی گئی۔ بعد ازاں دیگر کتب احادیث کا سلسلہ شروع ہوا۔

وجہ تسمیہ:

مؤطا کے معانی ہموار راستہ کے ہیں۔ اس کتاب کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی گئی ہے کہ جب امام مالک نے یہ کتاب تالیف کرنے کے بعد اپنے اساتذہ مشائخ کو دکھائی تو:

((فواطوہ علیہ))

"پس انہوں نے اس کی موافقت و تائید کی۔"

اس لئے امام مالک نے اس کتاب کا نام المؤطا (موافقت کردہ اور تائید شدہ کتاب) تجویز کیا۔

جلال الدین سیوطی نے اپنی شرح موطا کے مقدمہ میں امام مالک کا یہ قول نقل کیا ہے:

"میں (امام مالک) نے یہ کتاب مدینہ کے ستر فقہاء کو دکھائی، سب نے میری تائید کی، اس لئے میں نے اس کا نام "موطا" رکھا۔"

سبب تالیف:

امام مالک کے زمانے میں موطا سے پہلے حدیث کے بہت سارے مجموعے تیار ہو چکے تھے۔ مگر جو التزام صحت موطا میں کیا گیا ہے، وہ ان کتابوں میں نہیں کیا گیا تھا۔

امام مالک نے موطا کو عباس خلیفہ منصور (136 تا 158 ہجری) کے فرمان کے تحت شروع کیا اور اس کے آخری زمانہ خلافت تک کتاب کے مسودے سے فارغ ہو گئے۔ خلیفہ مہدی (158 ہجری) کے عہد میں وہ مسودہ روایت اور کتاب کی صورت میں لوگوں میں متداول تھا۔"

موطا میں روایات کی تعداد:

احادیث موطا کی تعداد مندرجہ ذیل ہے:

جس سال امام مالک کی وفات ہوئی اسی سال یحییٰ بن یحییٰ نے موطا کو امام مالک سے حاصل کیا۔ سب احادیث اور آثار ایک ہزار ستائیس (1027) ہیں۔ ان میں سے چھ سو (600) حدیثیں مسند اور دو سو بائیس (222) مرسل اور چھ سو تیرہ (613) موقوف اور دو سو پچاسی (285) تابعین کے اقوال ہیں۔

(موطا امام مالک، ابتدائیہ، عربی صفحہ 16)

براہ راست مستفید ہونے والے ایک ہزار علماء:

جس وقت سے موطا امام مالک تالیف ہوئی۔ دور دراز کے علاقوں سے علماء سفر کر کے امام مالک کی خدمت میں

Marfat.com

حاضر ہوتے تھے اور آپ سے موطا کا درس لیتے تھے۔ یہاں تک کہ تقریباً ایک ہزار سے زیادہ لوگوں نے براہ راست آپ سے موطا سن کر روایت کی۔ بے شمار علماء کرام نے موطا امام مالک کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا۔

احادیث موطا کا درجہ:

جو شخص احادیث نبوی کے متعلق حضرت امام مالک کی روش سے آگاہ ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ آپ حدیث کے متن اور سند کے بارے میں بہت زیادہ غور و فکر اور تدبر سے کام لینے کے عادی تھے۔ موطا حضرت امام مالک کی چالیس سالہ جانفشانی اور محنت ہے۔ اس لئے یہ انتہائی بلند پایہ کتاب ہے۔ علمائے سلف و خلف کے ہاں موطا میں درج تمام احادیث صحیح ہیں۔

امام بخاری نے فرمایا:

''اسانید میں سب سے صحیح سند مالك عن نافع عن ابن عمر ہے۔''

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

''امام مالک رجال کے اشعار میں بہت سخت تھے۔''

یحییٰ بن معین فرماتے ہیں:

''امام مالک نافع اور زہری کے اصحاب کو بہت جاننے والے ہیں۔''

امام شافعی فرماتے ہیں:

''جب حدیث آجائے تو امام مالک اس کی اصل ہیں۔''

(البدایہ والنہایہ، جلد 10، صفحہ 649)

اسلوب روایت:

حضرت امام مالک جلیل القدر راوی تھے، جنھوں نے زیادہ سے زیادہ احادیث روایت کیں۔ مگر ان احادیث کو بیان کرنے میں انہوں نے بڑی احتیاط سے کام لیا۔ ان کا حدیث روایت کرنے کا دستور یہ تھا:

وہ ہر حدیث اور روایت کو پرکھتے اور صرف وہی حدیث روایت کرتے جس کی صحت و سند پر انہیں پورا اعتماد اور وثوق ہوتا۔ ان کے ہاں حضرت ابن عمر کا صحیفہ موجود تھا، لیکن اس کی صرف چند حدیثیں اپنی موطا میں شامل کیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ ابتداء میں ان کی کتاب (الموطا) چار ہزار یا زیادہ حدیثیں تھیں۔ نظر ثانی اور تنقیح و تہذیب کے بعد صرف ہزار سے کچھ اوپر رہ گئیں۔

موطا کی خصوصیات:

ذیل میں مختصراً موطا امام مالک کی خصوصیات اور بعض خاص اصطلاحات بیان کی جاتی ہیں:

1: جن مسائل کے بارے میں اہل مدینہ کا اتفاق ہوتا ہے، امام مالک ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

Marfat.com

((السنة التی لااختلاف فیھا عند نا کذا و کذا))

"وہ سنت کہ جس کے بارے میں ہمارے یہاں کوئی اختلاف نہیں۔"

2. اگر اہل شہر میں اختلاف پایا جاتا تو سب سے قوی اور راجح قول کو اختیار کرتے تھے۔

3. باب کے تحت ان مسائل فقہ کو بیان کرتے ہیں کہ جو اس سے مناسبت رکھتے ہیں اور ساتھ اپنے اجتہادات کو بھی نقل کر دیتے ہیں۔

4. امام مالک کے سامنے احادیث کے بہت سے مجموعے تھے جب اس میں سے کسی روایت کا انتخاب فرماتے ہیں تو اس کو بلغنی (مجھے یہ حدیث پہنچی) کے صیغے سے بیان کرتے ہیں۔

5. امام مالک جب عن الثقة عن بکیر بن عبد اللہ الاشیخ کہتے ہیں تو قاضی ابن عبداللہ کی تحقیق میں اس ثقہ سے مراد مخرمہ بن بکیر ہیں۔ حافظ ابن حجر کا یہی قول ہے۔ البتہ امام نسائی کے نزدیک اقرب یہ ہے کہ اس سے مراد عمر بن الحارث کو لیا جائے۔

6. امام مالک کبھی فرماتے ہیں:

((اخبر نی من لااتھم من اھل العلم))

"مجھ سے اس شخص نے روایت کی ہے کہ جس پر کسی اہل علم نے تنقید نہیں کی۔"

تو یہاں مراد لیث بن سعد ہیں۔

7. امام مالک جب عن الثقة عن ابن عمر فرماتے ہیں تو یہاں ثقہ سے ان کی مراد نافع ہیں۔

شروح موطا:

متعدد علماء نے موطا کی شروح لکھی ہیں۔ ان میں چند مندرجہ ذیل ہیں:

1. التمہید لمافی الموطا من المعانی والاسانید از حافظ ابو عمر بن عبدالمیر قرطبی متوفی 463 ہجری۔
2. المنتقی از ابوالولید الباجی التوفی 474 ہجری۔
3. الاستذکار۔
4. المقبس فی شرح موطا مالک بن انس از قاضی ابوبکر ابن العربی التوفی 546 ہجری۔
5. کشف المغطا عن الموطا از حافظ جلال الدین سیوطی التوفی 911 ہجری۔
6. المصفی از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی 1176 ہجری۔
7. الفتح الرحمانی از ابو محمد ابراہیم بن حسین۔

کتاب حدیث میں موطا کا مقام ومرتبہ:

جمہور علماء نے طبقات کتب حدیث کے اقدار پہلے طبقہ میں حضرت امام مالک کی تصنیف موطا کو شریک کیا ہے۔

Marfat.com

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی موطا کو احادیث کی تمام کتابوں سے افضل اور مقدم قرار دیتے ہیں۔آپ حجۃ البالغہ میں یوں فرماتے ہیں:

((اصح الكتب بعد كتاب الله موطا مالك ، واتفق اهل الحديث على ان جميع مافيه صحيح على راى مالك و من وافقه، واما على راى غيره فليس فيه مرسل ولا منقطع الا قداتصل السندبه من طرق اخرى فلا جرم انها صحيحة من هذا الوجه))

(حجۃ البالغہ، جلد 1، صفحہ 133)

"کتاب اللہ کے بعد سب سے صحیح ترین کتاب موطا امام مالک ہے۔اس پر محدثین کا اتفاق ہے کہ اس کتاب کی تمام روایات امام مالک اور ان کے موافقین کی رائے میں صحیح ہیں اور دوسروں کی رائے بھی اس سلسلے میں یہی ہے کہ موطا کی مرسل و منقطع روایات کی سند دوسرے طرق سے متصل ہے۔پس اس میں کوئی شبہ نہ رہا کہ اس اعتبار سے وہ سب صحیح ہیں۔"

امام مالک اور فتویٰ:

حضرت امام مالک امام دارالہجرۃ کے لقب سے مشہور معروف تھے۔تمام ممالک اسلامیہ کے لوگ بالخصوص حجاز کے عوام وخواص فقہی مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ابومصعب نے بیان کیا ہے:

"میں نے حضرت امام مالک کو بیان کرتے سنا ہے کہ میں (امام مالک) نے اس وقت تک فتویٰ نہیں دیا جب تک ستر آدمیوں نے میرے لئے گواہی نہیں دی کہ میں اس کا اہل ہوں۔"

حدیث بیان کرتے وقت صفائی کو ملحوظ خاطر رکھنا:

امام مالک جب حدیث بیان کرنا چاہتے تو صاف ستھرے ہو جاتے، خوشبو لگاتے اور داڑھی کو کنگھا کرتے اور خوب صورت لباس زیب تن کرتے۔"

(البدایہ والنہایہ، جلد 10، صفحہ 649)

بینظیر شخصیت:

حضرت امام مالک کی شخصیت ایسی ہے کہ جس میں ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں جو کسی دوسرے انسان میں جمع نہیں ہوئیں۔ان کی چند ایک خوبیاں مندرجہ ذیل ہیں:

1: آپ روشن دماغ، فہم وفراست اور وسیع علم رکھتے تھے۔

2: آپ کے حجت اور صحیح الروایۃ ہونے پر آئمہ حدیث کا اتفاق ہے۔

3: آپ کی دیانتداری، انصاف پسندی اور اتباع سنت پر سب کا اجماع ہے۔

4: فقہ حدیث، فتویٰ نویسی اور صحت قواعد میں آپ کو فوقیت اور برتری حاصل ہے۔

Marfat.com

دورِ آزمائش:

147 ہجری میں امام مالک پر ایک عظیم ابتلاء آیا اور آپ کو کوڑوں کے ساتھ پیٹا گیا۔ لوگوں میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ ابتلاء کی وجہ کیا تھی۔ بعض لوگوں نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ امام مالک نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ اگر کسی شخص کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے تو اس کی طلاق واقع نہیں ہوتی۔

ان دنوں جب خلیفہ کسی شخص سے بیعت لیتا تھا تو اس کو اس بات پر مجبور کیا جاتا تھا کہ اگر وہ خلیفہ کی بیعت کو توڑے تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جائے گی۔ حکمران طبقہ نے خیال کیا کہ لوگ امام مالک کے فتویٰ کی بنا پر آسانی سے خلیفہ کی بیعت توڑ دیا کریں گے۔

وفات:

ابو مصعب اور ابن وہیب کہتے ہیں:

"امام مالک کی وفات کا دن 10 ربیع الاول ہے۔"

ابن سفون اور ابن اویس کہتے ہیں:

"امام مالک 11 ربیع الاول کے دن فوت ہوئے۔"

ایک قول کے مطابق صبح سویرے 14 ربیع الاول کو آپ نے وصال فرمایا۔

مصعب بن زبیری کے مطابق صفر 179 ہجری کو آپ کا وصال ہوا۔

(تذکرۃ الحفاظ 201، صفحہ 179)

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 2:

سیدنا امام محمد بن اسماعیل بخاری

نام:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا نام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری ہے۔

سلسلہ نسب:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب یہ ہے:
''محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن بردزبۃ الجعفی البخاری۔''
(البدایہ والنہایہ، جلد 11، صفحہ 100)

کنیت:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو عبداللہ البخاری ہے۔

لقب:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا لقب امیر المومنین فی الحدیث ہے۔

ولادت:

امام بخاری کی پیدائش بخارا میں بعد نماز جمعہ 13 شوال 194 ہجری بمطابق 809 عیسوی کو ہوئی۔

امام بخاری کے والدین:

امام بخاری کے والد اسماعیل ایک جلیل القدر محدث تھے۔ بہت سے محدثین ان سے روایت کرتے ہیں۔ آپ کے والد محترم کو امام مالک اور حماد بن زید کی شاگردی کا بھی شرف حاصل تھا۔ بہت سارا مال و دولت ہونے کے باوجود آپ متقی اور پرہیز گار رہتے تھے۔ ان کے تقویٰ اور پرہیز گاری کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ترکہ میں مال و دولت کی کثیر تعداد چھوڑی مگر اس مال میں ایک پائی بھی مشتبہ ہونے سے پاک تھی۔
اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری کی پرورش اور تربیت حلال اور طیب مال سے ہوئی تھی۔ آپ کی والدہ محترمہ بھی بڑی عابدہ وزاہدہ خاتون تھیں۔ امام بخاری کی کم سنی میں ہی ان کے والد وصال کر گئے اور آپ شفیق باپ کی شفقت سے محروم رہے۔ بعد ازاں آپ کا اللہ تعالیٰ کے بعد واحد سہارا آپ کی والدہ محترمہ تھیں، جنہوں نے آپ کی تعلیم تربیت اور پرورش کا بیڑا اٹھایا۔

آنکھوں کا عارضہ اور ماں کی دعاؤں کی برکت:

امام بخاری بچپن ہی میں کسی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گئے تھے۔ ان

Marfat.com

...ناک واقعہ سے آپ کی والدہ کو شدید صدمہ پہنچا۔ آپ کی والدہ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و انکساری کے ...تھ دامن پھیلا کر گڑگڑا کر اپنے لخت جگر کی بینائی کیلئے دعائیں مانگیں۔ اک مضطرب و پریشان ماں، بے وسیلہ و بے ...ارا کہ جس کا اللہ کے سوا کوئی سہارا نہیں، جب اس نے اللہ کے حضور اپنا دامن پھیلایا تو اللہ تعالیٰ نے ایک والدہ کی ...اؤں کو قبول فرماتے ہوئے اس کے بیٹے کی آنکھوں کی بینائی لوٹا دی۔

حضرت امام بخاری کی والدہ کو ایک مرتبہ خواب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی زیارت ہوئی۔ فرما رہے ہیں کہ ...ہاری دعائیں قبول ہو گئیں اور تیرے اس لخت جگر کو پھر نور بصارت سے نواز دیا گیا ہے۔ چنانچہ صبح اٹھتی ہیں تو دیکھتی ...ں کہ بیٹے کی دونوں آنکھیں بالکل بے عیب اور صحیح و سالم ہیں۔ اس کے بعد امام بخاری کی بصارت اس قدر بڑھ گئی کہ ...ریخ کبیر کا مسودہ چاندنی راتوں میں تحریر فرمایا۔

...ہانت و فطانت اور علم حدیث کا شوق:

امام بخاری کو کم عمری سے ہی حدیث کا بہت زیادہ شوق تھا۔ کم سنی سے ہی احادیث نبوی میں آپ کے شوق کو ...کھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تخلیق ہی صرف علم حدیث کیلئے کی ہے۔ دس برس کی چھوٹی عمر ...ں ہی آپ مکتب تعلیم سے فارغ ہو گئے تھے۔ آپ کو حدیث کا اس قدر شوق تھا کہ جیسے ہی کوئی حدیث سنتے آپ فوراً یاد ...ر لیتے تھے۔ امام بخاری کے زمانے میں ایک محدث داخلی تھے۔ آپ ان کے حلقہ درس میں شریک ہوا کرتے تھے۔

...درہ ہزار احادیث بس سن کر سند سمیت یاد کر لینا:

ایک دفعہ امام بخاری ایک حدیث کی درسگاہ میں شریک ہوئے۔ تمام طلبہ لکھنے کیلئے کاغذ اور قلم اپنے ساتھ لے ...تے تھے، مگر امام بخاری بالکل نہ لکھتے تھے۔ دیگر طلبہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ جب آپ کچھ لکھتے نہیں ہیں تو خواہ مخواہ ...ت کا ضیاع کیوں کرتے ہیں۔؟ اسی طرح کئی دن بیت گئے۔ اس اثناء میں اس درسگاہ میں پندرہ ہزار احادیث بیان ...ں جا چکی تھیں۔ طلبہ نے جب امام بخاری کو بڑا تنگ کیا تو انہوں نے کہا:

"تم اپنی کاپیاں اپنے سامنے رکھ کر سنتے رہو، میں ویسی احادیث بیان کرتا ہوں۔"

امام بخاری نے اسی مجلس میں پندرہ ہزار احادیث بالکل اسی ترتیب سے سنا دیں جس ترتیب سے استاد نے بیان ...کیں اور اس طرح تمام طلبہ منہ دیکھتے رہ گئے۔ انہی طلبہ نے امام بخاری سے احادیث سن کر اپنی اصلاح کی۔ اس ...کے بعد امام بخاری انتہائی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے۔

...م بخاری اور شغف طلب حدیث:

خطیب بغدادی امام بخاری کی طلب حدیث کے حالات خود ان ہی کی زبانی اس طرح نقل فرماتے ہیں:

"مجھے بچپن ہی سے اللہ تعالیٰ نے حفظ حدیث کیلئے بنایا تھا۔ ابھی میری عمر دس سال ہی کی تھی کہ میں محدث داخلی ...کے حلقہ درس میں شریک ہوا کرتا تھا۔ ایک دن ان کی زبان سے یہ سند نکلی سفیان عن ابی الزبیر عن ابرھیم۔ میں

Marfat.com

نے فوراً ٹوکا اور عرض کیا: ابوالزبیر تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے۔ محدث داخلی نے مجھے جھڑک دیا۔ میں نے پھ
گزارش کی کہ ذرا اپنی اصل کتاب کی تو مراجعت کیجئے۔ انہوں نے اصل کتاب جا کر دیکھی اور واپس آ کر مجھ سے کہ
کہو میاں! پھر یہ سند ہے کس طرح؟ میں نے کہا: ابراہیم سے روایت کرنے والے زبیر ہیں اور یہ عدی کے فرزند ہ
ابوالزبیر نہیں۔ داخلی نے اسی وقت قلم اٹھا کر اپنے نسخہ کی اصلاح کر لی اور فرمایا: جو تم نے کہا وہی درست تھا۔ اس وقت
میری (امام بخاری کی) عمر گیارہ سال تھی۔"

صحابہ و محدثین ایک حدیث یا سند کے لیے کئی کئی دن کا سفر کیا کرتے تھے:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تعلیمی دور فتوحات کا زمانہ تھا اور اسلامی مملکت کی وسعت کی وجہ سے امانت حدیث کے
حاملین دور دراز کے علاقوں میں پھیل چکے تھے۔ حدیث یا اس کی اعلیٰ سند کے حصول کیلئے جو سفر اختیار کیا جاتا ہے اس
طرح کے سفر کو محدثین کی اصطلاح میں "رحلت" کہا جاتا ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین نے بھی صرف ایک حدیث کی خاطر کئی
کئی دنوں تک کا لمبا سفر طے کیا۔

امام بخاری کا طلب حدیث میں سفر کرنا:

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"امام بخاری کے سفر کا آغاز 210 ہجری سے ہوا۔ انہوں نے سماع حدیث کیلئے دور دراز مقامات کا سفر کیا۔ شام، مصر اور جزیرہ میں دو بار تشریف لے گئے اور حجاز مقدس میں چھ سال قیام فرمایا۔ کوفہ و بغداد جو علماء کا مرکز تھا، وہاں بار بار گئے اور بصرہ میں چار مرتبہ جانا ہوا اور بعض دفعہ پانچ پانچ سال تک قیام کیا۔ امام بخاری حج میں مکہ معظمہ چلے جایا کرتے تھے۔ حافظ بن حنبل بغداد کے قیام پر اصرار کرتے تھے۔"

امام بخاری کے راوی:

امام بخاری کے اساتذہ اور مشائخ کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ انہوں نے ایک ہزار سے زیادہ اساتذہ اور مشائخ
سے حدیثیں لکھیں۔ انہوں نے اپنے سے بڑے، اپنے سے برابر اور اپنے سے کم تر راویوں سے احادیث کی روایت اور
کتابت کی ہے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں:

((کتبت عن الف و ثمانین نفسالیس الا صاحب حدیث))

(مقدمہ فتح الباری، صفحہ 479)

"میں نے ایک ہزار اسی علماء سے احادیث لکھیں، جو فقط علم حدیث کے ماہر تھے۔"

امام بخاری کے مشائخ اور ان کے طبقات:

امام بخاری کے مشائخ کو پانچ طبقوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1: تبع تابعین: مثلاً: محمد عبداللہ الانصاری اور ابو عاصم النبیل۔

Marfat.com

تبع تابعین کے وہ معاصر جنہوں نے کسی ثقہ تابعی سے حدیث روایت نہیں کی۔ جیسے آدم بن ایاس۔

2: وہ جوان کے زمانے میں تھے، لیکن ثقافت تابعین سے نہیں ملے۔

3: وہ جو کبار تبع تابعین سے روایت کرتے ہیں۔ جیسے قتیبہ بن سعید، احمد بن حنبل اور اسحٰق بن راہویہ۔

4: امام بخاری کے رفیق اور ان سے ذرا بڑے۔ مثلاً: محمد بن یحییٰ ذیلی اور ابو حاتم رازی۔

5: وہ جو سن واسناد میں امام بخاری کے شاگردوں کے برابر ہیں، لیکن ان سے فائدے کے لئے آپ نے ان سے روایت کی۔ اس طبقے سے بہت کم روایات ہیں۔ جیسے عبداللہ بن حماد آملی وغیرہ۔

امام بخاری کے شاگرد:

امام بخاری کے شاگردوں اور استفادہ کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ دنیائے اسلام کے مختلف کونوں سے لوگ ان کے درس میں شرکت کیلئے آتے تھے۔ وہ کبھی مسجد میں اور کبھی گھر میں درس دیتے رہتے تھے۔ ان کے تلامذہ میں بڑے پایہ کے علماء اور محدثین تھے۔ مثلاً: حافظ ابو عیسیٰ ترمذی، ابو عبدالرحمٰن نسائی اور مسلم بن حجاج وغیرہ جو حدیث کے ارکان ستہ کے جلیل القدر رکن ہیں۔ ابوزراعہ، ابو حاتم، ابن خزیمہ محمد بن نصر مروزی، ابو عبداللہ الفربری وغیرہم بھی امام بخاری کے تلامذہ میں ہیں، جو آگے چل کر خود بڑے پایہ کے محدث ہوئے اور ہزاروں، لاکھوں کو نفع پہنچایا۔

امام بخاری کی تالیفات:

امام بخاری نے بہت ساری تصانیف یادگار چھوڑی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

1: الجامع الصحیح۔
2: الادب المفرد۔
3: التاریخ الکبیر۔
4: التاریخ الاوسط۔
5: التاریخ الصغیر۔
6: خلق افعال العباد۔
7: جزء رفع الیدین۔
8: قرأۃ خلف الامام۔
9: برالوالدین۔
10: کتاب الضعفاء۔
11: الجامع الکبیر۔
12: التفسیر الکبیر۔
13: کتاب الاشربۃ۔
14: کتاب الہبۃ۔
15: کتاب المبسوط۔
16: کتاب الکنیٰ۔
17: کتاب العلل۔
18: کتاب الفوائد۔
19: کتاب المناقب۔
20: اسامی الصحابہ۔
21: کتاب الوحدان۔
22: قضایا الصحابہ۔

Marfat.com

صحیح بخاری کی تالیف کا سبب:

امام بخاری کے عہد تک احادیث کے بہت سے مجموعے تیار ہو چکے تھے۔ جب انہوں نے ان مجموعوں کا مطالعہ فرمایا تو ان میں صحیح اور ضعیف ہر قسم کی روایات موجود تھیں۔ اس طرح انہوں نے صحیح احادیث کا مجموعہ تیار کرنے کا ارادہ فرمایا۔ صحیح بخاری کی تصنیف کا واقعہ اس طرح منقول ہے:

''ایک دن امام بخاری اسحاق بن راہویہ کی مجلس میں حاضر تھے کہ امام اسحٰق نے فرمایا: کاش! تم اہل مجلس حدیث کی کوئی ایسی کتاب جمع کرتے جس میں صرف صحیح صحیح حدیثیں ہوتیں۔ یہ بات سب نے سنی مگر دل میں اسی کے اتری جس کے نصیب میں یہ سعادت روز اول سے مقدور ہو چکی تھی۔ اس مجلس کے بعد ہی امام بخاری اس خدمت کیلئے کھڑے ہو گئے اور اس سلسلہ میں یہ خواب دیکھا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا پنکھا جھل رہا ہوں اور مکھیاں اڑا رہا ہوں، فن تعبیر کے ماہرین سے جب اس کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے کہا: تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے کذب و افتراء کی مکھیاں اڑاؤ گے۔'' (تاریخ خطیب)

صحیح بخاری کا نام اور مفہوم:

امام بخاری نے جتنی کتب تصنیف کیں ان میں سے سب سے معتبر اور مہتم بالشان ''الجامع الصحیح'' ہے۔
صحیح بخاری کا پورا نام ہے:

((الجامع الصحیح المسند من حدیث رسول اللہ و سنة و ایامه))

الجامع: جس میں فن حدیث کے آٹھوں ابواب ہوں اس کو جامع کہتے ہیں اور صحیح بخاری میں سب ابواب موجود ہیں۔

الصحیح: صحیح اس کتاب کو کہتے ہیں کہ جس کی تمام حدیثیں صحیح ہوں، اگر کوئی معلل یا شاذ روایت آ گئی تو اس کا ضمناً ذکر ہے۔

المسند: بطور تاکید کے لئے۔

سنة: اس سے مراد ہے کہ وہ کتاب جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال و احوال پر مشتمل ہے۔

ایامه: امام بخاری نے دور جاہلیت کے بعض ایسے واقعات کا بھی ذکر کیا ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا تعلق ہے۔

الجامع الصحیح کی تالیف:

امام بخاری سفر و حضر میں ہر جگہ برابر الجامع الصحیح کی تالیف کرتے تھے۔ البتہ تراجم ابواب کی ترتیب و تہذیب اور

Marfat.com

ہر باب کے تحت اندراج احادیث کا کام ایک بار تو حرم پاک میں سرانجام دیا اور دوسری بار مسجد نبوی میں منبر و محراب کے مابین اس کام کو انجام دیا اور یہ مقام "روضة من رياض الجنة" (جنت کے باغات کا ایک حصہ) ہے۔

ہر حدیث سے پہلے غسل کر کے دو رکعت نماز پڑھنا:

امام بخاری کو احادیث (صحیح) کو جمع کرنے، ان کی چھان بین اور کانٹ چھانٹ کرنے میں سولہ سال کا عرصہ لگا۔ ان کا طریقہ کار یہ تھا کہ بحث و تمحیص کے بعد جب بھی صحیح بخاری میں کوئی حدیث لکھتے تو سب سے پہلے غسل کرتے، دو رکعت نماز ادا کرتے اور بعد ازاں حدیث کو درج کرنے کے بارے میں اللہ رب العزت سے استخارہ کرتے، جب آپ کو مکمل طور پر اطمینان ہو جاتا پھر حدیث کو درج فرماتے۔

امام بخاری کا ورع و تقویٰ:

امام بخاری رات کو تیرہ رکعات نماز ادا کرتے اور رمضان المبارک کے مہینے کی ہر رات کو قرآن پاک ختم کرتے تھے۔ آپ رات دن ہر وقت صدقہ اور خیرات کرتے رہتے۔ امام بخاری حیاء، شجاعت، زہد و تقویٰ اور دنیائے فانی سے کنارہ کشی اور آخرت کی جانب رغبت کرتے تھے۔ امام بخاری خود فرمایا کرتے تھے:

"میں اللہ پاک سے اس بات کی امید رکھتا ہوں کہ میں اللہ پاک سے اس حالت میں ملاقات کروں گا کہ رغبت کرنے کے سلسلے میں مجھ سے کسی کا مطالبہ نہ ہوگا۔"

ان سے کسی نے سوال کیا کہ حدیث کی تاریخ اور اس کے جرح و تعدیل میں جو کچھ آپ نے ذکر کیا ہے کہ (بظاہر آپ نے بہت سے محدثین کی غیبت اور برائی کی ہے) تو فرمایا: "یہ سب کام غیبت میں شمار نہ ہوں گے، کیونکہ ایک موقع پر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منافق کے آپ کے پاس داخل ہونے کیلئے اجازت چاہنے پر فرمایا: اسے آنے کی اجازت دو، مگر وہ بڑا برا شخص ہے۔ اسی طرح ہم نے بھی جو کچھ لوگوں کے حالات بیان کیے ہیں وہ تو ہم نے محدثین کے اقوال نقل کیے ہیں اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہا ہے۔" (تاریخ ابن کثیر، جلد 11، صفحہ 104)

تدوین حدیث کا اسلوب:

صحیح بخاری میں فقیہانہ فوائد اور حکمت آموز نکات کثرت سے موجود ہیں۔ امام بخاری نے بعض ابواب میں تو بہت سی صحیح احادیث کا اندراج کیا ہے اور بعض میں صرف ایک حدیث ہی درج کی ہے۔ بعض میں قرآن مجید کی آیات مبارکہ اور بعض میں کچھ بھی نہیں ہے۔ امام بخاری نے یہ اسلوب قصداً اختیار کیا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اس باب میں کوئی حدیث بخاری کی شرط میں نہیں ملی۔

اتصالِ سند، اتقانِ رجال اور عدم علل:

صحیح بخاری میں صرف ایسی احادیث جمع کی گئی ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح اور متصل سندوں سے

Marfat.com

ثابت ہیں۔ امام بخاری ایسی حدیث بیان کرتے ہیں جسے ثقہ راوی نے ثقہ راوی سے روایت کیا ہو اور اس کا سلسلہ مشہور صحابی تک پہنچایا ہو اور قابل اعتماد و ممتاز ثقہ راویانِ حدیث اس حدیث میں اختلاف نہ کرتے ہوں۔ اس کا اسناد متصل ہو اور غیر مقطوع۔ اگر صحابی سے دو شخص راوی ہوں تو بہتر ورنہ! ایک ہی معتبر (ثقہ، عادل، ضابطہ) راوی کافی ہے۔ امام بخاری نے حدیث صحیح کے ضمن میں اتصال سند، اتقانِ رجال اور عدمِ علل کا بڑا خیال رکھا ہے۔

بخاری کے امتیاز کی وجہ...... شیخ کی ملاقات کی تصریح اور سماعت حدیث کا ثبوت:

امام بخاری کے نزدیک راوی حدیث کا اپنے شیخ کا ہم عصر ہونا (صحت حدیث کے لئے) کافی نہ تھا، بلکہ شیخ سے حدیث سننے کی تصریح اور اس سے ملاقات کرنے کا ثبوت ہونا بھی لازمی اور ضروری تھا۔ اسی بناء پر یہ حدیث کی پہلی کتاب ہے جو ان دقیق شرائط کے ساتھ مدون اور مرتب ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ کتاب دنیا میں صحیح بخاری کے نام سے مشہور ہے۔

ترتیب ابواب:

امام بخاری نے صحیح بخاری کو حدیث اور فقہ کے ابواب پر ترتیب دیا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ امام بخاری استنباط و احکام شرعیہ میں انتہائی باریک بین تھے۔ ان کی نگاہ انتہائی دور رس تھی۔ لیکن از راہ احتیاط تمام احکام شرعیہ و مسائل فقہ کو کتاب میں ذکر کرنے کی بجائے ترجمۃ الباب میں ذکر کرتے ہیں اور پھر انہیں احادیث سے ثابت بھی کرتے ہیں، اس لئے ابواب کے تراجم اور احادیث سے ان تراجم کی مطابقت (اور ثبوت) کے سمجھنے میں بعض اوقات دشواری پیش آتی ہے۔ اس لئے جب کسی حدیث کو اس کے مناسب مقام پر تلاش کریں گے تو وہ حدیث آپ کو وہاں ملنے کی بجائے ایسے باب میں ملے گی جس کا آپ کو خیال تک بھی نہ ہوگا۔

صحیح بخاری کی مرویات کی تعداد:

صحیح بخاری میں احادیث کی تعداد کے متعلق محققین بیان کرتے ہیں:

"مکررات اور معلقات وغیرہ سب کو ملا کر صحیح بخاری میں احادیث کی تعداد نو ہزار بیاسی ہے۔ مکررات اور معلقات کو حذف کرنے کے بعد تعداد کتنی ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ حافظ ابن حجر نے تین جگہوں میں اس پر بحث کی ہے۔ حذف مکرات و معلقات کے بعد بخاری کی احادیث کی تعداد دو ہزار پانچ سو تیرہ ہے۔ مقدمہ قسطلانی میں تصریح ہے کہ مکرات و معلقات کو حذف کرنے کے بعد بخاری میں دو ہزار چھ سو دو احادیث باقی رہتی ہیں۔

امام بخاری کے نزدیک اخذ روایات کی شرائط:

امام بخاری نے احادیث کی روایت میں جن شرائط کا اعتبار کیا ہے وہ امام مسلم کی شرائط کی نسبت زیادہ سخت ہیں، کیونکہ ہر روایت کے مابین دو چیزیں ہوتی ہیں: ایک راوی کی اپنی حیثیت اور مقام اور اس کا ذاتی جوہر یعنی اس کا

Marfat.com

عادل اور ثقہ ہونا وغیرہ اور دوسرا یہ کہ اس کا تعلق اس کے استاد سے ہو۔ اس طرح حضرت امام بخاری کے ہاں یہ دونوں شرائط پائی جاتی ہیں یعنی راوی حافظ و ثقہ ہو اور دوسرا یہ کہ اپنے استاد سے ملاقات ہونا بھی ثابت ہو اور اس کے سفر و حضر میں رہا ہو۔ ورنہ! کم از کم حضر میں تو ملازمت رہی ہو، کیونکہ جو آدمی سفر و حضر میں اس کے ساتھ ہوگا اس سے غلطی کے امکانات کم ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس امام مسلم پہلی شرط میں تو امام بخاری کے ساتھ ہیں یعنی راوی کا عادل اور ثقہ ہونا، البتہ دوسری شرط میں ان کے ساتھ ملاقات ضروری نہیں بلکہ صرف امکان لقاء ہی کافی ہے۔

صحیح بخاری کی شہرت:

جب امام بخاری نے اپنی تصنیف ''صحیح بخاری'' کو اپنے حلقہ درس میں متعارف کرایا اور اس کا درس دینا شروع کیا تو اس کی شہرت پوری دنیا میں پھیل گئی اور دور دراز کے علاقوں سے تشنگانِ حدیث امام بخاری سے صحیح بخاری کے حصول کیلئے دوڑ دوڑ کر آنے لگے۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد صحیح بخاری حاصل کرنے اور پڑھنے والوں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ ہو گئی۔ اس طرح تمام اسلامی شہروں میں صحیح بخاری کے نسخے پھیل گئے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ محدثین نے اور کتابوں کی بجائے صحیح بخاری کو ہی پڑھنا پڑھانا، اس کی شرحیں لکھنا اور تلخیص کرنا اپنا مشغلہ بنا لیا۔ علماء حدیث کا حلقہ امام بخاری کی اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد بہت زیادہ خوش ہوا۔

صحیح بخاری اور امام ذہبی:

حافظ ذہبی فرماتے ہیں:

''امام بخاری کی الجامع الصحیح اسلامی کتابوں میں اللہ کی کتاب (قرآن) کے بعد سب سے زیادہ صحیح اور اعلیٰ و افضل کتاب ہے۔ لہٰذا اگر کوئی طالب حدیث اس کتاب کو پڑھنے کیلئے ایک ہزار فرسخ کا سفر بھی طے کرے تو اس کا سفر رائیگاں نہ ہوگا۔''

صحیح بخاری کی خصوصیات:

امام بخاری کی تصنیف صحیح بخاری کی بہت سی خصوصیات ہیں۔ ان میں چند مندرجہ ذیل ہیں:

1: صحیح بخاری کی کتابت کرتے وقت جب کبھی امام بخاری کو کتاب لکھنے کا سلسلہ چھوڑنا پڑا تو دوبارہ جب بھی لکھنے کا آغاز کیا تو بسم اللہ سے اس کی ابتداء کی۔

2: امراض و مصائب اور دشمن کی طرف سے خوف اور گرانی کی صورت میں صحیح بخاری کا پڑھنا تریاق مجرب ہے۔

3: صحیح بخاری کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں بائیس روایات ثلاثی ہیں جن کا تذکرہ حاشیہ پر کیا گیا ہے۔

4: امام بخاری کا معمول ہے کہ جب حدیث میں کوئی ایسا غریب لفظ آ جاتا جس کی مثال اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود ہے تو اس کی وضاحت میں مفسرین کرام کے اقوال نقل فرما دیتے ہیں۔ اس طرح کبھی کبھی باب کی

Marfat.com

مناسبت کے پیش نظر قرآنی آیات کی جانب اشارہ فرماتے ہیں اور اکثر آیات کی بجائے صرف اس کے چند الفاظ نقل کر دیئے ہیں۔ تاریخ پر بھی امام بخاری کی مجتہدانہ نظر تھی۔

5: امام بخاری ہر کتاب کے آغاز میں اس کے زمانہ نزول اور مشروعیت کی ابتداء کی طرف بھی کبھار اشارہ کرتے ہیں۔

6: کتاب کی ابتداء وانتہا میں گہرا ربط پایا جاتا ہے۔ اس کتاب کا آغاز **"انما الاعمال بالنیات"** کی حدیث مبارکہ سے فرمایا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعمال کی قبولیت کیلئے نیت اور اخلاص کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ حافظ ابن حجر نے اپنے استاد کا قول نقل فرمایا ہے کہ امام بخاری نے اپنی کتاب کو کتاب التوحید پر ختم کیا، کیونکہ توحید ہی آخرت میں کامیابی اور ناکامی کی اصل میزان ہے۔

7: صحیح بخاری کی ایک خصوصیت اس کے تراجم ابواب ہیں، جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ امام بخاری کی فقاہت ان کے ابواب کے عنوانات سے عیاں ہوتی ہے۔

صحیح بخاری کی مقبولیت اور اہمیت:

صحیح بخاری کی قبولیت اور اہمیت کا اندازہ اس کی شروح، تعلیقات اور حواشی کی اکثریت سے باآسانی لگایا جاسکتا ہے۔ امام بخاری کے مجموعہ احادیث کو سمجھنے اور دوسروں کو سمجھانے کیلئے ہر دور کے علماء وفقہاء اپنی کوششوں کو بروئے کار لاتے رہے۔ کسی نے مختصر شرح لکھی اور کسی نے مطول ومفصل، اس میں کچھ شک نہیں کہ علمائے اسلام نے کتاب اللہ (قرآن مجید) کے بعد کسی اور کتاب کا اتنا اہتمام نہیں فرمایا جتنا کہ صحیح بخاری کا اہتمام فرمایا۔

صحیح بخاری کی شروحات وحواشی:

ہر دور کے علماء نے صحیح بخاری پر شروح اور حواشی لکھے ہیں۔ اس کتاب کی عظمت اور جلالت شان کا اندازہ کرنے کیلئے یہی کافی ہے کہ صحیح بخاری کی صرف شروحوں کی تعداد تقریباً 82 ہے۔ ان میں سب سے زیادہ شہرت فتح الباری کو حاصل ہوئی۔ چند مشہور ترین شروعات مندرجہ ذیل ہیں:

1: فتح الباری از حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی 852 ہجری۔

2: عمدۃ القاری از علامہ بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی الحنفی متوفی 855 ہجری۔

3: ارشاد الساری از شہاب احمد بن محمد الخطیب القسطلانی المصری صاحب المواہب الدنیہ التوفی 923 ہجری۔

4: الکواکب الدراری از علامہ شمس الدین محمد بن یوسف علی کرمانی التوفی 786 ہجری۔

5: شرح النووی از علامہ نووی التوفی 679 ہجری۔

6: تیسیر القاری از علامہ نور الحق بن مولانا عبدالحق الدہلوی، التوفی 1073 ہجری۔

8: التوشیح علی الجامع الصحیح از حافظ جلال الدین سیوطی التوفی 911 ہجری۔

Marfat.com

9: شواہد التوضیح والتصحیح از شیخ جمال الدین الشافعی التوفی 672 ہجری۔

امام بخاری کی مالی حالت:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے امام بخاری کو بے پناہ دولت سے نوازا تھا۔ آپ کو اپنے والد محترم کی طرف سے ترکہ میں بھی بہت سارا مال ملا۔ آپ اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے تھے۔ بعض اوقات تو نوبت یہاں تک آ جاتی کہ آپ کو ایک دن میں صرف دو یا تین باداموں پر گزارا کرنا پڑتا۔

علم باعث فضیلت ہے:

امام بخاری کی خودداری کا عالم یہ تھا کہ کسی بادشاہ نے انہیں یہ پیغام بھجوایا کہ وہ شاہی محل میں تشریف لا کر حدیث اور قرآن کا درس دیا کریں۔ اس پر آپ نے ان کے گھر جا کر بچوں کو درس دینے سے انکار کر دیا اور کہا:

"کیا علم اور حلم ان کے گھر لایا جائے گا۔؟ یعنی اگر کوئی علم سیکھنے کا شوق اور ارادہ رکھتا ہے تو وہ خود چل کر آئے۔"

وفات:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شب عید الفطر 256 ہجری کو 62 سال (میں سے تیرہ دن کم) کی عمر میں وفات پائی۔ آپ خرتنگ میں دفن ہوئے۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 3:

حجۃ الاسلام امام مسلم

نام ونسب:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام مسلم بن الحجاج القشیری النیشاپوری ہے۔

کنیت اور لقب:

امام مسلم کی کنیت ابوالحسین اور لقب حجۃ الاسلام ہے۔

پیدائش:

امام مسلم کے سن ولادت میں مؤرخین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔شاہ عبدالعزیز نے ان کا سال ولادت 202 ہجری لکھا ہے،امام ذہبی نے 204 ہجری بیان کیا ہے اور ابن اثیر نے 206 ہجری۔

امام مسلم کا تعارف:

امام مسلم بلند قامت،سرخ وسفید رنگ اور وجیہہ شخصیت کے مالک تھے۔آپ سر پر عمامہ باندھتے تھے۔آپ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔آپ تجارت کے ذریعے اپنی ضروریات زندگی کو پورا کرتے تھے۔

نیشاپور اور علم حدیث:

ابتدائی تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد تقریباً چودہ سال کی عمر میں امام مسلم نے حدیث کا علم حاصل کرنا شروع کیا۔فن حدیث کے حصول کیلئے انہوں نے انتہائی محبت اور لگن سے کام لیا۔اس وقت ہر طرف علم حدیث کا غلغلہ تھا۔جس شہر میں آپ کی پیدائش ہوئی اس وقت اس شہر کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔نیشاپور شہر کے متعلق علامہ تاج الدین سبکی فرماتے ہیں:

((قد کانت نیسابور من اجل البلاد و اعظمها لم یکن بعد بغداد مثلها))

(طبقات شافعیہ)

''نیشاپور عظیم ترین اور جلیل ترین شہر تھا۔بغداد کے علاوہ علمی لحاظ سے اس شہر کا کوئی مقابل نہیں تھا۔''

علم حدیث کے لیے سفر:

امام مسلم نے احادیث کو جمع کرنے کیلئے دور دراز کے سفر طے کئے۔انہوں نے عرب،مصر،شام اور عراق تک کا سفر طے کیا۔

مشہور اساتذہ:

علم حدیث کے حصول کی خاطر امام مسلم نے بہت سے شہروں کی طرف رخ کیا۔مندرجہ ذیل مشہور محدثین کرام

Marfat.com

سے بھی احادیث حاصل کیں:

"امام احمد بن حنبل، اسحق بن راہویہ، عبداللہ بن سلمہ قعنبی، محمد بن مہران جمال، ابوغسال سعید بن منصور اور ابومصیب۔"

(صحیح مسلم شریف مع مختصر شرح نووی، جلد 1 صفحہ نمبر 8)

امام بخاری کے شاگرد:

محدثین عرب وعجم کے علاوہ امام مسلم نے امام بخاری سے بھی نیشاپور میں بہت کچھ استفادہ کیا۔

تصانیف:

امام مسلم نے مندرجہ ذیل کتب تصنیف کیں:

1: الجامع الصحیح۔ 2: المسند الکبیر۔
3: کتاب السماء والکنی۔ 4: کتاب الجامع علی الباب۔
5: کتاب العلل۔ 6: کتاب الوحدان۔
7: کتاب الافراد۔ 8: کتاب سیرت احمد بن حنبل۔
9: کتاب حدیث عمرو بن شعیب۔ 10: کتاب الانتفاع باہب السباع۔
11: کتاب مشائخ مالک۔ 12: کتاب مشائخ ثوری۔
13: کتاب مشائخ شعبہ۔ 14: کتاب من لیس لہ الا راوواحد۔
15: کتاب المخضرمین۔ 16: کتاب اولاد الصحابہ۔
17: کتاب اوہام المحدثین۔ 18: کتاب الطبقات۔
19: کتاب افراد الشامین۔ 20: مسند امام مالک۔ 21: سند الصحابہ۔

صحیح مسلم کا شرف:

امام مسلم نے کثیر تعداد میں کتابیں لکھیں، لیکن ان سب میں سب سے زیادہ مقبولیت اور شہرت جس کتاب کو نصیب ہوئی وہ ان کی کتاب "الجامع الصحیح" ہے۔ اس کتاب کو یہ شرف حاصل ہے کہ صحیح بخاری کے ساتھ ساتھ ہمیشہ اس کتاب کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ یہ خاص احادیث صحیحہ پر مشتمل کتاب ہے۔ اس کتاب کا درجہ صحیح بخاری کے بعد ہے۔

سبب تالیف:

1: صحیح مسلم کو تالیف کرنے کا مقصد یہ تھا کہ احادیث نبوی جو صحیح اور متصل ہونے کے ساتھ ساتھ دین کے احکام اور سنن پر مشتمل ہوں ان کو اس انداز سے جمع کر دیا جائے کہ فقہ اسلامی پر کام کرنے والوں کیلئے آسانی پیدا ہو جائے۔

Marfat.com

2: صحیح مسلم کو تالیف کرنے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ وعظ پیشہ لوگ، زنادقہ اور صوفی نما جاہل عام لوگوں کو منکر حدیثیں سنا کر فریب اور دھوکا دے رہے تھے۔ امام مسلم نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو اس تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لا جائے اور اس طرح احادیث صحیحہ پر مشتمل حدیث کی ایسی کتاب مرتب کی جائے کہ جس کا مطالعہ کر کے لوگ مطمئن ہو جائیں اور اس طرح فساد کو پھیلانے والے گروہوں سے نجات حاصل کر لیں۔

امام مسلم نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں یہی اغراض بیان کی ہیں۔

امام مسلم کے اس بیان سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ وہ خالص احادیث صحیحہ کو یکجا کرنے کے متمنی تھے۔ استنباط مسائل ان کے پیش نظر نہ تھا۔ وہ اس لئے تاکہ عوام و خواص یکساں طور پر اس سے استفادہ کر سکیں۔ نیز عوام ان عجیب و غریب احادیث سننے سے چھٹکارہ حاصل سکیں جن کو وعظ پیشہ اور صوفی نما قسم کے نام نہاد محدثین نے لوگوں میں پھیلا دیا تھا۔

انداز مسلم:

امام مسلم نے اپنی اس تصنیف کو انتہائی حکیمانہ انداز میں ترتیب دیا ہے جس کی وجہ سے اس کتاب سے استفادہ کرنا انتہائی آسان ہو گیا ہے۔ امام مسلم نے اس کتاب کو مرتب کرنے میں یہ طریقہ اور انداز اپنایا ہے کہ وہ قریب المعانی ملتی جلتی احادیث کو ایک جگہ پر بھی ذکر کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کے مختلف طرق و اسانید اور ان کے الفاظ کے فرق اور اختلاف کو مختصر عبارت میں انتہائی ترتیب اور حد درجہ احتیاط کے ساتھ بیان کیا ہے۔

تین لاکھ احادیث سے انتخاب:

امام مسلم فرماتے ہیں:

((صنفت هذا المسند الصحيح في ثلث مائة الف حديث مسموعة))

''میں نے تین لاکھ احادیث سے یہ مسند صحیح (مسلم) کا انتخاب کیا ہے۔''

صحیح مسلم کی روایات کی تعداد:

علامہ طاہر جزائری کے نزدیک مکرات کے حذف کے بعد صحیح مسلم کی تعداد روایات چار ہزار ہے۔

علامہ عراقی فرماتے ہیں:

''مکرات کا لحاظ کیا جائے تو صحیح مسلم کثرت طرق میں بخاری سے زائد ہے۔''

احمد بن سلمہ فرماتے ہیں:

''صحیح مسلم میں بارہ ہزار احادیث ہیں۔''

ابو حفص میانجی فرماتے ہیں:

''صحیح مسلم میں مکرات کو حذف کرنے کے بعد آٹھ ہزار احادیث رہ جاتی ہیں۔''

Marfat.com

صحیح مسلم کے اہم ترین عنوانات:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم میں درج ذیل عنوانات کو بیان کیا ہے:

1: ارکان خمسہ۔ 2: نکاح۔
3: غلامی۔ 4: تبادلہ مال۔
5: میراث۔ 6: جہاد۔
7: قربانی۔ 8: آداب اور رواج۔
9: انبیاء وصحابہ۔ 10: قضاء وقدر
11: دیگر دینی اور عاقبت سے متعلق موضوعات۔ 13: کتاب التفسیر۔

امام مسلم کا اسلوب:

امام مسلم نے اپنی تصنیف ''صحیح مسلم'' کی تالیف اور ترتیب میں انتہائی زیادہ احتیاط سے کام لیا ہے۔ آپ نے سند حدیث میں راویوں کے اسماء کے ضبط کا بڑا خاص خیال رکھا ہے۔ جس حدیث کے راوی کا اصل سند میں صرف ذکر کیا گیا ہو اور اس کے نسب کا ذکر نہ ہو جس سے ابہام پیدا ہو تو وہ اس کی وضاحت فرماتے ہیں، لیکن ایسا کرنے میں وہ احتیاط سے کام لیتے ہیں تاکہ استاذ کے بیان کیے گئے الفاظ میں کسی قسم کا خلل نہ آئے۔

اسی طرح اگر راوی کے اسم صفت، کنیت اور نسب میں اختلاف ہو تو امام مسلم اس کا بھی بیان کر دیتے، نیز جس اسناد میں کوئی علت خفیہ ہو تو اس کو بھی ظاہر کر دیتے ہیں۔ اگر سند میں اتصال یا ارسال اور متن میں زیادتی یا کمی کا اختلاف ہو تو اس کو بھی واضح کر دیتے ہیں۔ الفاظ حدیث کے اختلاف کو ''والالفاظ لفلان'' کے ساتھ اسی جگہ بیان کرتے ہیں۔

تین قسم کے راوۃ:

جس زمانے میں امام مسلم نے اپنی کتاب کو مرتب فرمایا اس وقت موضوع وضعیف، صحیح اور غلط ہر قسم کی احادیث موجود تھیں۔ اس بناء پر انہوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں احادیث کی تین قسمیں اور راویوں کے تین طبقے قرار دیے ہیں۔ جن سے ان کی شرائط کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

وہ احادیث جو بالکل صحیح ہوں اور ان کے راوۃ متقن، ضابطہ اور ثقہ تسلیم کیے گئے ہوں۔

وہ احادیث جن کے رواۃ باعتبار ثقاہت اور حفظ واتقان کے پہلے قسم کے راویوں سے کم ہیں۔

ایسی احادیث جن کے رواۃ کو عموماً یا اکثر محدثین نے مردود قرار دیا ہو۔

امام مسلم فرماتے ہیں:

Marfat.com

''قسم اول (صحیح راویوں سے مروی احادیث) کے بعد دوسری قسم (کے راویوں سے مروی احادیث) کتاب میں درج کروں گا، لیکن تیسری قسم کی جانب التفات نہ ہوگا۔''

شرائط مسلم:

حافظ ابن الصلاح نے کہا:

''امام مسلم کی شرط یہ ہے کہ حدیث متصل الاسناد ہو۔ اول سے آخر تک ایک ثقہ دوسرے ثقہ سے نقل کرتا ہو اور اس میں کسی قسم کا شذوذ یا علت نہ ہو۔

امام مسلم، امام بخاری اور ثقہ راوی:

امام سیوطی فرماتے ہیں:

''امام مسلم کے نزدیک ثقہ سے مراد یہ ہے کہ وہ راوی امام مسلم کے نزدیک ثقہ ہو، اگرچہ اوروں کے نزدیک ثقہ نہ ہو اور اسی وجہ سے امام مسلم نے چھ سو پندرہ ایسے لوگوں سے روایت کی جن سے امام بخاری نے روایت نہیں کی۔ اسی طرح امام بخاری نے چار سو چونتیس ایسے شخصوں سے روایت کی ہے جن سے امام مسلم نے روایت نہیں کی۔ کتنی ہی حدیثیں ایسی نکلیں گی جو مسلم کی شرط پر صحیح ہیں اور بخاری کی شرط پر صحیح نہیں۔ اس لئے امام مسلم کے نزدیک اس کے راویوں میں وہ سب شرطیں پائی جاتی ہیں جو صحت حدیث کے لئے ضروری ہیں، مگر بخاری کے نزدیک نہیں پائی جاتی۔''

(صحیح مسلم مع شرح نووی، صفحہ 11)

صحیح مسلم کی انفرادیت وخصوصیات:

صحیح مسلم ان خوبیوں میں منفرد ہے جو امام بخاری کی صحیح میں نہیں:

1: ایک متن حدیث جب اسانید متعددہ سے مروی ہو تو امام مسلم ان تمام اسانید کو ان کی احادیث کے ساتھ ایک جگہ ذکر کر دیتے ہیں۔ وہ نہ ان احادیث کو متعدد ابواب میں متفرق کرتے ہیں، نہ ایک حدیث کی مختلف ابواب میں تقطیع کرتے ہیں۔

2: حدیث کو اس کے اس اصل الفاظ کے ساتھ وارد کرتے ہیں۔ نہ روایت بالمعنی کرتے ہیں اور نہ حدیث کا اختصار کرتے ہیں۔

3: ابواب کے تحت صرف احادیث لاتے ہیں، آثار صحابہ اور اقوال تابعین کے ساتھ احادیث کو مخلط نہیں کرتے۔''

صحیح بخاری کے مقابل صحیح مسلم کی خصوصیات:

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو صحیح بخاری کو صحت وغیرہ بہت سے امور میں پورے مجموعہ احادیث پر برتری حاصل ہے، لیکن بعض حیثیات سے صحیح مسلم کو برتری حاصل ہے اور صحیح بخاری کو پورے ذخیرۂ احادیث پر امتیاز اور فوقیت ہے

Marfat.com

ذیل میں صحیح مسلم کی چند ایک خصوصیات بیان کی جاتی ہیں۔ جو ’’شرح مقدمہ صحیح مسلم‘‘ سے لی گئی ہیں:

1: اگر امام مسلم دو یا دو سے زیادہ روایات کو بیان کرتے ہیں جس میں معنی کے اتحاد کے ساتھ الفاظ مختلف ہوں تو وہ دونوں کو ایک سند میں جمع فرما دیتے ہیں، لیکن جس راوی کے الفاظ بیان کرتے ہیں اس کی تعین کر دیتے ہیں۔

2: امام مسلم نے حدثنا و اخبرنا کے مابین بھی فرق قائم رکھا ہے۔ اصل یہ ہے کہ محدثین کرام کی تدریس کے دو طریقے رہے ہیں۔ ایک تو یہ کہ استاد پڑھے اور تلامذہ سنیں۔ دوسرا استاد شاگرد کے ہاتھوں میں مجموعہ حدیث دے دے اور شاگرد پڑھے اور استاد سنے۔ حدیث کی صحت وقطعیت میں ان دونوں سے کوئی فرق نہ پڑتا، لیکن بحث یہ ہے کہ پہلی قسم کی حدیثوں کو حدثنا اور دوسری قسم پر اخبرنا کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں۔ امام بخاری کے نزدیک حدثنا کی جگہ پر اخبرنا یا اخبرنا کی جگہ حدثنا کر دینے میں بھی کوئی حرج نہیں، لیکن محدثین کی ایک جماعت جس میں امام شاعری، امام اوزاعی اور امام نسائی جیسے اکابرین داخل ہیں، نے دوسری قسم کی روایتوں کیلئے صرف اخبرنا رکھا ہے۔ امام مسلم بھی انہی لوگوں کے ہم خیال ہیں۔

3: صحیح مسلم سے استفادہ کرنا انتہائی آسان ہے، کیونکہ اس میں ہر ایک حدیث کو اس کی مناسب جگہ اور اس کے متعلقہ باب میں بیان کیا گیا ہے۔

4: صحیح مسلم میں امام مسلم نے مختلف طرق اور تحویل اسانید کو اعجاز کے ساتھ نہایت عمدہ عبارت میں پیش کیا ہے۔

5: صحیح مسلم کو جن حیثیتوں کی بناء پر ایک بے مثال تصنیف کہا گیا ہے ان میں ایک خوبی اس کتاب کی طرز اور حسن ترتیب ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مسلم علم حدیث کی باریکیوں اور اسرار سے کس طرح واقف تھے۔

6: امام مسلم نے اپنی اس کتاب کو اپنے شہر میں اطمینان اور سکون کے ساتھ تصنیف کیا۔ اس وقت امام مسلم کے بہت سے مشائخ زندہ تھے، یہی وجہ ہے کہ الفاظ کے سیاق وسباق میں انتہائی احتیاط اور غور وفکر سے کام لیا ہے۔

7: امام مسلم روایتوں کے الفاظ کے اختلاف کو اچھی طرح ضبط کرتے ہیں۔ جیسے فرماتے ہیں:

((حدثنا فلان و فلان و اللفظ لفلان قال او قال حمد حدثنا فلان))

8: بھی کسی حرف میں روایتوں کا اختلاف ہوتا ہے جس سے معانی میں تغیر واقع ہو جاتا ہے اور کبھی اس سے معانی میں تغیر نہیں ہوتا، البتہ یہ تغیر بسا اوقات ایسا پوشیدہ ہوتا ہے کہ جس سے واقفیت کسی ماہر فن کو ہی ہو سکتی ہے، لیکن امام مسلم نے پوری کتاب میں اس کو بیان کرنے کا التزام فرمایا ہے۔

8: امام مسلم حدیث کے پورے متن کو یکجا بیان کرتے ہیں اور اس کے پورے الفاظ کو نقل کرتے ہیں اور روایت بالمعنی کی بجائے روایت باللفظ بیان کرتے ہیں۔ جو ان کے غایت احتیاط کی دلیل ہے اور اس کو صحابہ اور بعد کے لوگوں کے اقوال کے ساتھ ضم نہیں کرتے۔

Marfat.com

صحیحین میں موازنہ:

امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی اپنی تصنیف میں صرف ان احادیث کو شامل کیا ہے جو صحیح ہیں۔ اگر چہ یہ دونوں کتب صحت کا التزام کرنے میں شریک ہیں، مگر صحیح بخاری صحیح مسلم سے افضل اور مقدم ہے۔ اس کی دو دلیلیں ہیں:

1: اہل فن اور کبار محدثین نے صحیح بخاری کو افضل قرار دیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر امام نسائی سے نقل کرتے ہیں:

''جملہ کتب حدیث میں سے کوئی کتاب بھی صحیح بخاری سے افضل نہیں ہے۔''

حافظ ابن حجر کہتے ہیں:

''صحیح بخاری کو افضل قرار دینے کی وجہ اس کی ''جودت اسناد'' ہے، اس لئے کہ محدثین کے نزدیک اجود سے سند ہی کی جودت اور عمدگی مراد لی جاتی ہے۔ امام نسائی کا صحیح بخاری کو ''اجود'' قرار دینا اس کی انتہائی تحسین وتوصیف ہے، اس لئے کہ امام نسائی بڑے محتاط ناقد رجال تھے۔ اسماء الرجال کے نقد وتبصرہ میں وہ اپنے تمام اہل عصر پر فوقیت رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض محدثین نے ان کو امام مسلم سے بھی بڑا نقاد ٹھہرایا ہے۔ امام دار قطنی امام نسائی کو ابو بکر بن خزیمہ صاحب الصحیح سے بھی بڑھ کر ناقد احادیث تسلیم کرتے ہیں۔''

امام مسلم نے بکثرت ایسے لوگوں سے روایت کیا ہے جن سے امام بخاری نے روایت نہ کیا۔ دونوں کا ارادہ نیک تھا، البتہ امام بخاری نے روایت حدیث میں جس تشدد سے کام لیا وہ دوسروں میں مفقود ہے۔

2: صحیح حدیث کا دارومدار اور انحصار اس بات پر ہے کہ حدیث کی سند متصل ہو اس کے رواۃ ورجال حافظ اور ضابطہ ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ خوبیاں مسلم کی نسبت بخاری میں قوی تر ہیں۔

دیگر کتب کے مقابل صحیح مسلم کی خصوصیات:

1: صحیح مسلم احادیث کی دوسری کتابوں سے اس لحاظ سے مختلف ہے کہ اسے ابواب میں تقسیم نہیں کیا گیا۔ اس کے برعکس امام بخاری کی تصنیف صحیح بخاری میں احادیث کو تراجم کے اعتبار سے مرتب کیا گیا ہے۔

2: صحیح مسلم میں احادیث کی ترتیب دریافت کرنے میں زیادہ مشکل پیش نہیں آتی، کیونکہ احادیث کا فقہ کے ان تصورات سے بڑا قریبی تعلق ہے جو ان سے مطابقت رکھتے ہیں۔ درحقیقت اس کتاب میں احادیث کے ایسے عنوانات قائم کیے گئے ہیں جو صحیح بخاری کے تراجم سے مماثل ہیں۔

3: مسلم کے اور احادیث کے دیگر مجموعوں میں ایک اور فرق یہ ہے کہ انہوں نے اسناد پر خاص توجہ دی ہے۔ یہاں تک کہ ان کی تصنیف میں ایک حدیث کے بعد اکثر متعدد ومختلف اسانید مذکور ہیں جو اس حدیث کی یا اس سے کسی قدر مختلف متن کی تمہید کا کام دیتے ہیں، لیکن امام مسلم نے اس ضمن میں جس صحت کا اہتمام کیا ہے اس کی بناء پر ان کی تعریف کی جاتی ہے۔

3: امام مسلم نے اپنی تصنیف کے شروع میں علم حدیث کے متعلق ایک مقدمہ بھی لکھا ہے۔ خود اس تصنیف کے 54

Marfat.com

عنوانات ہیں جو حدیث کے عام موضوعات سے متعلق ہیں۔

4: صحیح مسلم کتاب تفسیر قرآن کے عنوان پر ختم ہوتی ہے۔(جس میں صرف 34 حدیثیں ہیں)اس کے مقابلے میں کتاب الایمان (میں 380 حدیثیں ہیں اور اس) سے اس تصنیف کا آغاز ہوتا۔کتاب الایمان میں اسلام کے مبادیات پر ایک سیر حاصل تبصرہ ہے۔

شروحات صحیح مسلم:

صحیح مسلم پر بے شمار حواشی لکھے گئے اور بہت ساری شرحیں تصنیف کی گئی ہیں۔ذیل میں چند شروح کا ذکر کیا جاتا ہے:

1: المفہم فی شرح غریب مسلم۔ 2: شرح مسلم۔
3: المعلم بفوائد کتاب مسلم۔ 4: الاکمال فی شرح مسلم۔
5: المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم۔ 6: المنہاج فی شرح مسلم بن الحجاج۔
7: شرح زوائد مسلم علی البخاری۔ 8: منہاج الابتہاج شرح مسلم بن الحجاج۔
9: مختصر شرح النووی۔ 10: اسراج الوہاج۔

امام مسلم اپنے اساتذہ کی نظر میں:

امام مسلم کے زمانے میں فن حدیث کے سینکڑوں آئمہ پیدا ہو چکے تھے جن میں سے بہت سے مشائخ کو آپ کے اساتذہ ہونے کا بھی شرف حاصل ہوا۔امام مسلم کی فطری قابلیت اور قوت حافظہ اس قدر تھا کہ اپنے مشائخ کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔اسحٰق بن راہو یہ جیسے امام فن نے پیشن گوئی فرمائی:

((ای رجل یکون هذا))

''اللہ جانے یہ کس بلا کا شخص ہوگا۔''

حافظ اسحٰق کوسج نے امام مسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:

((لن یعدم الخیر ما ابقاك الله للمسلمین))

''جب تک اللہ تعالیٰ آپ کو مسلمانوں کیلئے باقی رکھے گا آپ کے ہاتھ سے خیر نہ جائے گی۔''

امام مسلم کا زہد و تقویٰ:

امام مسلم نے تمام زندگی کسی کی غیبت اور برائی نہیں کی۔آپ ہمیشہ اپنے اساتذہ اور مشائخ کا احترام اور ان کی عزت کرتے تھے۔آپ نہایت پاکیزگی اختیار کرنے والے اور انصاف پسند تھے۔

امام مسلم کی وفات:

امام مسلم کے وصال کا ذکر بھی انتہائی عجیب و غریب طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔خطیب بغدادی نے امام مسلم

Marfat.com

کے وصال کے سبب میں یہ واقعہ بیان کیا ہے:

''ایک مجلس مذاکرہ میں ان سے ایک حدیث کے بارے میں ریافت کیا گیا، مگر وہ اس وقت اس کا جواب نہ دے سکے، اس کی تحقیق کیلئے اپنے گھر چلے گئے، چراغ جلایا اور اپنے گھر والوں کو تاکید کردی کہ میرے پاس کوئی نہ آئے۔ اس سے قبل کھجور کی ایک ٹوکری کسی نے ہدیۃً انہیں پیش کی تھی، وہ وہیں پڑی ہوئی تھی، اس سے وہ ایک ایک کھجور اٹھا کر کھاتے جاتے اور اس حدیث کو اپنے اوراق میں تلاش کرتے جاتے۔ اس طرح ساری رات گزر گئی اور صبح بھی ہوگئی۔ ادھر پوری ٹوکری کھجور کی ختم ہوگئی اور انہیں اس کا احساس تک نہ ہوا، مگر پیٹ پر اس کا بوجھ پڑا اور خراب ہوگیا۔ وہ بیمار ہوگئے۔ آخر بروز یک شنبہ شام کے وقت وفات ہوگئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ دوسرے روز دوشنبہ 25 رجب 261 ہجری کو نیشاپور ہی میں دفن کردیئے گئے۔''

(تاریخ ابن کثیر، البدائیہ والنہایہ، جلد 11، صفحہ نمبر: 23

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 4:

سیدنا امام محمد بن عیسیٰ ترمذی

اسم:

امام ترمذی کا اسم محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن الضحاک ہے۔

سلسلہ نسب:

امام ترمذی کے سلسلہ نسب میں اختلاف ہے۔ مشہور ترین درج ذیل تین اقوال ہیں:

1: بعض کے نزدیک آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے:
''محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن الضحاک ہے۔''

2: بعض کے نزدیک یوں مروی ہے:
''محمد بن عیسیٰ بن یزید بن سورہ بن السکن ہے۔''

3: ''محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن شداد بن عیسیٰ السلمی الترمذی الضریر۔''

(تاریخ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد 11، صفحہ نمبر 191)

ولادت:

امام ترمذی 209 ہجری کو ترمذ کے مقام پر پیدا ہوئے۔

علم حدیث کی شہرت:

جس دور میں امام ترمذی کی پیدائش ہوئی اس وقت علم حدیث شہرت کی بلندیوں تک پہنچ چکا تھا۔

علم کے حصول کیلئے سفر:

امام ترمذی نے جیسے ہی شعور کی آنکھیں کھولیں انہیں حدیث کا علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ آپ کے زمانے میں حدیث کے علم کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ چنانچہ آپ نے حدیث کا علم حاصل کرنے کی خاطر مختلف علاقوں اور ملکوں کی جانب رخت سفر باندھا۔

حافظ ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

((طاف البلاد وسمع خلقا من الخر اسائین والعراقیین والحجازبین))(تھذیب التھذیب، جلد 9)

''امام ترمذی نے دیگر شہروں کا دورہ کیا اور بہت سارے علماء سے احادیث سنیں جن کا تعلق خراسان، عراق اور حجاز سے تھا۔''

Marfat.com

امام ترمذی کی ذہانت:

اللہ تعالیٰ جب کسی سے کوئی بڑا کام لینا چاہتا ہے تو اس کے مطابق اسباب بھی پیدا فرمادیتا ہے۔امام ترمذی کو جس قدر اکابرین ومحدثین سے علم حاصل کرنے کا موقع ملا اسی قدر اللہ تعالیٰ نے آپ کو حافظہ عطا فرمایا تھا۔امام ترمذی ایک بار جو چیز اپنے اساتذہ سے سن لیتے تھے وہ آپ کو فوراً ازبر ہو جاتی تھی۔

آپ کے حافظہ سے متعلق کتب تاریخ وسیر میں ہے:

''بعض محدثین نے ابوعیسیٰ کا امتحان لیا اور اپنی چالیس غریب حدیثیں ان کے سامنے پڑھیں جو ابوعیسیٰ نے اسی وقت زبانی پڑھ کر سنادیں۔''

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ میں نے مکہ کے راستے میں ایک شیخ کی حدیث کے دو جز لکھے۔اتفاقاً میری ان سے ملاقات ہوگئی۔میں نے ان سے وہ احادیث بیان کرنے کیلئے درخواست کی جو انہوں نے منظور فرمالی۔میں سمجھتا تھا کہ ان کی احادیث کے لکھے ہوئے دونوں جزء میرے پاس ہیں،لیکن بدقسمتی سے میرے ہاتھ میں دو سفید جزء تھے جن میں کچھ بھی تحریر نہ تھا۔شیخ وہ احادیث مجھے سنانے لگے،لیکن جب دیکھا کہ میرے ہاتھ میں دو سفید جزء ہیں تو فرمایا: تمہیں شرم نہیں آتی؟ میں نے امر واقعہ بیان کیا اور عرض کیا: آپ فکر نہ کریں آپ کی یہ کوشش رائیگاں نہیں گئی۔مجھے آپ کی بیان کردہ تمام حدیثیں حفظ ہوگئی ہیں،لیکن وہ میری بات ماننے کیلئے تیار نہیں تھے،اس لئے بولے: پڑھ کر سناؤ۔میں نے پڑھ کر سنادیں تو ان کو پھر بھی اطمینان نہ ہوا اور کہنے لگے: تم نے یہ پہلے یاد کر رکھی ہوں گی۔میں نے عرض کی: آپ دوسری احادیث بیان کر کے دیکھ لیں۔چنانچہ انہوں نے چالیس احادیث اور بیان کیں۔میں نے وہ بھی انہیں پڑھ کر سنادیں اور ایک حرف کی بھی غلطی نہیں کی۔''

اساتذہ کرام:

امام ترمذی نے حدیث کا علم حاصل کرنے کیلئے بہت سے اساتذہ ومشائخ سے استفادہ کیا۔امام ابوعبداللہ محمد الذہبی فرماتے ہیں:

''امام ترمذی نے قتیبہ بن سعید،ابومصعب،ابراہیم بن عبداللہ ہروی،اسماعیل بن موسیٰ سدی،سوید بن نصر علی بن حجر،محمد بن عبدالملک بن ابی الوارب،عبداللہ بن معاویہ جمحی اور ان کے طبقہ سے حدیث کا سماع کیا اور فقہ حدیث کا فن امام بخاری سے حاصل کیا۔'' (تذکرۃ الحفاظ جلد 2-1،صفحہ 448)

امام ترمذی کے شاگرد:

جب امام بخاری کا انتقال ہوا تو خراسان میں امام ترمذی کا ہم پلہ کوئی دوسرا محدث نہ تھا۔یہی وجہ ہے کہ ان کی

Marfat.com

ذات مرجع خلائق بن گئی۔ان کے شاگردوں میں خراسان اور ترکستان کے علاوہ دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں کے لوگ ملتے ہیں۔

امام ابوعبداللہ محمد الذہبی کہتے ہیں:

"امام ترمذی سے مکحول بن فضل، محمد بن محمود بن عنبر، حماد بن شاکر، عبد بن محمد (یہ سب نفسی ہیں) ہیثم بن کلیب شاشی، احمد بن علی بن حسنویہ، ابوالعباس محبوبی اور ان کے سوا بہت سے لوگوں نے استفادہ کیا۔" (تذکرۃ الحفاظ، جلد 1-2، صفحہ 448)

امام ترمذی کی تصانیف:

امام ترمذی کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

1: جامع ترمذی۔
2: کتاب الاسماء والکنی۔
3: کتاب الشمائل۔
4: کتاب التواریخ۔
5: کتاب العلل۔
6: کتاب الزہد۔

صحیح ترمذی کے الجامع ہونے کی وجوہات:

حدیث کی ایسی کتاب جو آٹھ مضامین پر مشتمل ہو اسے جامع کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔آٹھ قسم کے مضامین مندرجہ ذیل ہیں:

1: سیر۔
2: آداب۔
3: تفسیر۔
4: عقائد۔
5: فتن۔
6: احکام۔
7: اشراط۔
8: مناقب۔

چونکہ جامع ترمذی میں مذکورہ بالا مضامین شامل ہیں اسی لئے اس کو جامع کہا جاتا ہے۔

امام ترمذی کا مجموعہ احادیث طبع قاہرہ "الصحیح" ہی کے نام سے موسوم ہے، مگر دوسرے مقامات پر اس کتاب کو "الجامع" کہا گیا ہے۔

یہ کتاب جامع اس لئے کہلائی کہ اس میں فقہی احادیث کے علاوہ دوسرے مضامین کی حدیثیں بھی ہیں۔اس کتاب کے ابواب پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً نصف کتاب مسائل علم کلام (قدر، قیامت، جنت، جہنم، ایمان، قرآن) معتقدات شائعہ (متن، رؤیت) عبادات (زہد، ثواب القرآن، دعوات) ترتیب و آداب (استیذان، ادب) اور سیر صحابہ (مناقب) سے تعلق رکھتی ہے۔"

Marfat.com

الجامع لکھنے کا مقصد:

ہر محدث نے اپنی تصنیف میں جمع حدیث کے لئے چند خاص چیزیں بطور غرض اور مقصد کے پیش نظر رکھی ہیں۔
امام ترمذی کا اپنی کتاب تصنیف کرنے کا سب سے بڑا مقصد مذاہب بیان کرنا ہے۔
مصنف حجۃ اللہ البالغہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا:

"ابو عیسیٰ ترمذی نے گویا شیخین کے طریقے کو جو ابہام و تبیین کا راستہ تھا اور ابو داؤد کی راہ جو فقہاء کے مستدلات کا بیان تھا، کو نہایت عمدگی سے جمع کر کے پیش کیا، بلکہ دونوں راستوں کو جمع کر دیا ہے اور مزید برآں صحابہ، تابعین اور فقہاء کے مذاہب کا اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔ حقیقت میں انہوں نے بہت ہی جامع کتاب لکھی ہے، اس طرح حدیث کے طرق کو بھی نہایت لطیف طریقہ سے مختصر کیا ہے۔ بس ایک حدیث کو ذکر کر دیا اور اسی باب میں اس کے ماسوا کی طرف اشارہ کر دیا اور ہر حدیث کی حیثیت بیان کر دی کہ آیا صحیح ہے یا حسن، ضعیف ہے یا منکر۔ حدیث کے ضعف کو بیان کیا تا کہ طالب حدیث کو بصیرت حاصل ہو جائے اور قابل عمل اور نا قابل عمل میں امتیاز ہو جائے۔ پھر حدیث کا مستفیض و غریب ہونے کا بھی بیان کیا۔ پھر صحابہ و فقہاء امصار کے مذاہب بھی بیان کئے۔" (حجۃ البالغہ، جلد 1)

امام ترمذی کا اسلوب حدیث:

امام ترمذی نے اپنی تصنیف کو مرتب کرنے میں جو اسلوب اپنایا ہے وہ انتہائی عمدہ اور مفید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔
امام ترمذی نے اپنی تصنیف کو فقہی ابواب پر مرتب کیا ہے۔ اس کتاب میں صحیح، حسن اور ضعیف ہر طرح کی احادیث شامل کیں۔ جہاں کسی حدیث کا ذکر کیا گیا ہے اسی جگہ اسی حدیث کا درجہ بھی بیان کر دیا ہے۔ اگر کوئی حدیث ضعیف ہے تو اس کے ضعف کی وجہ بھی بیان کر دی ہے۔ آپ حدیث کو صرف ایک سند سے ہی بیان کرتے ہیں مگر دیگر اسناد کی طرف اشارہ کر دیتے ہیں۔

جامع ترمذی کی خصوصیات:

جس طرح امام ترمذی اپنے زمانے کے محدثین میں ایک خاص مقام و مرتبہ رکھتے ہیں اسی طرح ان کی تصنیف میں چند ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو کہ دیگر کتب میں موجود نہیں۔ ذیل میں جامع ترمذی کی چند خصوصیات بیان کی جاتی ہیں:

1: کبھی امام ترمذی ترجمۃ الباب کسی صحابی کی مشہور حدیث سے منعقد کرتے ہیں جس کی سند ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے اور اس حدیث کی صحاح ستہ کے مؤلفین نے بھی تخریج کی ہوتی ہے، لیکن اس ترجمہ کے تحت اس حکم کو دوسرے صحابی کی غیر معروف حدیث سے ثابت کرتے ہیں۔ اگر چہ اس کی اسناد حدیث منعقد ترجمہ سے کم درجہ کی

Marfat.com

ہوتی ہے، لیکن اس حدیث کونقل کے بعد فرماتے ہیں:

((فی الباب عن فلان و فلان))

''اس بارے میں فلاں فلاں سے بھی حدیث روایت کی گئی ہے۔''

اور پھر اس طرح پوری ایک جماعت کا تذکرہ کردیتے ہیں۔

امام ترمذی جو حدیث مختلف فیہ مسئلہ کے بارے میں درج کی ہے اس حدیث میں انہوں نے علماء فقہا اور مذاہب کے اختلاف کو بھی بیان کردیا ہے، تاکہ مسئلہ کی ہیئت اور اس میں اختلاف کی نوعیت کا پتہ چل سکے۔

جامع ترمذی میں احادیث کے راویوں کی قوت اور ضعف کو واضح طور پر بیان کردیا گیا ہے۔

امام ترمذی طویل حدیث کو مختصر کرکے آخر میں فرماتے ہیں:

((فیه قصة و فیه اکثر من هذا))

''اس میں ایک پورا واقعہ ہے اور یہ حدیث (میری بیان کردہ سے) زیادہ (لمبی) ہے۔''

امام ترمذی جب کسی حدیث کو حسن یا غریب کہتے ہیں تو عام طور پر ان دونوں میں سے جو خوبی غالب ہوتی ہے اس کو لیتے ہیں۔

امام ترمذی مشترکہ اسماء کے مابین فرق کرتے ہیں، مثلاً: یزید الفارسی اور یزید الرتاشی۔ ایسی کیفیتوں کے درمیان جو اشتراک ہوتا ہے امام ترمذی اس کے فرق کو خوب واضح کردیتے ہیں۔

مع ترمذی کی اہمیت اور فضیلت:

ابن یقطہ نے اپنی کتاب تقید میں امام ترمذی کا یہ قول لکھا ہے:

''میں (امام ترمذی) نے یہ کتاب المسند الصحیح تصنیف کی اور اسے حجاز کے علماء کے سامنے پیش کیا تو وہ اس سے بہت خوش ہوئے۔ پھر علمائے خراسان کے سامنے پیش کی تو وہ بھی خوش ہوئے۔ جس گھر میں یہ کتاب موجود ہو تو گویا اس گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اور گفتگو فرما رہے ہیں۔''

(تاریخ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، جلد 11، صفحہ 193)

مع ترمذی کی فنی خوبیاں:

ابو جعفر زبیر کہتے ہیں:

''جامع ترمذی میں جو فنی خوبیاں پائی جاتی ہیں وہ دوسری کتابوں میں مفقود ہیں۔

مع ترمذی کی شروحات:

جامع ترمذی کی اہمیت کے پیش نظر متعدد علماء نے اس کی بہت سی شروح مرتب کیں۔ ان میں سے چند مندرجہ ل ہیں:

Marfat.com

1: قوت المغتذی از علامہ جلال الدین سیوطی۔

2: عارضۃ الاحوذی از حافظ ابوبکر بن العربی المالکی۔

3: شرح ترمذی از حافظ ابوالفتح محمد بن سید الناس الشافعی۔

محدثین میں امام ترمذی کا مقام:

محدثین میں امام ترمذی کا بڑا مقام ومرتبہ اور درجہ ہے۔آپ حدیث کے امام تسلیم کیے گئے ہیں۔انہوں نے احادیث کی صحت، رواۃ کی تنقید اور متن حدیث کی تحقیق میں امام بخاری کی روش اپنائی ہے اور ان کے طریقوں کو اپناتے ہوئے احادیث جمع کر کے ان کی تدوین کی۔اس لئے امام ترمذی کو امام بخاری کا خلیفہ کہا جاتا ہے۔

موسیٰ بن علک فرماتے ہیں:

((مات البخاری فلم یخلف بخراسان مثل ابی عیسیٰ فی العلم والحفظ والورع والزھد))

''جب امام بخاری فوت ہوئے تو خراسان میں امام ترمذی کا علم وحفظ اور زہد وورع میں کوئی ہمسر نہیں رہا تھا۔''

وصال:

امام ترمذی نے 13 رجب 279 ہجری میں اپنے شہر ترمذ میں ہی وصال فرمایا۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 5:

قاضی ابوعبدالرحمٰن احمد نسائی

نام:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا نام قاضی ابوعبدالرحمٰن احمد بن علی بن شعیب ہے۔

سلسلہ نسب:

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب یوں ہے:

''قاضی ابوعبدالرحمٰن احمد بن علی بن شعیب بن علی بن سنان بن بحرم بن دینار النسائی''

ولادت:

امام نسائی 215 ہجری کو پیدا ہوئے۔

نسائی کہلوانے کی وجہ:

امام نسائی چونکہ خراسان کے شہر نسا میں پیدا ہوئے اس لیے اس شہر کی نسبت سے النسائی مشہور ہوئے۔

امام نسائی کی شخصیت:

امام نسائی ملیح رنگ کے انتہائی خوبصورت انسان تھے۔ان کا چہرہ قندیل کی مانند چمکتا ہوتا تھا۔ان کا جسم بے حد توانا تھا۔ان کے دستر خوان میں ہمیشہ مختلف قسم کے لذیذ کھانے شامل ہوتے تھے۔آپ عموماً بھنا ہوا مرغ کھاتے تھے۔ آپ قیمتی اور عمدہ لباس استعمال کرتے تھے۔آپ انتہائی نرم خو تھے۔

زہد و تقویٰ:

امام نسائی زہد و تقویٰ میں یکتائے روزگار تھے جس کی برکت سے اللہ رب العزت نے آپ کو بلند مقام و مرتبہ عطا فرمایا تھا۔ابوالحسین محمد بن مظفر الحافظ فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے مشائخ سے سنا ہے، وہ فرمایا کرتے تھے کہ مصر والے امام نسائی کی فضیلت اور امامت کا اعتراف کرتے ہیں اور شب و روز زیادہ سے زیادہ عبادت کرنے اور حج اور جہاد پر ان کی مداومت کرتے رہنے کی کوشش میں ان کی تعریف کرتے ہیں۔دوسروں نے کہا: امام نسائی ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کیا کرتے تھے۔'' (البدایہ والنہایہ، جلد 11، صفحہ 317)

علم حدیث کے حصول کیلئے سفر:

جس دور میں امام نسائی پیدا ہوئے تھے اس وقت علم حدیث کے حصول کی خاطر گھر بار کو خیر باد کہنا اور دور دراز کے ممالک کی طرف رخت سفر باندھنا مسلمانوں کا خصوصی شعار بن چکا تھا۔محدثین کے حالات زندگی کا مطالعہ کرنے سے

Marfat.com

اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے تلاش علم میں دور دراز کے علاقوں کی طرف سینکڑوں میل کا سفر طے کیا اور علم کی پیاس بجھانے میں کامیابی حاصل کی۔ الغرض امام نسائی نے خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام اور جزیرہ جیسے دور دراز ممالک کی طرف سفر اختیار کیا۔

امام نسائی کے مشائخ واساتذہ:

امام نسائی کے اساتذہ و مشائخ جن سے حدیث کا علم حاصل کیا ان کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ امام ابوعبداللہ محمد الذہبی فرماتے ہیں:

''امام نسائی نے قتیبہ بن سعید، اسحٰق بن راہویہ، ہشام بن عمار، عیسٰی بن زغیر، محمد بن نصر مروی، ابوکریب اور سعید بن نصر شاہ اذان جیسے دوسرے اساطین علم سے حدیث کا سماع کیا اور اس علم میں کمال پیدا کیا۔'' (تذکرہ الحفاظ، جلد 1-2، صفحہ 486)

شاگرد:

امام نسائی کے علمی کمالات نے ان کی ذات کو حدیث کے طالبان کیلئے مرجع بنا دیا تھا۔ ان کے شاگردوں میں دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں کے لوگ ملتے ہیں۔ ان سے ابو بشر دولابی، ابوعلی حسین بن محمد نیشاپوری، حمزہ کنانی حسن بن خضر سیوطی، ابوبکر بن اسنی، ابوالقاسم طبرانی، محمد بن معاویہ بن احمر اندلسی، حسن بن رشیق محمد بن عبداللہ بن حیویہ اور دوسرے لوگ مستفید ہوئے۔

امام نسائی کی انفرادیت:

امام ابوعبداللہ محمد الذہبی فرماتے ہیں:

''امام نسائی نے علم حدیث میں کمال حاصل کیا اور آپ معرفت، اتقان اور علو اسناد میں منفرد تھے۔''

(تذکرہ الحفاظ، جلد 1-2، صفحہ 486)

امام نسائی کی تصانیف:

امام نسائی نے انتہائی مصروف زندگی بسر کی۔ انہوں نے کثرت مشاغل کے باوجود بہت ساری کتابیں تصنیف کیں ہیں۔ کتب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1: السنن الکبریٰ۔
2: المجتبیٰ (سنن صغریٰ)۔
3: خصائص علی۔
4: مسند علی۔
5: مسند مالک۔
6: مسند منصور۔
7: فضائل الصحابتہ۔
8: کتاب التمیز۔
9: کتاب المدلین۔
10: کتاب الضعفاء۔

Marfat.com

11: کتاب الاخوۃ۔ 12: کتاب الجرح والتعدیل۔
13: شیخۃ النسائی۔ 14: اسماء الرواۃ۔
15: مناسک حج۔

سنن نسائی اوراس کی اقسام:

امام نسائی کی تالیفات میں سنن کے نام سے دو کتب ہیں:
1: سنن کبری 2: سنن صغریٰ۔

صحاح ستہ میں شامل سنن کا دوسرا نام:

امام نسائی کی تصانیف میں سے ''سنن'' صحاح ستہ کی کتاب میں انتہائی اہم حیثیت اور مقام رکھتی ہے۔صحاح ستہ میں سنن صغریٰ شامل ہے جس کا دوسرا نام المجتبیٰ ہے۔

سنن نسائی کی نظیر:

سنن نسائی ایک عظیم کتاب ہے اور طرق حدیث کے جمع اور بیان مخرج میں آج تک اس کتاب کی کوئی نظیر سامنے نہیں آئی۔

سنن کبری سے سنن صغری کے انتخاب کا سبب:

امام نسائی نے سنن کبریٰ کی تالیف کے بعد امیر رملہ (فلسطین) کے سامنے اس کتاب کو پیش کیا۔امیر نے پوچھا:
کیا آپ کی اس کتاب میں تمام احادیث صحیح ہیں۔؟''
آپ نے فرمایا:
''نہیں۔اس میں صحیح اور حسن دونوں قسم کی احادیث موجود ہیں۔''
امیر نے عرض کیا:
''آپ اس کتاب میں سے میرے لئے ان احادیث کو منتخب فرمادیں جو تمام تر صحیح ہوں۔''
لہٰذا امیر کی فرمائش پر آپ نے سنن کبریٰ میں سے احادیث صحیحہ کا انتخاب فرمایا اور وہ احادیث جن کی اسانید میں کلام کیا گیا تھا ان کو مجموعہ سے خارج کیا اور اس انتخاب کا نام انہوں نے المجتبیٰ رکھا۔''

زندگی کا ہر پہلو:

امام نسائی نے اپنی اس تصنیف کتاب السنن میں زندگی کے ہر پہلو سے متعلق چھوٹی چھوٹی جزئیات پر مشتمل احادیث کو جمع کردیا ہے۔اس کتاب میں رکوع وسجود اور ہر قسم کی دعائیں کثرت سے شامل ہیں۔

Marfat.com

سنن نسائی میں شامل مختلف مبحث کا تعارف:

امام نسائی نے حسب دستور کتاب السنن میں ہر نئے مبحث اور عنوان کو کتاب سے موسوم کیا ہے۔ مثلاً: کتاب الطہارات جس میں 204 ابواب ہیں، کتاب الجنائز میں 121، کتاب مناسک الحج میں 231، کتاب الزینت میں 122 ابواب ہیں۔

مرویات کی تعداد:

سنن نسائی میں کل اکیاون کتابیں (مباحث) ہیں، جن میں 5761 حدیثیں جمع کر دی گئی ہیں۔ کتب سنن میں مباحث اور احادیث کے اعتبار سے سنن نسائی زیادہ مفصل اور جامع ہے۔"

کتب صحاح ستہ میں سنن نسائی کا منفرد ہونا:

امام نسائی نے اپنی اس تصنیف کو مرتب کرنے میں جو اسلوب اپنایا ہے وہ اکثر کتب صحاح کے اسالیب کا جامع ہے۔

1: انہوں نے امام بخاری کی ایک حدیث کو زیادہ ابواب میں ذکر کر کے اس سے مختلف مسائل کا اثبات کیا ہے۔

2: امام مسلم کی ایک حدیث کے تمام طرق کو اختلاف الفاظ کے ساتھ روایت کر کے ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔

3: ابوداؤد کی طرح صرف احکام فقہیہ سے متعلق احادیث کو مدون کیا ہے۔

4: امام ترمذی کی طرح احادیث کے ذیل میں ان پر فنی نقطہ نگاہ سے بات کی ہے۔

سنن نسائی کی خصوصیات و اسلوب:

1: بعض اوقات ایک حدیث سند غریب سے مرفوعاً مروی ہوتی ہے اور سند مشہور کے اعتبار سے وہ حدیث موقوف ہوتی ہے، ایسی صورت میں امام نسائی اس حدیث کی غرابت اور موقوف کو بیان کر دیتے ہیں۔

2: ایک حدیث جس قدر طرق اور اسانید سے مروی ہو امام نسائی ایسی حدیث کو اختلاف الفاظ کے ساتھ ان تمام طرق سے ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں۔

3: بعض اوقات ایک حدیث مضطرب المتن ہوتی ہے یعنی راوی ایک حدیث کے متن کو دوسری حدیث کے متن میں ملا دیتا ہے، ایسی صورت میں امام نسائی اس کی وضاحت فرما دیتے ہیں۔

4: اگر سند میں کوئی راوی رہ گیا ہو تو امام نسائی اس کی نشاندہی کر دیتے ہیں۔

5: سنن نسائی میں فنی نقطہ نگاہ سے گفتگو کی گئی ہے۔

6: سنن نسائی میں ایک حدیث کو متعدد مسائل کے اثبات کیلئے مختلف ابواب کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

7: مباحث اور احادیث کے لحاظ سے سنن نسائی ایک جامع اور مفصل کتاب ہے۔

8: اس کتاب میں زندگی کے ہر پہلو سے متعلق احادیث کو جمع کر دیا گیا ہے۔

Marfat.com

9: امام نسائی امام ترمذی کی طرح رواۃ کے اسماء رکنی کا پوری تشریح سے تعارف کراتے ہیں۔اس کے علاوہ ان کی خصوصی توجہ علل حدیث پر تنبیہ کرنے پر پوری ہوتی ہے اور بعض مقامات پر اپنا فیصلہ بھی صادر فرماتے ہیں۔جب "قال ابو عبد الرحمن هذامنكر وهذا صواب" کہتے ہیں اس وقت نہایت معرکہ پیش آجاتا ہے۔پھر وہ بحث کافی غور وفکر کی طالب بن جاتی ہے۔

امام نسائی کی شرائط:

ماہرین فن حدیث نے امام نسائی کی شرائط کو بڑی اہمیت دی ہے۔بعض لوگ امام نسائی کو شرائط کے لحاظ سے امام مسلم پر ترجیح دیتے ہیں۔

امام نسائی پہلے، دوسرے اور تیسرے طبقہ کے راویوں سے روایت کرتے ہیں۔اصول میں چوتھے راویوں کی مرویات کو قبول نہیں کرتے۔

امام نسائی بکثرت ایسے راویوں کی روایت قبول نہیں فرماتے جن سے ابوداؤد اور ترمذی روایت کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں:

"بہت سے راوی ایسے ہیں جن سے ابوداؤد روایت کرتے ہیں مگر نسائی ان کی مرویات سے احتراز کرتے ہیں، بلکہ امام نسائی نے صحیحین کے بہت سے راویوں کی روایات کو قبول نہیں کیا۔"

ابن طاہر کہتے ہیں:

"میں نے سعد بن علی زنجانی سے ایک آدمی کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کی توثیق کی۔میں نے کہا: امام نسائی نے اس کو ضعیف کہا ہے۔وہ بولے: بیٹا! رجال کے بارے میں ابو عبدالرحمٰن (امام نسائی) کی شرائط بخاری و مسلم کی شرائط سے زیادہ سخت ہیں۔"

الغرض صحیحین کے بعد سنن نسائی کی شرائط سب سے زیادہ سخت اور کڑی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اہل علم کے نزدیک سنن نسائی کا ایک مقام و مرتبہ ہے اور اسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

سنن نسائی کی شروحات:

سنن نسائی کا صحاح ستہ میں ایک اہم مقام ہے اور اسے صحاح ستہ کے رکن عظیم کی حیثیت حاصل ہے۔مگر جس طرح صحاح ستہ کی دیگر کتب کی شروح اور تعلیمات تحریر ہوئی ہیں سنن نسائی کی شروح پر اس قدر توجہ نہیں دی گئی۔بہر حال سنن نسائی کی چند ایک شروح مندرجہ ذیل ہیں:

1: شرح الامعان فی شرح سنن النسائی لابی عبد الرحمٰن از علامہ ابوالحسن علی بن عبد اللہ الانصاری المتوفی 567 ہجری۔

2: زوائد النسائی از ابن الملقن المتوفی 804 ہجری۔

Marfat.com

3: زہر الربی علی المجتبیٰ از حافظ جلال الدین السیوطی متوفی 911 ہجری۔

امام نسائی کے متعلق علماء وفقہاء کی آراء:

1: امام دار قطنی فرماتے ہیں:

''ابو بکر ابن الحداد شافعی کثیر الحدیث محدث تھے اور امام نسائی کے علاوہ کسی سے حدیث بیان نہیں کرتے تھے۔'' (تذکرہ الحفاظ، جلد 1-2، صفحہ 487)

2: امام حاکم فرماتے ہیں:

''میں نے کئی مرتبہ دار قطنی کو فرماتے سنا کہ جرح وتعدیل میں امام نسائی اپنے زمانہ کے محدثین کے سرخیل ہیں۔''

3: ابن یونس نے کہا:

''امام نسائی حدیث کے امام، ثقہ، ثبت اور حافظ تھے۔''

(تاریخ ابن کثیر البدایہ والنہایہ، جلد 1-2، صفحہ 317

4: ابو علی نیشاپوری کہتے ہیں:

''چار آئمہ حدیث اشخاص کو میں نے اپنے سفر اور وطن میں دیکھا۔ ان میں سب سے پہلے نسائی ہیں۔''

مندرجہ بالا فقہاء کے اقوال سے معلوم ہوا کہ امام نسائی اپنے زمانے میں بلند مقام و مرتبہ کی شخصیت کے حامل تھے۔ انہیں علم حدیث پر کافی دسترس حاصل تھی اور اپنے علم کی بدولت اپنے تمام ہم عصروں پر فائق تھے۔ یہی وجہ ہے تمام مشائخ امام نسائی کے تقدم اور ان کی امامت کا اعتراف کرتے تھے۔

دور ابتلاء اور وصال:

امام نسائی نے دنیائے اسلام کے علمی مراکز کا خوب سفر کیا۔ آخر کار انہوں نے مصر میں رہائش اختیار کر لی۔ مصر میں کافی عرصہ تک رہنے کے بعد آپ نے ذوالقعد 302 ہجری بمطابق 914 عیسوی دمشق کی جانب رخت سفر باندھا، مگر یہاں کا قیام آپ کیلئے انتہائی صبر آزما اور اذیت ناک ثابت ہوا۔

واقعات کے مطابق امام نسائی نے دمشق پہنچنے پر دیکھا کہ عوام کی اکثریت بنو امیہ کی طرف دار اور حضرت علی کے خلاف ہے تو انہوں نے عوام کی ذہنی اصلاح کیلئے حضرت علی کے فضائل ومحامد پر کتاب ''الخصائص فی فضل علی بن ابی طالب'' تالیف کی۔ جب جامع دمشق میں لوگوں کو یہ کتاب سنائی تو وہ بڑے برافروختہ ہوئے۔ پھر لوگوں نے امام نسائی سے حضرت امیر معاویہ کے فضائل کے بارے میں سوالات کیے، لیکن اپنی پسند کے جوابات نہ سن کر مایوسی اور غصے کے عالم میں عوام امام موصوف پر پل پڑے اور انہیں سخت زد وکوب کیا۔ بعد ازاں ان کی خواہش کے مطابق انہیں فلسطین کے شہر رملہ میں پہنچا دیا گیا اور ایک روایت کے مطابق انہیں مکہ مکرمہ لے گئے جہاں وہ 303 ہجری بمطابق 915 عیسوی میں فوت ہو گئے اور صفا ومروہ کے درمیان دفن ہوئے۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 6:

امام ابوداؤ د سلیمان سجستانی

نام:

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کا نام سلیمان بن اشعث بن اسحاق ہے۔

کنیت:

امام موصوف کی کنیت ابوداؤد ہے۔

سلسلہ نسب:

امام ابوداؤد کا نسب یہ ہے:

''سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی بجستانی۔''

ولادت:

امام ابوداؤد 202 ہجری بمطابق 817 عیسوی میں پیدا ہوئے۔

حصول علم کے لیے سفر:

ابتدائی تعلیم کے بعد امام ابوداؤد نے حدیث کے علم کی طرف رغبت کی اور اس دور کے مشہور اور جید اساتذہ اور آئمہ حدیث سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ آپ نے حدیث کو جمع کرنے اور ان کے حصول کی خاطر بے شمار مقامات کی طرف سفر اختیار کیا۔ خاص طور پر انہوں نے شام، مصر، عراق، حجاز اور خراسان کی طرف کثرت سے سفر کیا اور حدیث کا علم حاصل کیا۔

سنن ابی داؤد میں انہوں نے اپنے ایک سفر کا واقعہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

''میں نے مصر میں ایک لمبی ککڑی دیکھی جب اس کی پیمائش کی تو وہ تیرہ بالشت کی نکلی، نیز میں نے ایک بہت بڑا ترنج دیکھا جب اس کو کاٹ کر اونٹ پر لادا تو اس کے دونوں حصے بڑے نقاروں کی مانند معلوم ہوتے تھے۔''

امام ابوداؤد اور فقہ واجتہاد:

امام ابوداؤد کو جس طرح حدیث میں مقتدی مانا اور تسلیم کیا گیا ہے اسی طرح فقہ اور اجتہاد میں بھی انہیں امتیازی فوقیت اور برتری حاصل تھی۔ آپ کی فقیہانہ بصیرت اور گہری نظر رکھنے کی وجہ سے بعض علماء نے آپ کو فقہ اور اجتہاد میں امام بخاری کے بعد کا درجہ دیا ہے۔

چنانچہ محققین لکھتے ہیں:

Marfat.com

''امام بخاری کے بعد امام ابوداؤد کا مقام اور مرتبہ سب سے بلند ہے۔''

فقہ وحدیث کے امام:

صاحب شذ ورات اور علامہ یافعی کہتے ہیں:

((هو رأسافي الحديث ورأ سافي الفقه))

''امام ابوداؤد فقہ اور حدیث میں امام تسلیم کیے گئے ہیں۔''

امام احمد اپنے رسالہ مکیہ میں اس بات کی تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

((وانما لم اضف في كتاب السنن الا الاحكام ولم اضف في الذهد وفضائل الاعمال وغيرها فهذه اربعة الاف وثمان مائة كلها في الاحكام فاما احاديث كثيرة صحاح من الزهد والفضائل وغيرها في غير هذا لم اخراجها)) (مقدمہ غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد)

مشائخ واساتذہ:

جن اساتذہ ومشائخ سے امام ابوداؤد نے روایت حدیث کی ہے ان کی تعداد تو بہت زیادہ ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی آپ کے مشائخ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((وشيوخه في السنن ونحوها اكثر من ثلاث مائة نفس))

''امام ابوداؤد کے شیوخ کی تعداد تین صد کے قریب ہے۔''

امام ابوداؤد کے اساتذہ میں امام احمد بن حنبل، اسحٰق بن راہویہ اور ابوثور جیسے بلند پایہ فقہائے محدثین اور یحییٰ بن معین، ہشام بن عبدالملک طیالسی، ابوبکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ جیسے نامور ناقدین فن اور آئمہ محدثین شامل ہیں۔

چند اور شیوخ کے نام یہ ہیں:

حیوۃ بن شریح، خلف بن ہشام بغدادی، ربیع بن نافع حلبی، زہیر بن حرب، سعید بن سلیمان بزار واسطی، سعید بن منصور، سلیمان بن حرب، شریف سلیمان بن عبدالرحمٰن دمشقی اور شجاع بن مخلد۔ (تہذیب التہذیب)

تلامذہ:

امام ابوداؤد کے تلامذہ کی تعداد بھی خاصی بڑی تھی۔ ان کے تلامذہ کی تعداد کا شمار کرنا بھی مشکل ہے۔ ان کے حلقہ درس میں کبھی کبھی تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع ہو جاتے تھے۔

امام ذہبی لکھتے ہیں:

Marfat.com

”امام ابوداؤد سے امام ترمذی، نسائی، ان کے صاحبزادے ابوبکر بن داؤد، ابوعوانہ، ابوبشیر دولابی علی حسن بن عبد، ابواسامہ محمد بن عبدالملک، ابوسعید ابن الاعرابی، ابوعلی لؤلؤی، ابوبکر ابن واسہ، ابوسالم محمد بن سعید جلودی اور ابوعمرو احمد بن علی نے اکتساب فیض کیا۔

مؤخر الذکر سات ان سے ان کی کتاب سنن کے راوی ہیں۔ محمد بن یحییٰ صولی، ابوبکر نجاد اور محمد بن احمد بن یعقوب متوثی وغیرہ نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ ان کے امام شیخ احمد بن حنبل نے ان سے عقیدہ کی حیثیت لکھی ہے۔“

(تذکرۃ الحافظ، جلد 1-2، صفحہ 422)

خالص علم حدیث کا دور:

امام بخاری اور امام مسلم کے بعد آئمہ حدیث میں جن کا سب سے زیادہ مرتبہ اور مقام ہے وہ امام ابوداؤد ہیں۔ جس وقت انہوں نے تصنیف و تالیف شروع کی اس وقت علم حدیث جوامع اور مسانید تالیف کی جاتی تھیں۔ انہوں نے ”کتاب سنن“ مرتب کر کے علم حدیث میں ایک نیا راستہ دکھایا۔

تصانیف:

امام ابوداؤد نے اپنی ساری زندگی طلب حدیث میں بسر کی۔ انہوں نے مختلف علاقوں کی طرف سفر کیا اور درس و تدریس کی بے پناہ مصروفیات میں وقت گزارا۔ باوجود اس کے انہوں نے بہت ساری کتابیں تصنیف کیں۔ مندرجہ ذیل تصانیف آپ کی یادگار ہیں:

1: کتاب السنن۔
2: کتاب المراسیل۔
3: کتاب المسائل۔
4: کتاب الرد علی القدریۃ۔
5: کتاب الناسخ والمنسوخ۔
6: کتاب التفرد۔
7: کتاب فضائل ارضا۔
8: مسند مالک بن انس۔
9: کتاب الزہد۔
10: دلائل النبوۃ۔
11: کتاب بدء الوحی۔
12: کتاب الدعا۔
13: اخبار الخوارج۔
14: کتاب شریعۃ التفسیر۔
15: فضائل الاعمال۔
16: کتاب التفسیر۔
17: کتاب نظم القرآن۔
18: کتاب فضائل القرآن۔
19: کتاب البعث والنشور۔
20: کتاب شریعۃ التقاری۔

Marfat.com

سنن ابی داؤد:

سنن ابی داؤد امام ابوداؤد کی معرکۃ الآرا تالیف ہے۔ ان کی یہ اہم تالیف ''کتاب السنن'' حدیث کی فقہی کتابو
جنہیں ''صحاح ستہ'' کہا جاتا ہے میں شمار ہوتی ہے۔

سبب تالیف:

امام ابوداؤد جس زمانے میں پیدا ہوئے انہوں نے محسوس کیا کہ فن حدیث میں ایسی طرز کی کتاب کی ضرور
ہے جس میں ایسی احادیث ہوں جن سے آئمہ نے اپنے مذاہب پر استدلال کیا ہو۔ اس کی ایک خاص وجہ تھی جیسا
علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:

''حفاظ حدیث کی ایک جماعت ایسی تھی جس نے ضبط و حفظ میں پوری توجہ کی، لیکن اس نے نہ تو مسائل کے استنباط کی طرف توجہ کی اور نہ ان خزانوں سے احکام نکالنے کی کوشش کی جو اس نے محفوظ کر رکھا تھا اور اس کے بالمقابل ایک جماعت ایسی تھی جس نے اپنی پوری توجہ استنباط مسائل اور اس میں غور وفکر کی طرف رکھی تھی۔''

(الوابل الصیب

امام ابوداؤد خود فرماتے ہیں:

''میری اس کتاب میں مالک، ثوری اور شافعی وغیرہ کے مذاہب کی بنیادیں پائی جاتی ہیں۔''

صاحب حجۃ اللہ البالغہ حضرت شاہ ولی اللہ کا ارشاد ہے:

''امام ابوداؤد کا مقصد یہ تھا کہ ایسی احادیث کو یکجا کر دیں جس سے فقہاء استدلال کرتے ہیں اور ان میں مروّج ہیں اور جن کو علماء بلاد نے احکام کی بنیاد قرار دیا۔ اس مقصد کیلئے امام ابوداؤد نے اپنی سنن کو تصنیف کیا۔'' (حجۃ البالغہ، جلد 1)

سنن ابی داؤد کی مقبولیت اور اہمیت:

ہر زمانے کے علماء فقہاء نے سنن ابی داؤد کی جانب پوری توجہ کی۔ جب یہ کتاب مرتب کی گئی اور مصنف
لوگوں کو پڑھ کر سنائی تو یہ کتاب زیادہ مقبول اور عام ہوئی۔ اس کتاب کی مقبولیت اور اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگ
جاسکتا ہے کہ ابوسلیمان خطابی نے فرمایا:

''کتاب ابی داؤد عمدہ کتاب ہے۔ علم دین میں اس طرح کی اور کوئی کتاب تالیف نہیں کی گئی۔ بخاری اور مسلم کے بعد اس پایہ کی کوئی کتاب نہیں۔''

امام ابوداؤد سے منقول ہے کہ میں نے اپنی کتاب میں کوئی ایسی حدیث درج نہیں کی جس کے چھوڑ دینے پر سب علماء کا اتفاق و اجماع ہو۔''

Marfat.com

علماء نے یہ بھی فرمایا ہے:

"اگر کسی شخص کے پاس قرآن مجید اور سنن ابی داؤد کے سوا کوئی اور دینی کتاب نہ بھی ہو تو اسے کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ پڑے گی۔"

امام ابوداؤد نے یہ کتاب امام بن حنبل کی خدمت میں پیش کی اور امام موصوف نے اسے پسند کیا۔

جب آپ نے اس کتاب کو تالیف کیا اور لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنایا تو اس کی اہمیت محسوس کی گئی کہ لوگوں نے اس کتاب سے استفادہ کیا اور کسی نے بھی اس کی مخالفت نہ کی۔

پانچ لاکھ احادیث سے انتخاب:

امام ابوداؤد نے اپنی اس تالیف کو 5 لاکھ احادیث کے ذخیرہ سے منتخب کیا۔ بعد ازاں اسے اجزاء اور ابواب میں تقسیم کیا گیا۔

حفاظت دین کے لیے صرف چار احادیث کافی ہیں:

امام ابوداؤد نے پانچ لاکھ احادیث کے مجموعہ میں سے صرف چار ہزار آٹھ سو احادیث اپنی کتاب کیلئے منتخب کیں ہیں، جن میں صحیح، مثل صحیح اور اس کے قریب قریب ہیں۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنے دین کی حفاظت کیلئے مندرجہ ذیل چار احادیث پر عمل ہی کافی ہے:

1: ((انما الاعمال بالنیات))

"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔"

2: ((من حسن الاسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ))

"غیر مفید کاموں اور باتوں کو چھوڑ دینا انسان کے اسلام کی خوبی میں سے ہے۔"

3: ((لایکون المؤمن مؤمنا حتی یرضی لاخیہ مایرضاہ لنفسہ))

"مومن اس وقت تک مومن کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کیلئے وہی چیز نہ پسند کرنے لگے جسے خود اپنے لئے پسند کرتا ہو۔"

4: ((الحلال بین و الحرام بین و بین ذلک امور مشتبھات))

"حلال چیزیں بھی کھلی اور واضح ہیں اور حرام بھی بالکل واضح ہیں، ان کے درمیان کی چیزیں مشتبہات میں سے ہیں۔" (تاریخ ابن کثیر البدایہ والنہایہ، جلد 11، صفحہ 166)

الغرض امام ابوداؤد نے مندرجہ بالا چار احادیث کو انسان کے دین کیلئے کافی بتایا ہے کہ انسان اگر صرف انہی احادیث پر بطریق احسن عمل کر لے تو یہی احادیث حفاظت دین کیلئے کافی ہیں اور اگر غور کیا جائے تو زندگی کے سارے معاملات پر یہ احادیث حاوی ہیں۔

Marfat.com

سنن ابی داؤد کی مرویات کی تعداد:

ابن داستہ کہتے ہیں:

''امام ابو داؤد نے دعویٰ کیا تھا کہ انہوں نے 4800 احادیث کی یہ کتاب پانچ لاکھ روایتوں کے طومار سے چن کر مرتب کی تھی۔''

صحیح احادیث کا مجموعہ:

ابن داستہ کہتے ہیں:

''سنن ابی داؤد میں امام ابوداود نے صرف ایسی احادیث درج کی ہیں جو ''صحیح'' ہیں یا بظاہر ''صحیح'' ہیں یا ''صحیح'' احادیث کے قریب ہیں۔ ابو داؤد خود کہتے ہیں: میں نے اپنی کتاب میں ان احادیث کی وضاحت کر دی ہے جو بہت ضعیف ہیں اور جن کے بارے میں میں نے کچھ نہیں لکھا وہ اچھی (صالح) ہیں، اگر چہ ان میں سے بعض دوسروں کی نسبت زیادہ مستند ہیں۔''

امام بخاری کے بعد سب سے عظیم المرتبت فقیہ:

یہ تمام احادیث احکام سے متعلقہ ہیں اور بہت اہم احادیث ہیں۔ امام ابو داؤد مولفین ''صحاح ستہ'' میں امام بخاری کے بعد سب سے بڑے اور عظیم المرتبت فقیہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سنن ابی داؤد فقہی احکام و مسائل کی جامع کتاب ہے اور اس کتاب میں ایسی احادیث موجود ہیں کہ جن سے فقہاء نے استدلال کیا اور فقہی احکام ان پر مبنی قرار دیا۔

کتاب السنن میں امام ابوداؤد کی شرائط اور اصول:

1: امام ابوداؤد کا وہ رسالہ جو آپ نے سنن کے متعلق اہل مکہ کے استفسار پر لکھا تھا، متعدد معلومات اور فوائد کا حامل ہے۔ یہ مختصر رسالہ ''رسالہ مکیہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اس رسالے میں امام صاحب نے سنن کی شرائط کا کافی حد تک ذکر کیا ہے۔ اس رسالے کا اقتباس یہاں نقل کیا جاتا ہے:

''آپ لوگوں نے مجھ سے کتاب السنن کی احادیث کے متعلق پوچھا۔ آیا یہ میرے علم کے مطابق صحیح ترین حدیثیں ہیں؟ سو یہ تمام ایسی ہی ہیں۔ البتہ وہ حدیث جو دو صحیح طریقوں سے مروی ہو اور ان میں سے ایک کا راوی اسناد میں مقدم ہو (اس کی سند عالی ہو اور واسطہ کم ہو) اور دوسرے کا راوی حفظ میں بڑھا ہوا ہو تو ایسی صورت میں کبھی اول الذکر طریقہ کو لکھ دیتا ہوں، حالانکہ میرے خیال میں مجھے ایسی دس حدیثیں بھی اپنی کتاب میں معلوم نہیں ہوتیں۔''

2: امام ابوداؤد بعض ایسے راویوں سے بھی احادیث نقل کرتے ہیں جن کا ذکر صحیحین میں نہیں ملتا، کیونکہ ان کا اصول یہ ہے کہ تمام ایسے راویوں کو ثقہ سمجھنا چاہیے جن کے غیر ثقہ ہونے کا کوئی باقاعدہ ثبوت نہ ہو۔''

Marfat.com

ابن اصلاح کہتے ہیں:

"بنا بریں جو حدیث ابوداؤد میں مطلقاً مذکور ہو اور صحیحین میں مذکور نہ ہو اور کسی ناقد حدیث نے اس کی صحت کی تصریح بھی نہ کی ہو تو ہم سمجھیں کہ وہ حدیث ابوداؤد کے نزدیک حسن کے درجہ کی ہے۔ اس قسم کی بعض احادیث ابوداوود کے نزدیک حسن نہیں ہوتیں اور حسن کی جو تعریف ہم نے داؤد سے نقل کی ہے وہ اس کے تحت آئی۔"

(مقدمہ ابن الصلاح)

سنن ابی داؤد کی خصوصیات:

ذیل میں سنن ابوداؤد کی چند ایک خصوصیات بیان کی جاتی ہیں:

1: مصنف کبھی ایک ہی سند میں مختلف اسانید بیان کر دیتے ہیں اور کبھی ایک متن میں مختلف متنوں کو اکٹھا کر دیتے ہیں۔ پھر ان میں سے ہر حدیث کے الفاظ کو الگ الگ بیان کرتے ہیں۔

2: امام ابوداؤد طویل حدیث کبھی مختصر بیان فرماتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک اگر پوری حدیث بیان کر دی جائے تو سننے والے اس حدیث کی فقاہت کو نہیں سمجھ سکیں گے۔

3: امام ابوداؤد ایک ترجمہ کے تحت مختلف روایات کو جمع کر دیتے ہیں۔

4: سنن ابی داؤد میں ایک حدیث ثلاثی بھی ہے، جب کہ سند عالی کی اہمیت محدثین کے نزدیک بہت زیادہ ہے۔

5: ترجمۃ الباب اس طرح قائم کرتے ہیں کہ خود ترجمہ کے الفاظ کی جانب اشارہ کرنا مقصد ہوتا ہے کہ احادیث سے ثابت شدہ حکم کے اندر یہ چیزیں بھی شامل ہیں۔

6: امام ابوداؤد نے فرمایا کہ صرف تیرہ مقامات ہیں کہ جہاں اقدام کی روایت کو حفظ کی روایت پر مقدم کیا ہے۔

7: سنن ابی داؤد کے جب ایک ہی باب میں دو یا تین احادیث کا ذکر کیا جاتا ہے تو اس کا مقصد کسی خاص نقطہ نظر کو بیان کرنا ہوتا ہے جو پہلی روایت میں موجود نہیں یا کسی روایت میں کسی خاص حیثیت سے مزید کلام کی ضرورت ہوتی ہے تو امام ابوداؤد متعدد احادیث کو ایک باب کے تحت لاتے ہیں، ورنہ اختصار سے ہی کام لیتے ہیں۔

سنن ابی داؤد کے چار مشہور ترین نسخے:

سنن ابی داؤد کو متعدد بار حضرت امام ابوداؤد سے روایت کیا گیا، مگر چار تلامذہ ایسے ہیں جو مشہور حفاظ حدیث میں شمار ہوئے ہیں۔ ان کے نسخے مشہور و معروف ہیں۔ ذیل میں ان نسخوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

نسخہ لؤلؤی: ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو لؤلؤی المتوفی 341 ہجری کا نسخہ ہندوستان اور بلاد مشرق میں مروّج ہے۔ وہاں اس کی بہت زیادہ شہرت ہے۔ اس نسخے کو اس لحاظ سے ترجیح حاصل ہے کہ انہوں نے اسے امام ابوداؤد سے 275 ہجری میں روایت کیا ہے اور یہ روایت اصح الروایت مانی گئی ہے، کیونکہ یہ امام صاحب سے آخری

Marfat.com

وقت میں روایت کیا گیا۔

نسخہ ابن داسہ : ابو بکر محمد بن عبد الرزاق بن داسہ التوفی 345 ہجری کا نسخہ ابن داسہ ہے۔ اس نسخے میں نسخہ لؤلؤی کے ساتھ قدرے یکسانیت پائی جاتی ہے۔ یہ نسخہ بلاد مغرب میں زیادہ مشہور ہے۔

نسخہ رملی : یہ نسخہ ابو عیسیٰ اسحق بن موسیٰ بن سعید الرملی کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ یہ نسخہ ابن داسہ کے نسخے کے قریب قریب ہے۔

نسخہ ابن الاعرابی : کتاب سنن کا یہ چوتھا نسخہ امام حافظ ابو سعد احمد بن محمد بن زیاد بن بشر المعروف ابن الاعرابی کا ہے۔ دیگر نسخوں کی نسبت یہ نسخہ نامکمل ہے۔

سنن ابی داؤد کی شروح وحواشی:

سنن ابی داود کی افادیت کے پیش نظر ہر زمانے کے علماء نے اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے متعدد علماء نے اس کی شروح لکھیں۔ ذیل میں ان کو مختصر طور پر پیش کیا جاتا ہے:

1: معالم السنن از امام ابو سلیمان احمد بن محمد خطابی۔

2: شرح ابن ملقن از شیخ سراج الدین عمر بن علی بن ملقن شافعی متوفی 804 ہجری۔

3: درجات مرقات الصعود۔

4: شرح مغلطائی۔

5: شرح عینی۔

6: شرح ابن ارسلان۔

7: شرح عراقی۔

8: غایۃ المقصود۔

9: عون المعبود۔

10: فتح الودود سندی۔

11: بذل المجہود یہ۔

امام ابوداؤد کی سادگی اور زہد وتقویٰ:

امام ابو داؤد حفظ حدیث، اتقان روایت، عبادت و ریاضت میں جس قدر بلند درجہ پر فائز تھے، اسی قدر ان کی طبیعت میں سادگی اور منکسر المزاجی پائی جاتی تھی۔ ان کی سادگی اور ورع وتقویٰ کا انداز محمد بن بکر بن عبد الرزاق کے اس قول سے کیا جاسکتا ہے:

> ''ابو داؤد کی ایک آستین چوڑی اور ایک آستین پتلی ہوا کرتی تھی تو ان سے سوال کیا گیا کہ اللہ آپ پر رحم کرے! ایسا کرنے میں کیا مصلحت ہے؟ جواب دیا کہ یہ چوڑی آستین تو کتابوں کی حفاظت کیلئے ہے، مگر دوسری کی کوئی ضرورت نہیں۔''

(البدایہ والنہایہ، جلد 11، صفحہ 168)

Marfat.com

امام ابوداؤد کے متعلق اکابر علماء ومحدثین کی آراء:

امام ابوداؤد کا علماء کرام اور حفاظ کے نزدیک جو بلند مقام اور مرتبہ ہے اور ان کے علم وفضل کی وجہ سے اس زمانے کے علماء محدثین کی ان کے متعلق آراء پیش کی جاتی ہے۔

1: ابواسحٰق شیرازا پنی کتاب طبقات میں لکھتے ہیں:

''ابوداؤ د امام احمد بن حنبل کے پیرواوران کے متبعین کے حلقہ میں شامل تھے اور بعض شوافع کا خیال یہ ہے کہ ابوداؤد امام شافعی کے مقلد تھے۔ بہرنوع ان میں سے کسی امام کے مقلد کیوں نہ ہوں ان کے متعلق علماء کی عام رائے نہایت وزنی تھی۔''

2: شوافع ان کی نسبت لکھتے ہیں کہ ابوداؤد حدیث کے امام ہیں۔ فقہ کے سردار ہیں اور ان میں پورا دبدبہ، حرمت اور دینی صلاح وتقویٰ ہے اور وہ اپنے استاد احمد بن حنبل کے بالکل مشابہ ہیں۔

3: موسیٰ بن ہارون جو کہ اپنے زمانے کے ایک بلند پایہ بزرگ ہیں امام ابوداؤد کی نسبت کہتے ہیں:

''ابوداؤد دنیا میں خدمت کیلئے اور عقبیٰ میں بہشت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔''

4: ابوحاتم بن حیان فرماتے ہیں:

''ابوداؤد ہمارے زمانہ میں فقہ، علم حدیث اور زہد وتقویٰ میں ہمارے مقتدا ہیں۔''

وصال:

امام ابوداؤد نے شوال 275 ہجری بمطابق 889 عیسوی میں وفات پائی۔''

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 7:

سیدنا امام ابو عبدالرحمٰن ابن ماجہ

نام:

امام ابن ماجہ کا نام ابو عبداللہ محمد بن یزید الربعی ہے۔

سلسلہ نسب:

امام ابن ماجہ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

''ابو عبداللہ، محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ الربعی بالولاء القزوینی۔''

ابن ماجہ کہلوانے کی وجہ:

امام موصوف ابن ماجہ کیوں کہلاتے تھے۔؟ اس کی کئی وجوہات ہیں:

1: عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ماجہ ان کے والد کا لقب تھا۔

2: القاموس میں ہے کہ ماجہ ان کے والد کا نہیں دادا کا لقب تھا۔

ولادت:

امام ابن ماجہ 209 ہجری میں پیدا ہوئے۔

امام ابن ماجہ کے زمانہ کے علماء:

جب امام ابن ماجہ کا شعور بیدار ہوا تو اس وقت ''قزوین'' میں بڑے پایہ کے علماء وفقہاء موجود تھے۔ مثلاً: علی بن محمد ابو الحسن طنافسی عمرو بن رافع ابو حجر بجلی، اسماعیل بن ابو سہل، قزوینی، ہارون بن موسیٰ تمیمی، محمد بن ابن خالد قزوینی وغیرہ مسند درس وافتاء پر جلوہ افروز تھے۔

علم حدیث کے لئے رخت سفر:

امام ابن ماجہ نے جب علم حدیث کے حصول کیلئے رخت سفر باندھا تو اس وقت ان کی عمر تقریباً 21 (اکیس) سال تھی۔ اس زمانے میں حدیث کا علم اپنے عروج کی انتہا پر تھا۔ امام ابن ماجہ نے علم حدیث کی تلاش میں مختلف شہروں اور علاقوں کی خاک چھانی۔

مؤرخ ابن خلکان کا بیان ہے:

((ارتحل الی العراق والبصرة والکوفة و بغداد و مکة و الشام و مصر و الری مکتب الحدیث))

''امام ابن ماجہ نے عراق، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، شام اور مصر کی طرف سفر کیے اور وہاں کے محدثین سے علم

Marfat.com

حاصل کیا۔"

اساتذہ کرام:

جن اساتذہ کرام اور مشائخ سے امام ابن ماجہ نے حدیث کا علم حاصل کیا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

"محمد بن عبداللہ بن نمیر، جبارہ بن مغلس، ابراہیم بن منذر حزامی، عبداللہ بن معاویہ، ہشام بن عمار، محمد بن رمح، داؤد بن رشید اور ان کے طبقہ سے حدیث کا سماع کیا۔"

امام ابن ماجہ کے شاگرد:

امام ابن ماجہ سے محمد بن عیسٰی ابہری، ابوعمر احمد بن حکیم، ابوالحسن قطان، سلیمان بن یزید فامی، احمد بن روح بغدادی اور دوسرے لوگ روایت کرتے ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ، جلد 1-2، صفحہ 449)

تصنیفات:

امام ابن ماجہ بہت سی تصانیف کے مالک تھے جن میں ان کی تصانیف "التاریخ" اور "السنن" بہت مشہور ہوئی ہیں۔

سنن ابن ماجہ بطور صحاح ستہ کا رکن:

صحاح ستہ کی کتب میں سنن ابن ماجہ ایسی کتاب ہے جسے سب سے آخر میں شمار کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کو پانچویں صدی میں صحاح ستہ میں شامل کیا گیا۔ بعدازاں ہر دور میں اس کتاب کی اہمیت مانی گئی۔

سب سے پہلے ابوالفضل محمد بن طاہر (متوفی 507 ہجری) نے اس کتاب کو صحاح ستہ میں شمار کیا اور یہی عام متاخرین کا فیصلہ ہے۔

ابن السکن (متوفی 353 ہجری) ابن مندہ (متوفی 395 ہجری) ابو طاہر (متوفی 576 ہجری) ابن الاثیر (متوفی 606 ہجری) ابن صلاح (متوفی 743 ہجری) جیسے علماء سنن ابن ماجہ کو صحاح ستہ میں شامل نہیں کرتے، بلکہ اس کے بجائے یا تو وہ صحاح خمسہ ہی پر اکتفاء کرتے ہیں اور یا بعض لوگ (مثلا امام رزین) امام مالک (متوفی 179 ہجری) کی موطا کو صحاح ستہ کے زمرے میں شامل کرتے ہیں۔

ابن الاثیر (متوفی 606 ہجری) نے اپنی کتاب جامع الاصول میں امام رزین ہی کی رائے کو ترجیح دی ہے اور یہی رائے ابوجعفر الغرناطی کی ہے۔

(تدریب الراوی، صفحہ نمبر 56)

جن لوگوں نے سنن ابن ماجہ کو صحاح ستہ میں شامل نہیں کیا اس کی وجہ ان کے نزدیک اس میں ضعیف روایات کی موجودگی ہے۔

Marfat.com

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد 1، صفحہ 48)

سنن ابن ماجہ کی موطا امام مالک پر فوقیت:

سنن ابن ماجہ کو صحاح ستہ میں شامل کرنے کی وجہ اس کی افادیت ہے۔ اس کتاب میں بہت ساری ایسی احادیث ہیں جو موطا امام مالک میں موجود نہیں ہیں۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں:

((درج اهل العلم بالاثر والمتقدمون فيهم وكثير من محققي المتاخرين ولما راه بعضهم كتابا مفيد اقوى النفع في الفقه وراه من كثرة زوائد على الموطا ادرجه على وهنه على الاصول))

(الیافع الجنی برحاشیہ کشف الاستار)

"اہل علم کہتے ہیں کہ جب مقدمین اور متاخرین نے سنن ابن ماجہ کا مطالعہ کیا تو انہوں نے اس کتاب کو مفید اور زیادہ فائدہ مند پایا۔ اصول اور کثرت روایات کی وجہ سے سنن ابن ماجہ کو موطا امام مالک پر فوقیت حاصل ہے۔"

تعداد ابواب واحادیث:

سنن ابن ماجہ میں بتیس کتابیں، پندرہ سو ابواب اور چار ہزار احادیث ہیں۔

ثلاثیات سنن ابن ماجہ اور صحاح ستہ کی دیگر کتب سے موازنہ:

سنن ابن ماجہ میں پانچ ایسی روایات ہیں کہ جن کی سند میں امام ابن ماجہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ جبکہ سنن ابی داؤد اور سنن الترمذی میں ان کی تعداد ایک ایک ہے اور صحیح مسلم اور سنن النسائی میں ایک بھی نہیں۔

اسلوب اور خصوصیات:

سنن ابن ماجہ کو عوام وخواص میں جو پذیرائی اور قبولیت عطا ہوئی وہ اس کتاب کا شاندار اسلوب اور روایت کا حسن انتخاب ہے۔ ذیل میں سنن ابن ماجہ کے اسلوب کی چند خصوصیات پیش کی جارہی ہیں:

1: سنن ابن ماجہ میں اکثر ایسی احادیث روایت کی گئیں ہیں جو کتب خمسہ میں نہیں ہیں۔

2: سنن ابن ماجہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کتاب میں کوئی حدیث مکرر نہیں لائی گئی اور یہ ایسی خصوصیت ہے جو کہ باقی کتب اصول میں نہیں ہے۔

3: اس کتاب میں زیادہ تر ایسی احادیث ہیں جو مسائل واحکام سے متعلق ہیں۔

4: سنن ابن ماجہ میں باقی سنن کی کتب کی نسبت اختصار سے کام لیا گیا ہے، اس کے باوجود یہ کتاب ضروری مسائل

Marfat.com

واحکام کی جامع ہے۔

5: امام ابن ماجہ نے اکثر مقامات پر حدیث کی فنی حیثیت پر بھی گفتگو فرمائی ہے۔

6: اگر لوگوں کو کسی حدیث سے متعلق تشویش اور اضطراب رہا ہو تو امام ابن ماجہ اس حدیث کے ثبوت ملنے کا بھی ذکر دیتے ہیں۔

شروح سنن ابن ماجہ:

سنن ابن ماجہ کی مندرجہ ذیل شروح قابل ذکر ہیں:

1: شرح محمد بن موسیٰ الامیری متوفی 808 ہجری ان کی شرح کا نام ''الدیباچہ'' ہے اور یہ پانچ جلدوں میں ہے۔ مصنف اس کی تکمیل سے قبل وفات پا گئے۔

2: شرح جلال الدین سیوطی، ان کی شرح کا نام ''مصباح الزجاجۃ علی سنن ابی ماجہ'' ہے۔

3: شرح ابراہیم بن محمد حلبی متوفی 841 ہجری۔

4: شیخ ابوالحسن بن الہادی سندھی متوفی 1139 ہجری۔

علماء کا اعتراف کمال:

امام ابن ماجہ صاحب کمال، صاحب فضل اور جلالت شان کے پیکر تھے۔ ان کے فضل و کمال اور جلالت شان اور حفظ حدیث کا اعتراف واقرار ہر زمانے کے علماء وتذکرہ نویسوں نے کیا ہے۔

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

''امام ابن ماجہ بہت بڑے عالم، عالم تبحر تھے، ان کو احادیث پر پوری واقفیت تھی اور مسائل اصولیہ اور فروعیہ میں سنت کے بہت متبع تھے۔''

(البدایہ والنہایہ، جلد 11، صفحہ 161)

ابو یعلی خلیلی کہتے ہیں:

''ابن ماجہ بہت قابل اعتماد ہیں۔ ان کی جلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ ان کا قول حجت ہے۔ وہ معرفت اور حفظ میں بلند مقام پر فائز ہیں۔''

(تذکرۃ الحفاظ، جلد 1-2، ص 449)

وصال:

امام ابن ماجہ کی وفات دوشنبہ کے دن ہوئی اور شنبہ 22 رمضان المبارک 273 ہجری کو مدفون ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر چونسٹھ برس تھی۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 8:

حافظ ابن الصلاح

نام:

حافظ ابن الصلاح کا نام ابو عمرو عثمان بن صلاح الدین تھا۔

نسب نامہ:

حافظ ابن الصلاح کا سب یوں ہے:

''تقی الدین ابو عمرو عثمان بن صلاح الدین بن عبدالرحمٰن الکردی الموصلی الشہر زوری الشافعی۔''

کنیت:

حافظ ابن الصلاح کی کنیت ابو عمر تھی۔

پیدائش:

ابن الصلاح 577 ہجری (1181 عیسوی) میں اربل کے علاقے میں شہر زور کے قریب موضع شہر خان میں پیدا ہوئے۔'' (علوم الحدیث، لابن الصلاح، صفحہ 7)

شافعی المسلک:

حافظ ابن الصلاح شافعی المسلک تھے۔

والد سے حصول علم:

ابن الصلاح نے اپنے والد سے فقہ کا علم حاصل کیا۔ انہوں نے اپنے والد سے فقہ کی مشہور کتاب ''المہذب'' کئی مرتبہ پڑھی۔ کافی عرصہ تک موصل میں علم حاصل کرنے میں مصروف رہے۔

اساتذہ و مشائخ:

علم حاصل کرنے کے سلسلے میں ابن الصلاح نے بہت سے علاقوں کی جانب رخت سفر باندھا۔ امام محمد الزہجاان کے حصول علم کے بارے میں لکھتے ہیں:

''حافظ ابن الصلاح نے عبیداللہ بن سمین، نصر اللہ بن سلامہ، محمود بن موصلی اور عبدالمحسن بن طوسی سے حدیث کا سماع کیا۔ پھر بغداد کی طرف کوچ کیا۔ وہاں ابو احمد بن سکینہ اور عمر بن طبرزد سے، ہمدان میں ابوالفضل بن معزم سے، نیشا پور میں منصور، موید، زینب اور اس طبقہ کے دوسرے علماء سے، مرد میں ابوالمظفر بن سمعانی اور ایک جماعت سے، دمشق میں قاضی جمال الدین عبدالصمد بن حرستانی، شیخ موفق الدین مقدسی اور شیخ فخر الدین بن عساکر سے، حلب میں ابو محمد بن علوان سے اور حران میں حافظ عبدالقادر

Marfat.com

سے علم حدیث کی تکمیل کی۔"

(تذکرۃ الحفاظ، جلد 4-3، صفحہ 972)

مسند تدریس:

علم حدیث سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آپ نے بیت المقدس میں ایک مدرسے میں مسند تدریس کو رونق بخشی۔ آپ نے مختلف علاقوں میں لوگوں کو علم کی روشنی سے آشنا کرایا۔ بے شمار لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا۔ بڑھاپے کے باوجود آپ تصنیف و تالیف میں مشغول رہتے ہیں۔ دین کے چوٹی کے علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

بلند پایہ مفتی و حافظ:

حافظ ابن الصلاح کا تعلق شہرزور سے تھا اور وہاں کے بلند پایہ حفاظ حدیث اور مامور مفتیوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔

تصنیفات:

حافظ ابن الصلاح بہت ساری کتابوں کے مصنف تھے۔ انہوں نے مختلف علوم پر بے شمار کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

1: طبقات الفقہاء الشافعۃ۔
2: الامالی۔
3: فوائد الرحلۃ۔
4: ادب المفتی والمستفتی۔
5: صلۃ الناسک فی صفۃ المناسک۔
6: شرح الوسیط فی فقہ الشافعیہ۔
7: الفتاوی۔
8: شرح صحیح مسلم۔
9: الموتلف والمختلف فی اسماء الرجال۔
10: علوم الحدیث۔
11: مقدمہ ابن الصلاح۔ (علوم الحدیث (ابن الصلاح) صفحہ 16-15)

مقام و مرتبہ:

حافظ ابن الصلاح حدیث، فقہ، تفسیر اور دیگر علوم میں ایک مسند تصور کیے جاتے تھے، یہی وجہ ہے کہ آپ کو لوگوں میں انتہائی مقام و مرتبہ حاصل تھا۔ علماء و فضلا آپ کے مرتبے اور فضلیت کے بارے میں بہت کچھ لکھتے ہیں۔

چنانچہ قاضی ابن خلکان لکھتے ہیں:

"حافظ ابن الصلاح تفسیر، حدیث اور فقہ پر اپنے زمانے میں کامل عبور رکھتے تھے۔ دوسرے علوم میں بھی آپ کی صلاحیت قابل رشک تھی۔ آپ کے فتاوی صحیح اور قابل قبول ہوتے تھے۔ آپ میرے استاذ ہیں۔ بسلسلہ تعلیم مدت تک ان کے پاس رہا ہوں اور بہت فائدہ اٹھایا۔" (تذکرۃ الحفاظ، جلد 4-3، صفحہ 972)

Marfat.com

امام ابوحفص بن الحاجب فرماتے ہیں:

''حافظ ابن الصلاح اپنے وقت کے امام تھے۔ اصول وفروغ میں تبحر تھے۔علم کی تلاش میں آپ کی جفاکشی بے مثال تھی۔ آپ اطاعت اور عبادت میں پرجوش اور سرگرم تھے۔'' (علوم الحدیث لابن الصلاح، صفحہ 14)

وفات:

ابن الصلاح نے 25 ربیع الاول 643 ہجری کی صبح کو دمشق میں وفات پائی۔

نماز جنازہ اور تدفین:

آپ کی وفات سے لوگوں کو بہت صدمہ پہنچا۔آپ کے جنازے میں جس قدر لوگ شریک تھے پہلے کبھی اتنی تعداد کسی جنازے میں نہ پائی گئی۔آپ کی نماز جنازہ جامع اموی میں ادا کی گئی۔دوسری مرتبہ نماز جنازہ باب الفرج میں ادا ہوئی۔آپ مقابر الصوفیہ میں دفن ہیں اور ہر خاص وعام کیلئے آپ کی قبر زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 9:

حافظ ابن حجر عسقلانی

نام:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا نام احمد بن علی تھا۔

لقب:

حافظ ابن حجر مکی کا لقب شہاب الدین تھا۔

کنیت:

حافظ ابن حجر کی کنیت ابو الفضل تھی۔

عرف:

امام موصوف کا عرف ابن حجر تھا۔

سلسلہ نسب:

حافظ ابن حجر کا سلسلہ نسب یوں ہے:

''ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن محمد علی بن محمود بن احمد بن حجر عسقلانی۔'' (شرح نخبۃ الفکر،، صفحہ 11)

ولادت:

حافظ ابن حجر 12 شعبان 733 کو مصر العتیق (old cairo) میں پیدا ہوئے۔''

آپ کے والدین:

حافظ ابن حجر بچپن ہی میں والدین کے سائے سے محروم ہو گئے۔ آپ کے والد مشہور عالم دین تھے۔

تعلیم و تربیت:

ابن حجر عسقلانی نے ایک مشہور تاجر زکی الدین الخروبی کی سرپرستی میں پرورش پائی۔ جب آپ کی عمر ابھی صرف نو برس کی ہوئی تھی تو آپ نے اللہ کی کتاب قرآن مجید کو حفظ کر لیا تھا۔ بعد ازاں تھوڑے عرصے میں ہی آپ نے فقہ اور صرف و نحو کی تعلیم حاصل کر لی۔

حصول علم کے لیے رخت سفر:

جب ابن حجر عسقلانی کو شوق علم دامن گیر ہوا تو اس مقصد کیلئے انہوں نے دور دراز کے علاقوں کی جانب سفر اختیار

Marfat.com

کیا اور اپنے زمانے کے ممتاز ترین اساتذہ و مشائخ سے ایک مدت تک علم حاصل کرتے رہے۔

علم کے حصول کی خاطر آپ نے مصر، شام، حجاز، قبرص، اسکندریہ اور یمن کی طرف کئی علاقوں کا سفر کیا اور علم کی پیاس بجھائی۔

اساتذہ:

حافظ ابن حجر مکی نے حدیث اور فقہ البلقینی، ابن الملقن (متوفی 804 ہجری) اور عز الدین ابن جماعۃ سے پڑھی۔ علم قرآت التوخی سے اور عربی زبان اور لغت محب الدین ابن ہشام (متوفی 799 ہجری) اور فیروز آبادی سے پڑھی۔ حافظ ابن حجر نے اپنے آپ کو بالخصوص حدیث کے مطالعے کے لئے وقف کر دیا۔

حافظ زین الدین عراقی سے آپ نے تقریباً دس سال تک لگاتار حدیث کا علم حاصل کیا اور اس علم میں اتنا بڑا کمال اور مہارت حاصل کیا کہ آپ حافظ حدیث کے لقب سے جانے اور پہچانے گئے۔

تصنیفات و تالیفات:

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تحریر میں تحقیق، تنقیح وجدت کا پہلو نمایاں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تصانیف نے ان کی زندگی میں قدر و منزلت پالی تھی۔ آپ کی کتب کو بڑی اہمیت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ ویسے تو ان کی تصانیف کی تعداد 150 سے بھی زیادہ تھی، مگر یہاں چند ایک کا ہی تذکرہ کیا جاتا ہے:

1: الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ۔
2: تہذیب التہذیب۔
3: تعجیل المنفعۃ بزوائد رجال الائمۃ الاربعۃ۔
4: القول المسدود فی الذب عن المسند للامام احمد۔
5: بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام فی علم الحدیث۔
6: نخبۃ الفکر فی مصطلح اہل الاثر۔
7: نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر۔
8: الارر الکامنۃ فی اعیان الملۃ الثامنۃ۔
9: انباء الغمر بابن العمر۔
10: رفع الاصبر عن قضاۃ مصر۔
11: طوالع التاسیس فی معالی ابن ادریس۔
12: دیوان۔
13: غبطۃ الناظر فی ترجمۃ الشیخ عبد القادر۔
14: تخریج احادیث شرح الوجیز از الرافعی۔
15: تقریب التہذیب یعنی تہذیب التہذیب کی تلخیص۔
16: تلخیص الحبیر۔
17: الدرایۃ فی منتخب تخریج احادیث الھرایۃ۔
18: الراحمۃ الغیثیۃ۔
19: طبقات المدلیس۔
20: لسان المیزان۔
21: فتح الباری شرح صحیح بخاری۔

Marfat.com

حافظ ابن حجر عسقلانی کی زندگی میں ان کی کتب کی بڑی مانگ تھی، مگر ان کی تصنیفات میں جو شہرت فتح الباری شرح صحیح بخاری اور شرح نخبۃ الفکر نے حاصل کی وہ کسی اور کے حصے میں نہ آئی۔

وفات:

حافظ ابن حجر نے 18 ذوالحجہ 852 ہجری کو انتقال کیا۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 10:

خطیب بغدادی

نام:

آپ کا نام ابو بکر احمد بن علی بن ثابت ہے۔آپ الخطیب البغدادی کے نام مشہور و معروف ہیں۔

ولادت:

خطیب بغدادی 24 جمادی الآخری 392 ہجری کو بمقام درزجان پیدا ہوئے، جو بغداد کے جنوب میں دریائے دجلہ کے کنارے ایک بڑا سا گاؤں ہے۔"

والد:

ابو بکر احمد بن علی ثابت کے والد ایک خطیب (واعظ) تھے۔

حصول علم اور دیگر علاقوں کا سفر:

کم سنی میں ہی آپ نے تعلیم حاصل کرنے کا سلسلہ شروع کر لیا تھا۔لہٰذا حدیث کی تلاش میں دور دراز کے علاقوں کا سفر کیا۔علم کی تلاش میں آپ دمشق، اصفہان، ہمدان، بصرے اور نیشاپور کے علاقوں کی جانب رخت سفر باندھا۔ آخر کار بغداد کی سرزمین پر قیام کیا اور وہاں خطیب کے عہدے پر فائز رہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ آنے والی نسلوں میں الخطیب البغدادی کے نام سے مشہور معروف ہو گئے۔

شہرت:

حدیث کے علم میں متحرانہ دسترس رکھنے کی وجہ سے آپ کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہو گئی تھی۔ان کے تذکرہ نویسوں میں سے ایک لکھتے ہیں کہ واعظین اور حدیث کے معلمین اپنی جمع کردہ احادیث کو روایت کرنے سے پہلے ان کی ماہرانہ رائے لینا ضروری خیال کرتے تھے۔اس کے برعکس بغداد میں حنابلہ کی مخالفانہ روش کا بڑا غلبہ تھا، جس سے انہیں تکلیف کا سامنا کرنا پڑا، لیکن حنبلیوں کی مخالفت کے باوجود آپ کو خلیفہ القائم اور وزیر ابن المسلمۃ کی مکمل تائید اور حمایت حاصل تھی جس کی بدولت المنصور کی مسجد میں سلسلہ درس شروع کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

تصانیف:

آپ کی تصانیف کی تعداد بہت زیادہ ہے۔آپ کے سوانح نگاروں کے مطابق آپ کی تصانیف کی تعداد تقریباً ایک سو کے قریب ہیں۔

الکفایۃ فی معرفۃ اول علم الروایۃ اور تقلید العلم آپ کی خاصی مشہور اور قابل ذکر کتب ہیں۔

Marfat.com

شہرت یافتہ کتاب:

آپ کی تصانیف میں سب زیادہ جس تصنیف نے شہرت پائی وہ ''تاریخ بغداد'' ہے۔اس کتاب میں بغداد کے علماء حدیث سے متعلق بہت سی معلومات کا ذخیرہ موجود ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

جزء نمبر 4:

چند عنوانات قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں

فصل نمبر 1:

ایمان کا مفہوم و معنی

ایمان کا مفہوم:

کوئی شخص دل کی تصدیق سے حق کا اقرار اور اس کی متابعت کرے۔ یہ تین صورتوں کے اجتماع سے ممکن ہے:

1: تصدیق بالقلب۔

2: اقرار باللسان۔

3: عمل بالجوارح۔

ایمان کا شرعی مفہوم:

ایمان کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ ایسے امور و معاملات جن کے بارے میں واضح اور مکمل طور پر معلوم ہو جائے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ لے کر آئے ہیں انہیں سچا ماننا اور دل کی گہرائی سے تسلیم کرنا ہے۔

ایمان کا اصطلاحی مفہوم:

اصطلاحی لحاظ سے ایمان کی تعریف یہ ہے:

((تصديق الرسول فيما جاء به عن ربه))

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کی طرف سے جو کچھ لائے ہیں اس کی تصدیق کرنا شرعی لحاظ سے ایمان کہلاتا ہے۔"

محققین کہتے ہیں:

"اصطلاح شریعت میں ایمان کا مطلب ہے کہ انسان اس حقیقت کو تسلیم کر لے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے تمام ذاتی و صفاتی کمالات برحق ہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔"

ایمان تصدیق، اعتراف اور اذعان و اقرار کی ایسی کیفیت سے عبارت ہے کہ جس میں اطاعت اور فرمانبرداری پائی جاتی ہے۔ اس میں کسی قسم کا انکار و عناد، سرکشی اور تذبذب نہیں ہوتا، بلکہ پختہ یقین کے ساتھ ساتھ مستقل مز

Marfat.com

ہوتی ہے۔

تصدیقِ قلب اورزبان سے اقرار:

ایمان دلی طور پر کسی چیز کو پہچان لینے کے بعد اس کی تصدیق کرنے اور اس کے ساتھ ساتھ زبان سے اقرار کر لینے کا نام ہے:

((امنت باللہ کما ھو باسمائہ و صفاتہ وقبلت جمیع احکامہ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب))

"میں ایمان لایا اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور اپنی صفات کے ساتھ ہے اور میں نے قبول کیا اس کے سارے حکموں کو۔ میں زبان سے اقرار کرتا ہوں اور دل سے تصدیق۔"

ایک سائل (حضرت جبرائیل) نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

"ایمان کیا ہے۔؟"

اس سوال میں ایمان کو مقدم فرما کر اس سے متعلق سب سے پہلے سوال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایمان اصل ہے؟ پھر دوسرے درجہ پر اسلام کے متعلق پوچھا کیونکہ اسلام دعویٰ کے مطابق ظاہر ہوتا ہے۔ ایمان کا تعلق باطنی کیفیت سے ہے اور اسلام کا تعلق ظاہری حالت سے ہے۔

ایمان کی اہمیت:

ایمانیات یا عقائد دین کی بنیاد ہیں، یہ ایک واضح بات ہے۔ ایمانیات کا تعلق علم سے ہے اور باقی چیزیں عمل سے ہیں۔ علم کو عمل پر برتری حاصل ہے۔ جب تک ایمان و عقائد وجود میں نہ آئیں اسلام کا وجود میں آنا ممکن نہیں۔

☆☆☆

فصل نمبر 2:

ایمان کی اہمیت قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں

ایمان قرآن مجید کی روشنی میں

مومن کی اہم ترین صفت:

قرآن مجید میں مومن کی اولین اور اہم ترین صفت ایمان ارشاد فرمائی گئی ہے۔ قرآن مجید میں سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((یایھا الذین امنوا امنوا باللہ و رسولہ والکتب الذی نزل علی رسولہ والکتب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر فقد ضل ضللا

Marfat.com

بعیدا))

(سورۃ النساء: آیت نمبر 136)

''اے ایمان والو! تم اعتقاد رکھو اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور اس کتاب کے ساتھ جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور ان کتابوں کے ساتھ جو کہ نازل ہو چکی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا انکار کرے اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور روز قیامت کا تو وہ شخص گمراہی میں بڑی دور جا پڑا۔''

حقیقی گمراہی

قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی کتاب (قرآن مجید) پر اور اس سے پہلے انبیائے کرام پر نازل ہونیوالی کتابوں پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی اللہ، اس کے فرشتوں، کتابوں، انبیائے کرام اور قیامت کے دن سے انحراف کرے یا ان میں سے کسی ایک کو بھی جھوٹا مانے تو وہ گمراہی میں جا پڑے گا۔

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان اور ان کی اطاعت:

دوسری جگہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ و رسولہ و لا تولوا عنہ و انتم تسمعون))(سورۃ الانفال: آیت 20)

''اے ایمان والو! اللہ کا کہا مانو اور اس کے رسول کا اور اس کا کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو اور تم (اعتقاد سے) سن تو لیتے ہی ہو۔''

اس آیت مبارکہ میں ارشاد ہو رہا ہے کہ ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرو اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور روگردانی کرنیوالوں میں سے ہرگز نہ ہو جاؤ۔ جبکہ تم ارشادات باری تعالیٰ سن رہے ہو۔ ان ارشادات کو صرف سننے کی حد تک نہ رکھو بلکہ عمل کر کے دکھاؤ۔

ایمان لانے کے بعد شک سے بچنے والوں کی فضیلت:

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((انما المؤمنون الذین امنوا باللہ و رسولہ ثم لم یرتابوا و جھدوا باموالھم و انفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصدقون))

(سورۃ الحجرات: آیت 15)

''بے شک پورے مومن وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ پھر شک نہیں کیا اور اپنے جان

Marfat.com

ومال سے اللہ کے راستے میں جہاد کیا۔ یہی لوگ سچے ہیں۔"

اہل ایمان سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں:

ارشاد ربانی ہے:

((والذین امنوا اشد حباً للہ))(سورۃ البقرہ :آیت 165)

"اور جولوگ ایمان لائے ہیں وہ سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔"

قرآن مجید دراصل جس ایمان کو حقیقی ایمان قرار دیتا ہے اسے مندرجہ بالا آیات قرآنی میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔

ایمان کی اہمیت احادیث کی روشنی میں

حلاوت ایمانی:

((عن انس عن النبی ﷺ قال ثلث من کن فیہ و جد حلاوۃ الایمان ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سو اھما و ان یحب المرء لا یحبہ الا اللہ و ان یکرہ ان یعود فی الکفر کما یکرہ ان یقذف فی النار))

(صحیح بخاری، کتاب الایمان، جلد 1، صفحہ 90)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کا مزہ پائے گا۔ ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت اس کو سب سے زیادہ ہو، دوسرا یہ کہ فقط اللہ کے لئے کسی سے دوستی رکھے، تیسرا یہ کہ دوبارہ کافر بننا اسے اتنا ناگوار ہو جیسے آگ میں جھونکا جانا۔"

محبت رسول کے بغیر ایمان مکمل نہیں:

((عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال والذی نفسی بیدہ لا یؤمن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ))

(صحیح بخاری، باب کتاب الایمان، جلد 1، صفحہ 89)

"حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس (اللہ) کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوتا جب تک اس کو میری محبت اپنے ماں باپ اور اولاد سے زیادہ نہ ہو۔"

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ انسان کے ایمان کا معیار کیا ہے؟ دنیاوی لحاظ سے دیکھا جائے تو انسان کو اپنے والدین، اولاد اور عزیز و اقارب سے بہت زیادہ محبت اور پیار ہوتا ہے۔ اولاد کیلئے شفقت اور محبت ماں

Marfat.com

باپ کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے۔ ماں باپ اپنی اولاد کو سب سے زیادہ چاہتے ہیں اور اولاد کو بھی اپنے والدین سے بڑا پیار ہوتا ہے اور اگر انسان کو کسی بھی چیز سے محبت ہو جائے تو وہ اس میں پاگل ہو جاتا ہے، لیکن اس حدیث میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ انسان چاہے جس سے جتنی مرضی محبت کر لے اس کی محبت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر حاوی نہیں ہو سکتی۔

انسان اس وقت تک مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک اُسے اپنے والدین، اولاد حتیٰ کہ جس کسی چیز سے بھی اسے محبت ہے ان سب سے زیادہ محبت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہو جائے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ جب تک صبح کا سورج طلوع نہ ہو اس وقت تک دن کا آغاز نہیں ہوتا، سورج نکلتا ہے تو دن شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح جب تک انسان کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب سے زیادہ نہ ہو جائے اس وقت تک انسان مومن نہیں ہو سکتا اور یہ محض دعوؤں کی بات نہیں بلکہ عمل کی بات ہونی چاہیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق زندگی بسر کی جائے اور کسی صورت میں بھی آپ کی محبت کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

((عن انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده و ولده و الناس اجمعین))

(صحیح مسلم، شرح نووی، جلد 1، صفحہ 136)

''حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک کہ اس کو میری محبت اپنی اولاد، ماں باپ اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔''

ہمسایہ اور مہمان کی خاطر تواضع کرنا:

((عن ابی هریرة عن رسول الله ﷺ قال من کان یؤمن بالله و الیوم الاخر فلیقل خیرا اولیصمت و من کان یؤمن بالله و الیوم الاخر فلیکرم جاره و من کان یؤمن بالله و الیوم الاخر فلیکرم ضیفه))

(صحیح مسلم شرح نووی: باب کتاب الایمان، جلد 1، صفحہ 137)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے ہمسایہ کی خاطر داری کرے اور جو شخص اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کی خاطر داری کرے۔''

اس حدیث میں کیا عمدہ نصیحت کی گئی ہے کہ کوئی بھی بات کہنے سے پہلے سوچ لیا جائے کہ وہ جو بات کرنا چاہتا ہے

Marfat.com

وہ ثواب کی بات ہے یا گناہ کی، اگر ثواب کی بات ہے تو ضرور کرنی چاہیے لیکن اگر گناہ کی بات ہے کہ جس میں ثواب کی بجائے گناہ ہو جائے تو ایسی صورت میں انسان کا خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور روز قیامت پر ایمان اور یقین رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے ہمسایہ سے اچھا سلوک کرے۔ اس کے دکھ درد میں شریک ہو اور ہمسایہ کو اس کی طرف سے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو اور یہ کہ مہمان کی خاطر تواضع کرنی چاہیے کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔

آدمی جو اپنے لیے پسند کرے وہی اپنے بھائی کے لیے پسند کرے:

((عن انس عن النبی ﷺ قال: لا یؤمن احد کم حتی یحب لا خیہ ما یحب لنفسہ)) (صحیح بخاری، جلد 1، صفحہ 89)

"حضرت انس سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوتا جب تک کہ جو اپنے لئے چاہتا ہے وہی اپنے بھائی (مسلمان) کے لئے چاہے۔"

انسان کا اپنے مسلمان بھائی کیلئے بھی وہی کچھ چاہنا جو کچھ وہ اپنے لئے چاہتا ہے یہ خوبی تمام اخلاق کی جڑ ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ بالعموم تمام بنی نوع انسان کی خیر خواہی چاہے اور اپنے مسلمان بھائی کا بالخصوص خیر خواہ ہو۔ جو انسان بھی ایسے طریقے کو اپنی زندگی میں شامل کر لیتا ہے اس کی دنیا بھی چین سے گزرتی ہے اور اس کی آخرت بھی سنور جاتی ہے۔

محبت ایمان کی نشانی ہے:

((عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال: المؤمن مالف و لا خیر فیمن لا یالف و لا یولف))

(مشکوٰۃ شریف، کتاب الاداب، باب الشفقت علی الخلق، الفصل الثالث)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن محبت کا پتلا ہے اور اس شخص میں کوئی خوبی نہیں جو نہ لوگوں سے محبت کرے اور نہ لوگ اس سے محبت کریں۔"

ایک اور جگہ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا تدخلوا الجنۃ حتی تؤمنوا)) (صحیح مسلم)

"تم اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایمان نہ لاؤ۔"

اور پھر ارشاد فرمایا کہ ایمان کی نشانی محبت ہے اور محبت کی نشانی سلام کرنا ہے۔

ایمان کی مطلوب حالت:

ایمان کی ایسی حالت مطلوب ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اس کی رضا کا وسیلہ بنایا جائے اور آدمی اللہ تعالیٰ کے کرم کا امیدوار رہے مگر کبھی بھی اس کی نافرمانی پر جرأت کا اظہار نہ کرے۔

Marfat.com

ایمان روشنی ہے اور کفر تاریکی:

ایمان اور کفر انسان کی لغت کے دو الفاظ ہیں اور یہ دونوں الفاظ معانی اور مطلب کے لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ انسان کی زندگی میں یہ دونوں الفاظ ایک ہی وقت میں جمع نہیں ہو سکتے۔ انسان ایک وقت میں یا تو صاحب ایمان ہوگا یا پھر کافر۔ انسان یا تو صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گا جو کہ صرف اسی ذات اطہر کا حق ہے، یا پھر غیر اللہ کی پوجا پاٹ شروع کر دے گا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو ان کی بعثت نے ایمان کا نہایت واضح تصور پیش کیا اور ایمان وکفر کی انتہائی واضح تعریف کر کے اس کرۂ زمین کو ایسے عظیم انقلاب، فکر اور ایمان کی روشنی سے روشناس کیا اور انسانی زندگی کے معانی ومفہوم میں وہ عظمت پیدا کی جس سے تاریخ آشنا نہ تھی۔

انسان اس دنیا میں قدم رکھتا ہے تو اسے اپنے اطراف میں ایک وسیع وعریض کائنات بکھری ہوئی نظر آتی ہے۔ اس وسیع کائنات کا ایک ایک ذرہ انسان کو اس امر کا یقین دلاتا ہے کہ وہ انسان کے فائدے کیلئے اور اس کے استعمال کیلئے بنایا گیا ہے۔ اس کائنات کو اور جو کچھ اس میں ہے اس کو استعمال کرنے والے انسان دو طرح کے ہوتے ہیں، ان میں ایک گروہ ان انسانوں کا ہے کہ جو زندگی بھر ایک لمحے کے لئے یہ سوچنے کی زحمت نہیں کرتے کہ وہ محسن کون ہے جس نے بلا طلب اور بلا استحقاق انسان کیلئے یہ خوان نعمت بچھا رکھا ہے۔ ایسا آدمی جو اپنے اس محسن اور اس کائنات کے خالق اور مدبر کو جاننے کی کوئی کوشش ہی نہ کرے وہ اس کا حق کیسے ادا کر سکتا ہے۔

حق تو یہ بنتا ہے کہ زندگی انسان کیلئے اللہ کی طرف سے عطا کردہ ایک عظیم نعمت ہے۔ انسان کی دنیاوی زندگی ایک امتحان اور آزمائش ہے۔ ایک طرف انسان زندگی کی آسانیوں اور راحتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے اور دوسری طرف اسے مصیبتوں اور پریشانیوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں انسان کی آزمائش اور امتحان ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں صرف ایمان ہی کی قوت ہے جو انسان کو ہر طرح کی آزمائشوں سے کامیاب وکامران کرتی ہے۔ ایمان کی روشنی انسان کی راہ ہدایت کی طرف راہنمائی کرتی ہے اور جہالت کا راستہ اختیار کرنے سے بچاتی ہے۔ ایمان ایک ایسی روشنی ہے جو انسان کیلئے مایوسی اور مشکلات کی رات میں صبح کے نور کی مانند ہے۔ نزول قرآن کا مقصد ہی جہالت کو ختم کرنا اور کفر کی تاریکی کو ایمان کی روشنی میں بدل دینا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

((كتب انزلنه اليك لتخرج الناس من الظلمت الى النور))

(سورۃ ابراہیم: آیت 1)

"یہ (قرآن) ایک ایسی کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل فرمایا ہے تا کہ آپ لوگوں کو تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف پہنچا دیں۔"

تاریکی اور روشنی سے مراد یہ ظاہری آنکھوں سے دکھائی دینے والا اندھیرا اور اُجالا نہیں، بلکہ اس سے مراد عقائد، نظریات و فکر و عمل کا اندھیرا اور اُجالا ہے۔ اگر عقیدہ خراب ہو تو دل میں ظلمت پیدا ہوتی ہے، جو برے عمل سے بڑھتی

Marfat.com

رہتی ہے اور یوں کافر کا دل مزید تاریکیوں میں ڈوبتا چلا جاتا ہے۔حتیٰ کہ ایک مقام ایسا بھی آتا ہے جہاں سے واپسی بھی ممکن نہیں رہتی۔ایسے لوگوں کے حق میں فرمایا گیا ہے کہ اب انہیں ہدایت نصیب نہ ہوگی اور جب کسی کو ایمان نصیب ہوتا ہے تو صرف ایمان قبول کرنا اتنا بڑا کام ہے کہ عمر بھر کے کفر نیز گناہوں کی تاریکی کو دھو دیتا ہے۔یہ نور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر سے نصیب ہوتا ہے۔

فصل نمبر 3:

اسلام کے بنیادی عقائد

پانچ عقائد:

اسلام کے بنیادی عقائد مندرجہ ذیل ہیں:

1: اللہ تعالیٰ پر ایمان۔ 2: رسولوں پر ایمان۔
3: ملائکہ پر ایمان۔ 4: الہامی کتب پر ایمان۔
5: آخرت پر ایمان۔

تفصیل:

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ولکن البر من امن باللہ والیوم الآخر والملئکۃ والکتب والنبین))

(سورۃ البقرہ: آیت 177)

"لیکن (اصلی) کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (سب) کتب (ساویہ) پر اور پیغمبروں پر۔"

اللہ تعالیٰ پر ایمان......توحید ربانی

ایمان باللہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا جائے۔یہاں پر ایمان کا تکرار کیا گیا ہے،تا کہ اس کی شان اور عظمت کو اجاگر کیا جائے۔ایمان باللہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی تصدیق کی جائے اور اس امر کا اعتراف بھی کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ صفات کمال کے ساتھ متصف اور صفات نقص سے مبرا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم))

(سورۃ البقرہ: آیت 163)

"اور تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی رحمن ہے اور رحیم

Marfat.com

ہے۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

((الھکم الہ واحد فلہ اسلموا))(سورۃ الحج :آیت 34)

"تمہارا معبود (حقیقی) ایک ہی ہے، تو تم ہمہ تن اسی کے ہو کر رہو۔"

توحید کا مفہوم:

اسلامی عقائد میں سب سے پہلا عقیدہ "توحید" کا ہے۔ لفظ توحید وحد سے بنا ہے جس کے لفظی معانی ایک ماننا، یکتا جاننا کے ہیں۔

توحید کا مادہ "وحد" ہے اور اس کے مصادر میں "وحد اور وحدہ" زیادہ مشہور ہیں جس کا مطلب ہے اکیلا اور بے مثال ہونا۔ وحید یا وحد اس ہستی کو کہتے ہیں جو اپنی ذات میں اور صفات میں اکیلی اور بے مثال ہو۔

اصطلاحی مفہوم:

دین کی اصطلاح میں توحید سے مراد یہ ہے کہ سب سے برتر واعلیٰ اور ساری کائنات کی خالق اور مالک ہستی کے واحد و یکتا ہونے پر ایمان لانا اور صرف اسی کو عبادت کے لائق سمجھنا۔

توحید کا مختصر اً مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے جو اپنی ذات، صفات اور افعال میں بے مثال، لازوال اور لاشریک ہے۔ وہ تمام صفات کمالیہ سے متصف اور ہر طرح کے عیبوں سے پاک صاف ہے۔ اس کی ذات اقدس ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ کیلئے ہے۔ وہ تمام کائنات کا تخلیق کرنے والا ہے۔ وہی عبادت کا حقدار ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی ذات ایسی نہیں جو عبادت کے لائق ہو۔

قرآن مجید میں سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمن الرحیم))

(سورۃ البقرہ: آیت 163)

"اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بڑی رحمت والا مہربان ہے۔"

تمام آسمانی کتب کی بنیادی تعلیم توحید ہے:

آسمانی کتب کی بنیادی اور مرکزی تعلیم توحید ہی تھی کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے، اس کے سوا کوئی دوسری ذات لائق عبادت نہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر حیثیت سے یکتا و بے مثال ہے۔

قرآن مجید میں اس حقیقت کی تصریح موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون))(سورۃ الانبیاء :آیت 25)

Marfat.com

''اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھی بھیجے سب کی طرف یہ وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس تم میری عبادت کرو۔''

پورا قرآن مجید توحید کا سرچشمہ ہے:

پورا قرآن مجید ایسا نیّر تاباں ہے کہ جس کی ہر کرن توحید کا سرچشمہ ہے۔ سورۃ اخلاص ہی کو ملاحظہ فرمائیں اس صورت میں انتہائی مختصر مگر جامع انداز میں توحید باری تعالیٰ کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد))

(سورۃ اخلاص: آیت 4-1)

''اے نبی! فرما دیجئے کہ اللہ (اپنے کمال ذات وصفات میں) ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اس کی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔''

اس مختصر سی سورت کی پہلی آیت ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کی واحدانیت اور یکتائی کی ترجمان ہے۔ دوسری آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات کمالیہ کا بیان ہے کہ عالم ہست وبود کی ہر چیز اپنی ہستی اور بقا میں اس کی عطا کی محتاج ہے۔ مگر وہ کسی امر میں کسی حیثیت سے کسی کا محتاج نہیں۔ تیسری آیت مبارکہ ہر طرح کے عیب اور نقص کی نفی کرتی ہے اور آخری آیت مبارکہ نے ہر طرح کی راہیں مسدود کر دی ہیں۔

تمام انبیائے کرام نے توحید کی تبلیغ کی:

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک جتنے بھی پیغمبر ورسل اس کائنات میں تشریف لائے ان سب نے توحید باری تعالیٰ کی تبلیغ کی۔ تمام انبیائے کرام نے یہی پیغام پہنچایا کہ کائنات کی تمام اشیاء اللہ تعالیٰ ہی کی مخلوق ہیں اور سبھی اس کے عاجز بندے ہیں، لہٰذا صرف ایک اللہ کی عبادت کرنی چاہیے اور اسی کے احکامات کی اطاعت کرنی چاہیے۔

سورۃ الاعراف آیت 65 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((والى عاد اخاهم هوداً قال يقوم اعبدوا الله مالكم من اله غيره))

''اور (اسی طرح) قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا، انہوں نے کہا کہ بھائیو! اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔ کیا تم ڈرتے نہیں۔''

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((والى ثمود اخاهم صالحاً قال يقول اعبدوا الله مالكم من اله غيره))

(سورۃ اعراف، آیت 73)

''اور قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، (تو) صالح نے کہا: اے قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔''

Marfat.com

عقیدہ توحید تمام نیکیوں کی بنیاد ہے:

حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''سب سے بڑی نیکی، نیکیوں کی جڑ توحید ہے، کیونکہ ان ملکات چہار گانہ مذکورہ بالا میں جو حقیقی سعادت کے حصول کا موجب ہے۔ عظیم ترین خلق ''اخبارات'' ہے۔ جس کا مفہوم ہے رب العالمین کی عظمت اور اس کے جلال و کبریائی کے سامنے ہر وقت عاجزی کے ساتھ جھکے رہنا۔ اس اہم خلق کا حصول توحید پر موقوف ہے۔ تدبیر علمی اور تدبیر عملی دونوں میں سے مفید تر تدبیر عملی ہے اور ملکہ اخبارات کو کامل طور حاصل کرنے کیلئے علمی تدابیر کو مفید ترین بنانے کا واحد ذریعہ عقیدہ توحید کا استحکام ہے۔ اسی کی بدولت انسان اپنی پوری توجہ کو غیب الغیب ذات اقدس پر مرکوز رکھ سکتا ہے اور اس کے ساتھ اس کو ایک طرح کا مقدس تعلق اور ارتباط حاصل ہو سکتا ہے۔''

(حجۃ اللہ البالغہ، صفحہ نمبر 345)

عقیدہ توحید انسانی فکر و عمل میں ایک انقلاب برپا کر دیتا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کو واحد و یکتا تسلیم کر لینے سے عالمگیر برادری کا تصور پیدا ہو جاتا ہے۔ تنگ نظری کا خاتمہ ہوتا ہے اور انفرادی و اجتماعی زندگی کا خاکہ یکسر تبدیل ہو جاتا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ کو واحد و یکتا اور علیم و خبیر ماننے کے بعد انسان کی عملی زندگی یکسر تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ ہر قسم کے گناہ چاہے وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ ان سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کے سوا ہر کسی سے بے نیاز ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کو احکم الحاکمین تسلیم کرتا ہے۔

توحید کی اقسام:

توحید کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

1: توحید فی الذات۔ 2: توحید فی الصفات۔

3: توحید فی العبادت۔ 4: توحید فی الافعال والاختیار۔

توحید فی الذات:

توحید فی الذات کا مطلب ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی ذات اور تعداد کے لحاظ سے صرف ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں وحدہ یکتا ہے۔ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں مختلف عقائد پائے جاتے ہیں۔ مثلاً زرتشتیوں میں دو خداؤں کا عقیدہ پایا جاتا ہے۔ عیسائیوں میں تین اور ہندوؤں میں لاتعداد خداؤں کا عقیدہ موجود ہے۔ اس کے برعکس مذہب اسلام صرف ایک اللہ کی عبادت پر زور دیتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو)) (سورۃ الحشر: آیت 22)

Marfat.com

"وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔"

یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا تسلیم کرتے تھے اور عیسائی حضرت عیسیٰ کو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ان دونوں گروہوں کے اس باطل عقیدے کی تردید کی ہے۔

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

((وقالت اليهود عزيز بن الله وقالت النصرى المسيح ابن الله ذلك قولهم با فواههم يضاهون قول الذين كفروا من قبل قتلهم الله انى يوفكون)) (سورة توبه)

"یہودی کہتے ہیں کہ عزیز اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ بے حقیقت باتیں ہیں جو وہ اپنی زبانوں سے نکالتے ہیں۔ ان لوگوں کی دیکھا دیکھی جو ان سے پہلے کفر میں مبتلا ہوئے تھے۔ اللہ کی مار ان پر۔ یہ کہاں سے دھوکہ کھا رہے ہیں۔"

عزیر سے مراد عزرا (Ezra) جن کو یہود اپنے دین کا مجدد مانتے ہیں۔ ان کا زمانہ 450 قبل مسیح کے لگ بھگ بتایا جاتا ہے۔ اسرائیلی روایات کے مطابق حضرت سلیمان کے بعد جو دور ابتلاء بنی اسرائیل پر آیا اس میں نہ صرف یہ کہ تورات دنیا سے گم ہو گئی تھی بلکہ بابل کی اسیری نے اسرائیلی نسلوں کو اپنی شریعت، اپنی روایات اور اپنی قومی زبان عبرانی تک سے ناآشنا کر دیا تھا۔ آخر کار انہی عزیر یا عزرا نے بائبل کے پرانے عہد نامے کو مرتب کیا اور شریعت کی تجدید کی۔ اسی وجہ سے بنی اسرائیل ان کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور یہ تعظیم اس حد تک بڑھ گئی کہ بعض یہودی گروہوں نے ان کو "ابن اللہ" تک بنا دیا۔ یہاں قرآن مجید کے ارشاد کا مقصود یہ نہیں ہے کہ تمام یہودیوں نے بالاتفاق عزرا کو اللہ کا بیٹا بنا دیا ہے، بلکہ مقصود یہ بتانا ہے کہ اللہ کے متعلق یہودیوں کے اعتقادات میں جو خرابی رونما ہوئی وہ اس حد تک ترقی کر گئی کہ عزرا کو اللہ کا بیٹا قرار دینے والے بھی ان میں پیدا ہوئے۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

((وجعلو الله شركاء الجن وخلقهم وخرقواله بنين وبنت بغير علم سبحنه وتعلى عما يصفون))(سورة الانعام: آیت 100)

"اور لوگوں نے شیاطین کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے رکھا ہے، حالانکہ ان لوگوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں بلا سند تراش رکھی ہیں اور وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جو یہ کرتے ہیں۔"

مندرجہ بالا آیات مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات اقدس ہر لحاظ واحد اور یکتا ہے، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی خاندان نہیں ہے، نہ اس کی کوئی بیوی ہے، نہ اولاد اور نہ ہی اس کا کوئی ماں باپ ہے اور نہ ہی اس کی ذات، کائنات کی کسی دوسری جاندار یا بے جان میں مدغم ہے۔ نہ ہی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی ذات کا جزو ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ والوں کو اس ہستی اور ذات کی طرف دعوت دی جو اکیلی ہے تو

Marfat.com

مشرکین مکہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جس ذات کی طرف آپ ہمیں بلا رہے ہیں اس کے بارے میں ہمیں ذرا بتایئے تو سہی وہ کون ہے۔؟ اس نے کس سے وراثت پائی یا پھر کوئی تو ہوگا کہ جو اس کا وارث ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی ایک مکمل سورت اس جواب میں نازل فرمادی، جس کا نام سورۃ اخلاص ہے۔ دیکھنے میں تو یہ سورت انتہائی مختصر ہے مگر اس مختصر سی سورت میں اللہ تعالیٰ نے جامع طور پر اپنی وحدانیت کا اظہار فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قل هو الله احد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد))(سورة اخلاص : آیت 4-1)

''آپ کہہ دیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ ایک ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے، نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ ہی کوئی اس کا ہم سر ہے۔''

توحید فی العبادات:

توحید فی العبادات سے مراد یہ ہے کہ ہر طرح کی عبادت کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات مطہرہ کیلئے مخصوص کر دیا جائے اور دنیا کی کسی بھی دوسری ہستی کو اس عبادت میں شریک کار نہ ٹھہرایا جائے۔

قرآن مجید اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

((لا تسجدو للشمس ولا للقمر واسجدو الله الذى خلقهن ان كنتم اياه تعبدون))(سورة حم السجدة ،آیت 37)

''تم سورج کو سجدہ نہ کرو، نہ چاند کو، بلکہ سجدہ اس اللہ کیلئے کرو جس نے ان سب کو پیدا کیا ہے۔ اگر تمہیں اسی کی عبادت کرنی ہے تو۔''

ساری کائنات کا نظام اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں کے ذریعے سے چل رہا ہے۔ یہ سب اسی کی عبادت اور بندگی میں رواں دواں ہیں۔ فرشتے اس بات کی گواہی دے رہے ہیں کہ اللہ شریک سے پاک اور منزہ ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((الم اعهد اليكم يبنى آدم ان لا تعبدوا الشيطن انه لكم عدو مبين))

(سورۃ یٰسین، آیت نمبر 60)

''اے اولاد آدم! میں نے تم سے قول قرار نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو شیطان کی اطاعت و پیروی کرنے سے منع فرمادیا اور اس کے وسوسے قبول کرنے سے روک دیا، کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ وہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے روکتا ہے اور سیدھے راستے سے بھٹکانے کیلئے وہ ہر طرح کے حربے استعمال کرتا ہے، اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

''اے بنی نوع انسان! تم صرف میری ہی عبادت کرنا اور میری عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔''

اطاعت اور فرمانبرداری کے لحاظ سے توحید فی العبادات سے مراد یہ ہے کہ تمام شعبہ ہائے زندگی میں صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے اور اس سلسلے میں خواہ کتنے ہی بڑے امتحان سے ہی کیوں نہ گزرنا پڑے۔ اگر ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے کس طرح ظلم وستم اور تکالیف کا سامنا کرتے ہوئے توحید باری تعالیٰ کی مثالیں پیش کیں۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی جو ذاتی حالت تھی اس کے لحاظ سے وہ اور بھی اس ناموس جفا کے شکار ہوئے، گوناگوں مصائب اور طرح طرح کے مظالم سے ان کے استقلال واستقامت کی آزمائش ہوئی۔ تپتی ہوئی ریت، جلتے ہوئے سنگریزوں اور دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹائے گئے۔ مشرکین کے لڑکوں نے گلوے مبارک میں رسیاں ڈال کر بازیچہ اطفال بنایا، لیکن ان تمام روح فرسا وجان گسل آزمائشوں کے باوجود توحید ہاتھ سے نہ چھوٹی۔ ابو جہل ان کو منہ کے بل سنگریزوں پر لٹا کر اوپر پتھر کی چکی رکھ دیتا اور جب آفتاب کی تمازت بیقرار کر دیتی تو کہتا:

''بلال! اب بھی محمد کے خدا سے باز آ۔!''

لیکن اس وقت بھی دہن مبارک سے یہی ''احد احد'' نکلتا۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ ایک بے یارو مددگار غریب الوطن تھے۔ ان کو دنیاوی وجاہت وطاقت بھی حاصل نہ تھی اور سب سے زیادہ ان کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اس وقت بنی مخزوم کی غلامی سے آزاد نہیں ہوئی تھیں۔ تاہم جوش ایمان نے ایک دن سے زیادہ مخفی ہو کر رہنے نہ دیا۔ مشرکین نے ان کو اور ان کے خاندان کو لاچار ومجبور دیکھ کر سب سے زیادہ مشق ستم بنالیا۔ طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ ٹھیک دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت میں لٹایا۔ دہکتے ہوئے انگاروں سے جلایا اور گھنٹوں پانی میں غوطے دیئے، لیکن جلوہ توحید نے کچھ ایسا وارفتہ کر دیا تھا کہ ان تمام سختیوں کے باوجود ان کو اسلام سے برگشتہ نہ کر سکے۔

توحید فی الصفات:

صفات باری تعالیٰ میں توحید یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ان تمام صفات کو جو قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں ان میں واحد و یکتا، بے مثال اور لاشریک تسلیم کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا شمار آنا تو درکنار ان کا تصور کرنا بھی انسان کیلئے ممکن نہیں۔ سورۃ کہف میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

((قل لو کان البحر مدادالکلمت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمت ربی و لو جئنا بمثله مددا))(سورة الکهف آیت 109)

''کہہ دیجئے کہ اگر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کیلئے سمندر سیاہی بن جائے تو وہ بھی میرے رب کی باتوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی ختم ہو جائے گا، گو ہم اسی جیسے سمندروں کی سیاہی اور بھی لے آئیں۔''

سورۃ لقمان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

((ولو ان ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمت اللہ ان اللہ عزیز حکیم))

(سورۃ لقمان: آیت 27)

''روئے زمین کے (تمام) درختوں کی اگر قلمیں ہو جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہی ہو اور ان کے بعد سات سمندر اور ہوں تاہم اللہ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے، بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور باحکمت ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ''سمیع'' ہے جس کا مطلب سننے والا، اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے لاکھوں، اربوں لوگوں کی دعائیں اور فریادیں سن رہا ہے اور ان کی ہر پکار کا جواب دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی آہ و پکار کو سنتا ہے۔ وہ انسانوں کے دلوں کی باتوں کو بھی بخوبی جانتا ہے اور اپنی حکمت کے مطابق ہر انسان کی پکار اور درخواست کا فیصلہ صادر فرماتا ہے۔

احادیث کی روشنی میں توحید کی اہمیت:

((عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ من مات لیجعل للہ ندا ادخل النار))(صحیح بخاری)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا تھا تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔''

((عن جابر بن عبد اللہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من لقی اللہ لا یشرك به شیئا دخل الجنة ومن لقیه یشرك به دخل النار))

(صحیح مسلم)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کی کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملا کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے شرک کیا ہو وہ جہنم میں جائے گا۔''

وجود باری تعالیٰ پر دلائل

بنانے والے کا تصور:

جب بھی ہماری نظر کسی بنی ہوئی چیز پر پڑتی ہے تو فوراً ہمارے ذہن میں ایک سوال گردش کرنے لگتا ہے کہ اس شے کو بنانے والا کوئی ہے۔ بغیر کسی بنانے والے کے یہ چیز معرضِ وجود میں نہیں آسکتی۔ اس کے لئے ہم چند مثالیں اس طرح پیش کر سکتے ہیں کہ جس طرح کسی عمارت کی تعمیر ہوتی ہے تو یہ عمارت کسی معمار کے بغیر نہیں بن سکتی۔ ہر چیز کا

Marfat.com

...نے والا کوئی نہ کوئی ضرور ہوتا ہے۔اسی طرح اگر اس عظیم الشان کائنات اور اس کے نظام پر غور کریں کہ یہ عظیم الشان ...نظام کس طرح خود بخود وجود میں آ سکتا ہے اور کس طرح پوری کائنات کا نظام بطریق احسن چل رہا ہے۔کوئی نہ کوئی ...تی ایسی ضرور ہے جو اس پورے نظام کو بنانے اور چلانے والی ہے۔

...کائنات اللہ کے وجود کی دلیل ہے:

اس کائنات کو تخلیق کرنے والا اور بنانے والا اگر کوئی ہے تو وہ صرف اور صرف ایک ہے۔دنیا و مافیہا کو تخلیق کرنیو ...لے دو نہیں ہو سکتے۔تاہم دنیا میں ایسے بھی ہیں جو دو، تین یا اس سے زیادہ خداؤں کے قائل ہیں، جنہوں نے عالم کی ...یک مملکت کو سینکڑوں حصوں میں تقسیم کر کے ان پر مختلف خداؤں کی حکومتیں قرار دی ہیں۔وحی نے اس شرک کے ابطال ...سب سے زیادہ جو دلیل پیش کی ہے وہ نظام کائنات کی یکسوئی، وحدت اور کائنات کے علل و اسباب، باہمی تعاون اور ...تراک واتحاد ہے۔زمین سے ایک دانہ بھی اس وقت تک نہیں اُگ سکتا جب تک دانہ اُگنے کے لائق نہ ہو اور زمین ...کے اندر اس بیج کو اگانے کی اہلیت نہ ہو، موسم اس کے موافق نہ ہو اور سورج سے اس کو گرمی وروشنی اس کے مزاج کی ...مناسبت سے نہ ملے۔ان تمام مراحل کے طے کر لینے کے بعد ہی دانہ زمین سے اگے گا اور پھر وہ دانہ سے پھل لائے ...گا۔

...کائنات کا خالق ایک ہی ہے:

قرآن مجید فرقان حمید میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو اس طرح بیان کیا ہے:

((لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا فسبحن اللہ رب العرش عما یصفون))

(سورۃ الانبیاء، آیت 22)

"اگر زمین وآسمان میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے۔پس اللہ تعالیٰ عرش کا رب ہے۔ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں۔"

آسمان و زمین کا یہ تمام کاروبار اور یہ تمام قوانین قدرت اگر ایک کے بجائے دو طاقتوں کے ہاتھوں میں ہوتے تو ...یہ باہمی تصادم میں ایک لمحہ کیلئے بھی قائم نہ رہتے۔فلسفیانہ اصطلاحات میں اس مطلب کو ادا کرو تو یوں ہوگا کہ عالم ...کائنات معلول ہے۔اس کی کوئی علت تامہ ہوگی۔یہ ظاہر ہے کہ ایک معلول کی دو علت تامہ نہیں ہو سکتیں، کیونکہ علت ...تامہ اس کو کہتے ہیں جس کے وجود کے بعد معلول کے وجود میں کسی اور چیز کا انتظار نہ ہو۔

...اگر کائنات میں دو خدا ہوتے:

قرآن مجید میں ایک اور جگہ ارشاد ہے:

((وما کان معہ من الہ اذاً لذھب کل الہ بما خلق ولعلا بعضھم علی بعض))

(سورۃ المومنون: آیت 91)

Marfat.com

''اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور خدا ہے اور اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو (تقسیم کر کے) جدا کر لیتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا۔''

اے کفار! تمہیں کسی بھی شبہ میں پڑنا زیب نہیں دیتا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں انسانی عقل و خرد سے اور انسانی کمالات سے نوازا ہے اور تم کھلی آنکھوں دیکھ رہے ہو کہ آسمانوں اور زمینوں میں اسی کا حکم جاری ہے۔ اگر کسی بھی دوسری ہستی میں مجال دم زدن ہوتی تو کبھی تو اس نظام میں خلل آتا۔ کہیں کوئی گڑبڑ ہوتی۔ ہر حکومت میں اور ہر سلطنت میں انسانوں کے باغی انسان ہوتے ہیں اس لئے کاروبار حکومت کو متاثر کرتے رہتے ہیں۔ مگر اس سے بغاوت بھی کرنے والے اس کی برابری نہیں کر سکتے کہ اس کی مخلوق ہیں وہ خالق ہے، اس لئے اس کا نظام حکومت کسی کے ماننے یا انکار کرنے سے متاثر نہیں ہوتا، بلکہ اس کا علم اتنا کامل ہے کہ خود انسان کو اگلے لمحے کی خبر نہیں۔ انسان ایک دوسرے سے چھپا کر بات کرتے ہیں مگر وہ سب کچھ ذاتی طور پر جانتا ہے کوئی چھپ کر کرے یا کھلے بندوں، ہر عمل سے اس کی ذات واقف ہے۔

کائنات کا نظام مسلسل چل رہا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ما تری فی خلق الرحمن من تفوت فارجع البصر هل تری من فطور ثم ارجع البصر کرتین ینقلب الیك البصر خاسئاً وهو حسیر))

(سورۃ الملک، آیت 4-3)

''تو اللہ کی اس صفت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا۔ سو تو (اب کی بار) پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہ کہیں تجھے کوئی خلل نظر آتا ہے؟ پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ (آخرکار) نگاہ ذلیل اور درماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی۔''

اس واقعاتی استدلال سے جو بالکل نظام فطرت پر مبنی ہے کوئی اور صحیح اور درست دلیل نہیں ہو سکتی، اس لئے قرآن مجید فرقان حمید نے اسے اختیار کیا ہے۔ یہ کائنات نظام واحد کے تحت ہی چل رہی ہے۔ اگر اس میں کسی قسم کا کوئی تضاد پایا جائے تو یہ نظام لمحہ بھر کیلئے نہ چل سکے۔ اس سے اس کائنات کے حاکم اعلیٰ کی واحدانیت بخوبی ثابت ہے۔

توحید کے انسانی زندگی پر اثرات

فقر و احتیاج انسانی فطرت ہے:

فقر و احتیاج انسانی فطرت میں داخل ہے۔ وہ چاہے جتنی مرضی ترقی کر لے، لیکن کسی کے آگے جھکنے اور کسی نہ کسی کو معبود بنانے سے باز نہیں آ سکتا۔ وہ آگ پر نظر دوڑاتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اس سے انسانی ضروریات وابستہ ہیں، تو اس کی پوجا کرنی شروع کر دیتا ہے۔ سورج، چاند اور ستاروں سے اسے دنیا کیلئے کوئی فائدہ نظر آتا ہے تو ان کے آگے جھک

Marfat.com

جاتا ہے۔نفسیاتی خواہشات اور معاشرے کی غلط قسم کی طاقتیں اس کی خدا بن جاتی ہیں اور اس طرح ایک انسان لاتعداد مصنوعی خداؤں میں گھر کر رہ جاتا ہے، لیکن عقیدہ توحید انسان کی شخصیت اور اس کے فکر و عمل میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کر دیتا ہے۔ جس سے انسان صرف ایک اللہ ہی کی دہلیز پر اپنی پیشانی رکھتا ہے۔

عقیدہ توحید سے انسانی زندگی پر مندرجہ ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں:

1: خوف الٰہی۔ 2: استقامت اور ثابت قدمی۔

3: وسعت نظر۔ 4: جاہ و منزلت کا حصول۔

5: سکون اور اطمینان۔

خوف الٰہی:

توحید کا انسان کی زندگی پر سب سے پہلا اثر یہ ظاہر کرتا ہے کہ انسان لاتعداد مصنوعی خداؤں کی غلامی سے آزاد ہو کر صرف ایک رب اور مالک کا بندہ بن جاتا ہے۔ جب انسان اس حقیقت پر ایمان لے آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا اور یہ کہ نفع و نقصان صرف ایک اللہ کے اختیار میں ہے، جب یہ عقیدہ انسان کے اندر راسخ ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے سے نہیں ڈرتا۔ اس کے ذہن میں صرف اللہ تعالیٰ کا ہی خوف ہوتا ہے، وہ صرف اسی سے ہی ڈرتا ہے۔

استقامت اور ثابت قدمی:

عقیدہ توحید انسان کے اندر ثابت قدمی اور استقامت جیسے اوصاف پیدا کرتا ہے۔ عقیدہ توحید ہی کی وجہ سے انسان باطل عقائد و افکار اور دیگر طاقتوں کا نڈر ہو کر مقابلہ کرتا ہے۔ کسی قسم کا ظلم و ستم اس کی ثابت قدمی میں لغزش پیدا نہیں کر سکتا۔ اس سلسلے میں حضرت بلال، حضرت خباب بن ارت اور حضرت زید بن حارثہ جیسے جلیل القدر صحابہ کرام کا اپنے ظالم آقاؤں کے ظلم و ستم کے سامنے کلمہ توحید کو بلند کرنا اور پتھریلے کنکروں اور دہکتے انگاروں پر بھی صرف احد، احد (اللہ تعالیٰ ایک ہے، اللہ تعالیٰ ایک ہے) کی آواز بلند کرنا جیسی روشن مثالیں زندہ جاوید ہیں۔

وسعت نظر:

عقیدہ توحید سے انسان کے اندر وسعت نظر پیدا ہوتی ہے۔ وہ ایک ایسے اللہ کا قائل ہو جاتا ہے جو زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا اور رب العالمین ہے۔ اس ایمان کے بعد وہ سب چیزوں کو ایک ہی مالک کی ملکیت اور بادشاہ کی رعیت خیال کرتا ہے۔ اس کی محبت، خدمت اور ہمدردی سب کیلئے ہوتی ہے۔

جاہ و منزلت کا حصول:

عقیدہ توحید سے انسان کو دنیا کے اندر جاہ و منزلت حاصل ہوتی ہے۔ کائنات میں انسان کو ہر قسم کے وسائل اور ذرائع حاصل ہوتے ہیں۔ ساری کائنات انسان کے تابع اور غلام ہوتی ہے، لیکن اس تمام کے باوجود اس کے اندر رائی

Marfat.com

برابر غرور اور تکبر نہیں پایا جاتا۔ وہ لوگوں میں مال تقسیم کرتا ہے تو ساتھ ہی ساتھ ان کو بتاتا ہے کہ مال اللہ کا دیا ہوا ہے اور اسی کے راستے میں خرچ ہو رہا ہے۔

سکون اور اطمینان:

انسان چاہے جتنی بھی غربت اور تنگدستی کی زندگی بسر کر رہا ہو۔ عقیدہ توحید سے اس کا دل سکون اور اطمینان سے لبریز ہوتا ہے۔ وہ عسرت اور تنگی کے دنوں میں بھی بے صبری اور ناشکری کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ وہ ہر حال میں قناعت پسندی کو اپنا شعار بناتا ہے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے۔

فرشتوں پر ایمان

فرشتوں پر ایمان سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ ملائکہ ملک یا ملاک کی غیر قیاسی جمع ہے۔ اصل میں مالک مقلوب ہو کر ''ملک'' یا ملاک بنا۔ ملائکۃ الالوکہ سے مشتق ہے۔ الوکہ کا معنی رسالت و سفارت یعنی پیغام پہنچانا ہے۔ لفظ ملائکۃ کے آخر میں حرف تاء جمع کی ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ مذکورہ حرف تاء مبالغہ کیلئے ہے۔ کبھی کبھی یہ لفظ تاء کے بغیر بھی آتا ہے۔

ایمان بالملائکہ کا مطلب ان کے وجود کی تصدیق اور تائید کرنا ہے۔ فرشتوں پر ایمان یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ مخلوق تسلیم کیا جائے۔ فرشتوں کا کام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔

رسولوں پر ایمان

رسولوں پر ایمان سے مراد اس حقیقت کا پختہ یقین کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکامات کو بنی نوع انسان تک پہنچانے اور انہیں توحید باری تعالیٰ سے روشناس کرانے کی وقتاً فوقتاً اپنے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا اور ان انبیائے کرام نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو لوگوں تک پہنچایا۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

((لقد ارسلنا رسلنا بالبینت))(سورۃ الحدید : آیت 25)

''تحقیق ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلے احکام دے کر بھیجا۔''

حب رسول اور مقام رسالت

محبت، محبّ اور محبوب:

محبت ایک ایسی کیفیت، ایک جذبہ ہے جو کسی کے بارے میں دل میں جاگزیں ہو۔ پھر محبت کرنے والے کا دل خیال محبوب میں مستغرق ہو جاتا ہے اور ایسا بے بس کر دیتا ہے کہ محبوب کی یاد اور اس کے اشتغال کے سوا چارہ ہی نہیں رہتا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ محبّ کی اپنی کوئی پسند و ناپسند نہیں رہتی، بلکہ وہ محبوب کی پسند ہو وہ طبعاً پسند ہو جاتی ہے اور جو شے محبوب کو پسند نہ ہو وہ طبعاً ناپسند ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت ورہنمائی کے لئے انبیاء ورسول مبعوث فرمائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلے کی آخری کڑی ہیں۔ آپ کو چونکہ خاتم النبیین مبعوث کیا گیا، اس لئے تمام شریعتیں ختم ہو چکی ہیں۔ اب ہر انسان کیلئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مطہرہ پر ایمان لانا ضروری ہے۔

حضور نبی اکرم کی محبت ہی اللہ کی محبت ہے:

اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی جائے اور آپ سے محبت کا تقاضا ہے کہ آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم))(سورۃ آل عمران، آیت 31)

"(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اتباع کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

حب رسول اسلامی احکام پر عمل پیرا ہونے کا ذریعہ ہے:

اسلامی احکام پر عمل کرنے کیلئے آنحضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت انتہائی ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی احکامات الٰہی ماننے کا ذریعہ ہے۔ اگر ہم صرف زبان سے ہی کہتے رہیں گے کہ ہمیں آپ سے بڑی محبت ہے، لیکن عملاً آپ کی اطاعت نہیں کریں گے تو ہم آپ سے محبت کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ہی ایسی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین))(سورۃ آل عمران، آیت 164)

"جو انہیں اس (قرآن) کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

رسول اللہ کی زندگی عملی نمونہ ہے:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مطہرہ ہمارے لئے عملی نمونہ ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انحراف کرنا گمراہی ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم))(سورۃ محمد: آیت 33)

"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو غارت نہ کرو۔"

Marfat.com

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اطاعت رسول کتنی ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے مخاطب ہو کر کہا ہے کہ اس کی اطاعت کرو اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے نبی (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی بھی اطاعت کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی عمل خواہ کتنا ہی بہتر سے بہتر کیوں نہ ہو اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کے مطابق نہیں ہو گا وہ عمل رائیگاں اور برباد ہے۔

مزید فرمایا:

((من یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبیناً))

(سورۃ احزاب، آیت 36)

"(یاد رکھو) جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔"

حضور نبی اکرم کی اطاعت ہی اللہ کی اطاعت ہے:

ارشاد ربانی ہے:

((من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ))

"جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی اطاعت الٰہی کی واحد عملی صورت ہے۔ رسول اس لئے مطاع ہے کہ وہی ایک مستند ذریعہ ہے جس سے ہم تک اللہ کے احکامات اور فرامین پہنچتے ہیں۔ ہم اللہ کی اطاعت صرف اسی طریقے سے کر سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں، کوئی اطاعت الٰہی اور رسول کی سند کے بغیر معتبر نہیں ہے اور رسول کی پیروی سے منہ موڑنا اللہ کے خلاف بغاوت ہے۔

سب سے زیادہ محبت رسول اللہ سے:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((ان رسول اللہ ﷺ قال لا یؤمن احد کم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین))

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی بھی سچا مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

اس حدیث پاک سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کتنی مقدم اور ضروری ہے۔ انسان کو لامحالہ طور پر اپنی اولاد سے، اپنے ماں باپ سے اور دیگر جاننے والوں سے کتنی محبت اور چاہت ہوتی ہے۔ وہ اپنی اولاد اور ماں باپ کی ذرا سی خوشی کیلئے سب کچھ قربان کرنے کیلئے تیار ہو جاتا ہے۔ ان میں سے کسی کو ذرا سی تکلیف ہوتی ہے

Marfat.com

تو پریشان ہو جاتا ہے، لیکن ان تمام قسم کی محبتوں سے اعلیٰ وارفع محبت ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے، بلکہ یوں کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ جب تک سورج طلوع نہ ہو اس وقت تک نئے دن کا آغاز نہیں ہوتا۔ سورج کی روشنی سے ہی دن کا اجالا شروع ہوتا ہے۔ جب تک انسان کے اندر اس کی محبوب ترین چیز سے بھی زیادہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مطہرہ سے محبت نہ ہو جائے وہ ایمان کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

تین چیزیں اور حلاوت ایمان:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثلث من کن فیه وجد حلاوة الایمان ، ان یکون الله ورسوله احب الیه مما سواهما ان یحب المرء لا یحبه الا الله ان یکره ان یعود فی الکفر کما یکره ان یقذف فی النار))

"جس شخص میں یہ تین چیزیں ہوں وہ ایمان کی حلاوت پائے گا۔ اللہ اور اس کے رسول سے اس کی محبت تمام لوگوں سے زیادہ ہو۔ وہ جس شخص سے محبت کرتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے محبت کرتا ہے۔ وہ کفر کی طرف لوٹنے کو اس قدر ناپسند کرتا ہے جس طرح دوزخ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔"

کامل ایمان:

ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا:

"یارسول اللہ! آپ مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میری جان کے۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تم میں سے کوئی بھی کامل مومن نہیں بن سکتا جب تک میں اسے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب توجہ فرمائی تو حضرت عمر فاروق میں ایک انقلاب رونما ہو گیا۔ بارگاہ رسالت میں حضرت عمر نے عرض کیا:

"اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ پر قرآن کریم نازل کیا۔! آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب اور عزیز تر ہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ سی توجہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں یہ انقلاب برپا کر دیا اور آپ کہاں سے اٹھے اور ایمان کی کن بلندیوں پر فائز ہوئے، فرمایا:

"اے عمر! اب تمہارا ایمان مکمل ہو گیا۔"

مقام رسالت

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا اور انہیں شعور اور عقل عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت

Marfat.com

کیلئے انبیاء ورسول کو مبعوث فرمایا۔ انبیائے کرام معصوم عن الخطا ہوتے ہیں، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ خود انبیاء کی رہنمائی فرماتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ومرتبہ تمام انبیاء کرام سے اعلیٰ اور منفرد ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پوری بنی نوع انسان کیلئے اسوۂ کامل ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وما ارسلنك الا رحمة للعالمين))(سورة الانبياء : آيت 107)

''اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔''

مقام رسالت از روئے قرآن:

1: قرآن مجید میں متعدد جگہوں پر مقام رسالت کو بیان کیا گیا ہے اس سلسلے میں قرآن کریم کی چند آیات پیش ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

((وما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهواء واتقوا الله ان الله شديد العقاب))(سورة الحشر : آيت 7)

''اور تمہیں جو کچھ رسول دے لے لو، اور جس سے روکے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔''

2: ایک اور جگہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله رسوله امراً ان يكون لهم الخيرة من امر هم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضللاً مبيناً))

(سورۃ الاحزاب: آیت 36)

''کسی مومن مرد اور عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔''

3: سورۃ النساء میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

((فلا و ربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلموا تسليماً))

(سورۃ النساء: آیت 65)

''سو قسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔''

4: سورۃ آل عمران آیت 81 میں ہے:

Marfat.com

((و اذاخذ الله میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب وحکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به ولتنصرنه))

(سورۃ آل عمران، آیت 81)

"جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہدلیا کہ جو کچھ میں تمہیں کتاب وحکمت دوں، پھر تمہارے پاس وہ رسول آئے جوتمہارے پاس کی چیز کو سچ بتائے تو تمہارے لئے اس پر ایمان لانا اوراس کی مدد کرنا ضروری ہے۔"

5: سورۃ آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

((قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم و الله غفور رحیم))(سورۃ آل عمران ، آیت 31)

"کہہ دیجئے! (اے محمد!) اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا۔"

قرآن مجید کی چند آیات مبارکہ بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں۔جن کا تفصیلی جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مقام رسالت کو واضح طور پر بیان فرمادیا ہے۔قرآن میں جگہ جگہ مقام رسالت کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔

صحابہ کرام کی نظر میں مقام رسالت:

1: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد خلافت کا مسئلہ پیدا ہوگیا۔اس سلسلے میں مہاجرین اور انصار کے مابین اختلافات شروع ہونے لگے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ امام قریش میں سے ہوں گے۔"

ارشاد نبوی سنتے ہی فریقین نے تسلیم کرلیا۔اس طرح خلافت کا مسئلہ فوراً حل ہوگیا۔

2: ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ تورات کے چند اوراق لے کر پڑھنے لگے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک غصہ سے متغیر ہونے لگا تو حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق سے فرمانے لگے:

"کیا تم نبی اکرم کے رخ انور کی طرف نہیں دیکھتے۔؟"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وہ اللہ جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے! اگر تم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام آجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی تابعداری کرو تو تم راہ مستقیم سے بھٹک جاؤ اور بالفرض اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے اور میرا زمانہ نبوت پاتے تو ضرور میری اتباع کرتے۔" (مشکوٰۃ المصابیح)

Marfat.com

ائمہ کرام کی نظر میں مقام رسالت:

قرآن مجید کی آیات مبارکہ اور صحابہ کرام کی نگاہ میں واضح طور پر مقام رسالت پیش کیا گیا، اب ائمہ کرام کی نظر میں مقام رسالت دیکھتے ہیں۔

1: حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فرمان سر آنکھوں پر ہے۔''

2: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس کی باتیں غلط اور صحیح ملی جلی نہ ہوں، پھر اس کی اچھی باتیں قبول اور نا درست باتیں نا قبول نہ کی جاتی ہوں۔ سوائے حضرت محمد کے، کہ آپ کے سب ارشادات برحق ہیں۔''

3: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اگر تم میری کتاب میں کوئی بات سنت رسول کے خلاف پاؤ تو میری بات کو چھوڑ دو اور سنت نبوی کو پکڑ لو۔''

کتابوں پر ایمان

اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کیلئے اپنے انبیاء ورسل پر کتابیں اور صحائف نازل فرمائے۔ یعنی تورات زبور، انجیل، صحف ابراہیم اور صحف موسیٰ اور قرآن مجید۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ ان تمام کتب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ مگر ہدایت اور رہنمائی کا سرچشمہ صرف قرآن مجید ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((والذین یؤمنون بما انزل الیك وما انزل من قبلك))

(سورۃ البقرہ: آیت 4)

''اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ یقین رکھتے ہیں اس کتاب پر بھی جو آپ کی طرف اتاری گئی ہے اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے اتاری جا چکی ہیں۔''

آخرت پر یقین

آخرت کے دن پر بھی یقین رکھنا از حد ضروری ہے۔ جو شخص بھی آخرت کی زندگی پر ایمان نہیں رکھتا اس کے اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

((والذین کذبوا بایتنا ولقاء الآخرۃ حبطت اعمالھم))

(سورۃ الاعراف: آیت 147)

Marfat.com

"اور یہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو اور قیامت کے پیش آنے کو جھٹلایا ان کے سب کام (اعمال) غارت ہو گئے۔"

ایمان بالقدر

ایمان بالقدر سے مراد یہ ہے کہ اس بات کا یقین رکھا جائے کہ دنیا میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے خواہ بھلائی ہو یا برائی سب کا سب اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مشیت سے ہوتا ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 4:

نماز......فرضیت و آداب

نماز کا مفہوم:

صلوٰۃ (نماز) کے معنی ہیں:

عبادت، بندگی، عاجزی اور انکساری۔

اصطلاحی مفہوم:

اصطلاح میں نماز (الصلوۃ) کے معانی ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی عبادت کا اسلامی طریقہ۔"

نماز کیا ہے:

نماز اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کرنے کا خاص طریقہ ہے جسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو سکھایا، یعنی انسان اپنے دل، زبان اور ہاتھ اور پاؤں سے ایک اللہ کے سامنے عبودیت کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن لاتعداد احسانات اور اپنی مخلوق کو نوازا ہے، نماز کے ذریعے اس کے بے انتہا احسانات کا شکر، اس کی حمد و ثنا، واحدنیت، بزرگی اور بڑائی کا اقرار کیا جاتا ہے۔ نماز خالق اور مخلوق کے درمیان تعلق کی گرہ اور وابستگی کا شیرازہ ہے۔ الغرض نماز اپنے معبود کے سامنے اندرونی احسانات کی عرض نیاز ہے۔

نماز کی فرضیت:

نماز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت ہی فرض ہو گئی تھی۔ البتہ پانچ وقت کی نماز شب معراج کے موقع پر فرض ہوئی۔ نماز کی فرضیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

((ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتاباً موقوتاً))

(سورۃ النساء: آیت 103)

Marfat.com

"یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے۔"

اقامت صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ ارکان نماز میں تعدیل اختیار کیا جائے۔ نماز کی شرائط، آداب، ظاہر، باطن اور سنن و مستحبات کی محافظت کی جائے۔ اس امر کا خصوصی لحاظ رکھا جائے کہ نماز میں کسی طرح کی کوئی کجی یا ٹیڑھا پن واقع نہ ہو۔

اسلام کا بنیادی رکن:

نماز اسلام کا بنیادی اور اہم ترین رکن ہے۔ اسلام سے پہلے کوئی ایسا مذہب نہیں کہ جس میں نماز کو اہمیت نہ دی گئی ہو۔ چونکہ اسلام سے پہلے کے مذاہب خاص قوموں اور مخصوص وقت تک محدود تھے اس لئے ان کے اندر عملاً نماز کی اہمیت ختم ہو گئی، لیکن مذہب اسلام کو دائمی حیثیت حاصل ہے اور قیام قیامت تک رہنے والا مذہب ہے، اس لیے یہ کہتا ہے کہ نماز وہ فریضہ ہے کہ جس سے کوئی مسلمان بھی جب تک اس کے ہوش و حواس قائم ہیں کسی حالت میں بھی نماز کی ادائیگی سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔

نماز میں سستی و کاہلی منافقوں کی نشانی ہے:

قرآن مجید میں بار ہا نماز کی ادائیگی کا حکم آیا ہے اور اس کے ادا کرنے میں سستی اور کاہلی نفاق کی نشانی بتائی گئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((واقیموا الصلوٰۃ))(سورۃ البقرۃ : آیت 43)

"اور نماز قائم کرو۔"

نماز قائم کرنا اور اہل خانہ کو اس کا حکم دینا:

قرآن مجید کی سورۃ طٰہٰ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وامر اھلك بالصلوٰۃ واصطبر علیھا))(سورۃ طه : آیت 132)

"اور اپنے متعلق (گھر والوں) کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے۔"

نماز ذکر الٰہی ہے:

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((واقم الصلوٰۃ لذکری))(سورۃ طه : آیت 14)

"اور میری ہی یاد کیلئے نماز پڑھا کرو۔"

اقامت صلوۃ کا حکم:

نماز کی ادائیگی کیلئے خصوصی اہتمام اور پوری کوشش کرنی چاہیے۔ قرآن مجید میں جس مقام پر نماز کو مدحت توصیف اور تعریف کے طور پر ذکر فرمایا ہے وہاں اس کیلئے لفظ "اقامہ" استعمال فرمایا تا کہ نماز کو ٹھیک اور اس کے

Marfat.com

ارکان وشرائط کے مطابق ادا کیا جائے۔ قرآن مجید میں اس کی تاکید اور اہمیت کے طور پر اسی سے زائد مرتبہ اقامت صلوٰۃ کا حکم فرمایا گیا ہے۔

قیام صلوٰۃ اہل اسلام کی نشانی ہے:

قرآن مجید اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

((الذین یؤمنون بالغیب و یقیمون الصلوٰۃ))(سورۃ البقرہ : آیت 3)

''اللہ سے ڈرنے والے لوگ ایسے ہیں کہ چھپی ہوئی چیزوں پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں۔''

ترک نماز مشرکوں کی علامت ہے:

سورۃ الروم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((واقیموا الصلوٰۃ ولا تکونوا من المشرکین))(سورۃ الروم : آیت 31)

''اور نماز کی پابندی کرو اور شرک کرنے والوں میں سے مت ہو جاؤ۔''

نماز بھلانے والے نمازی:

نیک لوگوں کی علامت یہ ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں، لیکن جہاں اللہ تعالیٰ نے نمازیوں (مصلین) کا ذکر فرمایا وہاں پر اقام صلوٰۃ کی جامع مانع صفت سے عاری لوگوں کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون))

(سورۃ الماعون: آیت 5-4)

''پس ایسے نمازیوں کیلئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں (ترک کر دیتے ہیں)''

اقامت صلوٰۃ کا مطلب:

اقامت نماز کا مطلب ہے کہ جب کوئی مومن اس طرح نماز ادا کرتا ہے کہ اس کی نماز قبول ومنظور ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی بادشاہت میں اس کی مقبول ومنظور نماز کے صلے میں ایک ایسی صورت پیدا فرماتا ہے کہ قیامت تک حالت رکوع وسجود میں ہی رہے گی اور اس کا ثواب اس نمازی کو حاصل ہوگا۔

پس اقامت نماز کا مطلب نماز کی حدود کی حفاظت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنے دل ودماغ کو اس طرح حاضر کرنا ہے کہ نمازی کے دل میں ذکر وفکر اور نماز کے کسی بھی دوسرے تصور کا کھٹکا اور تصور بھی محال ہو۔

نماز ایمان کی محافظ ہے:

نماز نجات کی شرط ہے اور ایمان کی حفاظت کرنے والی ہے۔ نماز کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہدایت اور تقویٰ کی بنیادی شرط قرار دیا ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید کی سورۃ البقرہ آیت 2 اور 3 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

((ھدی للمتقین الذی یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقھم ینفقون)) (سورۃ البقرہ، آیت 3-2)

"(اور یہ کتاب کہ جس میں کوئی شک نہیں) ان لوگوں کیلئے ہدایت ہے جو اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے غیب پر ایمان رکھتے ہیں، نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔"

نماز کامیابی کی علامت ہے:

کامیاب وکامران مسلمانوں کا تذکرہ فرماتے ہوئے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

((والذین ھم علی صلوتھم یحافظون)) (سورۃ المومنون: آیت 9)

"اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔"

مسلمان پر نماز ہر حال میں فرض ہے:

غرض یہ کہ نماز ہر آزاد اور غلام، امیر اور غریب، بیمار اور تندرست، مسافر اور یتیم پر ہمیشہ کے لئے اور ہر حال میں فرض ہے۔ کسی بالغ انسان کو کسی حال میں نماز سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا جا سکتا حتیٰ کہ میدان جہاد میں بھی نماز فرض ہے۔

نماز دین کا ستون ہے:

ارشاد نبوی ہے:

((الصلوٰۃ عماد الدین من اقامھا اقام الدین و من ھدمھا ھدم الدین))

"نماز دین کا ستون ہے، جس نے اسے قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا، جس نے اسے گرا دیا اس نے دین گرا دیا۔"

افضل الاعمال:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اکثر پوچھا کرتے تھے کہ بہترین عمل کونسا ہے۔؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:

((افضل الاعمال الصلوٰۃ لوقتھا وبر الولدین)) (صحیح مسلم)

"بہترین عمل وقت پر نماز ادا کرنا اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے۔"

مسلمان اور کفر کے درمیان نماز کا فرق ہے:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((بین العبد و بین الکفر ترک الصلوٰۃ)) (صحیح مسلم)

Marfat.com

''بندے اور کفر کے درمیان فاصلہ نماز کا ترک کرنا ہے۔''

تارک نماز کفر کی سرحدوں پر پہنچ جاتا ہے:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہمارے اور اسلام قبول کرنے والے عام لوگوں کے مابین نماز ہی کا عہد و میثاق ہے۔ پس جو کوئی نماز کو ترک کر دے گا گویا اس نے دین اسلام کی راہ چھوڑ کر کفر کا طریقہ کار اپنا لیا۔''

یعنی نماز دین اسلام کا ایسا شعور ہے اور ایمان کی حقیقت سے نماز کا اتنا گہرا تعلق ہے اس کو ترک کر کے آدمی کفر کی سرحدوں میں پہنچ جاتا ہے۔

خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرنا:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ سردیوں کے موسم میں باہر تشریف لے گئے۔ اس وقت موسم خزاں کی وجہ سے درختوں کے پتے جھڑ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی درخت کی ٹہنی کو پکڑ کر ہلایا تو اس کے پتے جھڑنا شروع ہو گئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ (حضرت ابوذر) سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: مومن جب خضوع و خشوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ کیلئے نماز ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ درخت کے پتوں کی طرح جھڑ جاتے ہیں۔''

ریاکاری سے پاک دو رکعت نماز کا صلہ:

((عن زید بن خالد الجهني قال قال رسول الله ﷺ من صلى سجدتين لايسهو فيهما غفر الله له ماتقدم من ذنبه)) (مسند امام احمد)

''حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا جو بندہ ایسی دو رکعت نماز پڑھے جس میں اس کو غفلت بالکل نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس نماز ہی کے صلہ میں اس کے سارے سابقہ گناہ معاف فرما دے گا۔''

ایمانی اور روحانی فضاء کی تقویت:

نماز کی ایمانی اور روحانی فضا کی تقویت کے لئے جو آداب اور حکیمانہ و پیغمبرانہ تعلیمات اور ہدایات دی گئی ہیں وہ اس میں اطمنانیت پیدا کرنے کی ضامن ہیں۔ سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص نماز میں ہو تو وہ گویا اپنے رب کے ساتھ ہم کلام ہے۔ نمازی کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ امام کی اتباع کرے کیونکہ اس میں انتشار و افتراق سے حفاظت اور اپنی خواہشات سے رہائی ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

Marfat.com

((صلوا کما رأیتمونی اصلی))

"تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتا ہوا دیکھتے ہو۔"

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عبداللہ ابن زبیر کی نمازیں:

نماز تمام عبادتوں میں سب سے زیادہ اہم عبادت ہے۔ قیامت کے دن ایمان کے بعد سب سے پہلے نماز ہی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتہائی خضوع وخشوع کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے۔ حضرت امام مجاہد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی نمازوں کا حال نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جب وہ نماز ادا کرتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی لکڑی گاڑ دی گئی ہو۔"

سیدنا علی کی نماز:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عادت مبارکہ تھی کہ جیسے ہی نماز کا وقت ہوجاتا تو ان کے بدن میں کپکپی آجاتی اور ان کا چہرہ مبارک زرد ہوجاتا۔ کسی کے پوچھنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اس امانت کا وقت ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین وآسمانوں اور پہاڑوں پر اتارا تو وہ اس کے تحمل سے عاجز ہوگئے اور میں نے اس کا تحمل کیا ہے۔"

صحابہ کرام کی نمازیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"وہ لوگ (صحابہ کرام) تجارت اور اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے تھے، مگر جونہی اذان کی آواز ان کے کانوں میں گونجتی تھی تو وہ سب کچھ چھوڑ کر فوراً مسجد کی طرف روانہ ہوجاتے۔

نماز سانس کی طرح ناگزیر:

نماز حقیقی زندگی کا سرچشمہ ہے۔ نماز سانس کی طرح زندگی کیلئے ناگزیر ہے۔ وہ حقیقی زندگی جو نور، سکینت اور ایمان کے الفاظ سے تعبیر کی گئی ہے صرف اللہ کی یاد ہی سے باقی رہ سکتی ہے۔ غور کرو تو عقلاً یہ بات واضح معلوم ہوتی ہے، کیونکہ بندوں کو عقل وتمیز اور ہر قسم کی صلاحیت بالکل دے دینے کے بعد اللہ کی نظر رافت اس وقت تک ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتی جب تک وہ اپنی توجہ اور اپنی نیازمندی سے اس کو دعوت نہ دے۔ اس کا دستور یہ ہے کہ جب بندہ شکر کرتا ہے اور پائی ہوئی نعمتوں کو صحیح طور پر کام میں لاتا ہے تو وہ نعمت کو زیادہ کرتا ہے۔

نماز کے آداب اور شرائط

صلوۃ کے تشریعی معنی ایسے اقوال وافعال ہیں کہ جن کی ابتداء تکبیر سے اور اختتام سلام پھیرنے (تسلیم) سے ہوتا ہے۔

Marfat.com

شرائط نماز:

نماز کے لئے مندرجہ ذیل مخصوص شرائط ہیں:

1: حیض ونفاس کے خون سے پاک ہونا۔

2: حدث اصغر اور حدث اکبر سے طہارت حاصل کرنا (حدث اصغر وضو کو توڑنے والی اشیاء اور حدا کبر سے مراد جنابت ہے)

3: جسم، کپڑے اور جگہ یا مکان کا نجاست (پلیدی) سے پاک ہونا۔

4: حالت امن وقدرت (استطاعت) میں قبلہ رخ ہونا۔

5: ستر عورت یعنی ضروری اعضاء کا ڈھانپنا۔

6: ہر نماز کو اس کے مقررہ ومتعینہ وقت پر ادا کرنا۔

جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ان الصلوٰة كانت على المومنين كتبا موقوتا))

(سورۃ النساء: آیت 103)

"یقیناً نماز مسلمانوں پر مقررہ وقت پر فرض کی گئی ہے۔"

تعدیل ارکان:

نماز پورے اطمینان اور سکون کے ساتھ ادا کی جائے۔

خشوع وخضوع:

نماز خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کی جائے، یعنی انسان کا پورا جسم، دل ودماغ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حضور اچھی طرح سے جھکا ہوا ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قد افلح المؤمنون الذين هم فى صلاتهم خشعون))

(سورۃ المومنون آیت 2-1)

"تحقیق ان مسلمانوں نے آخرت میں فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔"

حضور قلب:

نماز ادا کرتے وقت دل کی حاضری انتہائی ضروری ہے، اس کیلئے ضروری ہے کہ نماز کا مفہوم ذہن نشین ہو۔

دلجمعی سے ادائیگی:

نماز مکمل دلجمعی کیساتھ ادا کی جائے، رسماً نہیں پڑھنی چاہئے۔

Marfat.com

نماز کے اثرات وثمرات

نماز انسانی زندگی پر دوررس فوائد وثمرات مرتب کرتی ہے۔چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

بے حیائی اور برائیوں سے بچاؤ:

نماز انسان کو بے حیائی اور برائی کے کاموں سے روکتی ہے۔
قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر))

(سورۃ العنکبوت: آیت 45)

''بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی ہے۔''

نماز آنکھوں کی ٹھنڈک:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا گیا ہے۔حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((وجعلت قرۃ عینی فی الصلوٰۃ))
''اور نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنائی گئی ہے۔''

طہارت وپاکیزگی:

نماز ادا کرتے وقت طہارت ونفاست اور پاکیزگی کا خاص طور پر اہتمام کیا جاتا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ بھی پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے۔قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((واللہ یحب المتطھرین))(سورۃ توبہ: آیت 108)
''اور اللہ تعالیٰ پاک وصاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

قرب باری تعالیٰ:

جب انسان اللہ تعالیٰ کے حضور خشوع وخضوع کے ساتھ سجدہ ریز ہوتا ہے تو اسے قرب باری تعالیٰ حاصل ہوجاتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہر جگہ اور ہر مقام پر انسان کے ساتھ ہوتا ہے۔اسی سلسلے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وھو معکم اینما کنتم))(سورۃ الحدید: آیت 4)
''اور وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے،تم جہاں کہیں بھی ہو۔''

مساوات:

جماعت کی نماز مسلمانوں میں برادرانہ مساوات اور انسانی برابری کی درسگاہ ہے۔مساجد میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت سب سے زیادہ نمایاں ہوتی ہے۔یہی وہ جگہ ہے جہاں کسی مخلوق کی کوئی منفرد اور خصوصی عظمت یا کسی بڑے

Marfat.com

کی کوئی خصوصیت نہیں۔ مساجد ایسی جگہیں ہیں جہاں آقا و غلام، حاکم و محکوم اور امیر و فقیر سب مساوی نظر آتے ہیں۔

اسلام اور کفر کے درمیان تفریق:

1: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((بين العبد و بين الكفر ترك الصلوٰة))

''بندے اور کفر کے درمیان فاصلہ نماز کا ترک کرنا ہے۔''

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کو اسلام اور کفر کے مابین حد فاصل قرار دیا ہے۔ گویا نماز مسلمان اور کافر کے درمیان امتیاز پیدا کرتی ہے۔ جو شخص نماز ترک کر کے اس فرق کو ختم کر دے اس کا انجام اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔

2: ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ولا تتركن صلوٰة مكتوبة متعمداً فان من ترك صلوٰة مكتوبة متعمداً فقد برئت منه ذمة الله))

''جان بوجھ کر فرض نماز نہ چھوڑو! جس نے جان بوجھ کر فرض نماز چھوڑی اس سے بلاشبہ اللہ کا ذمہ جاتا رہا۔''

3: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عن بريدة قال قال رسول الله ﷺ العهد الذى بيننا و بينهم ترك الصلوٰة فمن تركها فقد كفر))

''ہمارے اور اسلام قبول کرنے والے عام لوگوں کے درمیان نماز کا عہد و میثاق ہے۔ پس جو کوئی نماز چھوڑ دے تو گویا اس نے اسلام کی راہ چھوڑ کے کافرانہ طریقہ اختیار کر لیا۔''

نماز پڑھنے کے چھ امتیازی فوائد:

1: نماز اہل ایمان کی معراج ہے اور آخرت میں تجلیات الٰہی کے جو نظارے اہل ایمان کو نصیب ہونے والے ہیں ان کی استعداد اور صلاحیت پیدا کرنے کا وہ خاص ذریعہ ہے۔

2: نماز وہ اللہ تعالیٰ کی محبت و رحمت کے حصول کا وسیلہ ہے۔

3: نماز کی حقیقت جب کسی بندہ کو حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی روح پر نماز کی کیفیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو بندہ نور الٰہی کی موجوں میں ڈوب کر گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ کوئی میلی کچیلی چیز دریا کی موجوں میں پڑ کر پاک صاف ہو جاتی ہے یا جیسے لوہا آگ کی بھٹی میں رکھ کر صاف کیا جاتا ہے۔

4: نماز جب حضور قلب اور صدق نیت کے ساتھ پڑھی جائے تو غفلت اور برے خیالات و وساوس کے ازالہ کی وہ بہترین اور بے مثال دوا ہے۔

Marfat.com

5: نماز کو جب پوری امت مسلمہ کے لئے ایک معروف ومقرر رسم اور عمومی وظیفہ بنادیا گیا تو اس کی وجہ سے کفر وشرک اور فسق وضلال کی بہت تباہ کن رسوم سے حفاظت کا فائدہ بھی حاصل ہو گیا اور مسلمانوں کا وہ ایک ایسا امتیازی شعار اور دینی نشان بن گیا جس سے کافر اور مسلم کو پہچانا جا سکتا ہے۔

6: طبیعت کو عقل کی رہنمائی کا پابند اور اس کا تابع فرمان بنانے کی مشق کا بہترین ذریعہ یہی نماز کا نظام ہے۔

نماز شریعت کا سرچشمہ ہے:

جس طرح ایمان شکر کے واسطہ سے نماز کا محرک ہے اسی طرح نماز کے واسطہ سے تمام شریعت کا محرک ہے۔ یعنی نماز کا وجود ہی تمام شریعت کو وجود میں لاتا ہے۔ انسان کے ذمے دو قسم کے حقوق ہیں:

1: حقوق اللہ۔ 2: حقوق العباد۔

حقوق اللہ کا شیرازہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص اور اس کا شکر گزار بندہ ہوتا ہے اور حقوق العباد عدل اور احسان سے متعلق ہیں اور نماز اس دونوں حقوق کی جامع ہے۔

سورۃ یوسف آیت نمبر 38 میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ما کان لنا ان نشرك باللہ من شیء ذلك من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون))(سورۃ یوسف: آیت 38)

"ہمیں حق نہیں کہ ہم کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں۔ یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے، لیکن اکثر لوگ شکر گزار نہیں ہوتے۔"

نماز جہاں ایک طرف انسان کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جوڑتی ہے تو دوسری طرف مخلوق سے تعلق برقرار رکھنے کا درس بھی دیتی ہے اور شریعت کا اصل مقصود بھی یہی ہے کہ انسان اللہ اور مخلوق سے ٹھیک جڑ جائے۔

سورۃ القصص آیت نمبر 77 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((واحسن کما احسن اللہ الیك))

"اور جس طرح اللہ نے تمہارے ساتھ احسان کیا ہے اسی طرح تم بھی (دوسروں کے ساتھ) احسان کرو۔"

تارک نماز

نماز کا منکر کافر ہے:

جو شخص استحلالاً نماز کو چھوڑ دے اور اس کی فرضیت کا انکار کر دے تو وہ کفر کی راہ اختیار کرتا ہے۔

نماز چھوڑنے کا ارتکارب کرنے والا:

البتہ اگر کاہلی اور سستی کی وجہ سے نماز چھوڑنے کا ارتکاب کرتا ہے تو ایسے شخص کے بارے میں ائمہ حضرات کے

Marfat.com

مندرجہ ذیل چار اقوال ہیں:

1: امام احمد بن حنبل، عبداللہ بن مبارک، اسحٰق بن راہویہ اور شافعیہ میں سے بہت سے حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ تارک صلاۃ مرتد ہے اور ارتداد کی وجہ سے مباح الدم ہے، اس کو قتل کیا جائے گا۔"

2: حضرت امام مالک اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں:
"تارک صلاۃ مرتد تو نہیں البتہ ترک صلوٰۃ کا اس نے ارتکاب کیا ہے اور اس کی سزا قتل ہے، لہٰذا اس کو قتل تو کیا جائے لیکن ارتداد کی وجہ سے نہیں، بلکہ جرم کی سنگینی کی وجہ سے عبرتناک سزا کے طور پر۔"

3: امام اعظم ابوحنیفہ، داؤد ظاہری اور امام مزنی کے نزدیک تارک نماز نہ تو مرتد ہے اور نہ ہی اس کو قتل کیا جائے گا، بلکہ اس کو تکلیف دہ قید میں رکھا جائے گا اور اس کو سزا دی جائے گی۔"

4: علامہ ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں:
"نماز نہ پڑھنا ایک امر منکر ہے اور امر منکر کا ازالہ بحکم حدیث واجب ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ کو تادیبی سزا دی جائے اور تادیبی کوڑے حدیث میں دس وارد ہوئے ہیں، لہٰذا جب نماز نہیں پڑھے گا تو اس کو دس کوڑے مارے جائیں گے، اگر اس تادیب کے بعد نماز پڑھ لے تو فبھا اور اگر نہیں پڑھتا تو یہ ایک نیا منکر پایا گیا، لہٰذا پھر دس کوڑے مارے جائیں گے اور نماز پڑھنے کے لئے کہا جائے گا، اگر پڑھ لے تو فبھا ورنہ ایک نئے منکر کے ارتکاب کی وجہ سے پھر دس کوڑے مارے جائیں گے، اسی طرح مسلسل مارتے رہیں گے اور نماز کی تلقین کرتے رہیں گے یا تو نماز پڑھ لے گا اور یا مر جائے گا، لیکن کوڑے لگانے والا جان سے مارنے کا قصد نہیں کرے گا۔"

☆☆☆

فصل نمبر 5:

احسان قرآن و احادیث کی روشنی میں

مفہوم:

احسان باب اِفعال کا مصدر ہے جس کا مادہ حسن ہے۔ عربی زبان میں احسان کے مختلف معانی بیان ہوئے ہیں۔ مثلاً: اچھا کرنا، حسنِ سلوک اور مروّت کے ساتھ پیش آنا وغیرہ۔

اصطلاحی مفہوم:

شرعی اصطلاح میں احسان سے مراد ایسا عمل ہے جسے اس خوبی اور انداز سے سرانجام دیا جائے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے بندے اس سے خوش ہو جائیں۔ حقیقت میں احسان ایسی نیکی کو کہا جاتا ہے جسے بطریق احسن انجام

Marfat.com

دیا گیا ہو۔

احسان دراصل اللہ، اس کے رسول اور اس کے دین کے ساتھ اس قلبی لگاؤ، اس گہری محبت، اس سچی وفاداری اور فدائیت وجاں نثاری کا نام ہے جو مسلمانوں کو فنافی الاحسان کر دے۔

حضرت فضل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"احسان یہ کہ دنیاوی اور اخروی ضروریات کیلئے جو کچھ تجھ سے مانگا جائے تو اس میں فراخ دلی کا اظہار کرو۔"

احسان تمام اخلاقیات کے شعبوں کا جامع ہے:

حسن سلوک اختیار کرنے کو احسان کہتے ہیں۔ اس میں اخلاقیات کے تمام شعبے سمو سکتے ہیں۔

احسان کرنے کا حکم:

سورۃ القصص میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((واحسن كما احسن الله اليك))(سورة القصص :آيت 77)

"اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی (بندوں کے ساتھ) احسان کیا کر۔"

احسان کا بدلہ طلب نہیں کرنا چاہئے:

ذرا سوچئے قرآن مجید کی اس آیت میں کس طرح عمدگی کے ساتھ دوسروں کے ساتھ احسان کرنے کی طرف ترغیب دلائی گئی ہے۔ آیت میں خدائی احسان کی طرح بھلائی کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے جس سے کنارہ کشی اختیار کرنا انتہائی مشکل کام ہے۔ ہم میں بہت سے لوگ ایسے بھی جو دوسروں کے ساتھ احسان تو کرتے ہیں مگر ساتھ ہی اس بھلائی کرنے کا بدلہ لینے کے بھی خواہش مند ہوتے ہیں۔ یہ احسان نہیں ہوتا بلکہ ایک قسم کی تجارت ہو جاتی ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((ولاتمنن تستكثر))(سورة المدثر :آيت 6)

"اور نہ کر کہ احسان کرے اور بہت چاہے۔"

احسان کی حقیقی تعریف:

حدیث جبرائیل میں ہے:

((قال اخبرني عن الاحسان ؟ قال ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك))(صحيح مسلم)

"حضرت جبرائیل نے عرض کیا: مجھے بتایئے کہ احسان کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اور بندگی اس طرح کرو کہ گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو، اگرچہ تم اس کو

Marfat.com

نہیں دیکھتے ہو مگر وہ تو تم کو دیکھتا ہے۔"

محاورۃً ہم احسان کے معانی کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کے لیتے ہیں، لیکن یہاں جس احسان کا ذکر ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ جس طرح رب ذوالجلال ہماری آنکھوں کے سامنے ہے گویا ہم اپنی آنکھوں سے اس کو دیکھ رہے ہیں۔

قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک:

((عن ابی هریرۃ ان رجلاً قال یا رسول الله! ان لی قرابة اصلهم ویقطعو نی واحسن الیهم ویسیون الی واحلم عنهم ویجهلون علی فقال لان کنت کما قلت فکما نما تسطهم المل ولا یزال ملك من الله ظهیر علیهم مادمت علی ذلك))

(صحیح مسلم شرح نووی: کتاب البر والصلہ والادب، جلد ششم، صفحہ 207)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے کچھ رشتے دار ہیں میں ان سے احسان کرتا ہوں اور وہ برائی کرتے ہیں۔ میں ناتا ملاتا ہوں اور وہ توڑتے ہیں۔ میں بردباری کرتا ہوں اور وہ جہالت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر حقیقت میں تو ایسا ہی کرتا ہے تو ان کے منہ پر راکھ ڈالتا ہے اور ہمیشہ اللہ کی طرف سے تیرے ساتھ ایک فرشتے رہے گا جو تم کو ان پر غالب رکھے گا جب تک تو اس حالت پر رہے گا۔"

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رشتہ داروں اور قرابت داروں کے ساتھ تعلقات استوار کرنا اور ان کیساتھ حسن سلوک سے پیش آنا کس قدر اہم ہے۔ انسان کو اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ کسی کے ساتھ قطع تعلقی نہ ہو۔

لوگوں کی دل جوئی کرنا:

((عن النواس ابن سمعان الانصاری قال سالت رسول الله ﷺ عن البر والا ثم فقال البر حسن الخلق والا ثم ماحاك فی صدرك و كرهت ان یطلع علیه الناس))

(صحیح مسلم شرح نووی: کتاب البر والصلہ والادب: باب تفسیر الادب والاثم)

"حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھلائی اور برائی سے متعلق پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھلائی حسن خلق کو کہتے ہیں (یعنی خوش مزاجی سے ملنا اور لوگوں کی دلداری اور دلجوئی کرنا حتیٰ المقدور دنیاوی امور میں کسی کو ناراض نہ کرنا) اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں چبھے اور تجھ کو برا لگے کہ لوگ اس سے مطلع ہوں۔"

پڑوسیوں کا خیال رکھنا:

((عن ابی ذر قال قال رسول الله ﷺ یا ابا ذر اذا طبخت فرقة فاکثر ماء ها وتعاهد

Marfat.com

جیر انك))(صحیح مسلم)

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر! جب تم شوربے (والا سالن) پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ کرلو اور اپنے پڑوسی کا خیال رکھو۔''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمسائے (پڑوسی) مسکین، غریب اور محتاج ہوں تو انہیں نظر انداز کر کے خود ہی سب کچھ کھاپی لینا اسلام میں پسندیدہ بات نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ غریب اور ضرورت مند پڑوسیوں کا خیال رکھا جائے اور کھانے پینے کی چیزوں میں ان کو بھی شریک کیا جائے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی نعمتوں سے نوازا ہے اور صاحب حیثیت بنایا ہے تو اپنی استطاعت کے مطابق پڑوسیوں سے حسن سلوک کرو۔

لوگ ناشکرے ہوں تب بھی احسان کرتے رہنا چاہیے:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''لوگوں کے ساتھ احسان کیا کرو خواہ ناشکرے لوگوں پر ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ وہ میزان میں شکر گزار کے احسان سے بھاری ہوگا۔''

سلف صالحین کا مشغلہ

دوسروں سے احسان:

سلف صالحین کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے احباب کے ساتھ نیکی کرنا بہت پسند کرتے اور ان سے خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے اور ہمیشہ دوسروں کو خوش کرنے کی کوشش کرتے، اپنے دوستوں کو اپنے آپ پر ہمیشہ ترجیح دیتے تھے۔

حضرت طلحہ:

حضرت طلحہ بنو تمیم کے تمام محتاج و تنگدست خاندانوں کی کفالت کرتے تھے۔ لڑکیوں اور بیوہ عورتوں کی شادی کر دیتے تھے۔ جو لوگ مقروض تھے ان کا قرض ادا کر دیتے تھے۔

حضرت امیر حمزہ:

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک کا برتاؤ رکھتے تھے۔ آپ نیکی کے کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ آپ کی شہادت کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لاش سے مخاطب ہو کر ان کے اخلاق و کردار اور حسن سلوک کی اس طرح داد دی تھی:

''تم پر اللہ کی رحمت ہو کیونکہ جہاں تک مجھے معلوم ہے تم قرابت داروں کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے، نیک کاموں میں پیش پیش رہتے تھے۔''

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن عمر:

مسکین نوازی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی نمایاں خوبی تھی۔ آپ خود بھوکا رہنا پسند کر لیتے تھے مگر مسکینوں کی شکم سیری کرتے۔ آپ اکثر مسکینوں کے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے۔

آپ کی اہلیہ آپ کی غیر معمولی فیاضی سے بہت نالاں رہتی تھیں اور شکایت کیا کرتی تھیں کہ جو کھانا میں ان کیلئے پکاتی ہوں، وہ کسی مسکین کو بلا کر کھلا دیتے ہیں۔ فقراء اس کو سمجھ گئے اس لئے مسجد کے سامنے آپ کی گزرگاہ پر آ کر بیٹھتے تھے، جب آپ مسجد سے نکلتے تو ان کو لیتے آتے تھے۔

بیوی نے عاجز ہو کر ایک مرتبہ کھانا فقراء کے گھروں کو بھجوا دیا اور کہلا بھیجا کہ راستہ میں نہ بیٹھا کریں اور اگر وہ بلائیں تو بھی نہ آئیں۔ ابن عمر مسجد سے واپس ہو کر حسب معمول گھر آئے اور غصہ میں حکم دیا کہ فلاں فلاں محتاجوں کو کھانا بھجوا دو، کیا چاہتی ہو کہ رات فاقہ میں بسر کروں۔ چنانچہ بیوی کے اس طرز عمل پر رات کو کھانا نہ کھایا۔

مہب بن ابی صفرہ:

حضرت مہب بن ابی صفرہ رضی اللہ عنہ اپنے بچوں کو تاکید کرتے تھے کہ جب کوئی فقیر صبح کے وقت تمہارے دروازے پر دستک دے تو جان لو کہ وہ ضرورت مند ہے۔ اسے سوال کرنے سے پہلے ہی دو کیونکہ اس کا صبح و شام کا پھیرا ہی سوال کیلئے کافی ہے۔

احسان کی مختلف صورتیں

مالی امداد:

قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اس میں عزیز و اقارب کو اس کا اولین حقدار ٹھہرایا ہے۔ اس معاملے میں سب سے پہلے والدین کا حق ہے۔ پھر قریبی عزیز و اقارب کسی دولت مند کی دولت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ دین اسلام میں اس مالی امداد کو "احسان" کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

عورتوں کے ساتھ احسان:

ایسی شادی شدہ عورتیں جن کے خاوند ان کو مختلف حیلے بہانے کر کے الگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور عورتوں کو مختلف طریقوں سے تنگ کرتے ہیں۔ اسلام نے ایسے طریقے اپنانے سے منع فرمایا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی وجہ سے عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا نہیں چاہتے تو چاہیے کہ وہ احسن طریقے سے انہیں الگ کر دیں۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((الطلاق مرتن فامساك بمعروف او تسريح باحسان))

(سورۃ البقرہ، آیت 229)

"طلاق دو مرتبہ ہے پھر خواہ رکھ لینا قاعدے کے مطابق، خواہ چھوڑ دینا احسان کے ساتھ۔"

Marfat.com

مصیبت سے نجات دلانا:

کسی تکلیف یا مصیبت میں مبتلا شخص کو تکالیف اور مصائب سے چھٹکارہ دلانا احسان کی ایک بہت ہی عمدہ خوبی ہے۔ وہ شخص جو تکلیفوں اور مصیبتوں سے نجات حاصل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور بندے کا کتنا احسان مند ہوگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی قید و بند کی مصیبتوں سے نجات ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ سورۃ یوسف میں ہے:

((وقد احسن بی اذا خرجنی من السجن))

(سورۃ یوسف: آیت 100)

''اور اللہ نے میرے ساتھ احسان کیا کہ جب اس نے مجھے قید سے باہر نکالا۔''

معاف کرنا:

قصور وار کے قصور سے درگزر کرنا اور غصے کو پی جانا بھی احسان کی ایک صورت ہے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کی خاطر دوسروں کو معاف کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے بن جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین))

(سورۃ آل عمران، آیت 134)

''اور (نیک لوگ) غصے کے ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنیوالے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں (محسنین) کو محبوب رکھتا ہے۔''

مقتول کے گھر والوں کے ساتھ احسان کرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فمن عفی لہ من اخیہ شیء فاتباع بالمعروف و اداء الیہ باحسان))

(سورۃ البقرہ: آیت 178)

''پس جس کو اپنے بھائی کی طرف سے کچھ معافی دی گئی ہے تو عمدگی سے پیروی کرنی چاہیے، نیکی کے ساتھ (مقتول کے وارثوں کو) ادا کیا جائے۔''

قرض کے معاملات میں احسان:

قرض کے بوجھ کو ہلکا کرنا اس وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ دنیا میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے کہ جس نے قرض کے اس بوجھ کو ہلکا کیا ہے۔ محتاجوں اور ضرورت مندوں کو قرض دینا اور جو لوگ قرضہ ادا نہیں کر سکتے انہیں مہلت دینا معاف کر دینا بہت زیادہ ثواب کا کام ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ وان تصدقوا خیر لکم))

Marfat.com

(سورۃ بقرہ: آیت 280)

"اور اگر (کوئی) تندرست (تمہارا مقروض) ہو تو فراخی تک کی مہلت دو اور اگر سمجھو تو تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہے کہ اسے (قرضہ) معاف کر دو۔"

احسان کے ثمرات

احسان کے درج ذیل ثمرات ہیں:

1: باہمی محبت۔ 2: اللہ کے فضل کا ذریعہ۔

3: اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ۔ 4: احسان کرنے والوں کو پورا حق ملے گا۔

5: رحمت الٰہی محسنین کے قریب تر ہوتی ہے۔ 6: احسان کرنے والوں کا اجر۔

باہمی محبت:

ایک دوسرے پر احسان کرنے سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے۔ احسان کرنے کا نتیجہ یہ اخذ ہوتا ہے کہ احسان کرنے والے اور جس پر احسان کیا گیا ہو ان کے درمیان محبت، خلوص اور بھائی چارے کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ایسے لوگوں کو نیک صلہ ملے گا جو دنیا میں دوسروں کے کام آتے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ھل جزاء الاحسان الا الاحسان))

"احسان کا بدلہ احسان ہی ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے فضل کا ذریعہ:

خود اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر اس قدر احسانات کیے ہیں کہ جن کا شمار ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان پر جو احسانات کیے ہیں ان کا بدلہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی خلوص اور یکسوئی کے ساتھ عبادت کرے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ انسان کو دنیا و مافیہا کی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ قرآن مجید میں خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((وسنزید المحسنین))

"ہم محسن لوگوں کا اجر مزید بڑھائیں گے۔"

محسنین سے محبت الٰہی:

لفظ احسان بہت سی جگہوں پر استعمال ہوا ہے اور اس کی بہت زیادہ تاکید فرمائی گئی ہے۔ سورۃ البقرہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین))(سورۃ البقرہ آیت 195)

"اور احسان کرو۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو بہت پسند کرتا ہے۔"

Marfat.com

اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کا حق نہیں مارتا:

یقیناً اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کا حق پورا پورا ادا کرتا ہے اور ان کے اجراء میں کوئی کمی نہیں کرتا۔قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

((ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین))(سورۃ التوبۃ، آیت 120)

''بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

رحمت الٰہی احسان کرنے والوں کے قریب تر ہے:

سورۃ الاعراف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ان رحمت اللہ قریب من المحسنین))(سورۃ الاعراف :آیت 56)

''بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب تر ہے۔''

جو لوگ اچھائی اور بھلائی کا کام کرتے ہیں اور ہر وقت نیکی کی طرف راغب رہتے ہیں ان پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت احسان کرنے والوں کے نزدیک ہے۔

تفسیر ابن کثیر میں علامہ حافظ عماد الدین ابن کثیر فرماتے ہیں:

''اللہ کی رحمت محسنین کے قریب ہے یعنی اس کی رحمت نیکوکاروں کے انتظار میں ہے۔جو لوگ امر الٰہی کی پیروی کرتے ہیں اور زواجر ومنہیات سے باز رہتے ہیں وہ اللہ کی رحمت سے قریب ہو گئے ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر، جلد دوم صفحہ:193)

احسان کرنے والوں کو ان کی خواہش کے مطابق اجر ملتا ہے:

جو لوگ دوسروں پر احسان کرتے ہیں وہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنی خواہشیں اور طلب کے مطابق اجر و ثواب پائیں گے۔سورۃ الزمر میں خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((لھم مایشاء ون عند ربھم ذلک جزاء المحسنین))

(سورۃ الزمر، آیت 34)

''وہ جو کچھ چاہیں گے ان کیلئے ان کے پروردگار کے پاس سب کچھ ہے۔یہ صلہ احسان کرنے والوں کا ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں محسنین کی وہ جزا بیان ہوئی ہے جو مرنے کے بعد ملے گی کہ جو وہ چاہیں گے اپنے رب کے یہاں پالیں گے۔اس میں سب چیزیں آگئیں۔یہ بدلہ ہے نیکوں کا اور یہ بدلہ اس لئے دیا کہ اللہ تعالیٰ ان سے جو کچھ بشریت سے خطائیں ہو گئیں معاف کر دے گا اور ان کے اچھے کاموں کا بدلہ دے گا۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 6:

حیاء قرآن واحادیث کی روشنی میں

سیرت انسانی کی سب سے افضل ترین خصلت:

حیاء وہ خلق ہے جس کے ذریعے انسان برے کاموں سے بچتا ہے۔ یہ سیرت و کردار انسانی میں سب سے افضل و اشرف اور مقبول ترین خصلت ہے۔

حیاء ہے کیا:

حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں:

"دل میں ہیبت کا پایا جانا اور اسی کے ساتھ ساتھ ان برے اعمال کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجھ سے سرزد ہو چکی ہیں، ان سے خوف کھانا حیاء ہے۔"

ہیبت اور حیاء سب سے بڑا علم ہے:

حضرت ابن عطاء کا قول ہے:

"ہیبت اور حیاء سب سے بڑا علم ہے۔ جب ہیبت اور حیاء جاتی ہے تو پھر کوئی بھلائی باقی نہیں رہتی۔"

حیاء کی دو اقسام:

فقہاء فرماتے ہیں:

"حیاء دو قسم کی ہوتی ہے۔ حیاء کی ایک قسم وہ ہے کہ جو لوگ آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جس میں بندے کا اللہ تعالیٰ سے تعلق ہوتا ہے۔ پہلی قسم تو یہ ہے کہ انسان اپنی نگاہ کو ایسی چیزوں سے دور رکھے جن کی طرف دیکھنا حلال نہیں۔ دوسری قسم یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کریم کے احسانات پہچانتے اور جانتے ہوئے اس کی نافرمانی سے بچے۔"

گناہوں سے بچنے کا سبب:

حیاء وہ بنیادی اخلاقی وصف ہے جس سے کئی دوسرے اخلاقی اوصاف کی پرورش ہوتی ہے۔ عفت و پاکیزگی اسی کی بدولت محفوظ رہتی ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ مروّت و چشم پوشی اسی کے باعث پیدا ہوتی ہے اور بہت سے گناہوں سے بچے رہنا حیاء کی برکت سے ہوتا ہے۔

حیاء ایک فطری جوہر ہے جو ہر انسان میں قدرتی طور پر ہوتا ہے مگر نیک صحبت اور نیک اعمال اس حیاء کو پروان چڑھاتے ہیں اور یہ ایک ایسا وصف ہے جو انسان کو برائیوں سے روکتا ہے اور ایمان میں حسن و جمال پیدا کرتا ہے۔

Marfat.com

لباس تقویٰ:

حیاء حسن اخلاق کی سب سے اہم خوبی ہے۔قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((یبنی ادم قد انزلنا علیکم لباساً یواری سواتکم وریشاء و لباس التقویٰ))

(سورۃ الاعراف: آیت 26)

''اے اولادِ آدم بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس اتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپائے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو اور پرہیز گاری کا لباس۔''

ایک ایسا لباس ہے کہ جس سے بدن چھپایا جاسکے اور ستر کیا جائے اور ایک ایسا لباس ہے جس سے زینت ہو۔ تقویٰ اور پرہیز گاری کا لباس، ایمان، حیاء نیک خوبیاں اور نیک عمل ہیں اور بلاشبہ یہ خصلتیں اور خوبیاں لباس کی زینت سے بہتر اور افضل ہیں۔

انسان کیلئے لباس کا صرف ذریعہ ستر پوشی اور وسیلہ زینت، حفاظت ہونا ہی کافی نہیں ہے، بلکہ فی الحقیقت اس معاملہ میں جس بھلائی تک انسان کو پہنچنا چاہیے وہ یہ کہ اس کا لباس تقویٰ کا لباس ہو، یعنی پوری طرح ساتر بھی ہو زینت میں حد سے بڑھا ہوا یا آدمی کی حیثیت سے گرا ہوا نہ ہو۔فخر و غرور اور تکبر وریا کی شان لئے ہوئے بھی نہ ہو اور پھر ان ذہنی امراض کی نمائندگی بھی کرتا ہو جن کی بناء پر مرد زنانہ پن اختیار کرتے ہیں، عورتیں مردانہ پن کی نمائش کرنے لگتی ہیں اور ایک قوم دوسری قوم کے مشابہ بننے کی کوشش کر کے خود اپنی ذلت کا اشتہار بن جاتی ہے۔بہر صورت شرم اور حیا اونچے درجے کا وصف ہے جسے ہر انسان کا متصف ہونا لازمی ہے۔

مثال سمجھانا حیاء کے منافی نہیں:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

((ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ فما فوقھا))

(سورۃ البقرہ، آیت 26)

''بے شک اللہ تعالیٰ اس سے حیاء نہیں فرماتا کہ مثال سمجھانے کے لیے کسی ہی چیز کا ذکر فرمائے مچھر ہو یا اس سے بڑھ کر۔''

جب کسی حقیر و ذلیل چیز کی مثال دینی ہو تو کسی ایسی ہی حقیر چیز سے مثال دینا مقتضائے عقل و بلاغت ہے۔اس غرض کیلئے کسی حقیر گھناؤنی چیز کا ذکر کرنا شرم و حیاء کے قطعاً منافی نہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ ایسی چیز کے ذکر سے نہیں شرماتا اور یہ بھی بتلا دیا کہ ایسے احمقانہ شبہات صرف ان لوگوں کو پیدا ہوا کرتے ہیں جن کے قلوب اور دماغوں سے ان کے کفر کی وجہ سے سمجھنے بوجھنے کی صلاحیت مفقود ہوگئی ہو۔ایمان والوں کو ایسے شبہات دامن گیر نہیں ہوتے۔

Marfat.com

ق بات کہنا حیاء کے منافی نہیں:

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((ان ذلکم کان یؤذی النبی فیستحی منکم واللہ لا یستحی من الحق))

(سورۃ الاحزاب: آیت 53)

"بے شک اس میں نبی کو ایذا ہوتی تھی تو وہ تمہارا لحاظ فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ تو حق فرمانے میں نہیں شرماتا۔"

ضرت شعیب کی بیٹی کے حیاء کا تذکرہ:

جب حضرت موسیٰ کو مدین کے سفر کے دوران دو لڑکیوں سے واسطہ پڑا تھا۔ اگرچہ وہ لڑکیاں بدویانہ طرز زندگی
ر کرنے کی عادی تھیں، تاہم ان میں ایک ایسی خوبی نمایاں تھی کہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی کیا ہے کہ
وقت تک اپنے مویشیوں کو پانی نہیں پلاتی تھیں جب تک مرد حضرات اپنے جانوروں کو پانی پلا کر چلے نہ جائیں
کہ مردوں سے کشمکش نہ ہو جائے۔ جب ان لڑکیوں کے والد نے ان میں سے ایک لڑکی کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو
نے کے لئے بھیجا تو اس سلسلے میں قرآن مجید میں ہے:

((فجاء ته احد هما تمشی علی استحیاء))

(سورۃ القصص: آیت 25)

"پس ان دو (لڑکیوں) میں سے ایک (لڑکی) شرماتے ہوئے ان کے پاس آئی۔"

ان دو عورتوں میں ایک آئی۔ اس نے حضرت موسیٰ کو اپنے والد کے خیال سے آگاہ کیا کہ وہ آپ کو پانی پلانے کا
وضہ دینا چاہتے ہیں اور ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ جب وہ خاتون آئی تو کسی طرح آئی، اس کو خصوصی طور پر بیان کیا
کہ امت مسلمہ کی بچیاں اس سے سبق سیکھیں۔ فرمایا کہ وہ شرم وحیاء کی چادر اوڑھے، رماتی لجاتی ہوئی آئی۔

اس آیت کے حوالے سے جو واقعہ بیان کیا گیا ہے اس میں حیاء والی لڑکی کی مدح وستائش بھی مقصود ہے۔ یہ خوبی
ین سے ہی انسان کی فطرت میں ہوتی ہے، اگر مناسب طریقے پر اس کی تربیت کی جائے تو یہ خوبی قائم بھی رہتی ہے
لسل بڑھتی چلی جاتی ہے۔

م برائیوں سے بچنے کا ذریعہ:

حیاء ایمان کا ایک اہم حصہ ہے، جس انسان کے اندر حیاء کی خوبی پائی جاتی ہے یہ خوبی انسان کو بے حیائی اور برائی
کاموں سے روک دیتی ہے اور انسان بہت سارے گناہوں سے بچ جاتا ہے۔

ء ایمان کا حصہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

Marfat.com

((ان رسول الله ﷺ مر علی رجل من الانصار وھو یعظ اخاه فی الحیاء فقال رسول الله ﷺ دعه فان الحیا من الایمان))

(صحیح بخاری)

"ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے پاس سے گزرے، وہ انصاری اپنے بھائی کو حیاء کے بارے میں کچھ سمجھا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو، کیونکہ حیاء ایمان ہی کا ایک حصہ ہے۔"

حضور کا حیاء:

((عن ابی سعید الخدری قال کان رسول الله ﷺ حیاء من العذراء فی خدرها و کان اذا کره شیئا عرف فی وجهه))(سنن ترمذی)

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شرم وحیاء میں کنواری لڑکی سے جو اپنے پردہ میں ہو، کہیں زائد بڑھے ہوئے تھے۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات ناگوار ہوتی تو ہم آپ کے چہرہ سے پہچان لیتے۔"

حیاء اور ایمان لازم وملزوم ہیں:

((عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال ان الحیاء والایمان قرناء جمیعا فاذا رفع احدهما رفع الاخر وفی روایة ابن عباس فاذا سلب احد هما تبعه الاخر))(بیهقی فی شعب الایمان)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیاء اور ایمان کو ایک دوسرے کیساتھ یکجا کیا گیا ہے، لہٰذا جب کسی کو ان دونوں میں ایک سے محروم کیا جاتا ہے تو وہ دوسرے سے بھی محروم رکھا جاتا ہے۔ (جو شخص ایمان سے محروم رہتا ہے وہ حیاء سے بھی محروم رکھا جاتا ہے اور جس میں حیاء نہیں ہوتی اس مین ایمان بھی نہیں ہوتا) اور ایک دوسری روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں منقول ہے کہ ان دونوں (حیاء اور ایمان) میں سے جب ایک کو دور کیا جاتا ہے تو دوسرا بھی جاتا رہتا ہے۔"

حضرت عثمان غنی کی شرم وحیاء:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شرم وحیاء کا یہ حال تھا کہ آپ کے گھر کا دروازہ بھی بند ہوتا تھا۔ اس کے باوجود آپ نہاتے وقت اپنے کپڑے نہیں اتارتے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آپ کی حیاء کا بہت لحاظ رکھتے تھے۔

Marfat.com

ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ کی ران مبارک کھلی ہوئی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح بیٹھے رہے،اسی وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران کو ڈھانپ لیا۔ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب آپ سے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا:

"عثمان حیاءدار آدمی ہیں،اگر میں اسی حالت میں رہتا تو وہ اپنی حاجت نہ پیش کرتے۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرشتوں سے حیاء کے باعث قضائے حاجت کے وقت ہمیشہ اپنا سر ڈھانپ کر رکھتے تھے۔اسی لئے فرشتے بھی آپ سے حیاء کرتے تھے۔

حیاء کی زینت اور پھل:

بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ ہر چیز کی زینت ہوتی ہے اور حیاء کی زینت گناہوں کو چھوڑ دینا ہے اور ہر چیز کا پھل ہوتا اور حیاء کا پھل نیکی اختیار کرنا ہے۔

حیاء کے ثمرات

حیاء برائیوں سے روکتی ہے:

حیاء انسان کو برائی کے کاموں سے روکتی ہے۔انسان کو اگر ذرا برابر بھی حیاء کا لحاظ ہوگا تو وہ برے کاموں سے اجتناب کرے گا۔حیاء کی خوبی اس کی زبان جسم کے دوسرے اعضاء کو قابو میں رکھتی ہے اور انہیں کوئی ایسا کام کرنے سے روکتی ہے کہ جسکے کرنے سے گناہ یا برائی کی طرف راغب ہو،لیکن اس کے برعکس اگر انسان کے اندر سے حیاء ہی ختم ہو جائے تو پھر وہ برے کام کرنے کیلئے آزاد ہو جاتا ہے۔اس کے اندر سے لحاظ ختم ہو جاتا ہے اور وہ کوئی بھی برا کام کرنے کیلئے آزاد ہو جاتا ہے۔

حیاء جزو ایمان ہے:

عبداللہ بن یوسف،مالک بن انس،ابن مہتاب،سالم بن عبداللہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حیاء ایمان میں سے ہے۔"

(صحیح بخاری جلد اول،باب الحیاء من الایمان 23،صفحہ 92)

حیاءدار انسان دوسروں کا لحاظ کرتا ہے:

جس انسان کے اندر حیاء ہوتی ہے تو وہ دوسرے لوگوں کا لحاظ کرتا ہے۔وہ کوئی بھی ایسا کام نہیں کرتا کہ جس سے دوسروں کو نقصان پہنچے۔اس لیے بعض دفعہ اسے خود بھی نقصان اٹھانا پڑ جاتا ہے۔

Marfat.com

حیاء اخلاق و عادات کی زینت ہوتی ہے:

زینت کی ایک صورت تو یہ ہوتی ہے کہ انسان کا ظاہری جسم حیاء کی خوبی سے مزین ہو۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے معاملات، عادات اور دوسرے لوگوں سے میل جول کا طریقہ اور انداز ایسا ہونا چاہیے کہ اس میں حیاء کی جھلک نظر آتی ہو۔ حیاء دار انسان فحش کلمات کی ادائیگی سے گریز کرتا ہے اور دوسروں سے بدلحاظی سے پیش نہیں آتا۔ وہ حقوق و فرائض کا خیال رکھتے ہوئے احسن طریقے سے ان کی ادائیگی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنی پاک دامنی کی مکمل طور پر حفاظت کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی خوبیوں کا مالک انسان دوسروں کے دلوں میں اپنی جگہ بنالیتا ہے۔

حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''ایمان کی کچھ اوپر ستر یا ساٹھ شاخیں ہیں۔ حیاء بھی ایمان ہی کی ایک شاخ ہے۔ ان میں سب سے چوٹی کی چیز ''لا الہ الا اللہ'' کا قائل ہونا اور معمولی درجے کی چیز راستے سے ایذا رساں اشیاء کا ہٹا دینا ہے۔''

قرآن اور سنت نے فحاشی اور بے حیائی سے جس طرح منع فرمایا ہے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح حیاء کی اہمیت اور فضیلت پر زور دیا ہے اس سے حیاء اسلام کا ایک اخلاقی وصف بن گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بنی نوع انسان کیلئے کامل نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ آپ کی ایک ایک ادا سے شرم و حیاء کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ حیاء کے متعلق آپ نے جو کچھ فرمایا وہ انسان کی شرافت اور شائستگی کیلئے نمونہ ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 7:

جہاد کی فضیلت و اہمیت

لغوی مفہوم:

جہاد عربی کے لفظ جَہد یا جُہد سے مشتق ہے۔ اس کے لغوی معنی ''کوشش'' ہیں۔

لغت میں جہاد کا مفہوم ہے: انتہائی کوشش کرنا اور اپنی پوری طاقت اور صلاحیت کسی کام کے لئے صرف کرنا۔ (اقضیۃ الرسول)

اصطلاحی مفہوم:

اصطلاح میں جہاد کے معانی ہیں:

''وہ محنت اور کوشش جو اللہ کیلئے، اللہ کی راہ میں، اسلام کیلئے، نظام ملت کیلئے یا اس کے استحکام کیلئے کی

Marfat.com

جائے، خواہ وہ مال سے ہو، جان سے ہو یا کسی اور طریقے سے۔"

ضرورتِ جہاد:

اسلام ایک سچا دین ہے اور ہر طرح سے سلامتی چاہتا ہے۔ اسلام کا مقصد خون بہانا نہیں، بلکہ احسن اور پرامن طریقے سے اسلامی تعلیمات کو عام کرنا ہے۔ اسی کوشش کا نام جہاد ہے۔ اسلام امن وسلامتی اور بھائی چارے کا درس دیتا ہے۔ اسلام نے دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والوں سے برملا کہا ہے کہ تم بھی اسلام قبول کر کے حقوق اسلامی سے استفادہ کرو اور اگر تم ایسا نہیں کرنا چاہتے تو اسلام کے ماتحت زندگی بسر کرو اور ہر طرح سے اسلام کی بالادستی تسلیم کرلو اور اسلام اور اہل ایمان کے خلاف دشمنی اور فتنہ سازی سے باز آ جاؤ۔ اگر کفار اسلام کی تبلیغ واشاعت میں رکاوٹیں پیدا کریں تو ان سے جہاد ضروری ہے، جب تک کہ وہ فتنہ وفساد سے باز نہ آ جائیں۔

جہاد فتنہ کو ختم کرنا ہے:

سورۃ بقرہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

((وقتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين لله فان انتهوا فلا عدوان الا على الظالمين))(سورۃ البقرۃ، آیت 193)

"اور لڑو ان سے جب تک نہ باقی رہے فساد اور دین ہو جائے خالص اللہ کا۔ پھر اگر وہ باز آ جائیں تو زیادتی نہیں مگر بے انصافوں پر۔"

اسلام کو نقصان پہنچانے والوں سے جہاد:

اپنی جان اور مال قربان کر کے اشاعت اسلام میں مسلسل کوشش کرنے کا نام جہاد ہے۔ جب دشمنان اسلام اسلام دشمنی کی وجہ سے مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کر دیں اور مسلمانوں کو دین چھوڑنے پر مجبور اور مساجد اور مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کرنا شروع کر دیں تو مسلمانوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنی بھرپور طاقت کے ساتھ ان کا مقابلہ کریں، لیکن یہ مقابلہ صرف ان سے ہوگا جو اسلام کو نقصان پہنچائیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وقاتلوا في سبيل الله الذين يقاتلونكم ولا تعتدوا ان الله لايحب المعتدين))(سورۃ البقرہ، آیت 190)

"اور لڑو اللہ کی راہ میں ان سے جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی مت کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

جہاد کے لیے تیاری کرنا:

سورۃ الانفال میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

((واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخيل ترهبون به عدو الله وعدوكم

Marfat.com

واخرین من دونهم لا تعلمونهم))

(سورۃ الانفال، آیت 60)

''اور تیاری کرو ان سے لڑائی کے لیے جو پیدا کر سکو، زور آور گھوڑے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور ایک اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے۔''

جہاد آخرت میں فلاح کا باعث ہے:

جہاد اعلیٰ مقاصد کے باعث انتہائی اہم ہے اور اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے بڑی فضیلت رکھی ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات اور احادیث نبوی میں جہاد کی اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ذیل میں قرآن مجید کی چند آیات مبارکہ پیش کی جاتی ہیں جن کا مطالعہ کرنے سے ہمیں جہاد کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوگا۔ سورۃ المائدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وجاهدوا فی سبیله لعلکم تفلحون))(سورۃ المائدہ، آیت 35)

''اور اس کے راستے میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔''

جہاد میں سر توڑ کوشش کرنا:

سورۃ الحج میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وجاهدوا فی الله حق جهاده))(سورۃ الحج، آیت 78)

''اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔''

جہاد نہ کرنے والوں کو تنبیہ:

سورۃ النساء میں ہے:

((وما لکم لا تقاتلون فی سبیل الله))(سورۃ النساء، آیت 75)

''اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں نہیں لڑتے۔''

جہاد ہر حال میں مسلمان کے لیے بہتر ہے:

سورۃ التوبہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

((انفروا خفافاً وثقالاً وجاهدوا باموالکم وانفسکم فی سبیل الله ذلکم خیر لکم ان کنتم تعلمون))(سورۃ التوبہ، آیت 41)

''جہاد کے لیے نکلو ہلکے اور بوجھل اور لڑو اللہ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے۔ یہ بہتر ہے تمہارے حق میں، اگر تم کو سمجھ ہے۔''

Marfat.com

مجاہد روزہ دار اور رات دن عبادت کرنے والے جیسا ثواب پاتا ہے:

((عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ مثل المجاھد فی سبیل اللہ کمثل الصائم القائم القانت بایات اللہ لا یفتر من صیام و لا صلوٰۃ حتی یرجع المجاھد فی سبیل اللہ)) (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا دن کو روزہ رکھنے، رات کو عبادت کرنے اور اللہ تعالیٰ کی آیات میں غور وخوض کرنے والے کی طرح ہے۔ اس کو صوم وصلوۃ کا ثواب ملتا رہتا ہے جب تک مجاہد اپنے گھر نہیں لوٹ جاتا۔"

جب مجاہد اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کیلئے گھر سے نکلتا ہے اور پھر جہاد کر کے گھر واپس آتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس دوران میں وہ ہمہ وقت جہاد ہی میں مصروف نہیں رہتا، بلکہ اس کے اوقات کا کچھ حصہ جہاد سے خالی بھی گزرتا ہے کہ جن میں وہ کھاتا پیتا بھی ہے اور سوتا لیٹتا بھی ہے اور ایسے ہی دوسرے کاموں میں بھی وقت گزارتا ہے، مگر اس کے باوجود اس کو یہ درجہ عطا کیا گیا ہے گویا وہ کبھی بھی اور کسی وقت بھی عبادت سے خالی نہیں رہتا۔ چنانچہ ہر حرکت وسکون پر اور ہر عیش وآرام پر اس کے نامہ اعمال میں ثواب ہی لکھا جاتا ہے۔

مجاہد عابد سے افضل ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے پوچھا:

"اے اللہ کے رسول! کون سا شخص افضل ہے۔؟"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرتا ہے۔"

سائل نے عرض کیا:

"اس کے بعد؟"

حضو صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وہ شخص جو جنگل کی کسی گھاٹی میں اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اللہ کی مخلوق کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔"
(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

مجاہد جنتی ہوتا ہے:

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ بدر میں شہید ہوئے تھے۔ ان کی ماں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

Marfat.com

اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! اگر حارثہ جنت میں داخل ہو گیا تو میں صبر کر لیتی ہوں اور اگر کسی اور جگہ ہو تو میں اس کیلئے رو لوں۔''

((قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: یاام حارثۃ انھا جنان فی الجنۃ وان ابنک اصاب الفردوس الاعلیٰ))

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حارثہ کی ماں! حال تو یوں ہے کہ بہشت میں کئی بہشتیں ہیں اور تیرا بیٹا فردوس اعلیٰ میں ہے۔''

حضرت عمر فاروق کا شوق جہاد:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جہاد کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اگر میں راہ الٰہی میں جہاد نہ کر سکوں یا اپنی پیشانی اللہ کے حضور زمین پر نہ رکھ سکوں یا ایسے لوگوں کی صحبت اختیار نہ کر سکوں جو اچھی اچھی باتیں اس طرح چن رہے ہوں جیسے عمدہ پھل چنا جاتا ہے تو میں پسند کروں گا کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملوں یعنی مر جاؤں۔''

☆☆☆

فصل نمبر 8:

آدابِ جہاد

خاص قواعد و ضوابط

دین اسلام قیام امن کی دعوت دیتا ہے۔ اسی لئے اسلام میں جہاد کرنے کیلئے خاص قواعد و ضوابط وضع کیے گئے ہیں۔ ان قواعد و ضوابط کے تحت ہی جہاد کیا جائے گا تاکہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر فتنہ و فساد برپا کرنے والوں اور ظالموں کے ظلم کو مکمل طور پر ختم کیا جائے اور کسی پر زیادتی نہ کی جائے۔ قرآن و سنت اور صحابہ کرام کے طریقوں کے مطابق صلح اور جہاد و قتال کی درج ذیل صورتیں ہیں:

قتال سے پہلے اسلام کی دعوت دینا:

قتال شروع کرنے سے قبل دشمن کے سامنے اسلامی اصولوں کو پیش کرتے ہوئے اسلام کی دعوت دی جائے اور انہیں قبول اسلام پر آمادہ کرنے کی کوشش کی جائے اور اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان سے قتال نہیں کیا جائے گا۔ دائرہ اسلام میں آتے ہی ان کی جان، مال اور عزت کا اکرام کیا جائے گا اور انہیں ہر طرح کا تحفظ دیا جائے گا۔ انہیں مسلمانوں کے برابر حقوق دیے جائیں گے۔

Marfat.com

جزیہ کی ادائیگی:

اگر دشمن اسلام تو قبول نہ کرے مگر اسلامی حکومت کو تسلیم کر لے اور جزیہ دینے پر آمادہ ہو جائے تو ایسی صورت میں بھی ان سے قتال نہیں کیا جائے گا۔ وہاں اللہ کا نظام نافذ کیا جائے گا۔ ان لوگوں کی جان و مال کی حفاظت اور امن و امان کی ذمہ داری اسلامی حکومت پر ہوگی۔ اگر دشمن اسلام قبول نہ کرے اور نہ ہی جزیہ دے تو ایسی صورت میں دشمن سے قتال کیا جائے اور اس قدر قتال کیا جائے گا کہ فتنہ وفساد کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جائے اور اللہ کی زمین پر فساد پھیلانے والوں کو چن چن کر قتل کیا جائے اور اللہ کا دین نافذ کیا جائے۔

قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک:

دورانِ قتال جو مرد اور عورتیں مسلمانوں کی قید میں آ جائیں ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔ ممکن ہے کہ وہ متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیں۔ جو لوگ اپنی خوشی سے اسلام قبول کر لیں انہیں اسلامی تحفظ فراہم کیا جائے اور جو اپنے مذاہب پر ہی رہنا چاہیں انہیں مذہبی آزادی فراہم کی جائے۔

قتال میں بھی زیادتی ممنوع ہے:

قتال کرتے ہوئے دشمن پر زیادتی نہ کی جائے۔ اسلام جہاد میں بچوں، عورتوں، بوڑھوں، اپاہجوں اور جو لوگ اپنے عبادت خانوں میں عبادت میں مصروف ہوں انہیں قتل کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

مقتولوں کے مثلہ کی ممانعت:

جہاد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کیلئے ہوتا ہے۔ مومنین اپنی ذاتی اغراض و مقاصد اور ضروریات سے بالاتر ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے جہاد کرتے ہیں تاکہ دنیا کے اندر اللہ تعالیٰ کا نظام نافذ ہو اور ہر قسم کا فتنہ اور فساد ختم ہو جائے اور ایک اچھے معاشرے کا قیام ہو۔

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((الذین امنوا یقاتلون فی سبیل اللّٰہ و الذین کفروا یقاتلون فی سبیل الطاغوت فقاتلوا اولیاء الشیطن ان کید الشیطن کان ضعیفاً))

(سورۃ النساء: آیت 76)

”جو لوگ پکے ایمان والے ہیں وہ تو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور جو لوگ کافر ہیں وہ شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں، تو تم شیطان کے ساتھیوں سے جہاد کرو۔ بے شک شیطان کی تدبیر کمزور ہوتی ہے۔!“

جہاد میں اتراتے ہوئے نہیں نکلنا چاہیے:

جہاد کے لئے اتراتے ہوئے نہیں نکلنا چاہیے اور نہ ہی دکھاوے کے طور پر جہاد کرنا چاہیے۔ اسلام میں اس چیز سے منع فرمایا گیا ہے اور مسلمانوں کیلئے مناسب نہیں کہ وہ اس طرح کی نازیبا حرکات کریں، کیونکہ ان کا جہاد خالصتاً اللہ

Marfat.com

تعالیٰ کیلئے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطراً و رئاء الناس ویصدون عن سبیل الله والله بما یعملون محیط))

(سورۃ الانفال: آیت 47)

"اور ان (کافر) لوگوں کے مشابہ مت ہونا کہ جو (واقعہ بدر میں) اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھلاتے ہوئے نکلے اور لوگوں کو اللہ کے رستے (دین) سے روکتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو احاطہ میں لئے ہوئے ہیں۔"

جہاد سے واپسی سنت رسول اللہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے واپس تشریف لاتے تو تین دفعہ تکبیر کہتے اور فرماتے:

"ہم واپس آرہے ہیں۔ اللہ نے چاہا تو ہم توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، اپنے پروردگار کی تعریف کرنے والے اور سجدے کرنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور اپنے بندہ کی مدد فرمائی اور کافروں کی جماعتوں کو پارہ پارہ کر دیا۔"

☆☆☆

فصل نمبر 9:

جہاد میں جنگی حکمت عملی اختیار کرنا

غزوہ اور سریہ میں فرق:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس جنگ میں بنفس نفیس شرکت فرمائی اسے غزوہ کہا جاتا ہے اور جس جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود تو شریک نہ ہوئے ہوں بلکہ کسی صحابی کو سپہ سالار بنا کر روانہ کیا اسے "سریہ" کہا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً چوراسی غزوات میں شرکت فرمائی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات وسرایا اور فوجی حکمت عملی کو دیکھا جائے تو بخوبی اندازہ ہوگا کہ آپ دنیا کے عظیم ترین کمانڈر تھے۔ آپ کی جنگی حکمت عملی کے سبب مسلمان (صحابہ کرام) سپہ سالاروں کی ایسی جماعت تیار ہوئی کہ انہوں نے آپ کے بعد بھی ایسی حکمت عملی اپنائی کہ تکنیک اور جنگی منصوبہ بندی کے ذریعے بڑے بڑے کمانڈروں کو شکست فاش دی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس حکمت عملی کے تحت جہاد کیا اس کی مثال نہیں مل سکتی۔ ذیل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی حکمت عملی کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

Marfat.com

ـ بندی:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ میں مجاہدین کی صف بندی اس طرح فرمائی کہ جس سے عرب نا آشنا تھے۔ جنگ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ صف بندی کرا کے وہ حکمت عملی دکھائی جو پہلے دیکھنے میں آئی تھی۔ علاوہ ازیں مسلمانوں کی کامیابی وکامرانی کا اہم سبب صف بندی کا طریقہ کار تھا جو مجاہدین کو سکھایا گیا

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

((ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانھم بنیان موصوص))(سورۃ صف، آیت 4)

''بے شک اللہ ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے راستے میں صف باندھ کر لڑتے ہیں، گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔''

ـسے کم جانی نقصان:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران جہاد ہر طرح سے کوشش کی کہ کم سے کم جانی نقصان ہو۔ آپ صلی اللہ وسلم نے مدنی زندگی میں دشمنانِ اسلام کے خلاف جتنی بھی جنگیں لڑیں ان میں جانی نقصان کا تناسب انتہائی کم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((انہ من قتل نفسا بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا و من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعاً))

(سورۃ المائدہ، آیت 32)

''جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے یا بدون کسی فساد کے جو زمین میں اس سے پھیلا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا تمام آدمیوں کو قتل کر ڈالا اور جو شخص کسی شخص کو بچالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچالیا۔''

ـت اور طاقت کی فراہمی:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((واعدوالھم مااستطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم واخرین من دونھم لا تعلمو نھم اللہ یعلمھم وما تنفقوا من شیء فی سبیل اللہ یوف الیکم و انتم لا تظلمون))

(سورۃ الانفال: آیت 60)

Marfat.com

''اوران سے لڑنے کیلئے جو کچھ (سپاہیانہ) قوت سے پلے ہوئے گھوڑوں سے جمع کرسکو تیار رکھو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر اور انکے سوا دوسروں پر جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے، ہیبت پڑے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کروگے تمہیں (اس کا ثواب) پورا پورا ملے گا اور تم سے بے انصافی نہیں ہوگی۔''

مندرجہ بالا آیت قرآنی کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے جنگ کے دوران تیاری کے سلسلے میں چیزوں کا تذکرہ خاص طور پر کیا ہے:

1: قوت کا سامان۔

2: رباط (اسلحہ اور سواری وغیرہ کا بندوبست)

اسلام امن و امان قائم رکھنے اور دشمن کو مرعوب کرنے کیلئے دونوں طرح سے تیار رہنے پر زور دیتا ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جب کہ آپ منبر پر تشریف فرما تھے: دشمن کے خلاف تم جس قدر قوت فراہم کرسکتے ہو کرو۔ نیز آپ نے بار بار یہ الفاظ دہرائے کہ طاقت تیر اندازی (اسلحہ وغیرہ چلانے میں مہارت) کا نام ہے۔ طاقت تیر اندازی (میں مہارت) کا نام ہے۔ طاقت تیر اندازی (میں مہارت) کا نام ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

''تم میں سے کوئی اتنا غافل نہ ہو جائے کہ وقت پر اپنے آپ کو استعمال ہی نہ کرسکے۔''

اسی سلسلے میں تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

((انزلنا الحدید فیہ بأس شدید و منافع للناس ولیعلم اللہ من ینصرہ ورسلہ بالغیب ان اللہ قوی عزیز))(سورۃ الحدید ، آیت 25)

''اور ہم نے لوہا بھی اتارا جس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں اور تا کہ اللہ معلوم کرے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی غائبانہ مدد کرتا ہے۔ بے شک اللہ بڑا زور آور غالب ہے۔''

حضور نبی اکرم کا نظام خبر ونظر:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگی حکمت عملی کو مدنظر رکھتے ہوئے دشمنوں کے متعلق معلومات حاصل کرنے مختلف قسم کے ذرائع اختیار کیے۔ اس سلسلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ ساتھیوں کی تربیت فرمائی۔ قرآن فرقان حمید میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((واذا جاء ھم امر من الامن او الخوف اذا عوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذی یستنبطونہ منھم))

(سورۃ النساء، آیت 83)

Marfat.com

''اور جب ان کے پاس کوئی خبر امن یا ڈر کی پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اسے رسول اللہ اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچاتے ہیں تو اس کی تحقیق کرتے ہیں جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں۔''

...ران جنگ فوج کی تربیت و تشکیل:

قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

((ان یکن منکم عشرون صبرون یغلبوا مأتین وان یکن منکم مائة یغلبوا الفا من الذین کفروا بانهم قوم لایفقهون وان یکن منکم الف یغلبوا الفین باذن الله والله مع الصبرین))

(سورۃ الانفال، آیت 66-65)

''اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تم میں سو ہوں گے تو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے، اس لئے کہ وہ لوگ کچھ نہیں سمجھتے اور اگر ہزار ہوں گے تو اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

...سلمان فوج کے مختلف دستے:

1: اسلامی فوج کا پہلا دستہ 20 مجاہد سپاہی۔
2: اسلامی فوج کا دوسرا دستہ 100 مجاہد سپاہی۔
3: اسلامی فوج کا تیسرا دستہ 1000 مجاہد سپاہی۔
4: اسپ سوار فوج۔

قرآن مجید میں اس فوج کو رباط الخیل کا نام دیا گیا ہے اور دشمن کو مرعوب کرنے کیلئے سوار فوج کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔

...گ کی تربیت:

جب حالات پر امن ہوں تو ایسے حالات میں فوج کو جنگی کاموں کیلئے تیار کیا جاتا ہے۔ گھوڑوں، اونٹوں اور ...دھوں کی دوڑ کروائی جاتی تھی۔ تیر اندازی کی بھی تربیت دی جاتی تھی۔ حالت امن میں بھی فوج ہر طرح کی قربانی ...نے کیلئے ہر وقت تیار رہتی تھی۔ فوجی مشقوں کے ذریعے مسلمانون کے جذبہ ایمان مین اضافہ ہوتا تھا وہ تھوڑی تعداد ...ے باوجود اپنے سے زیادہ تعداد میں دشمن کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ...ی طور پر اپنے صحابہ کرام کی تربیت فرمائی۔ آپ نے ہر طرح سے صحابہ کرام کی جنگی تربیت فرمائی۔

Marfat.com

باہم صلاح و مشورہ:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے باقاعدہ مشورے بھی کرتے تھے اور اگر صحابہ کرام کی رائے پسند آجاتی تو اس پر عمل بھی کرتے تھے۔ جنگ بدر میں مسلمان جب میدان جنگ میں کودنے کیلئے بدر کے قریب ایک تالاب کے کنارے خیمہ زن ہوئے تو حضرت حباب بن منذر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

''یارسول اللہ! جس جگہ کو آپ نے تجویز کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یا جنگی حکمت عملی کو مد نظر رکھتے ہوئے رائے پیش فرمائی ہے۔؟''

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یہ رائے ہے۔''

حضرت حباب بن منذر نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! یہ جگہ تبدیل کرلیں اور کسی قریب ترین تالاب پر ٹھہرنا چاہیے۔ ہم اس تالاب پر اپنا حوض بنا کر پانی سے بھرلیں گے۔ ہم اطمینان سے مقابلہ کریں گے۔ باقی تالابوں کا پانی خراب کردیں گے۔ ہم پانی پییں گے اور دشمن اس سے محروم رہ جائے گا۔''

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حباب بن منذر کی رائے پسند آئی۔ مسلمانوں نے آدھی رات گزرنے تک نئی جگہ پڑاؤ کرلیا تھا اور پانی پر قبضہ بھی کرچکے تھے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا:

''میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں، رائے کا فیصلہ باہمی مشورے سے ہوگا۔ میں بغیر تمہارے مشورے کے (دنیاوی امور) کوئی کام نہیں کروں گا، میں اچھے مشورے کا طالب ہوں، لوگوں کو چاہیے کہ اپنے مناسب مشوروں سے مجھے آگاہ کرتے رہا کریں۔''

جب حوض کی تعمیر مکمل ہوگئی اور اس میں پانی لبالب بھرلیا گیا، جبکہ دیگر تالابوں کا پانی مٹی اور پتھروں سے خراب کر دیا۔ صحابہ کرام نے راتوں رات یہ کام سرانجام دیا۔

اسی طرح غزوہ خندق کے موقع پر حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کھودنے کا مشورہ دیا جو پسند کیا گیا اور اس پر عمل کر کے خندق کھودی گئی۔

مال غنیمت کا صحیح استعمال:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ مال غنیمت ایسے لوگوں میں تقسیم کیا جائے جنہوں نے نیا نیا اسلام قبول کیا ہے جن کے دلوں میں مکمل طور پر اسلام داخل نہیں ہوا تھا تاکہ مال غنیمت کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جائے۔

Marfat.com

غزوہ حنین کے موقع پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بہت سارا مال غنیمت عطا فرمائی جس کا نتیجہ یہ نکلا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی محبوب ترین شخصیت بن گئے اور صرف اسلام ہی ان کا پسندیدہ مذہب بن گیا۔

جہاد کے دوران دعا مانگنا اور ظاہری اسباب کی تیاری کرنا:

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

((اذتستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممد کم بالف من الملئکة مر دفین و ما جعله الله الا بشری و لتطمئن به قلوبکم وما النصر الا من عند الله ان الله عزیز الحکیم اذ یغشیکم النعاس امنة منه وینزل علیکم من السمآء ماء لیطهر کم به ویذهب عنکم رجز الشیطن ولیربط علی قلوبکم ویثبت به الاقدام اذیوحی ربك الی الملائکة انی معکم فیثبتوا الذین امنوا سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب فاضر بوا فوق الاعناق واضربوا منهم کل بنان))

(سورۃ الانفال: آیت 12-9)

”جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے، اس نے جواب میں فرمایا کہ میں تمہاری مدد کے لئے پے در پے ایک ہزار فرشتے بھیج رہا ہوں اور یہ تو اللہ نے فقط خوشخبری دی تھی تا کہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہو جائیں اور مدد تو صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔ جس وقت اس نے تم پر اپنی طرف سے تسکین کیلئے اونگھ ڈال دی اور تم پر آسمان سے پانی اتارا تا کہ اس سے تمہیں پاک کر دے اور شیطان کی نجاست تم سے دور کر دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور اس سے تمہارے قدم جما دے۔ جب تیرے رب نے فرشتوں کو حکم بھیجا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو مسلمانوں کے دل ثابت رکھو میں کافروں کے دل میں دہشت ڈال دوں گا۔ سو گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور پر مارو۔“

دعا کا مانگنا درست ہے مگر اس کیلئے پہلے ظاہری اسباب کا اختیار کرنا ہے۔ یہ نہ ہو کہ ظاہری اسباب تو اختیار نہ کئے جائیں اور اللہ تعالیٰ سے کامیابی کی دعا مانگی جائے۔ دعا کا اثر بھی تب ہی ہوگا جبکہ دعا مانگنے کے ساتھ ساتھ عمل جدوجہد اور کوشش بھی کی جائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے کہ جس کی دعا اللہ کے حضور قبول ہو مگر آپ کی مبارک زندگی کا مطالعہ فرمائیں۔ ہمیں کہیں نظر نہیں آئے گا کہ آپ بغیر تیاری کے میدان جنگ میں تشریف لائے ہوں یا اسلحہ وغیرہ کا بندوبست نہ کیا ہو اور محض دعا پر اکتفا کر لیا ہو، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اسباب تیار کئے، پھر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائی اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیابی و کامرانی عطا فرمائی۔

حالت جہاد میں باجماعت نماز ادا کرنا:

مسلمان چونکہ عین جنگ کی حالت میں بھی نماز کی ادائیگی فرماتے تھے۔ اس لئے دشمنان اسلام اس انتظار میں

Marfat.com

رہتے تھے کہ جب مسلمان فریضہ نماز ادا کر رہے ہوں گے اس وقت ان پر حملہ کیا جائے۔ پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے وحی کے ذریعے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ طریقہ بتادیا کہ جس کے ذریعے آپ اور صحابہ کرام جنگ کی حالت میں دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے نماز ادا کر سکتے ہیں۔

قرآن مجید نے مسلمانوں کو حالت جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے نماز کی ادائیگی کی کیفیت بیان فرمائی ہے جسے فقہ اسلامی میں نماز خوف کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منھم معك ولیأ خذوا اسلحتھم فاذا سجدو فلیکونوا من ورآئکم، ولتات طائفۃ اخری لم یصلوا فلیصلوا معك ولیأخذوا حذرھم واسلحتھم ودالذین کفروالو تغفلون عن اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ ولا جناح علیکم ان اسلحتکم وامتعتکم فیمیلون علیکم میلۃ واحدۃ ولا جناح علیکم ان کان بکم اذی من مطراو کنتم مرضی ان تضعوآ اسلحتکم وخذوا حذرکم ان اللہ اعد للکفرین عذابا مھینا))(سورۃ النساء، آیت 102)

''اے نبی! جب آپ مسلمانوں میں موجود ہوں اور انہیں نماز پڑھانے کیلئے کھڑے ہوں تو چاہیے ان میں ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو اور اپنے ہتھیار ساتھ لے لیں۔ پھر جب یہ سجدہ کریں تو آپ پیچھے سے ہٹ جائیں اور دوسری جماعت آئے جس نے نماز نہیں پڑھی وہ آپ کے ساتھ نماز پڑھے اور وہ بھی اپنے بچاؤ اور ہتھیار ساتھ رکھیں۔ کافر چاہتے ہیں کہ کسی طرح آپ اپنے ہتھیاروں اور اسباب سے بے خبر ہو جاؤ تا کہ آپ پر ایک بات گی ٹوٹ پڑیں اور اگر آپ بارش کی وجہ سے تکلیف محسوس کریں یا بیمار ہوں تو ہتھیار رکھ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں اور (تب بھی) اپنا بچاؤ ساتھ رکھو۔ بے شک اللہ نے کافروں کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 10:

صبر کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں

صبر کا مفہوم:

صبر کا معنی ہے کسی چیز کو روک لینا جیسے گھوڑے کی باگ کھینچ کر روک لیا جاتا ہے۔

صبر کا اصطلاحی معنی:

زندگی کے شب و روز میں قدم قدم پر مصائب اور رکاوٹیں ہیں اور ان مشکلات میں راہ حق پر قائم رہنے کیلئے

Marfat.com

ثابت قدمی، استقامت، جرأت اور دل کو مضبوط رکھنا صبر ہے۔

صبر کا شرعی معنی:

1: قرآن حکیم میں صبر کا مفہوم ہے کہ اپنے آپ کو اللہ کی نافرمانی سے روک لیا جائے۔

2: حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

''آداب کو قائم رکھتے ہوئے مصیبت پر قائم رہنا صبر ہے۔''

3: حضرت خواص کا قول ہے:

''کتاب اور سنت کے احکامات پر ثابت قدمی کے ساتھ عمل پیرا ہونا صبر ہے۔''

صبر کا ایمان سے تعلق:

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''صبر اور ایمان کا تعلق ایسا ہے جیسا کہ سر اور بدن کا تعلق ہے۔''

ہر حالت میں سکونِ قلب کا باعث:

حضرت ابو محمد جریدی فرماتے ہیں:

''بندے کیلئے آرام وسکون اور مصیبت دونوں حالتوں میں سکون قلب حاصل ہونا صبر ہے۔''

بہترین صلہ:

حضرت ابو عثمان فرماتے ہیں:

''کسی عبادت پر بہترین بدلہ صبر ہے۔ صبر سے بڑھ کر کوئی جزا نہیں۔''

کشادگی کا انتظار صبر ہے:

شیخ سہیل فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشادگی کے انتظار میں رہنا صبر ہے۔''

صبر مشکل ترین کام ہے:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

''دنیا سے آخرت کی جانب سفر کرنا مومن کیلئے انتہائی آسان مگر اللہ تعالیٰ کی خاطر مخلوق سے جدا ہونا بہت مشکل ہے اور نفسانی خواہشات کا مقابلہ کرتے ہوئے اللہ کی جانب رجوع کرنا اور بھی زیادہ مشکل کام ہے اور ہر دم اللہ کو نگاہ میں رکھنے پر صبر کرنا سب سے زیادہ مشکل کام ہے۔''

صبر کی حقیقت:

انسان کے اندر دو قوتیں ہیں: ایک دین پر ابھارتی ہے اور دوسری ہوائے نفسانی پر۔ سو محرک دینی کو محرک ہوائی پر

Marfat.com

غالب کر دینا صبر ہے اور اس کی حقیقت ہے: حبس النفس علی ماتکرہ یعنی ناگوار بات پر نفس کو جمانا اور مستقل رکھنا، آپے سے باہر نہ ہونا۔

صبر اعلیٰ ترین صفت:

صبر ایک اعلیٰ درجے کی صفت اور خوبی ہے۔ صبر سے ہی نیک اعمال میں استقامت اور پختگی پیدا ہوتی ہے۔ حق کی راہ میں جن مصیبتوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کا مقابلہ صبر سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ صبر کا تقاضا ہے کہ انسان دوسروں کو حق بات کی تلقین اور نصیحت کرتا رہے اور اس سلسلے میں جو بھی مشکلات درپیش ہوں ان پر خود بھی صبر کا مظاہرہ کرے اور دوسروں کو بھی صبر کرنے کی تلقین کرتا رہے۔

نماز اور صبر سے مدد حاصل کرنا:

سورۃ البقرہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((یایھا الذین امنوا استعینوا بالصبر و الصلوٰۃ ان اللہ مع الصبرین))

(سورۃ البقرۃ، آیت 153)

''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لیا کرو! بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

جب تم اللہ کی راہ پر چل نکلے ہو تو اب فرار کسی طرح مناسب نہیں، بلکہ جم جاؤ اور اگر بدکار برائی سے نہیں ہٹتے تو تم نیکی کا راستہ کیوں چھوڑ دو؟ ہاں یہ کام مشکل ضرور ہے اور اس مشکل کا حل بڑا سہل ہے کہ صبر اور نماز سے مدد لو۔ یہ دکھ کا مداوا ہے۔ اگرچہ عبادات بھی صبر ہی کا ایک جز ہیں مگر مقام صبر پر استقامت کا سبب بھی ہیں اور سب عبادات میں نماز گویا اس کا تاج ہے تو اس صبر اور نماز سے تمہیں ایک خاص مدد حاصل ہوگی اور وہ ہے اللہ کی معیت ذاتی ''ان اللہ مع الصبرین'' کہ یہ پکی بات ہے کہ اللہ ذاتی طور پر صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور جب اللہ ساتھ ہو تو پھر تکلیف، تکلیف نہیں رہتی، بلکہ ظاہراً اگر مصیبت بھی ہو تو باطناً ایک خاص لطف اور لذت لئے ہوئے ہوتی ہے اور ایک ایسا سرور رکھتی ہے جو بیان میں نہیں آسکتا۔

صبر کرنے والوں کا اجر:

سورۃ ہود میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((واصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین))(سورۃ ہود، آیت 115)

''اور صبر کرو! پس بے شک اللہ تعالیٰ محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

آپ صبر اور ثابت قدمی کا مظاہرہ کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نیک اعمال کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

صبر کے لفظی معنی باندھنے کے ہیں، اسی لئے اپنے نفس کو قابو میں رکھنے کیلئے بھی ''صبر'' بولا جاتا ہے۔ جس کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ نیک کاموں کے کرنے پر اپنے نفس کو ثابت قدم رکھے اور یہ بھی کہ برے کاموں میں مبتلا

Marfat.com

ہونے سے اس کو روکے، اللہ تعالیٰ محسنین یعنی نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

مصائب کا سامنا کرنے پر صبر کی تاکید:

اسلام کی دعوت دیتے وقت مختلف قسم کی تکلیفوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بلکہ بعض دفعہ تو دل دکھانے والی باتیں بھی سننا پڑتی ہیں جن سے دل آزاری ہوتی ہے۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے صبر کی تاکید فرمائی ہے۔ سورۃ روم آیت نمبر 60 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((فاصبر ان وعد الله حق و لا يستخفتك الذين لا يوقنون))

(سورۃ روم، آیت 60)

"پس صبر کرو! بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے جو یقین نہیں رکھتے وہ تمہیں سبک نہ کر دیں۔"

صبر فلاح کا سبب ہے:

سورۃ آل عمران میں ہے:

((يايها الذين امنوا اصبروا صابروا ورابطوا واتقوا الله لعلكم تفلحون))(سورة آل عمران ، آیت 200)

"اے ایمان والو! صبر کرو، مستحکم رہو اور نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم فلاح حاصل کرو۔"

فلاح کی ضمانت:

صبر سے روحانی حالت کی نگہبانی اور حفاظت ہوتی ہے جس سے تقویٰ میں اضافہ ہوتا ہے جو کہ فلاح کا ضامن ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

((فاصبر ان وعد الله حق فاما نرينك بعض الذى تعدهم اونتو فينك فالينا يرجعون))(سورة المومن ، آیت 77)

"پس صبر کرو! بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پس اگر ہم تمہیں کچھ دکھا دیں جس کا وعدہ دیا جاتا ہے یا تمہیں وفات دے دیں۔ بہر حال انہیں ہماری طرف ہی لوٹنا ہے۔"

صبر حکم ربی ہے:

صبر حکم ربی ہے، کیونکہ روحانیت میں ترقی اور بلندی درجات کا انحصار صبر پر ہے۔ سورۃ لقمان میں ہے:

((يبنى اقم الصلوٰة وأمر بالمعروف وانه عن المنكر واصبر على مااصابك ان ذلك من عزم الامور))(سورة لقمان، آیت 17)

"(حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا:) اے میرے بیٹے! نماز پڑھتا رہ اور اچھی بات کا حکم دے اور برائی سے منع کرو اور جو مصیبت تجھ پر آئے اس پر صبر کرو۔ بے شک یہ عزم والے کام ہیں۔"

Marfat.com

خوش حالی اور تنگدستی میں صبر:

((عن ابی یحیی صهیب بن سنان قال :قال رسول الله ﷺ لا عجبا لا مر المؤمن امره کله له خیر و لیس ذلك لاحد الاللمؤمن ان اصابته سراء شکر فکان خیر اله وان اصابته ضراء صبر فکان خیر له))

(صحیح مسلم)

''حضرت ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے، اس کے ہر کام میں اس کیلئے بھلائی ہے اور ہر چیز مومن کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اگر اسے خوش حالی نصیب ہو، اس پر اللہ کا شکر کرتا ہے تو یہ شکر کرنا بھی اس کیلئے بہتر ہے (اس میں اجر ہے) اور اگر اسے تکلیف پہنچے تو صبر کرتا ہے تو یہ صبر کرنا بھی اس کیلئے بہتر ہے کہ صبر بھی بجائے خود نیک عمل اور باعث اجر ہے۔''

بیوی، والدین اور اولاد کی وفات پر صبر:

بیوی بچے اور والدین انسان کیلئے محبوب ترین ہیں۔ ان کی موت پر اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھتے ہوئے صبر کرنا کمال ایمان کی نشانی ہے۔ جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ جنت کی صورت میں عطا فرماتا ہے۔

((عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال یقول الله تعالیٰ ما لعبدی المومن عندی جزاء اذا قبضت صفیه من اهل الدنیا ثم احتسبه الا الجنة))(صحیح بخاری)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا وہ مومن بندہ جس کی محبوب ترین چیز میں واپس لے لوں، لیکن وہ اس پر ثواب کی نیت سے (صبر ورضاء کا مظاہرہ کرے) اس کیلئے میرے پاس جنت کے سوا کوئی بدلہ نہیں ہے۔''

بھائی کے وصال پر صبر:

1: جب کبھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کوئی تکلیف پہنچتی تو فرماتے:

''حضرت زید بن خطاب (حضرت عمر فاروق کے بھائی) کی وجہ سے مجھے مصیبت پہنچائی گئی۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اپنے بھائی کے قاتل کو دیکھا تو فرمایا:

''تجھ پر بڑا افسوس ہے! تو نے میرے بھائی کو مارا۔ جب کبھی نسیم سحر چلتی ہے تو مجھے اس کی یاد آتی ہے۔''

2: جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر رونے لگے تو آپ سے کہا گیا:

''آپ بھی روتے ہیں۔؟''

Marfat.com

آپ نے فرمایا:

"یہ میرے نسبی بھائی، صحابی رسول اور میرے ساتھی ہیں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ مجھ سے پہلے ان کی وفات ہوتی اور میں ان کی وفات سے ثواب کی نیت کرتا۔ میری خواہش تھی کہ میں ان سے پہلے مرتا اور یہ میری موت پر صبر کرنے سے ثواب کی نیت کرتے۔"

صبر بڑی نعمت ہے:

((عن ابی سعید الخذری عن النبی ﷺ قال من یستغن یغنه الله و من یتصبر یصبره الله و ما اعطی احد عطاء هو خیرو اوسع من الصبر))(صحیح بخاری و مسلم)

"حضرت ابوسعید خذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مستغنی بنتا ہے اللہ تعالیٰ اسے مستغنی بنا دیتا ہے اور کسی شخص کو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع نعمت نہیں دی گئی۔"

مرض وفات کی بے چینی اور صبر:

1: ((عن انس قال لما ثقل النبی ﷺ جعل یتغشاه الکرب فقالت فاطمة واکرب ابتاه فقال :لیس علی ابیک کرب بعد الیوم))

(صحیح بخاری)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ بیمار ہو گئے اور اضطراب اور بے چینی آپ پر چھا گئی تو (آپ کی صاحبزادی) حضرت فاطمہ کے منہ سے نکلا: ہائے ابا جان کی تکلیف! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا: تمہارے باپ پر آج کے بعد بے چینی نہیں ہو گی۔"

2: ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ چند احباب آپ کی تیمارداری کیلئے تشریف لے گئے۔

انہوں نے آپ سے عرض کیا:

"ہم آپ کے لئے کسی طبیب کو بلا لیں جو آپ کو دیکھے۔؟"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا:

"طبیب نے مجھے دیکھ لیا ہے۔"

لوگوں نے پوچھا:

"طبیب نے کیا کہا؟"

آپ نے فرمایا:

"طبیب کہتا ہے کہ میں جس کام کا ارادہ کرتا ہوں اسے کر گزرنے والا ہوں۔"

Marfat.com

آنکھوں کی بینائی کھوجانے پر صبر کا اجر:

1: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی بندے کی اس کی دو محبوب چیزوں کے ساتھ آزمائش کرتا ہے (اس کی آنکھیں جاتی رہتی ہیں) اور وہ صبر کرتا ہے تو اس کے عوض جنت ہے۔'' (صحیح بخاری)

2: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمہیں اس مرض سے کوئی خطرہ نہیں، لیکن اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم میرے بعد زندہ رہو گے اور تم اپنی آنکھوں کی بینائی کھو بیٹھو گے۔''

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''میں صبر اور ثواب کی نیت کروں گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو گے۔''

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ نابینا ہو گئے۔

طاعون میں صبر اور اجر کی خواہش کے ساتھ موت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے طاعون سے متعلق سوال پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مومنین کیلئے رحمت بنایا ہے۔ جب کسی بندے پر طاعون واقع ہو اور وہ اپنے شہر میں اجر طلب کرتے ہوئے ٹھہرا رہے اور یہ سمجھ لے کہ اس کو کوئی مصیبت نہ پہنچے گی۔ مگر جو اللہ نے اس کیلئے لکھ دیا۔ اگر فوت ہوگا تو اس کی شہادت کا درجہ ملے گا۔''

(صحیح بخاری)

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 11:

نفاق قرآن واحادیث کی روشنی میں

نفاق کا معنی:

اہل عرب نے اس کو "نافقا" سے بنایا ہے اور یہ "گوہ" کے سوراخوں میں اس سوراخ کو کہتے ہیں جو وہ اس لئے پوشیدہ بناتی ہے کہ آڑے وقت میں نکلنے اور جان بچانے کیلئے موقع میسر رہے۔ اس لئے منافق ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو ایمان کو ظاہر کرے اور کفر کو دل میں باقی رکھے اور اسی قبیل سے اس شخص کا حال ہے جو دوستی ظاہر کرتا ہے اور دل میں دشمنی چھپائے ہوتا ہے، یہ عملی جھوٹ ہے۔

امام حسن بصری کے نزدیک منافقت کی تعریف:

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"زبان و دل اور پوشیدہ و ظاہر نیز داخل و خارج کے درمیان اختلاف منافقت سے ہے۔"

خلاف حقیقت کا اظہار نفاق ہے:

جو کچھ انسان کے دل میں ہوتا ہے اگر اس کے خلاف ظاہر کرے یعنی ظاہر کچھ ہو اور باطن کچھ ہو اس کا نام نفاق ہے۔

منافقانہ روش:

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں کے آپس کے تعلقات نازک اور پیچیدہ مرحلے پر پہنچ جاتے ہیں۔ جب کسی دو افراد کے درمیان کسی بات پر اختلاف رائے پیدا ہو جائے یا دونوں افراد کو ایک دوسرے سے شکایات ہوں تو ان حالات میں ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ انتہائی سنجیدہ پن اور دور اندیشانہ رویہ اپنایا جائے، مگر عموماً دیکھنے میں آیا ہے کہ کوئی تیسرا آدمی ان دونوں تک ایک دوسرے کی باتیں پہنچانے کی کوشش کرتا ہے اور بظاہر ان دونوں کے سامنے ان کا خیر خواہ بننے کی کوشش کرتا ہے، لیکن اس کا بات پہنچانے کا انداز اس طرح کا ہوتا ہے کہ ان کے حالات مزید خراب اور ابتر ہو جاتے ہیں اور بات لڑائی جھگڑے تک پہنچ جاتی ہے جس کا سبب یہی تیسرا آدمی ہوتا ہے۔ اسلام نے اس طرح کے کردار اور طرز عمل کو نفاق سے تعبیر کیا ہے۔

دورخا منافق ہے:

عہد اسلام کی ابتداء اور آغاز میں مخالفین اور منافقین کا طرز عمل منافقانہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس طرز عمل کی بنا پر ان کی اخلاقی پستیوں کے ضمن میں ان کے دورخے پن کو انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

Marfat.com

منافق کی پہچان:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں منافقین کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

((واذا لقوا الذین امنوا قالوا امنا واذا خلوا الی شیطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزؤن))(سورۃ البقرہ، آیت 14)

"اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان والے ہیں اور جب اپنے بڑوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں۔"

اس آیت مبارکہ میں شیاطین سے مراد قریش و یہود کے سردار ہیں جن کے اشاروں پر وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور پروپیگنڈے کرتے تھے یا پھر مراد منافقین کے اپنے سردار ہیں۔

منافقین کا طریقہ کار یہ ہے کہ جب ایمان داروں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں:

"ہم مانتے ہیں، ہم ایمان لائے، ہم یقین رکھتے ہیں یعنی جب کسی نیک آدمی سے ملتے ہیں تو بڑی دینی باتیں کرتے ہیں اور اپنے آپ کو بڑا دین دار ظاہر کرتے ہیں اور جب اپنے شیطانوں اور اپنے ہم جولیوں میں الگ بیٹھتے ہین تو کہتے ہیں ہم تو آپ لوگوں کے ساتھ ہیں۔ ہم تو ان سے مذاق کر رہے تھے، انہیں بیوقوف بنا رہے تھے، بھلا یہ ملاؤں کی باتیں کوئی سننے کے لائق ہیں یا کوئی انہیں مانتا ہے؟ اس زمانے میں ان پرانی باتوں میں کیا رکھا ہے، ہم تو ان باتوں کو نہیں مانتے، ہم تو آپ لوگوں کے ساتھ ہیں، روشن خیال اور ترقی پسند ہیں، ہم تو زمانے کا ساتھ دینے والے لوگ ہیں۔ ان سے تو ہم مذاق کر رہے تھے۔

منافقت سے ڈرنا:

ایک شخص نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا:

"میں منافق بننے سے خوف زدہ ہوں۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اگر تو منافق ہوتا تو منافقت سے نہ ڈرتا کیونکہ منافق، منافقت سے بے خوف ہوتا ہے۔"

مرض نفاق کا سبب:

یہ نفاق کا مرض اس وجہ سے پیدا ہوا اور لوگ بھی اس میں اسی لئے مبتلا ہوئے کہ لوگوں نے کتاب ہدایت یعنی قرآن مجید سے شفا حاصل نہ کی۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا))

(سورۃ محمد، آیت 24)

"کیا یہ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہوئے ہیں؟"

Marfat.com

منافقت سے بچنے کا طریقہ:

منافقین کی منافقت سے بچنے کا واحد ذریعہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کی جائے اور ایسا راستہ اختیار کیا جائے جو اللہ اور اس کے رسول کی اتباع اور اطاعت کی طرف جاتا ہو۔ ایسے لوگ جو راہ ہدایت پاتے ہیں ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انہیں غم نہیں کرنا چاہیے وہ منافقوں کے نرغے میں نہیں آئیں گے۔ اہل ایمان کی تسلی کیلئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وانتم الاعلون ان كنتم مومنين))(سورة محمد، آیت 35)

''تم ہی غالب اور بلند و بالا ہو گے اگر تم سچے مومن ہو تو۔''

منافق کے اسباب:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

''دلوں کے امراض خواہشات نفسانی کے اتباع سے پیدا ہوتے ہیں، جیسے بدنِ انسانی کے امراض انسان کی بے اعتدالی سے پیدا ہوتے ہیں۔''

حضور کے زمانے کے بعض انتہائی پر اسرار منافق:

ایسے منافقین کے بارے میں پیشن گوئی جو مسلمانوں میں گھل مل کر رہتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وممن حولكم من الاعراب منفقون ومن اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم))(سورة توبه، آیت 101)

''اور بعض تمہارے گرد کے گنوار منافق ہیں اور بعض لوگ مدینہ والے نفاق پر اڑ رہے ہیں۔ آپ ان کو نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں۔''

اہل مدینہ میں چند منافق لوگ ایسے تھے جو اپنی منافقت پر اڑے ہوئے تھے۔ یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر رہتے ہیں۔ ان کے منافقانہ رویوں کے بارے میں مسلمانوں کو بھی نہیں معلوم تھا، یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی یہ راز مخفی رہا۔

کچھ آپ کے گرد و پیش والوں میں اور کچھ مدینہ والوں ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حد کمال کو پہنچے ہوئے ہیں کہ آپ بھی ان کو نہیں جانتے کہ یہ منافق ہیں۔ سابقہ بہت سی آیات میں ان منافقین کا ذکر آیا ہے جن کا نفاق ان کے اقوال وافعال سے ظاہر ہو چکا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہچانتے تھے کہ یہ منافق ہیں۔ اس آیت میں ایسے منافقین کا ذکر ہے، جن کا نفاق انتہائی کمال پر ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اب تک مخفی رہا۔

منافق کی تین علامات:

((عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال :آية المنافق ثلاث اذا حدث كذب ، واذا وعدا

Marfat.com

خلف، واذا اؤتمن خان))

(صحیح بخاری، جلد 1، کتاب الایمان باب علامہ المنافق، صفحہ 21)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔''

اس حدیث مبارکہ میں منافق کی علامتوں اور نشانیوں کے بارے میں بتایا گیا ہے جن کی وجہ سے ایک منافق کی منافقت کو بڑی آسانی کے ساتھ جانا جاسکتا ہے۔ معاشرتی زندگی میں جب بھی انسان کوئی معاملات کرتا ہے، لین دین کرتا ہے، کسی کے ساتھ وعدہ کرتا ہے تو ایسی صورت میں اگر کوئی شخص بات کرتے ہوئے جھوٹ کا سہارا لے یا اپنے کئے ہوئے وعدے کو پورا نہ کرے یا پھر اگر اس کے پاس کوئی امانت رکھ دی جائے تو اس میں خائن ہو تو اس کا یہ سارا طرزِ عمل منافقانہ ہوگا۔ اگر کسی شخص میں مندرجہ بالا علامتوں میں کوئی ایک علامت موجود ہو تو اس میں منافقت کی ایک نشانی ہو گی، اگر دو ہوں تو دو نشانیاں پائی جائیں گی اور اگر تینوں علامتیں موجود ہوں تو مکمل طور پر منافق کہلائے گا۔

منافق والی نماز:

((عن انس قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم و تلك صلوٰة المنافق يجلس يرقب الشمس حتى اذا اصفرت و كانت بين قرني الشيطان قام فنقر اربعاً لا يذكر الله فيها الا قليلاً))(صحیح مسلم)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو منافق والی نماز ہے کہ بے پروائی سے بیٹھا آفتاب کو دیکھتا رہا، یہاں تک کہ جب وہ زرد ہو گیا اور اس کے غروب ہونے کا وقت قریب آ گیا تو نماز کے لیے کھڑا ہوا اور چڑیا کی طرح چار چونچیں مار کے ختم کر دی اور اللہ کا ذکر بھی اس میں بہت تھوڑا کیا۔''

مومن کو تو چاہیے کہ جیسے ہی ان کے کانوں میں اذان کی آواز گونجے تو وہ نماز ادا کرنے کیلئے بے تاب ہو جائے اور خوشی اور مسرت کے ساتھ اللہ کے حضور کھڑا ہو، پورے اطمینان اور مکمل خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھے مگر منافقین کیلئے تو نماز ایک طرح کا بوجھ ہوتا ہے۔ منافق نماز کا وقت ہونے پر طرح طرح کے بہانے ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب نماز عصر کا وقت آتا ہے تو چونکہ سورج کے غروب ہونے کا وقت بھی تھوڑا ہوتا ہے دیر کرتے کرتے عین اس وقت نماز پڑھنے کیلئے اٹھتے ہیں جب سورج بالکل غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے۔ پس برائے نام ہی نماز ادا کرتے ہیں۔ جو کوئی ایسی نماز پڑھتا ہے وہ منافقوں والی نماز پڑھتا ہے۔

Marfat.com

منافق کی مثال:

((عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ مثل المنافق کالشاة العائرة بین الغنمین تعیر الی هذه مرة و الی هذه مرة))(صحیح مسلم)

''اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منافق کی مثال اس بکری کی سی ہے جو دوریوڑوں کے درمیان (ماری ماری) پھرتی ہے کہ کبھی اس طرف مائل ہو جاتی ہے اور کبھی اس طرف۔''

اس حدیث مبارکہ میں منافق کی مثال اس بکری سے دی گئی ہے جو ادھر ادھر پھرتی ہے۔ایسے ہی منافق کی حالت ہوتی ہے چونکہ اس کا مقصد دنیا کا لالچ اور اپنی زندگی کی حفاظت ہوتا ہے تو کبھی وہ مسلمانوں کی جانب پناہ لیتا ہے تو کبھی کافروں کے گروہ میں جاملتا ہے۔

جہاد اور منافق کا طرز عمل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من مات ولم یغز ولم یحدث به نفسه مات علی شعبة من نفاق))

(صحیح مسلم)

''جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ تو اس نے کبھی جہاد کیا اور نہ اپنے جی میں اس کی تجویزیں سوچیں اور نہ تمنا کی تو وہ نفاق کی ایک صفت پر مرا۔''

ایسی زندگی جس میں ایمان کا دعویٰ کرنے کے باوجود نہ کبھی اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور نہ ہی اس کے دل میں کبھی اس کا شوق اور تمنا ہوئی۔ایسی زندگی گزارنا منافقانہ زندگی بسر کرتا ہے اور جو اس حال میں اس دنیا فانی سے چلا جائے تو وہ نفاق کی ایک صفت کے ساتھ جائے گا۔

منافقین کے بارے میں حضرت علی کا قول:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ہے:

''ان منافقین نے مطلب براری کیلئے شیطان پر بھروسہ کیا اور اسے اپنا کارساز بنالیا، شیطان نے دوسروں کو گمراہ کرنے کیلئے انہیں اپنا شریک و رفیق قرار دے لیا۔پس اس (شیطان) نے ان (منافقین) کے سینے میں انڈے سیے اور ان کی گود میں وسوسے رینگنے اور پروان چڑھنے لگے۔یوں یہ اتنے یک جان ہو گئے کہ وہ آنکھ سے دیکھنے لگا، ان کی زبان سے بولنے لگا اور اس نے انہیں ہر طرح سے گناہ پر آمادہ کر دیا اور کار بد کو ان کیلئے زیب و زینت بنا دیا۔یہ (منافقین) وہی حرکتیں کرنے لگے، جیسے وہ شخص جسے شیطان نے اپنے امور میں شریک کر لیا ہو اور جس کی زبان سے وہ باطل کا پرچار کر رہا ہو۔''

Marfat.com

حضرت امام حسن بصری:

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے کہا:

’’کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم منافقت سے نہیں ڈرتے۔‘‘

آپ نے فرمایا:

’’اللہ کی قسم! اگر مجھے معلوم ہو کہ میں منافقت سے پاک ہوں تو یہ بات مجھے سونے سے بھری ہوئی زمین سے زیادہ پسند ہے۔‘‘

منافقین کے فتنے:

یاد رکھیں! ایمان کا لباس تقویٰ اور پرہیز گاری ہے، جبکہ منافقت ایمان کی صداقت اور سچائی کے منافی ہے۔ منافقین چاہتے ہیں کہ معاشرے میں فتنہ وفساد اور لڑائی جھگڑے ہوتے رہیں اور وہ بالخصوص اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بلواسطہ یا بلا واسطہ سازشیں و فتنے کرتے ہیں (نعوذ باللہ) اور حق کی مخالفت کی وجہ سے چونکہ اللہ سزا کے طور پر ان کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے، یہ لوگ بظاہر مسلمان نظر آتے ہیں اور اپنی زندگی کو اسلامی طریقوں کے مطابق ظاہر کرتے ہیں مگر ان کے کام شیطانوں کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ جب آپس میں ملاقاتیں کرتے ہیں تو ایمان والوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ان کی بخشش اور مغفرت کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 12:

قیامت اور علامات قیامت

لغوی مفہوم:

’’القیامۃ‘‘ کا مادہ ق، و، م ہے جس سے لفظ قام، قیاماً بمعنی کھڑا ہونے کے ہیں اور قیامت کے یکبارگی وقوع پذیر ہونے پر تنبیہ کرنے کے لئے لفظ قیام کے آخر میں ھاء (ۃ) کا اضافہ کیا گیا ہے۔

قیامت کا شرعی مفہوم:

قیامت صور اسرافیل کی اس خوفناک چیخ کا نام ہے جس سے پوری کائنات زلزلہ میں آ جائے گی۔ اس ہمہ گیر زلزلہ کے ابتدائی جھٹکوں ہی سے دہشت زدہ ہو کر دودھ پلانے والی مائیں اپنے دودھ پیتے بچوں کو بھول جائیں گی۔ حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے۔ اس چیخ اور زلزلہ کی شدت دم بدم بڑھتی جائے گی جس سے تمام انسان اور جانور مرنا شروع ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ زمین و آسمان میں کوئی جاندار زندہ نہ بچے گا۔ زمین پھٹ جائے گی، پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح اڑتے پھریں گے، ستارے اور سیارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے، آفتاب کی روشنی اور پورا عالم

Marfat.com

تیرہ و تار ہو جائے گا۔آسمانوں کے پرخچے اڑ جائیں گے اور پوری کائنات موت کی آغوش میں چلی جائے گی۔

قیامت پر ایمان:

1: سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((من امن باللہ والیوم الاخر))(سورۃ البقرہ :آیت 62)

"جو کوئی اللہ اور روز آخرت پر ایمان لایا۔"

2: ایک اور جگہ ارشاد ہے:

((وبالاخرۃ ھم یوقنون))(سورۃ البقرہ :آیت 4)

"اور سچے مومن آخرت کا یقین رکھتے ہیں۔"

3: سورۃ الانعام میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((والدار الاخرۃ خیر للذین یتقون افلا تعقلون))

(سورۃ الانعام: آیت 32)

"اور آخرت کا گھر پرہیزگاروں کے لئے اس سے بدرجہا بہتر ہے۔تو کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے۔"

رسول اللہ اور آخرت کا تذکرہ:

تمام انبیاء کرام علیہم السلام ایمان باللہ پر متفق ہیں۔ظاہر ہے کہ رب کا اقرار تمام بنی نوع آدم میں عام ہے۔یہ فطری چیز ہے۔تمام رب کا اقرار کرتے ہیں،سوائے ان لوگوں کے جو بہت بڑے سرکش ہیں،جیسے نمرود،فرعون اور ابوجہل وغیرہ۔البتہ آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کی تعداد زیادہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو خاتم النبیین ہیں اور آپ کی بعثت اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح مقارن ہے اور آپ کا وصفی نام حاشر اور مقفی (سب سے پیچھے آنے والا ہے) تو آپ نے آخرت کا ذکر ایسی تفصیل کے ساتھ پیش کیا کہ پہلے انبیاء کی کتابوں میں ایسی تفصیل موجود نہیں۔

اخروی زندگی کے لئے تیاری:

ایک دن قیامت وقوع پذیر ہوگی۔یہ دینوی زندگی جو ہم بسر کر رہے ہیں یہ عارضی ہے۔ہم اس زندگی کی رنگینیوں میں کھو چکے ہیں۔یہ عارضی زندگی ایک دن اپنے اختتام کو پہنچے گی،پھر ایسی زندگی کا آغاز ہوگا جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہوگی۔اس لئے ہمیں اس عارضی زندگی میں رہتے ہوئے اخروی زندگی کی تیاری کرنی چاہیے۔یہ چندروزہ زندگی جو ہمیں ملی ہے یہ دارالعمل ہے۔اس میں ہمیں اخروی زندگی میں کامیاب ہونے کیلئے ایسی تیاری کرنی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہوں۔

اس دنیا میں جو بھی عمل کیا جاتا ہے اس کا باقاعدہ ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔اس لئے اس وقت کو یاد رکھنا چاہیے کہ جب اعمال نامہ کھول کر ہمارے سامنے رکھا جائے گا،زندگی کے ہر ہر لمحے کا ریکارڈ اس اعمال نامے میں موجود ہوگا۔ہر

Marfat.com

انسان کا اعمال نامہ کھول کر اس کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور اس کے کیے کے مطابق جزا و سزا ملے گی۔

زمانہ حال میں جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں یہ زمانہ قیامت کے انتہائی قریب ترین نظر آتا ہے۔ یہ ہمارے لئے انتہائی آزمائش اور امتحان کا زمانہ ہے۔ شر پسند عناصر میدان عمل میں آچکے ہیں۔ اس میدان میں ہم نے اپنے ایمان کی حفاظت کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ اور انسانیت کی بھی فکر کرنی ہوگی۔ آج ہم راہ ہدایت سے بھٹک چکے ہیں۔ ہمیں سیدھی راستے کی پہچان کرنی ہوگی۔

قرآن مجید نے بار ہا جگہوں پر قیامت کی یاد دہانی کرا کے ہمیں زندگی کو باکردار بنانے کی نصیحت کی ہے۔ طرح طرح کے واقعات پیش کر کے قرآن نے وعیدیں سنائی ہیں اور اچھے اعمال کرنے کی ہولناک ترغیب دی ہے اور برے اعمال کے کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اپنی زندگی کو سیدھے راستے کی طرف لانے کا ابھی موقع ہمارے پاس موجود ہے۔ ابھی توبہ کے دروازے کھلے ہیں۔ ابھی بھی ہم اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگ سکتے ہیں اور نیکیوں کی طرف راغب ہو سکتے ہیں، مگر جب یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا تو دوبارہ ایسا وقت ہاتھ نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اچھے اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

علامات قیامت

قیامت کی علامات صغریٰ:

سماجی رویوں، معاشرتی اقدار اور تہذیب و تمدن میں رونما ہونے والی تبدیلیاں قرب قیامت کی دلیل ہیں۔ مثلاً: کثرت سے شراب پینا، موسیقی کے آلات، مسجدوں کی زیب و زینت پر فخر محسوس کرنا، اولاد کا اپنے والدین کی نافرمانی کرنا، چرواہوں کا بلند و بالا عمارتیں تعمیر کرنا۔ اگر ان تمام باتوں پر غور کیا جائے تو محسوس ہوگا کہ ہم آج ایسے ہی معاشرے میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ بہر حال حقیقی علم تو اللہ تبارک و تعالیٰ کے پاس ہی ہے۔

قیامت کی علامات کبریٰ:

علامات کبریٰ سے مراد ہے ایسے بڑے واقعات جو قیامت سے پہلے رونما ہوں گے یعنی حضرت مہدی کا ظہور ہونا، دجال کا نمودار ہونا، سورج کا مشرق کی بجائے مغرب سے طلوع ہونا وغیرہ۔ مندرجہ ذیل حدیث میں دس مشہور اور اہم علامات بیان کی گئی ہیں:

((عن حذيفة بن اسيد الغفاری قال اطلع رسول الله ﷺ علينا و نحن نتذاكر، فقال، ماتذاكرون ؟ قلنا (نذكر) الساعة قال: انها لن تقوم حتى تروا قبلها عشر آيات، فذكر الدخان، والد جال، والدابة وطلوع الشمس من مغربها، ونزول عيسىٰ بن مريم ويا جوج و ماجوج و ثلاثة خسوف، خسف بالمشرق، وخسف بالمغرب، وخسف بجزيرة العرب، وآخر ذلك نار تطرد الناس الى محشرهم))(صحيح مسلم وو ابو

Marfat.com

داود و ترمذی)

”حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، جبکہ ہم باتیں کر رہے تھے۔ پس آپ نے فرمایا: تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ ہم نے جواب دیا: ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ (قیامت) ہرگز قائم نہیں ہوگی، یہاں تک کہ تم اس سے قبل دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ پس آپ نے ذکر کیا دھوئیں کا، دجال کا، دابۃ الارض کا، مغرب سے طلوع آفتاب کا، عیسیٰ بن مریم کے نزول کا، یاجوج ماجوج (کے خروج) کا اور تین خسوف کا مشرق، مغرب اور جزیرۃ العرب (میں زمین کے دھنس جانے کے واقعات) کا اور سب سے آخر میں آگ کا جو لوگوں کو ہانک کر میدان حشر کی طرف لے جائے گی۔“

اگر مندرجہ بالا علامات پر غور و فکر کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ ان علامات کے ظہور ہونے کے نتیجے میں کرۂ ارض پر گہرے اثرات مرتب ہوں گے، نیز ہر علامت کے ظاہر ہونے پر ایک انقلاب برپا ہوگا۔ اسی طرح دجال کا زمانہ فتنہ برپا کرے گا اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوگا تو روئے زمین پر ان کی حکومت قائم ہوگی۔ ان علامات کے متعلق سوچ بچار کی جائے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ قیامت کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے عالمگیر تبدیلیاں اور اثرات رونما ہوں گے۔

قیامت کا علم اور ذات الٰہی:

قیامت کا علم صرف اللہ کے پاس ہے۔ قیامت کب قائم ہوگی اس کے متعلق قطعی علم انسان کو نہیں عطا کیا گیا۔ قیامت کے برپا ہونے کا حتمی اور قطعی علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہی کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے امت مسلمہ کو قرب قیامت کی علامتوں سے ضرور آگاہی عطا فرمائی۔

قیامت کا قریب ہونا:

تمام انبیاء علیہم السلام نے قیامت کے اس عظیم دن کی خبر اپنی اپنی امتوں کو دی مگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر فرمایا کہ قیامت قریب آپہنچی اور میں اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا آخری نبی ہوں۔ قرآن مجید نے اعلان فرمادیا:

((اقربت الساعة وانشق القمر))(سورة القمر ، آیت 1)

”قیامت نزدیک آپہنچی اور چاند شق ہوگیا۔“

علامات قیامت اور سورۃ التکویر:

ارشاد الٰہی ہے:

((اذا الشمس كورت واذا النجوم انكدرت واذا الجبال سيرت واذا العشار عطلت واذا الوحوش حشرت واذالبحار سجرت واذا النفوس زوجت واذا المو ءدة سئلت

Marfat.com

بای ذنب قتلت))

(سورۃ التکویر، آیت نمبر 9-1)

”جس وقت آفتاب کو (چادر کی طرح) لپیٹ لیا جائے گا اور جس وقت تارے گر پڑیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور جب عنقریب جننے والی اونٹنیاں بیکار کر دی جائیں گی اور جس وقت وحشی جانور اکٹھے کیے جائیں گے اور جس وقت دریا آگ ہو جائیں گے اور جس وقت روحیں (ہڈیوں سے) ملا دی جائیں گی اور جس وقت زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ کس گناہ کے بدلے ماری گئی۔“

مذکورہ بالا آیات میں قیامت کے منظر کو کھول کر پیش کر دیا گیا کہ قیامت سے پہلے کس طرح کے حالات ہوں گے، اس کی کیا کیا علامات اور نشانیاں ہوں گی۔ جب قیامت کی گھڑی آپہنچے گی تو سارے مناظر ہماری آنکھوں کے سامنے عیاں ہو جائیں گے۔ اس وقت ایسا عالم ہوگا کہ ہر شخص جان لے گا کہ وہ دنیا کی زندگی بسر کرتے ہوئے کس قسم کے اعمال لے کر اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوا ہے۔

علامات قیامت اور سورۃ القارعۃ:

((القارعة ماالقارعة وما ادرك ما القارعة يوم يكون الناس كالفراش المبثوث وتكون الجبال كالعهن المنفوش فاما من ثقلت موازينه فهو فى عيشة راضية واما من خفت موازينه فامه هاوية وما ادرك ماهى نار حامية))(سورة القارعة، پاره نمبر 30)

”عظیم حادثہ! کیا ہے وہ عظیم حادثہ؟ تم کیا جانو کہ وہ عظیم حادثہ کیا ہے۔ وہ دن جب لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح اور پہاڑ رنگ برنگ کے دھنکے ہوئے اون کی طرح ہوں گے۔ پھر جس کے پلڑے بھاری ہوں گے وہ دل پسند عیش میں ہوگا اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے اس کی جائے قرار گہری کھائی ہوگی اور تمہیں کیا خبر کہ وہ کیا چیز ہے؟ وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔“

قیامت کو عظیم اور ہلا دینے والی آفت اور حادثہ قرار دے کر غافل انسان کو چوکنا کیا کہ جب یہ حادثہ رونما ہوگا گھبراہٹ اور بدحواسی کا یہ عالم ہوگا کہ لوگ بھاگے پھریں گے جیسے روشنی کے گرد پروانے، پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے ہوں گے۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ عدالت قائم کریگا اور نیکی اور برائی کا موازنہ شروع ہوگا۔ جن لوگوں کی نیکیوں وزن زیادہ ہوگا، وہ پسندیدہ زندگی گزاریں گے اور جن لوگوں کا برائی کا پلڑا بھاری ہوگا وہ دہکتی، بھڑکتی آگ کی گہری خندقوں میں گرا دیئے جائیں گے جہاں سے نکلنے کی کوئی سبیل نہ ہوگی۔

قیامت سورۃ الانفطار کی روشنی میں:

((اذا السماء انفطرت واذا الكواكب انتثرت واذا لبحار فجرت واذا القبور بعثرت علمت نفس ماقدمت واخرت))

Marfat.com

(سورۃ الانفطار: آیت 5-1)

''جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب تارے بکھر جائیں گے اور جب سمندر پھاڑ دیئے جائیں گے اور جب قبریں کھول دی جائیں گی، اس وقت ہر شخص کو اس کا اگلا پچھلا سب کیا دھرا معلوم ہو جائے گا۔''

اللہ تعالیٰ رحم کرنے والا اور انتہائی کریم ہے لیکن اس کے باوجود آخرت کے دن وہ ہر شخص کے ذرہ بھر عمل کا بھی حساب لے گا، اس لئے انسان کے اعمال محفوظ کئے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے دن کا مالک ہوگا اور ہر کوئی اپنے کئے کی جزا و سزا پائے گا۔

اس کائنات کو اس طرح ہلا مارا جائے گا کہ کوئی چیز اپنی جگہ پر قائم نہ رہے گی اور اس عظیم کائنات کو تہہ و بالا کر دیا جائے گا۔ انسان کا دل اس پوری کائنات سے اٹھ جاتا ہے اور انسان اپنا تعلق اس خالق حقیقی کے ساتھ جوڑ لیتا ہے جو باقی اور لازوال ہے۔ جو اس وقت بھی باقی رہے گا جب یہ پوری کائنات ختم کر دی جائے گی۔ ان تمام انقلابات، زلزلوں اور توڑ پھوڑ کے عظیم عمل میں انسان کیلئے واحد جائے پناہ اس ذات کبریا کی درگاہ جو ثابت، برقرار اور اس قدر منظم ہے جسے خلود اور دوام حاصل ہے اور یہ خلود اور دوام صرف اسی ذات (اللہ) کا خاصہ ہے۔

حضور نبی کریم نے علامات قیامت سب بیان فرمادیں:

((عن حذیفة قال قام فینا رسول الله ﷺ مقام ترک شیئا یکون فی مقامه ذلك الی قیام الساعة الاحدث به حفظه من حفظه و انسی من نسیه قدعلمه اصحابی هولا و انه لیکون منه الشیء قدنسیته فارا فاذکره کما یذکر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذا راه عرفه))

(صحیح مسلم)

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے۔ اس قیام میں آپ نے قیامت تک ہونے والا کوئی (اہم) واقعہ نہیں چھوڑا جو ہمیں نہ بتلایا ہو۔ جس نے یاد رکھا سو یاد رکھا اور جو بھول گیا سو بھول گیا۔ میرے یہ ساتھی بھی یہ بات جانتے ہیں آپ نے ہمیں جن واقعات کی خبر دی ان میں سے جو میں بھول گیا ہوں وہ جب بھی رونما ہوتا ہے تو مجھے یاد آ جاتا ہے، جیسے کوئی آدمی جب غائب ہو تو آدمی اس کا چہرہ بھول جاتا ہے، پھر جب وہ نظر پڑتا ہے تو یاد آ جاتا ہے۔''

حضور اور قیامت کے درمیان بہت تھوڑا زمانہ ہے:

((عن انس قال قال رسول الله ﷺ بعثت انا و الساعة کهاتین))

(صحیح بخاری و مسلم)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اور قیامت

Marfat.com

ان دو انگلیوں کی طرح ہیں۔"

اللہ کے ہاں کے سو سال اور قیامت:

((عن جابر قال سمعت النبی ﷺ یقول قبل ان یموت بشهر تسالونی عن الساعة وانما علمها عند الله واقسم بالله ما علی الارض من نفس منفوسة یاتی علیها مائة سنة وهی حیة یومئذ))

(صحیح مسلم)

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ اپنی وفات شریف سے ایک مہینہ پہلے فرماتے تھے کہ تم لوگ مجھ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہو اور اس کا (اس کے معین وقت کا) علم تو بس اللہ ہی کے پاس ہے اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ روئے زمین پر کوئی متنفس ایسا نہیں ہے کہ اس پر (اللہ کے ہاں کے) سو سال گزریں اور وہ اس وقت تک زندہ باقی رہے۔"

جیسا کہ قرآن پاک سے بھی معلوم ہوتا ہے اور احادیث مبارکہ سے بھی کہ جب بھی آپ سے قیامت کے متعلق دریافت کیا جاتا تو ہمیشہ اس کے جواب میں وہی فرماتے تھے جو مندرجہ بالا حدیث میں گزر چکا ہے کہ قیامت آنے کا مقررہ علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

قیامت کے مناظر اور قرآن مجید کی سورت:

((عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ من سره ان ینظر الی یوم القیمة کانه رای عین فلیقرء اذا الشمس کورت واذا السماء انفطرت واذا السماء انشقت))

(مسند احمد و ترمذی)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو یہ چاہے کہ قیامت کا منظر وہ اس طرح دیکھے کہ گویا سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو وہ قرآن مجید کی سورۃ "اذا الشمس کورت اذا السماء انفطرت اذا السماء انشقت" پڑھے۔"

☆☆☆

فصل نمبر 13:

ریاکاری اور نمود و نمائش کی مذمت

ریا کا لغوی معنی:

ریاء کے لغوی معانی دکھاوا اور نمائش کے ہیں۔

Marfat.com

اصطلاحی معنی:

شریعت میں لوگوں کو کھلاوے کے ارادے سے نیکی کرنا ریا کاری کہلاتا ہے۔ عبادت کو اس نیت سے کرنا کہ اسے دیکھ کر لوگ خوش ہوں اور اسے نیکوکار جانیں اور اس کی عزت و تکریم کریں ایسا کرنا بے شک مکر وفریب اور نمود و ریاء ہے۔

حقیقت ریاء:

اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں یہ قصد کرنا کہ لوگوں کی نظر میں میری قدر ہو جائے ریاء کہلاتی ہے۔ اس کی حقیقت "ارادة الخلق لغرض الدینوی" ہے یعنی عبادت کا اظہار کسی دینوی غرض سے کیا جائے، یا کسی فعل مباح کا اظہار کسی معصیت کی غرض سے کیا جائے۔ اگر عمل میں دنیائے فاسد یعنی معصیت کی نیت ہو تو وہ یقیناً ریاء ہے اور اگر دنیائے مباح کی نیت ہو تو اگر عمل دینوی ہے تو وہ ریاء نہیں اور اگر مخلوق کو اس لئے راضی کیا جائے تا کہ وہ ہمارے معتقد ہیں، ہمارے مرید زیادہ ہوں تو یہ ریا ہے، کیونکہ یہ نیت معصیت ہے۔ اس لیے کہ عین عبادت کے وقت اس کی نظر مخلوق پر رہی اور ان کی نظر میں معظم رہنا چاہا۔

صدقہ وخیرات کر کے احسان جتلانا:

سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((یاایها الذین امنوا لا تبطلوا صدقتکم بالمن و الاذی کالذی ینفق ماله ریاء الناس و لا یؤمن بالله و الیوم الاخر فمثله کمثل صفوان علیه تراب فاصابه و ابل فترکه صلدا لا یقدرون علی شیء مما کسبوا و الله لا یهدی القوم الکفرین)) (سورۃ البقرہ، آیت 264)

"اے ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے، نہ قیامت پر، اس کی مثال اس طرح صاف پتھر کی طرح ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو، پھر اس پر زوردار بارش برسے اور اسے بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے۔"

صدقہ وخیرات کر کے احسان جتلانا اور باعث تکلیف باتیں کرنے ایمان داروں کا کام نہیں، بلکہ ایسا وہ لوگ کرتے ہیں جو منافق ہوں اور ریا کاری کیلئے خرچ کرتے ہوں۔

یہ منافق اور ریاء کار کے عمل کی مثال ہے کہ جس طرح پتھر پر مٹی نظر آتی ہے، لیکن جب بارش برستی ہے تو اس مٹی کو بہا کر لے جاتی ہے اور پتھر پھر چٹیل کا چٹیل رہ جاتا ہے۔ اسی طرح منافق کے اعمال خیر کا حال ہے کہ بظاہر دیکھنے میں تو بہت کچھ دکھائی دیتے ہیں، لیکن قیامت کے روز وہ یوں ناپید ہو جائیں گے جیسے بارش کے بعد پتھر سے مٹی ناپید ہو جاتی

Marfat.com

ہے۔

ریاء کار شیطان کے ہم نشین:

جو لوگ اپنا مال دوسروں کے دکھلاوے کے لئے خرچ کرتے ہیں ان کا مقصد صرف دوسروں کی نگاہ میں واہ واہ کروانا ہوتا ہے۔ ایسے لوگ شیطان کے دوست اور ہم نشین ہوتے ہیں جیسا کہ سورۃ النساء میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

((والذین ینفقون اموالھم ریاء الناس ولا یومنون باللہ ولا بالیوم الاخر ومن یکن الشیطن لہ قرینا فساء قرینا)) (سورۃ النساء، آیت 38)

''اور وہ لوگ جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان نہیں لاتے۔ اور جس کا ساتھی شیطان ہوا تو (کچھ شک نہیں کہ) وہ برا ساتھی ہے۔''

ریاکار جب خرچ کرنے پر آتے ہیں تو پھر سارا خرچ دکھاوے اور نام ونمود کیلئے کرتے ہیں اور اس میں بھی ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ لوگ مجھے بڑا جانیں۔ دیکھا گیا ہے کہ والدین بیمار اور حاجت مند ہوں تو ان کی خبر گیری نہیں کی جاتی، اگر مرجائیں تو خواہ قرض لینا پڑے بہت بڑی دعوتیں کی جاتی ہیں کہ لوگوں کو پتہ چل جائے یہ آدمی بہت کچھ کر سکتا ہے۔ جو شخص خاص اللہ کیلئے نہیں بلکہ لوگوں کے دکھانے کیلئے عمل کرتا ہے یہ وہ شخص ہے جس کا دوست یا مشیر اور ہم نشین شیطان ہو اور یہ بہت برا مصاحب ہے کہ ہمیشہ ایسے مشورے دیتا ہے جن سے دونوں عالم کی رسوائی اور عذاب الٰہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

نماز میں ریاکاری:

1: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(ان المنفقین یخدعون اللہ وھو خادعھم واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالی یراء ون الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلاً))

(سورۃ النساء: آیت 142)

''بے شک منافق اپنے خیالوں میں اللہ سے چالبازیاں کر رہے ہیں اور وہ انہیں اس چالبازی کا بدلہ دینے والا ہے اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں۔ صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور یاد الٰہی تو یونہی برائے نام کرتے ہیں۔''

2: قرآن مجید کی سورۃ الماعون کی آیات 4 تا 6 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون الذین ھم یراء ون))

(سورۃ الماعون، آیت 6-4)

Marfat.com

''ان نمازیوں کیلئے افسوس (اور ویل نامی جہنم کی جگہ) ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں، جو ریا کاری کرتے ہیں۔''

مندرجہ بالا آیات سے مراد ایسے لوگ ہیں جو یا تو نماز پڑھتے ہی نہیں ہیں یا پھر اپنی نمازوں میں سستی برتتے ہیں یعنی کبھی پڑھ لی کبھی نہ پڑھی یا خشوع وخضوع کا خیال نہیں رکھتے۔ کچھ لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جب دوسروں کے ساتھ ہوتے ہیں تو نماز پڑھ لیتے ہیں بصورت دیگر وہ نماز کی پروا نہیں کرتے، یعنی صرف دکھاوے اور ریا کاری کیلئے نماز پڑھتے ہیں۔

ریا کار اور منافق نماز پڑھتا ہے مگر غفلت اور بے دلی کے ساتھ، چونکہ آخرت کا یقین دل میں نہیں ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی رضا کا جذبہ نہیں ہوتا۔ لوگوں کیساتھ بامر مجبوری نماز میں شریک ہوتے ہیں، لیکن از خود نماز کی پابندی کا مزاج نہیں ہوتا۔ ریا کاری کرتا ہے، یعنی نماز بھی اللہ کی خاطر نہیں بلکہ لوگوں کو دکھانے کی خاطر پڑھتا ہے۔

عبادت میں ریا کاری شرک ہے:

جس طرح اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت حاصل کرنے کیلئے ہر نیک عمل میں خلوص کی ضرورت ہے اور یہی ایمان اور توحید کا تقاضا ہے، اسی طرح ریا کاری یعنی دوسرے لوگوں کے دکھلاوے کی غرض سے، دنیا میں اپنی شہرت حاصل کرنے کیلئے اور لوگوں کے اندر اپنی جھوٹی شان وشوکت پیدا کرنے اور نمود ونمائش کیلئے عبادات کرنا ایمان اور توحید کے خلاف ہے اور ایسا کرنا ایک قسم کا شرک ہے۔ اس سلسلے میں چند احادیث ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

نماز، روزہ اور صدقہ میں ریا کاری شرک ہے:

اصل شرک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اس کے افعال میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، جس کو قرآن مجید نے ''شرک عظیم'' کہہ کر پکارا ہے، لیکن بعض ایسے کام جو اللہ کی رضا اور اس کی رحمت کے حصول کیلئے نہیں بلکہ صرف اس لئے کیے جائیں کہ لوگ اسے نیک اور پرہیز گار سمجھیں، ایسا کرنا اگرچہ شرک حقیقی نہیں، لیکن ایک قسم کا شرک ضرور ہے اور انتہائی سخت درجے کا گناہ ہے۔ اسے شرک اصغر کہا جاتا ہے۔

((عن شداد ابن اوس قال سمعت رسول الله ﷺ من صلی یرائی فقد اشرك و من صام یرائی فقد اشرك و من تصق یرائی فقد اشرك))

(مسند احمد)

''حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے دکھاوے کیلئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کیلئے روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کے لئے صدقہ وخیرات کیا اس نے شرک کیا۔''

Marfat.com

لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز لمبی کر لینا:

((عن ابی سعید الخدری قال خرج علینا رسول الله ﷺ و نحن نتذکر المسیح الدجال فقال الا اخبر کم بما هو اخوف علیکم عندی من المسیح الدجال فقلنا بلی یا رسول الله ﷺ قال الشرك الخفی ان یقوم الرجل یصلی فیزید صلوته لما یری من نظر رجل))

(سنن ابن ماجہ)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے حجرہ مبارک سے) نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے۔ اس وقت ہم لوگ آپس میں مسیح دجال کا کچھ تذکرہ کر رہے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: کیا میں تم کو وہ چیز بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے لئے دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔؟ ہم نے عرض کیا: حضور! ضرور بتائیں وہ کیا چیز ہے۔؟ آپ نے فرمایا: وہ شرک خفی ہے (جس کی ایک مثال یہ ہے) کہ آدمی نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہو، پھر اپنی نماز کو اس لئے لمبا کر دے کہ کوئی آدمی اس کو نماز پڑھتا دیکھ رہا ہے۔''

ریاکار قاریوں کا عذاب:

بعض حفاظ اور قاری حضرات اس قدر فخر محسوس کرتے ہیں کہ غرور تکبر میں لگ جاتے ہیں کہ مجھ سے اچھا کوئی نہیں پڑھ سکتا، فلاں کی میرے سامنے کوئی حیثیت نہیں اور بغیر اجرت کے ایک آیت تک نہیں پڑھتے۔ ان سب کیلئے وعید سنائی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین۔

((عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ تعوذ و ابالله من جب الحزن قالوا یا رسول الله ﷺ وما جب الحزن قال واد فی جهنم یتعوذمنه جهنم کل یوم مائة مرة قیل یا رسول الله ﷺ وعمن یدخله قال القرآء ون المرآء ون باعمالهم))

(جامع ترمذی، جلد 2، صفحہ 51-50)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پناہ مانگو اللہ تعالیٰ کی ''جب الحزن'' سے۔ صحابہ نے عرض کیا: جب الحزن کیا چیز ہے۔؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب الحزن جہنمی ایک وادی ہے کہ جہنم بھی اس سے ہر دن میں سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! اس میں کون داخل ہوں گے۔؟ آپ نے فرمایا: قاری جو اپنے عملوں میں ریا کرنے والے ہیں۔''

Marfat.com

ریاکاروں کی رسوائی:

((عن جندب قال قال النبی ﷺ من سمع سمع اللہ بہ ومن یرائی یرائی اللہ بہ))(صحیح بخاری و مسلم)

''حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کوئی کام سنانے اور شہرت دینے کیلئے کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو شہرت دے گا، اور جو کوئی دکھاوے کیلئے کوئی نیک عمل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو خوب دکھائے گا۔''

جو لوگ دکھلاوے اور شہرت کیلئے نیک عمل کرتے ہیں ان کو ان کے اعمال کے حساب سے سزا دی جائے گی اور جو وہ ریاکاری کرتے ہیں ان کی ریاکاری کو خوب شہرت دی جائے گی۔ میدان حشر میں ان کی ریاکاری سب پر عیاں ہو جائے گی۔

آخری زمانے کے ریاکار:

((عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ یخرج فی اخر الزمان رجال یختلون الدنیا الذین یلبسون للناس جلود الضان من اللین السنتھم احلی من السکر و قلوبھم قلوب الذیاب یقول اللہ ابی یجرون ام علی یجترون فی حلقت لابعثن علی اولئک منھم فتنۃ تدع الحلیم فیھم حیران))(سنن ترمذی)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخری زمانہ میں کچھ ایسے مکار لوگ پیدا ہوں گے جو دین کی آڑ میں دنیا کا شکار کریں گے۔ وہ لوگوں پر اپنی درویشی اور مسکینی ظاہر کرنے اور ان کو متاثر کرنے کیلئے بھیڑوں کی کھال کا لباس پہنیں گے، ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی، مگر ان کے سینوں میں بھیڑیوں کے سے دل ہوں گے (ان کے بارے میں) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: کیا یہ لوگ میرے ڈھیل دینے سے دھوکہ کھا رہے ہیں یا مجھ سے نڈر ہو کر میرے مقابلے میں جرأت کر رہے ہیں۔؟ پس مجھے اپنی قسم ہے کہ میں ان مکاروں پر انہی میں سے ایسا فتنہ کھڑا کروں گا جو ان کی عقلمندوں اور داناؤں کو بھی حیران بنا کے چھوڑے گا۔''

اظہار ریاکاری چھ طرح سے:

تقریباً چھ طرح سے ریاکاری کا اظہار ہوتا ہے:

1: بدن کے ذریعے: جسم کے ذریعے اس طرح غنودگی کا اظہار کیا جائے کہ لوگ خیال کریں کہ یہ شب بیداری کرتا ہے اور راتوں کو عبادت کرتا ہے۔

2: شکل وصورت سے: شکل وصورت ایسی اختیار کر لینا کہ جس سے نرمی اور دھیما پن ظاہر ہو۔ سر کو جھکائے رکھنا یا

Marfat.com

ایسی حالت اختیار کرنا کہ جس سے فکر کے اندر محویت ظاہر ہو۔

3: صوفیوں کی طرح کا لباس پہننا: میلا کچیلا لباس استعمال کرنا، چوغہ پہننا جس سے پتہ چلے کہ یہ کوئی صوفی یا عالم ہے، حالانکہ یہ تصوف کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا، کپڑوں میں مخصوص قسم کے رنگ استعمال کرنا جس سے درویشانہ اور صوفیانہ رنگ وروپ ظاہر کرنا اور ریاکاری کرنا مراد ہو۔

4: گفتگو کے ذریعے ریاکاری: انداز بیان وگفتگو ایسا اپنایا جاتا ہے کہ چند مخصوص قسم کی عبارتیں رٹ کر صرف ریاکاری کی غرض سے مختلف لہجے اختیار کرتے ہیں کہ دوسروں کے دلوں میں کوئی بڑا عالم کا سارعب ودبدبہ بیٹھ جائے۔ان کا یہ انداز صرف اس لئے ہوتا ہے کہ لوگ انہیں پارسا اور شریعت کا اتباع کرنے والا سمجھیں۔

5: عمل میں ریاکاری: قیام ورکوع اور سجدہ میں زیادہ وقت لگانا کہ لوگ اسے بڑا عبادت گزار اور پرہیزگار خیال کریں، حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے حال خوب جانتا ہے۔

6: شاگردوں اور مریدین کی تعداد بڑھا کر بیان کرنا: ایسے لوگ اپنے شاگردوں اور ارادت مندوں کی تعداد بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور دیگر مشائخ سے ملاقاتوں کا بکثرت تذکرہ کرتے ہیں۔ان کا مقصد شہرت کا حاصل کرنا ہوتا ہے۔ایسا کرنا ریاکاری ہے جو حرام ہے۔

ریاکاری سے بچنے کا طریقہ:

انسان کو چاہیے کہ وہ جو عمل بھی کرے خلوص نیت سے کرے اور صرف اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا حاصل کرنے کیلئے کرے۔اللہ تعالیٰ دلوں کے حالات سے بخوبی آگاہ ہے۔جس عبادت کا اظہار کرنا ضروری ہے اسے کثرت سے کیا جائے، پھر کوئی التفات بھی نہ کرے گا۔چند ہی دنوں میں عادت، عبادت اور اخلاص بن جائے گا۔

☆☆☆

فصل نمبر 14:

اخلاصِ نیت کی فضیلت اور اہمیت

اخلاص کا معنی ومفہوم:

اپنے آپ کو صرف اللہ تعالیٰ کے تقرب ورضا کا پابند رکھنا اور مخلوق کی خوشنودی ورضامندی یا اپنی کسی نفسانی خواہش کو اس میں ملنے نہ دینا اخلاص ہے۔

اخلاص کا اصطلاحی معنی:

1: کوئی بھی اچھا عمل یا کسی انسان کیساتھ اچھا برتاؤ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کی نیت

Marfat.com

سے کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اطہر ہم سے راضی ہو جائے اور اس کی ناراضگی سے محفوظ رہیں تو اسے اخلاص کہا جاتا ہے۔

2: حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
''اخلاص یہ ہے کہ بندے کے حرکات وسکنات خاص طور پر اللہ تعالیٰ کیلئے ہوں۔''

نیت کی حقیقت:

دل کا ایسی چیز کی طرف ابھرنا جس کو اپنی غرض نفع کے موافق سمجھتا ہے نیت کہتے ہیں اور اس کے معانی ارادہ اور مقصد کے ہیں۔

نیت کے بغیر کوئی کام نہیں کرنا چاہئے:

حضرت فضیل میں عیاض فرماتے ہیں:
''نیت کے بغیر کسی سے بات بھی نہ کرو۔''

اخلاصِ نیت:

سب سے افضل نیت یہ ہے کہ جو کام بھی کیا جائے خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے حصول کے لئے کیا جائے۔ شریعت اسلامی میں نیت کی درستگی اور عمل کے اخلاص کو بڑی اہمیت حاصل ہے، جیسے اعمال کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے اسی طرح نیت کے قبول ہونے کا انحصار بھی خلوص پر ہے۔ یعنی نیت کے صاف ہونے کے ساتھ ساتھ عمل میں خلوص کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ عبادات میں اخلاص کا ہونا بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس لئے اس کے اغراض ومقاصد ہر قسم کے دینوی، ذاتی اور نفسانی خواہشات سے پاک ہونے چاہئیں۔ کسی بھی کام میں اگر خلوص نہیں ہوگا تو اس میں ثواب اور نیکی نہیں ہوگی۔ مثلاً اسلام میں جہاد کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے اور ہر انسان اس سے بخوبی واقف ہے اس فریضے کی اہمیت کا دارومدار نیت اور عمل کے خالص ہونے پر ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص اس نیت سے جہاد میں شریک ہو کہ لوگ اس کی بہادری اور شجاعت کی داد دیں گے اور اس کے کارناموں کی لوگ قدر کریں گے تو یہ کام چونکہ اسلام کی سربلندی کیلئے ہے اگر اس میں نمود ونمائش اور ریاکاری شامل ہو جائے تو آخرت کے نقطہ نظر سے اس کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی۔

اگر کوئی عمل ہی بنیادی طور پر دنیا کے حصول کی خاطر کرتا ہے یعنی اسے آخرت پر یقین حاصل نہیں اور صرف دنیا کے فوائد حاصل کرنے کے لئے مختلف صورتیں اختیار کرتا ہے خواہ وہ صورت بظاہر بھلائی ہی ہو تو اسے دنیا اس کی خواہش کے مطابق نہیں ملتی بلکہ اللہ جتنی چاہتا ہے دیتا ہے۔ ہاں اس کی نیت کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ ذلیل ورسوا ہو کر جہنم میں داخل ہوتا ہے اور آخرت میں اسے کچھ نہیں ملتا اور اگر کوئی نیت حصول آخرت کی کرتا ہے اور پھر صحیح محنت اور درست اقدامات کرتا ہے یعنی عمل وسنت کے مطابق کرتا ہے نیز عقیدہ کھرا رکھتا ہے۔

Marfat.com

اخلاصِ نیت کے ثمرت وفوائد اور اہمیت:

نیک کام جیسا بھی ہو اور جتنا بھی ہو چاہے تھوڑا سا ہی ہو مگر خلوص نیت کے ساتھ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دیتا ہے۔ جس قدر انسان کا اخلاص بڑھتا چلا جائے اس قدر اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ خالصتاً اللہ کیلئے کیا جائے، لوگوں کو راضی کرنے کیلئے نہ ہو۔ کوئی بھی کام ریا کاری سے ہٹ کر کیا جائے تو وہ عین اخلاص ہے۔

انسان کو چاہیے کہ ہر کام میں نیک اور اچھی نیت رکھے، یہاں تک کہ روزمرہ کے معمولات یعنی کھانا پینا، لباس پہننا اور نکاح میں اس کی نیت ہونی چاہیے، کیونکہ انسان جو عمل بھی کرتا ہے اس کے بارے میں اس سے پوچھا جائے گا، اگر اسی کے تمام کام اللہ تعالیٰ کیلئے خالص ہوں گے تو اس کی نیکیوں کا پلڑہ بھاری ہوگا اور اگر یہی اعمال ریا کاری اور نمود و نمائش کیلئے ہوئے تو برائی کا پلڑہ بھاری ہوگا، کیونکہ انسان کو اسی کا بدلہ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔

عبادت میں اخلاص:

قرآن مجید کی سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قل اتحآ جوننا فی اللّٰہ وھو ربنا و ربکم ولنا اعمالنا ولکم اعمالکم ونحن لہ مخلصون))(سورۃ البقرہ، آیت 139)

''آپ کہہ دیجئے کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو؟ جو ہمارا اور تمہارا رب ہے۔ ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال۔ ہم تو اسی کے لئے مخلص ہیں۔''

اللہ رب العزت خالق کائنات ہے۔ انسان خواہ کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو۔ کافر ہو یا مسلمان، بہر حال ایک اللہ ہی ہے جو تمام جہانوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ عبادت کے لائق ہے، جو کوئی بھی خلوص دل سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا وہ اپنا اجر پا لے گا، اللہ ہی سب کا رب ہے۔ صرف اسی کی فرمانبرداری ہونی چاہیے۔

بعد از توبہ اخلاص اختیار کرنے والے:

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((الا الذین تابوا واصلحوا واعتصموا باللہ واخلصوا دینھم للّٰہ فاولئک مع المومنین و سوف یؤت اللہ المؤمنین اجراً عظیماً))

(سورۃ النساء، آیت 145)

''مگر جو توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور اللہ تعالیٰ پر کامل یقین رکھیں اور خالص اللہ ہی کیلئے دینداری کریں تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ مومنوں کو بہت بڑا اجر دے گا۔''

Marfat.com

جو لوگ توبہ کرلیں گے اور اپنی اصلاح کرلیں گے اور اپنے دین کو خالص اللہ کیلئے کردیں گے ایسے لوگ مومنین کے ساتھ ہیں۔ توبہ کیلئے اصلاح اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑنا اور اخلاص کی شرط ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخلصانہ اطاعت و فرمانبرداری کریں۔

دین کو اللہ کے لیے خالص کرنا:

اپنے دین کو اللہ کیلئے خالص کردینے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی وفاداریاں اللہ کے سوا کسی اور سے وابستہ نہ ہوں، اپنی ساری دلچسپیوں اور محبتوں اور عقیدتوں کو وہ اللہ کے آگے نذر کردے، کسی چیز کے ساتھ بھی دل کا ایسا لگاؤ باقی نہ رہے کہ اللہ کی رضا کیلئے اسے قربان نہ کیا جاسکتا ہو۔

خالص رضائے الٰہی کے لیے عمل کرنا:

اللہ تعالیٰ اسی سورت میں ارشاد فرماتا ہے:

((ومن یفعل ذلك ابتغآء مرضات الله فسوف نوتیه اجراً عظیماً))

(سورۃ النساء، آیت 114)

"اور جو کوئی صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے ارادہ سے یہ کام کرے اسے ہم یقیناً بہت بڑا ثواب دیں گے۔"

دین اسلام اور اہل اسلام کا اخلاص:

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

((وما امروآ الا لیعبدوا الله مخلصین له الدین حنفاء ویقیموا الصلوٰة ویؤتوا الزکوٰة و ذلك دین القیمة))(سورۃ البینة، آیت 5)

"انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اسی کے لئے دین کو خالص رکھیں ابراہیم علیہ السلام کے دین پر اور نماز کو قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں۔ یہی ہے دین سیدھی ملت کا۔"

عبادات اللہ کیلئے خالص کرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قل انی امرت انی اعبد الله مخلصاً له الدین))

(سورۃ الزمر، آیت 11)

"آپ کہہ دیجئے کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کروں کہ اس کیلئے عبادت کو خالص کرلوں۔"

Marfat.com

اخلاص نیت اچھے عمل کی روح ہے:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''اخلاص نیت ہی ہر اچھے عمل کی روح اور جان ہے۔''

الاعمال بالنیات:

جو عمل بھی کیا جاتا ہے اس کی صحت نیت پر موقوف ہوتی ہے کہ وہ کس مقصد کیلئے کیا جا رہا ہے، اگر کوئی عمل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کیا جائے تو اس کا اجر و ثواب اللہ تعالیٰ کے ہاں پالے گا اور اگر کسی نے کوئی عمل دنیا کی نیت سے کیا ہوگا تو اس کو وہی بدلہ ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی۔

((عن عمر بن الخطاب و هو يخطب الناس فقال سمعت رسول الله ﷺ يقول انما الاعمال بالنيات ولكل امرىء مانوى فمن كانت هجرته الى الله و الى رسوله فهجرته الى الله و الى رسوله ومن كانت هجرته لدنيا يصيبها او امراة يتزوجها فهجرته الى ماهاجر اليه))

(صحیح بخاری، مسلم و سنن ابن ماجہ)

''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کو خطبہ سنا رہے تھے تو کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ ہر ایک عمل کا ثواب نیت سے ہوتا ہے اور ہر ایک آدمی کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے۔ سو جس آدمی نے اللہ و رسول کے لئے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ و رسول کیلئے ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا کمانے کی نیت سے ہو یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی ہو اس کی ہجرت انہی چیزوں کی طرف ہوگی۔''

اللہ تعالیٰ خلوص نیت دیکھتا ہے:

((عن المهاجر بن حبيب قال قال رسول الله ﷺ قال الله تعالىٰ انى لست كل كلام الحكيم اتقبل ولكنى اتقبل همه وهواه فان كان همه واهوه فى طاعتى جعلت صمته حمداً لى ووقاراً وان لم يتكلم))

(سنن دارمی)

''حضرت مہاجر بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں عقلمند دانشور کی ہر بات کو قبول نہیں کرتا (یعنی دستور یہ نہیں ہے کہ عالم و فاضل اور عقلمند و دانا شخص جو بات بھی کہے اس کو قبول کرلوں) بلکہ میں اس کے ارادہ اور محبت و نیت کو قبول کرتا ہوں (یہ دیکھتا ہوں کہ اس نے جو بات کہی ہے وہ کس قصد و ارادہ اور کس نیت کے ساتھ کہی ہے) پس اگر اس کی نیت و

Marfat.com

محبت میری اطاعت وفرمانبرداری کے لیے ہوتی ہے تو میں اس کی خاموشی کو (بھی) اپنی حمد وثنا اور اس کے علم ووقار کے مترادف قرار دیتا ہوں، اگرچہ وہ کوئی بات نہ کہے۔''

مندرجہ بالا حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دانش مندوں کی دانش مندی نہیں دیکھتا اور نہ ہی اس کے نزدیک محض گفتار کے غازی کی کوئی اہمیت ہے، بلکہ وہ تو ہر چیز سے قطع نظر صرف یہ دیکھتا ہے کہ اس کی نیت میں کتنا خلوص ہے۔ اگر اس کی نیت اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری اور اس کے دل اللہ کی عظمت جاگزیں ہے تو اگر وہ زبان سے کچھ بھی نہ کہے اس کی خاموشی ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ومنظور ہے۔

اللہ تعالیٰ دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے:

اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دولت مندی یا شکل وصورت نہیں بلکہ دلوں کے خلوص اور اچھے اور نیک کردار کے معیار کی مقبولیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص نیت اور کردار کی اچھائی پر عیاں ہوتی ہے۔ ریاکاری اور دکھلاوے کیلئے چاہے کوئی جتنا مرضی خرچ کردے اس کی قبولیت نہیں ہوگی۔ اس کے برعکس اگر کوئی انسان خلوص دل سے صرف اللہ کی خوشنودی کیلئے صرف ایک روپیہ بھی خرچ کردے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوجائے گی۔

((عن ابی هزيره قال قال رسول الله ﷺ ان الله لا ينظر الى صوركم و اموالكم ولكن ينظر الى قلوبكم واعمالكم))(صحيح مسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتا، لیکن تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کو دیکھتا ہے۔''

اخلاصِ عمل کا اثر:

((عن ابی سعيد الخذری قال قال رسول الله ﷺ لو ان رجلاً عمل عملا فی صخرة لا باب لها و لا كوة خرج عمله الى الناس كائنا ما كان))

''حضرت ابوسعید خذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کوئی شخص کسی ایسے بڑے پتھر کے اندر کوئی کام کرے کہ جس میں نہ تو کوئی دروازہ ہو اور نہ کوئی روشن دان تو اس کا وہ عمل لوگوں میں مشہور ہوجائے گا خواہ وہ عمل کسی طرح کا ہو۔''

حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ اچھے کام خواہ دوسروں سے چھپ کر ہی کیے جائیں اور انہیں لوگوں سے چھپانے کی کوشش کی جارہی ہو تو اللہ تعالیٰ تنہائی میں کیے گئے اچھے اعمال کو بھی لوگوں پر ظاہر کردیتا ہے تاکہ دوسرے لوگ اچھے اور نیک کاموں کی طرف راغب ہوں۔

اجر بمطابق نیت ملے گا:

حضرت ابوعبادہ کی حدیث میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

Marfat.com

''جس نے جہاد کیا اور اس کی نیت صرف اونٹ باندھنے کی تھی تو اس کیلئے وہی ہے جو اس نے نیت کی۔''

نیت کا ثواب بہرصورت ملتا ہے:

((وعن ابی یزید معن بن یزید ابن الاخنس وهو وابوه وجده صحابیون، قال : کان ابی یزید اخرج دنانیر یتصدق بها فوضعها عند رجل فی المسجد فجئت فاخذتها فاتیته بها ، فقال والله ما ایاك اردت ، فخاصمة الی رسول الله ﷺ فقال لك مانویت یایزید ولك ما اخذت یا معن))(صحیح بخاری)

''حضرت معن بن یزید بن اخنس روایت کرتے ہیں (معن، اس کا باپ، دادا سب صحابی ہیں) کہ میرے باپ سے یزید نے کچھ دینار صدقہ کرنے کیلئے نکالے اور مسجد میں ایک آدمی کو دے آئے۔ چنانچہ میں نے اس سے لئے اور اپنے والد کے پاس لے آیا۔ والد نے کہا: بخدا! میں نے تجھے دینے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ پس ہم یہ جھگڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے یزید! تجھے تیری نیت کا ثواب ملا اور اے معن! جو مال تم نے لیا وہ تمہارا ہے۔''

مجاہد اور اس کی نیت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''جہاد کرنیوالے اپنی اپنی نیتوں کے مطابق جہاد کرتے ہیں۔''

آدمی اپنی نیت کے مطابق اٹھے گا:

حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''جو آدمی جس مرتبہ پر مرا اس پر اٹھے گا۔''

خلوص دل سے کیا ہوا عمل کم نہیں ہوتا:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تقویٰ کے ساتھ ساتھ عمل کم نہیں ہوا کرتا اور جو عمل قبول کر لیا جائے وہ کم کیسے ہو سکتا ہے۔؟''

مومن اور منافق ...... خلوص نیت اور بدن:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مومن وہ ہے جس کی نیت بہت خوب، تیز اور قوی ہو اور اس کی بدنی قوت کمزور ہو اور منافق وہ ہے جس کی نیت کمزور ہو اور اس کی بدنی قوت خوب ہو۔''

عمل میں حسن نیت:

حضرت یحییٰ بن کثیر نے فرمایا:

Marfat.com

"عمل میں حسن نیت، عمل سے بھی زیادہ باعث رسائی ہے۔"

خلوص نیت بہت مشقت طلب کام ہے:

حضرت یوسف بن اسباط کہتے ہیں:

"نیت کو بگاڑ سے صاف و خالص کرنا عبادت گزاروں پر طویل ریاضت سے زیادہ مشقت کی بات ہے۔"

عمل میں خلوص پیدا کرنا عمل کرنے سے بھی زیادہ مشکل کام ہے:

منصور کہتے ہیں:

"عمل پر مداومت رکھنا، حتیٰ کہ خلوص ہو جائے یہ عمل سے بھی شدید تر کام ہے"۔

عمل ظاہر کچھ نہیں......سب کچھ نیت ہے:

حضرت سفیان ثوری کہتے ہیں:

"میں اپنے ظاہر ہونے والے عمل کی طرف التفات نہیں کرتا۔"

☆☆☆

فصل نمبر 15:

اسلامی معاشرہ اور اس کا طرز حیات

انسان، معاشرہ اور اسلام:

انسان ایک معاشرتی حیوان ہے اور ہمیشہ سے ہی انسان ایک دوسرے کا محتاج رہا ہے اور جماعتی زندگی کا ضرورت مند ہے۔ بغیر اجتماعیت کے انسان کا زندگی بسر کرنا ممکن نہیں ہے۔ انسان پیدا ہونے سے لے کر مرنے تک معاشرے کا محتاج ہے۔ اگر تھوڑا سا تدبر اور غور و فکر کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ انسان کی زندگی دوسروں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اسلام نے انسان کو مکمل ضابطہ حیات عطا فرمایا ہے۔ اسلام انتہائی مضبوط نظام معاشرت رکھتا ہے۔ اسلام کے قوانین اور قواعد و ضوابط مستقل ہیں۔ اسلامی نظام معاشرت میں ایسی جامعیت اور ہمہ گیریت ہے کہ زندگی کے ہر قسم کے شعبوں کی سرگرمیاں اس میں آجاتی ہیں۔ اسلامی قوانین دینوی اور دنیاوی زندگی دونوں پر حاوی ہے۔ اسلام انسان کے اندر احساس ذمہ داری پیدا کرتا ہے اور اس میں یہ احساس بیدار کرتا ہے کہ وہ اپنی عارضی زندگی میں جو اعمال بھی سر انجام دیتا ہے ان کا اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہے۔ ہر فرد اللہ کے حضور اپنے معاملات کا انفرادی طور پر جواب دہ ہوگا۔ اسی طرح معاشرت کے اندر بھی انسان کو تحفظ اور نشو و ارتقاء کا پورا پورا موقع فراہم ہونا چاہیے۔

Marfat.com

اسلامی نظام معاشرت کی مختلف صورتیں

اب ہم یہ جانیں گے کہ اسلام نے کون سے ایسے اصول اور طریقے مقرر کیے ہیں جو معاشرے میں اتحاد و یگانگت پیدا کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں اسلام نے چند ایک درج ذیل مستقل ادارے قائم کیے ہیں:

1: خاندان۔ 2: رشتہ دار۔

3: محلہ۔ 4: مسجد۔

5: نظام تعلیم (مدارس، سکولز اور یونیورسٹیز)

خاندان:

خاندان انسانی معاشرے کا پہلا بنیادی ادارہ ہے۔ اسلام کے معاشرتی نظام میں خاندان بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ خاندانوں کی بنیاد ایک مرد اور عورت کی باہم رفاقت سے پڑتی ہے۔ اسلام میں ''نکاح'' کے ذریعے مرد و عورت کی مستقل رفاقت وجود میں آتی ہے۔ نکاح کے ذریعے انسان ایک ایسے رشتے سے منسلک ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اس پر اہم اور بھاری ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں۔ مرد و عورت کے باہم ملاپ سے ایک نئی نسل وجود میں آتی ہے۔ مرد اس کا نگران ہوتا ہے اور اپنے خاندان کی دنیاوی ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہوتا ہے اور اس کی بیوی گھر کا نظام چلاتی ہے۔ اس طرح دونوں میاں بیوی باہمی تعاون سے اپنی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرتے ہیں۔ خاندان ایک ایسا ادارہ ہے جس میں ہر نسل اپنے بعد میں آنے والی نسل کو معاشرتی خدمات کیلئے انتہائی محبت، ایثار اور بھلائی کے ساتھ تیار کرتی ہے۔

رشتہ داری:

خاندان کے بعد رشتہ داری کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ والدین، بہن بھائی کا دیگر خاندان کے افراد سے تعلق رشتہ داری کہلاتا ہے۔ اسلام ان سب میں ہمدردی، باہمی تعاون اور غم گساری دکھانا چاہتا ہے۔ قرآن مجید میں بار بار دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ صلہ رحمی کی خاص طور پر تاکید کی گئی ہے۔ جس کسی کا جو حق بنتا ہے اس کو ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسلام صرف جائز اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے کا تعاون کرنے کو کہتا ہے۔ اسلام کے خلاف یا ناجائز امور میں کسی بھی قسم کی معاونت کرنے کی ممانعت ہے۔

محلہ:

رشتہ داری کے بعد ہمسائیگی ہے۔ ہمسایہ کی تین قسمیں ہیں:

1: رشتہ دار ہمسایہ۔ 2: اجنبی ہمسایہ۔ 3: عارضی ہمسایہ۔

ان سب کے ساتھ ہمدردی اور اچھا برتاؤ ان کا حق ہے۔ اگر کوئی ہمسایہ کے علاوہ رشتہ دار بھی ہو تو وہ زیادہ حقدار ہے بنسبت کسی دوسرے کے۔ اس کے بعد مسلمان ہمسایہ کے حقوق ہیں۔ پھر اجنبی ہمسایہ کے۔ ہمسایوں کے حقوق

Marfat.com

کے سلسلے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مجھے ہمسایہ کے حقوق کی اتنی زیادہ تاکید کی گئی کہ میں خیال کرنے لگا کہ ہمسائے کو بھی وراثت میں حصہ دار بنا دیا جائے گا۔"

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا:

"وہ شخص مومن نہیں جس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو۔"

اسلام ہمسایوں کے ساتھ ایسے تعلقات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ ایک دوسرے پر بھروسہ کریں اور عزت و آبرو اور جان و مال کو محفوظ سمجھیں۔ ہر محلہ معاشرے کا ایک موثر اور فعال جزو ہے۔

مسجد:

نظام معاشرت کو استوار کرنے کیلئے مسجد کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہ ایسا مستقل ادارہ ہے جس سے اسلام کے معاشرتی پروگرام کی کامیابی یقینی ہے۔ مطلوبہ نتائج پوری طرح حاصل کرنے کیلئے مساجد صحیح تنظیم کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

نظام تعلیم:

اسلامی نظام معاشرت میں نظام تعلیم ایک اہم ستون ہے۔ معاشرے کو سنوارنے اور اسلامی اقدار کی حفاظت کرنے میں تعلیم بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ تعلیم سے ہی انسان کو اچھے برے کی پہچان ہوتی ہے۔ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت کیلئے ضروری ہے۔ علم حاصل کرنا ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ اس لئے ایسا نظام تعلیم ہونا چاہیے جو ہر ایک کو یکساں علم فراہم کرے۔ امیر غریب کی تمیز کیے بغیر علم حاصل کرنے کے ایسے مواقع ہونے چاہئیں کہ جس سے ہر کوئی آسانی سے استفادہ کر سکے۔

اسلامی معاشرہ کی بنیادیں

اسلامی معاشرے کی درج ذیل بنیادیں ہیں:

1: مساوات۔
2: اخوت و بھائی چارہ۔
3: بھلائی و خیر خواہی۔
4: احساس ذمہ داری۔
5: اپنے لیے جو پسند ہو وہی دوسرے مسلمان کے لیے پسند کرنا۔
6: ظلم و زیادتی نہ کرنا۔
7: آپس میں رحمدلی اختیار کرنا۔
8: مسلمان بھائی کا دفاع کرنا۔

ذیل میں قرآن مجید کی روشنی میں اسلام کے نظام معاشرت کی بنیادوں کا مطالعہ کیا جائے گا۔

Marfat.com

مساوات:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

((یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا))(سورۃ الحجرات : آیت نمبر 13)

"اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے تعارف کے لیے کنبے اور قبیلے بنا دیئے۔"

تمام بنی نوع انسان حضرت آدم وحوا علیہما السلام کی اولاد ہیں۔ سب کی بنیاد ایک ہی ہے۔ یہ خاندان اور قبائل محض پہچان کیلئے بنائے گئے کسی کو حسب نسب پر فخر نہیں کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ سب کا نسب حضرت آدم علیہ السلام سے ہی ملتا ہے۔

کوئی انسان دوسرے کو کمتر یا ذلیل نہ سمجھے اور اپنے نسب اور خاندان یا مال و دولت کی بنا پر فخر نہ کرے، کیونکہ یہ چیزیں دراصل تفاخر کی ہی نہیں۔ پھر اس تفاخر سے باہمی منافرت اور عداوت کی بنیادیں پڑتی ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہونے کی حیثیت سے بھائی بھائی ہیں اور خاندان اور قبائل یا مال و دولت کے اعتبار سے جو فرق اللہ نے رکھا ہے وہ تفاخر کیلئے نہیں بلکہ تعارف کیلئے ہے۔

مزید اللہ تعالیٰ سورت النساء میں فرماتا ہے:

((یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالاً کثیراً وّ نساء))(سورۃ النساء ، آیت 1)

"اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو! جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں۔"

اخوت و بھائی چارہ:

تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ دین کا یہی رشتہ اخوت تمام مسلمانوں میں وحدت پیدا کرتا ہے اور جب کبھی کوئی مسلمان بھائی کسی مصیبت، تکلیف یا دکھ درد میں مبتلا ہوتا ہے تو دوسرا مسلمان اسے اکیلا نہیں چھوڑتا، بلکہ اس کے دکھ درد میں شریک ہو کر رشتہ اخوت کی پاسداری کرتا ہے اور اسے کسی بھی معاملے میں اکیلا نہیں چھوڑتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((انما المؤمنون اخوۃ))(سورۃ الحجرات ، آیت 10)

"بے شک تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

جب مومن سب آپس میں بھائی بھائی ہیں تو ان سب کی اصل ایمان ہوئی۔ اس لئے اس اصل کی اہمیت کا تقاضا

Marfat.com

ہے کہ ایک ہی دین پر ایمان رکھنے والے آپس میں نہ لڑیں، بلکہ ایک دوسرے کے دست و بازو ہمدرد و غم گسار اور مونس و خیر خواہ بن کر رہیں اور کبھی غلط فہمی سے ان کے درمیان بغض اور نفرت پیدا ہو جائے تو اسے دور کر کے انہیں آپس میں دوبارہ جوڑ دیا جائے۔"

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا))

(سورۃ آل عمران، آیت 103)

"اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور پھوٹ نہ ڈالو۔"

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو انتہائی پاکیزہ رشتہ قرار دیا ہے اور امت مسلمہ کے افراد اور مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو خاص طور پر تاکید اور ہدایت فرمائی ہے کہ وہ سب ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھیں اور باہم بھلائی اور تعاون کرتے رہیں۔ دوسروں کی عزت کا خیال رکھا جائے۔ اسلام نے ایک دوسرے کے جو حقوق واضح کیے ہیں انہیں پورا کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔

تمام امت مسلمہ ایک عمارت کی مانند ہے کہ جس طرح اینٹیں آپس میں مل کر عمارت کی مضبوطی کا باعث بنتی ہیں۔ ایسے ہی مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق ہونا چاہیے اور باہم مل جل کر رہنا چاہیے۔ اگر کسی دوسرے مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کی تکلیف اور مصیبت کو دور کرنے کی کوشش کرے۔

((عن ابو موسیٰ قال قال رسول الله ﷺ المؤمن للمومن کالبنیان یشد بعضه بعضاً))

(صحیح مسلم شرح نووی، کتاب البر الصلہ والادب، جلد نمبر 6، صفحہ 220)

"حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن مومن کیلئے ایسا ہے جیسے عمارت میں ایک اینٹ دوسری اینٹ کو تھامے رہتی ہے۔ اسی طرح ایک مومن کو لازم ہے کہ دوسرے مومن کا مددگار رہے۔"

((عن النعمان ابن بشیر قال قال رسول الله ﷺ مثل المومنین فی توادهم وتراحمهم وتعاطفهم مثل الجسد اذا اشتکی منه عضو تداعی له سائر الجسد بالسهر والحمی))

(صحیح مسلم شرح نووی، جلد 6، صفحہ 221)

"حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومنوں کی مثال ان کی دوستی اور اتحاد اور شفقت میں ایسی ہے جیسے ایک بدن کی (سب مومن مل کر ایک قالب کی طرح ہیں) بدن میں سے جب کوئی عضو درد کرتا ہے تو سارا بدن اس میں شریک ہو جاتا ہے، نیند نہیں آتی اور بخار ہو جاتا ہے۔ (اسی طرح ایک مومن پر آفت آئے تو سب مومنوں کو بے چین ہونا چاہیے)۔"

Marfat.com

بھلائی اور خیر خواہی:

معاشرے کے اندر عام طور پر خیر خواہانہ، ایک دوسرے کی مدد، قربانی اور بھائی چارے کی فضا ہونی چاہیے۔ ہر انسان کی سوچ مثبت اور کردار کھرا ہونا چاہیے۔ حسد، ظلم، غیبت، دھوکے بازی اور ایک دوسرے پر الزام تراشی لگانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنا چاہیے۔

اللہ رب العزت قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

((واحسن کما احسن الله الیك و لا تبغ الفساد فی الارض))

(سورۃ القصص، آیت 77)

''اور جیسا کہ اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی اچھا سلوک کر اور ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو۔''

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((و لا تجسسوا و لا یغتب بعضکم بعضاً))(سورۃ الحجرات ، آیت 12)

''اور جاسوسی نہ کرو! اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔''

((عن ابی ہریرۃ قال قال رسول الله ﷺ حق المسلم علی المسلم خمس رد السلام و عبادۃ المریض و اتباع الجنائز و اجابۃ الدعوۃ و تشمیت العاطس))(صحیح بخاری و مسلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک مسلم کے دوسرے مسلم پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا اور چھینک آنے پر ''یرحمك الله'' کہنا۔''

مندرجہ بالا احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ روزمرہ کے معاملات زندگی میں پانچ باتیں ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے مسلمانوں کا آپس میں تعلق ظاہر ہوتا ہے اور ان کو پورا کرنے سے تعلق مضبوط ہوتا ہے۔ اسلامی نظام معاشرت کو پروان چڑھانے کیلئے اخوت و بھائی چارے کے رشتے کو مضبوط رکھنا چاہیے اور اس کیلئے اسلامی اصولوں کی پابندی از حد ضروری ہے۔

احساس ذمہ داری:

مسلمان کیلئے جس طرح نیکی کو (عام کرنا) اور برائی (کو ختم کرنے کی کوشش کرنا) انفرادی طور پر انجام دینا ضروری قرار دیا گیا ہے اسی طرح اسلام اس کے اندر اجتماعی طور پر بھی احساس ذمہ داری پیدا کرتا ہے کہ وہ نیکی کو پھیلانے والا اور برائی کو ختم کرنے والا اور معاشرے کے اندر ایک دوسرے کی مدد کرنے والا بن جائے۔ ہر شخص اپنے تئیں ذمہ داری کا جواب دہ ہے اور قیامت کے روز جو اس کی ذمہ داری ہے اس کے متعلق ضرور باز پرس ہوگی۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف و ينهون عن المنكر ، واولئك هم المفلحون))

(سورۃ آل عمران، آیت 104)

"تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے۔ اور یقیناً یہی لوگ فلاح و نجات پانے والے ہیں۔"

ظلم و زیادتی کی ممانعت:

((عن ابن عمر ان رسول الله ﷺ قال المسلم اخو المسلم لا يظلمه و لا يسلمه ومن كان في حاجة اخيه كان الله في حاجته ومن فرج عن مسلم كربة فرج الله عن كربة من كربات يوم القيمة ومن ستر مسلماً ستره الله يوم القيمة))(صحيح بخارى و مسلم)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے (اس لئے) نہ تو خود اس پر ظلم و زیادتی کرے، نہ دوسروں کا نشانہ ظلم بننے کیلئے اسے بے مدد چھوڑے۔ (دوسروں کے ظلم سے بچانے کیلئے اس کی مدد کرے) اور جو کوئی اپنے ضرورت مند بھائی کی حاجت پوری کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرے گا اور جو کسی مسلمان کو کسی تکلیف اور مصیبت سے نجات دلائے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کی کسی مصیبت اور پریشانی سے نجات عطا فرمائے گا اور جو کوئی مسلمان کی پردہ داری کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ داری کرے گا۔"

مسلمان بھائی کا دفاع کرنا:

ایک مومن کو چاہیے کہ اگر وہ دوسرے مسلمان میں نامناسب بات دیکھے یا محسوس کرے کہ کسی معاملے میں اس کی اصلاح کرنا چاہیے تو پورے خلوص کے ساتھ اس کی اصلاح کرنی چاہیے اور اس کی نامناسب باتوں کو اس پر واضح کر دینا چاہیے اور جس طرح اپنی کسی عزیز ترین چیز کی حفاظت کرتا ہے۔ اسی طرح اپنے مسلمان بھائی کی بھی حفاظت و نگرانی کرنی چاہیے۔

((عن ابى هريرة قال قال رسول الله ﷺ المؤمن مرأة المؤمن و المؤمن اخو المؤمن يكف عنه ضيعته ويحوطه من ورائه))

(سنن ابی داؤد و الترمذی)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مومن

Marfat.com

دوسرے کا آئینہ ہے اور ایک مومن ایک دوسرے مومن کا بھائی ہے۔اس کے ضرر کو اس سے دفع کرتا ہے اور اس کے پیچھے اس کی پاسبانی و نگرانی کرتا ہے۔"

رحمدلی:

((عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ الراحمون یرحمون الرحمن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء))

(سنن ابی داؤد والترمذی)

"حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اللہ کی مخلوق پر) رحم کھانیوالوں اور (ان کے ساتھ) ترحم کا معاملہ کرنے والوں پر اللہ رحمٰن کی خاص رحمت ہوگی۔تم زمین والی مخلوق کے ساتھ رحم کا معاملہ کرو، آسمان والا تم پر رحمت فرمائے گا۔"

انسان کا چونکہ تمام مخلوق کے ساتھ واسطہ پڑتا رہتا ہے تو اس حدیث میں بڑے اچھے اور موثر انداز میں دوسروں پر رحم کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔جو دوسروں پر رحم کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس پر اپنی خاص رحمت فرمادے گا۔اسی لئے انسان کو چاہیے کہ وہ تمام مخلوق کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرے تاکہ اللہ تعالیٰ بھی اس کے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

جو اپنے لیے پسند ہو وہی دوسرے مسلمان کے لیے پسند کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالیشان ہے:

((لایؤمن احدکم حتیٰ یحب لاخیہ مایحب لنفسہ))

"تم میں سے کوئی اس وقت تک حقیقی مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ جو چیز اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی اپنے مسلمان بھائی کے لیے پسند نہ کرے۔"

☆☆☆

فصل نمبر 16:

صلہ رحمی قرآن واحادیث کی روشنی میں

صلہ رحمی کا حکم

صلہ رحمی لغوی مفہوم:

"صلہ" کا لفظ وصال سے ماخوذ ہے جس کے معانی ہیں: جوڑنا، پیوست کرنا۔

Marfat.com

اصطلاحی مفہوم:

صلہ رحمی سے مراد والدین کے علاوہ دیگر قرابت داروں کے ساتھ تعلق رکھنا، حسن سلوک سے پیش آنا اور حقوق کی ادائیگی ہے۔

اس وقت کا المیہ:

آج اگر ہم اپنے اردگرد کے حالات و واقعات پر نگاہ دوڑائیں تو ہمیں صلہ رحمی کا بڑا فقدان نظر آتا ہے۔ اولاد والدین کی نافرمانی کرتی ہے اور عزیز و اقارب ایک دوسرے سے ناراض ہیں۔ ہر کوئی خواہ غیر ہو یا رشتہ دار دوسروں کے حقوق غصب کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کا سبب اسلامی احکامات سے دوری اور قرآن و سنت سے لاتعلقی ہے۔ اسی سبب کی وجہ سے آج ہم معاشرے میں گوناگوں مسائل کا شکار ہیں۔ آج بھی اگر ہم اسلامی احکامات کو اپنا شعار بنا لیں اور لالچ اور ہوس کو چھوڑ کر احکامات صلہ رحمی پر عمل پیرا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ رحمت و عنایت ہم پر سایہ فگن ہو جائے گا۔

صلہ رحمی اور شریعت اسلامیہ:

حقوق العباد میں عزیز و اقارب کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ قرآن مجید میں متعدد جگہوں پر صلہ رحمی کی خاص طور پر تاکید کی گئی ہے۔ سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وات ذا القربی حقه والمسكين وابن السبيل))

(سورۃ بنی اسرائیل، آیت 26)

"اور رشتے داروں کا مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو۔"

قرآن مجید کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ غریب رشتہ داروں، مسکینوں اور ضرورت مندوں کی مدد کرنا صاحب استطاعت پر فرض ہے۔ ایسے لوگوں کی مدد کر کے ان پر احسان نہیں جتلانا چاہیے، کیونکہ یہاں پر احسان نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال کا وہ حصہ ہے جو اس نے مالداروں کے مال میں ضرورت مندوں کیلئے مخصوص کیا ہے۔ عزیز و اقارب کے حقوق کی ادائیگی اور انکے ساتھ حسن سلوک کو "صلہ رحمی" کہا جاتا ہے۔ اسلام میں صلہ رحمی کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔

ہر رشتہ دار کا حق ادا کیا جائے جو کم سے کم ان کے ساتھ حسن معاشرت اور عمدہ سلوک ہے اور اگر وہ حاجت مند ہوں تو ان کی مالی امداد بھی اپنی وسعت کے مطابق اس میں داخل ہے۔ اس آیت سے اتنی بات تو ثابت ہوگئی کہ ہر شخص پر اس کے عام رشتے دار عزیزوں کا بھی حق ہے۔ وہ کیا اور کتنا ہے اس کی تفصیل مذکور نہیں مگر عام صلہ رحمی اور حسن معاشرت کا دخل اس مین واضح ہے۔

Marfat.com

حقوق کی ادائیگی:

سورۃ الروم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فات ذا القربی حقه والمسکین وابن السبیل ذلك خیر للذین یریدون وجه الله واولئك هم المفلحون))

(سورۃ الروم، آیت 38)

''پس قرابت دار کو، مسکین کو، مسافر کو، ہر ایک کو اس کا حق دیجئے! یہ ان کیلئے بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے طالب ہوں، ایسے ہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔''

اقرباء سے صلہ رحمی:

اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کیلئے مال وزر کی محبت اور ذاتی ضروریات اور خواہشات کے باوجود عزیز واقارب کی مدد کرنا اور ان کی حاجات کو پورا کرنا ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ اس سلسلے میں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لیس البران تولوا وجوهکم قبل المشرق والمغرب ولکن البرمن امن بالله والیوم الاخر والملئکة والکتب والنبین واتی المال علی حبه ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰة واتی الزکوٰة والموفون بعهدهم اذا عهدوا والصبرین فی الباسآء والضرآء و حین البأس اولئك الذین صدقوا واولئك هم المتقون))(سورۃ البقرہ، آیت 177)

''نیکی یہ نہیں کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لئے یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ کو اور یوم آخرت اور ملائکہ کو اور اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں اور اس کے پیغمبروں کو دل سے مانے اور اللہ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتے داروں اور یتیموں پر، مسکینوں اور مسافروں پر، مدد کیلئے ہاتھ پھیلانے والوں پر اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے۔ نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور نیک وہ لوگ ہیں کہ جب عہد کریں، تو وفا کریں اور تنگی اور مصیبت کے وقت میں اور حق وباطل کی جنگ میں صبر کریں، یہ ہیں راست باز لوگ اور یہی متقی ہیں۔''

اقرباء سے صلہ رحمی کی وجہ سے نفس انسانی میں مروّت پیدا ہوتی ہے، خاندان میں شرافت کا چلن فروغ پاتا ہے اور اقربا کے درمیان تعلقات زیادہ قوی ہو جاتے ہیں، اسلامی معاشرے کی اساس خاندان پر ہے، اس لئے یہاں انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعہ خاندانی نظام کو مضبوط کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ پھر یتیموں کی مالی امداد کا حکم ہے۔ اس کا اصل مقصد معاشرہ، امیر وغریب، طاقتور اور کمزور کے درمیان نظام کفالت کا قیام ہے۔

Marfat.com

والدین کے حقوق کی ادائیگی کے بعد جو سب سے زیادہ مستحق اور حقدار ہیں وہ عزیز و اقرباء ہیں۔ والدین کے بعد انہی کا حق ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ قرآن مجید نے بھی والدین کی اطاعت کا ذکر کر کے اس کی اہمیت کو واضح کر دیا ہے۔ اس کے بعد رشتے داروں، مسکینوں اور یتیموں کے ساتھ حسن سلوک کی خصوصی تاکید اور اچھی گفتار کا حکم دیا ہے۔ اسی سے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((وبالو الذین احسانا وذی القربی والیتمی والمسکین وقولو اللناس حسنا))

(سورۃ البقرہ، آیت 83)

"اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، قرابت داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ اور لوگوں کو اچھی باتیں کہنا۔"

مالِ غنیمت میں اقرباء کا حق:

دین اسلام نے عزیز و اقارب کے ساتھ تعلقات کا یہاں تک خیال رکھا ہے کہ مال غنیمت میں سے ان کا حق مقرر کر دیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی قریبی لوگوں کا مال غنیمت میں سے حصہ رکھ کر اس کی مثال پیش کی ہے اور قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

((واعلموا انما غنمتم من شیء فان اللہ خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل))

(سورۃ الانفال، آیت 41)

"اور جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں کا اور مسافروں کا۔"

اقرباء اور حق وراثت:

شریعت اسلامی نے میراث میں اقرباء کے حصے ان کے رشتے کی نوعیت کے لحاظ سے واضح طور پر مقرر کر رکھے ہیں۔ قرابت داروں کی میراث میں وراثت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

((واولو الارحام بعضھم اولی ببعض فی کتب اللہ من المومنین والمھجرین))(سورۃ الاحزاب، آیت 6)

"اور رشتے دار کتاب اللہ کی رو سے بہ نسبت دوسرے مومنوں اور مہاجروں کے آپس میں زیادہ حق دار ہیں۔"

رشتہ دار کتاب اللہ (حکم شرعی) میں ایک دوسرے سے (میراث کا) زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔ بہ نسبت دوسرے مومنین اور مہاجرین کے مگر یہ کہ تم اپنے ان دوستوں سے (بطور وصیت کے) کچھ سلوک کرنا چاہو تو وہ جائز ہے۔ یہ بات لوح محفوظ میں لکھی جا چکی ہے (کہ ابتداء ہجرت میں ایمانی اخوت کی بناء پر مہاجرین کو انصار کی میراث کا حقدار بنا

Marfat.com

دیا گیا تھا) مگر بالآخر تقسیم میراث رشتہ داری اور ارحام کی بنیاد پر رہے گی۔

مندرجہ بالا آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل قرابت کی حاجات وضروریات کو پورا کرنا محض لفظی ہمدردی نہیں ہونی چاہیے، بلکہ مکمل طور پر مال و دولت کے ذریعے سے ان کی ہمدردی کی جائے۔ معاشرے کے اندر جو ناہمواری پائی جاتی ہے اس کو ختم کرنے کیلئے مالی امداد کا آغاز دوسروں کی نسبت اپنے عزیز وا قارب اور پڑوسیوں سے کیا جائے تو یہ عمل زیادہ مفید ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا قرابت (رحم) سے وعدہ:

((عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ الرحم شجنة من الرحمن قال الله تعالیٰ من وصلك وصلته و من قطعك قطعته))

(صحیح بخاری)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم (حق قرابت) مشتق ہے رحمٰن سے (اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ایک شاخ ہے اور اسی نسبت سے) اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: جو تجھے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اس کو توڑوں گا۔"

رحم کے رشتوں کی اہمیت:

((عن عبد الرحمن بن عوف قال سمعت رسول الله ﷺ يقول قال الله تبارك و تعالیٰ انا الله و انا الرحمن خلقت الرحم و شققت لها من اسمی فمن وصلها وصلته و من قطعها بتته))(سنن ابی داؤد)

"حضرت عبدالرحمٰن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں اللہ ہوں۔ میں الرحمٰن ہوں۔ میں نے رشتہ قرابت کو پیدا کیا ہے اور اپنے نام رحمٰن کے مادہ سے نکال کر اس کو رحم کا نام دیا ہے، پس جو اسے جوڑے گا، میں اس کو جوڑوں گا اور جو اس کو توڑے گا میں اس کو توڑوں گا۔"

عمر اور رزق میں برکت کا سبب:

((عن انس قال قال رسول الله ﷺ من احب ان يبسط له في رزقه وينسأله في اثره فليصل رحمه))(صحیح بخاری و مسلم)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کوئی یہ چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی اور کشادگی ہو اور دنیا میں اس کے آثار قدم تادیر رہیں (عمر دراز ہو) تو وہ (اہل قرابت کے ساتھ) صلہ رحمی کرے۔"

Marfat.com

قطع رحمی کی ممانعت

قطع تعلق اور دین اسلام:

دین اسلام میں قطع تعلقی سے منع فرمایا گیا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے عزیز و اقارب دوستوں اور ضرورت مندوں کے تعلقات بڑھائے نہ کہ ان کے ساتھ تعلقات ختم کرنے کی کوشش کرے، حسن خلق بھی یہی ہے کہ قطع تعلق کرنے والوں سے تعلقات جوڑے جائیں، جو نہ دے اس کو دیا جائے اور قصوروار کو معارف کر دیا جائے۔

قاطع رحم جنت میں نہیں جائے گا:

مندرجہ بالا آیات و احادیث کا مطالعہ کرنے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ صلہ رحمی کی اہمیت اور فضیلت کتنی ہے۔ اب قطع رحمی کے سلسلے میں احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں کہ قطعی رحمی کس قدر گناہ کا کام ہے۔ قطع رحمی کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے بھی سخت ناپسند کیا ہے۔ قطع تعلقی کرنے والوں کیلئے جنت کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے تاوقتیکہ ایک دوسرے کو معاف کر دیا جائے۔

((عن جبیر بن مطعم قال قال رسول الله ﷺ لایدخل الجنة قاطع))(صحیح بخاری و مسلم)

"حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قطع رحمی کرنے والا (رشتہ داروں اور اہل قرابت کے ساتھ برا سلوک کرنے والا) جنت میں نہ جا سکے گا۔"

قاطع رحم کے ساتھ تعلق جوڑا جائے:

خاندانی زندگی میں اکثر و بیشتر ایسے حالات ہو جاتے ہیں کہ ایک آدمی رشتہ داروں اور اہل قرابت کے حقوق سلب کر لیتا ہے، ان کے ساتھ برے سلوک سے پیش آتا ہے۔ یہاں تک کہ آپس میں تعلقات ختم کرنے کی نوبت آ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ چیز سخت ناپسندیدہ ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ایسے لوگوں کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی جائے۔"

حقیقی صلہ رحمی کرنے والا:

((عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ لیس الواصل بالمکافی ولکن الوصل الذی اذا قطعت رحمه وصلها))(صحیح بخاری)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی صلۂ رحمی کا حق ادا نہیں کرتا جو (صلہ رحمی کرنے والے اپنے اقرباء کے ساتھ) بدلہ کے طور پر صلہ رحمی کرتا ہے۔ صلہ رحمی کا حق ادا کرنیوالا دراصل وہ ہے جو اس حالت میں بھی صلہ رحمی (اور قرابت داروں کا حق ادا

Marfat.com

کرے) جب وہ اس کے ساتھ قطع رحمی (حق تلفی) کا معاملہ کریں۔"

تین دن سے زیادہ قطع تعلقی جائز نہیں:

تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ وہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ تعلقات منقطع کرے۔ اگر تین دن کے بعد بھی قطع تعلقی ختم نہ ہوئی اور اسی حالت میں مرجائے تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔

صحیحین میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لایحل للرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلاث لیال یلتقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا و خیر ھما الذی یبدأ بالسلام))

"کسی شخص کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرے اور جب دونوں کا آمنا سامنا ہو تو ایک ادھر کو منہ پھیر لے اور دوسرا ادھر کو اور دونوں میں بہتر ہے وہ جو سلام میں پہل کرے۔"

حقوق کی ادائیگی کے دو طریقے:

قرآن مجید کی آیات اور احادیث نبوی سے واضح ہو گیا کہ عزیز واقارب، دوست احباب، یتیموں مسکینوں اور ضرورت مندوں کے حقوق ادا کیے جائیں اور ان کے ساتھ اچھے معاملات کیے جائیں۔ اس کے دو بڑے طریقے ہیں:

1: حاجت مندوں کی حاجت روائی کی جائے۔

2: ان سے حسن سلوک سے پیش آیا جائے اور ان کی تعظیم وتکریم کی جائے۔

☆☆☆

فصل نمبر 17:

اسماء الحسنیٰ کی فضیلت واہمیت

لغوی معنی:

"الاسماء الحسنیٰ" کا معنی ہے: "انتہائی اچھے نام"

اصطلاحی معنی:

"الاسماء الحسنیٰ" سے مراد اللہ تبارک وتعالیٰ کے نام ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کو جس پہلو سے بھی دیکھا جائے ان میں حسن ہی حسن نظر آئے گا۔

Marfat.com

اچھے ناموں سے مراد وہ جو صفات کمال کے اعلیٰ درجہ پر دلالت کرنے والے ہیں اور ظاہر ہے کہ کسی کمال کا اعلیٰ درجہ جس سے اوپر کوئی درجہ نہ ہو سکے وہ صرف خالق کائنات جل وعلا شانہ ہی کو حاصل ہے۔ اس کے علاوہ کسی مخلوق کو یہ مقام حاصل نہیں ہو سکتا، کیونکہ ہر کامل سے دوسرا شخص اکمل اور فاضل سے افضل ہو سکتا ہے۔ آیت مبارکہ: ''فوق کل ذی علم علیم'' (ہر علم والے سے بڑھ کر ایک علم والا ہوتا ہے) کا یہی مطلب ہے کہ ہر ذی علم سے بڑھ کر کوئی دوسرا علم والا ہو سکتا ہے۔

اسماء الحسنٰی اور حق عبودیت:

حق عبودیت کے ادا کرنے سے پہلے انسان کیلئے خدائے قدوس وحدہ لاشریک سے صحیح معرفت یعنی اصلی اور سچی پہچان ضروری ہے۔ ورنہ دروازہ الٰہی کی پوری شناخت نہ ہونے کے باعث خطرہ ہے کہ ہدیہ عبودیت بارگاہ الٰہی میں پیش کرنے کی بجائے غیر اللہ کے دروازہ پر جائے۔ ساری عمر سرنیاز جھکائے پھر بھی خسارۂ دنیا و آخرت اٹھا کر دنیا سے رخصت کیا جائے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے جلالی و جمالی اسماء حسنٰی کی فہرست اُسے سنا دی جاتی ہے تا کہ خدائے قدوس وحدہ لا شریک لہ کو صحیح طور پر پہچان لے۔

اللہ تعالیٰ کو بس اسماء الحسنی سے ہی یاد کیا جائے:

سورۃ اعراف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وللّٰہ الا سمآ ء الحسنی فادعوہ بھا و ذروا الذین یلحدون فی اسمائہ سیجزون ما کانوا یعملون))(سورئہ اعراف، آیت 180)

''اور اللہ کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں، تو اس کو ان ناموں سے پکارا کرو اور جو لوگ اس کے ناموں میں کجی (اختیار) کرتے ہیں ان کو چھوڑ دو، وہ جو کچھ کر رہے ہیں عنقریب اس کی سزا پائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ کی شان قدوسیت اور سبوحیت پر دلالت کرنیوالے بڑے پیارے پیارے اور منعی خیر نام ہیں۔ جب تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تو پیارے پیارے ناموں سے یاد کرو۔ اپنی طرف سے اس کیلئے نئے نئے نام نہ گھڑو کیونکہ تم اس کی رفعت شان کو نہیں پہنچ سکتے، مبادا تمہاری زبان سے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جو اس کی شان کے شایان نہ ہو اور پھر تمہیں لینے کے دینے پڑ جائیں۔

اللہ تعالیٰ کے سب نام اچھے ہیں:

سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایاما تدعوا فلہ الاسمآ ء الحسنی))

(سورۃ بنی اسرائیل، آیت 110)

''کہہ دو کہ اللہ کے نام سے پکارو یا رحمان کے نام سے، جس نام سے بھی پکارو سب اچھے نام اسی کے

Marfat.com

ہیں۔"

2: سورۃ طٰہٰ میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

((اللہ لا الہ الا ھو لہ الا سمآء الحسنی))(سورۃ طہ، آیت 8)

"اللہ ہی معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ تمام اچھی صفتیں اسی کیلئے ہیں۔"

اسماء الحسنٰی اور قرآن مجید:

1: اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

((ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو علم الغیب و الشھادۃ ھو الرحمن الرحیم ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلم المؤمن المھیمن العزیز الجبار المتکبر سبحٰن اللہ عما یشرکون ھو اللہ الخالق الباری المصور لہ الاسمآء الحسنیٰ یسبح لہ مافی السموت والارض وھو العزیز الحکیم))(سورۃ الحشر ، آیات 22,24)

"وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، غائب وحاضر کا جاننے والا (عالم الغیب والشہادہ)، وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ (الملک)، بکسر پاک (القدوس)، امن بخش (السلام)، امان دینے والا (مومن)، معتمد (المھیمن)، غالب (العزیز)، زور آور (الجبار)، صاحب کبریا (المتکبر)، اللہ پاک ہے ان چیزوں سے جن کو لوگ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ وہی اللہ ہے نقشہ بنانیوالا (الخالق)، وجود میں لانے والا (الباری)، صورت گری کرنے والا (المصور)، اسی کیلئے ساری اچھی صفتیں ہیں۔ اسی کی تسبیح کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔"

قرآن مجید فرقان حمید کی مندرجہ بالا آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ "اللہ" کے سوا اور بھی اللہ تعالیٰ کے بہت سارے نام ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو ان ناموں سے پکارا جا سکتا ہے اور وہ سارے کے سارے نام انتہائی خوبصورت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیشتر ناموں کا ذکر قرآن پاک میں مختلف مقامات پر آیات اور سورت کے موقع محل سے کیا ہے جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے ان ناموں کی اہمیت اور خصوصیت نمایاں ہوتی ہے۔

2: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((سبح للہ مافی السموت والارض وھو العزیز الحکیم لہ ملک السمٰوٰت والارض یحی و یمیت وھو علی کل شیء قدیر ھو الاول والاخر والظاھر الباطن وھو بکل شیء علیم))

(سورہ الحدید، آیات 3-1)

Marfat.com

"اللہ ہی کی تسبیح کرتی ہیں ساری چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔
آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے، وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔
وہی اول بھی ہے اور آخر بھی اور ظاہر بھی اور باطن بھی اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔"

اسماء الحسنیٰ کی اقسام

چار اقسام:

اللہ رب العالمین کے ناموں کی چار اقسام ہیں:

1: اسم ذات۔ 2: اسم صفات جمالی۔

3: اسم صفات جلالی۔ 4: مشترک۔

اسم ذات:

اللہ اور رب اللہ تعالیٰ کے اسم ذات ہیں۔

اسم صفات جمالی:

الرحمٰن، الرحیم، المومن، المھیمن، الرزاق، السلام، الغفار، الوہاب، الباری، الطیف، الحلیم، الفتاح وغیرہ۔

اسم صفات جلالی:

القہار، المتکبر، الجبار، القابض، الخافض، المنتقم، المعز، العدل وغیرہ۔

مشترک:

الملک، العزیز، العلیم، الرافع، البصیر، السمیع، العلیم، الحکیم وغیرہ

اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام:

((عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ ان للہ تسعة و تسعین اسماء مائة الا واحد من احصاھا دخل الجنة))(صحیح بخاری و مسلم

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ننانوے، ایک کم سو نام ہیں۔ جس نے ان کو محفوظ کیا اور ان کی نگہداشت کی وہ جنت میں جائے گا۔"

اسم اعظم:

((عن انس قال کنت جالساً مع النبی ﷺ فی المسجد و رجل یصلی فقال اللھم انی اسئلك بان لك الحمد لا الہ الا انت الحنان المنان بدیع السموات و الارض یا ذوالجلال و الاکرام یا حی یا قیوم اسئلك فقال النبی ﷺ دعا اللہ باسمه الا عظم

Marfat.com

الذی اذا دعی به اجاب و اذا سئل به اعطی))(سنن ترمذی و ابو داو د النسائی و ابن ماجه)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور ایک بندہ وہاں نماز پڑھ رہا تھا۔اس نے اپنی دعا میں عرض کیا: ''اے اللہ! میں تجھ سے اپنی حاجت مانگتا ہوں بوسیلہ اس کے کہ ساری حمد وستائش تیرے ہی لئے سزاوار ہے، کوئی معبود نہیں تیرے سوا۔تو نہایت مہربان اور بڑا محسن ہے۔زمین وآسمان کا پیدا فرمانے والا ہے، میں تجھ سے ہی مانگتا ہوں۔ اے ذوالجلال والاکرام! اے حی وقیوم۔!'' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس بندے نے اللہ کے اس اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا کی ہے کہ اس کے وسیلہ سے جب اللہ سے دعا کی جائے تو وہ قبول فرماتا ہے اور جب اس کے وسیلہ سے مانگا جائے تو عطا فرماتا ہے۔''

دو آیات اور اسم اعظم:

((عن اسماء بنت یزید ان النبی ﷺ قال اسم الله الا عظم فی هاتین الایتین و الهکم اله واحد لا اله الا هو الرحمٰن الرحیم و فاتحة ال عمران۔ الم الله لا اله الا هو الحی القیوم))

(سنن ترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی)

''حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسم اعظم ان دو آیتوں میں موجود ہے، پہلی: ''والهکم اله واحد لا اله الا هو الرحمن الرحم'' اور دوسری آل عمران کی ابتدائی آیت: ''الم الله لا اله الا هو الحی القیوم''

اسماء الٰہی کے فضائل

دعا کی قبولیت کا سبب:

اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تلاوت کرنے میں بڑی برکت ہے۔ان ناموں کے وسیلے سے جو دعا بھی کی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔ جب کوئی انسان کی مشکل اور پریشانی میں مبتلا ہو جائے یا ناگہانی مصائب کا شکار ہو جائے یا اس کی دعائیں قبول نہ ہوتی ہوں غرض ہر جائز ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیا کرو۔

خستہ حالی کو دور کرنے کا سبب:

مسلمانوں کی خستہ حالی کا واحد علاج اسماء اللہ تعالیٰ کا ورد ہے۔ ہر وقت اپنے اللہ کو یاد کرتے رہیں۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ یقیناً اپنا کرم فرمائے گا۔

سینے کا روشن ہونا:

انسان کو چاہیے کہ وہ اسماء الحسنیٰ کو زبانی یاد کرلے تاکہ آسانی سے ان کا ورد کر سکے اور سینہ ہر وقت ان اسماء الحسنیٰ کی

Marfat.com

خیر و برکت سے روشن رہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 18:

دعا...... فضیلت وثمرات

مادہ واصل:

”دعا کی جمع ادعیہ ہے اور یہ دعا، یدعو، دعاء ودعویٰ سے بنا ہے۔

لغوی معنی:

دعا بلانے، پکارنے، منسوب کرنے، عبادت کرنے اور مدد طلب کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

دعا کا اصطلاحی معنی:

لفظ دعا طلب وحاجات اور عبادات دونوں کو شامل ہے، نیز مطلق یاد کرنا بھی مراد ہے یعنی اسے یاد کرتے رہو۔ اس سے مانگو اور اسی کی عبادت کرو۔ لہٰذا دعا مانگنے کا ادب یہ ہے کہ بندے کی بات اپنے رب سے ہو اور محض لوگوں کو سنانے کیلئے موٹے موٹے جملے دہرا کر رسم پوری نہ کی جائے بلکہ خفیہ یعنی چپکے چپکے عاجزی اور تذلیل کے ساتھ دعا کی جائے اور یہی طریق عبادت سب سے بہتر ہے۔ جو عبادت پوشیدہ ہوسکتی ہے اسے ظاہر نہ کیا جائے کہ معاملہ بندے اور رب کے درمیان ہے۔ ورنہ ریا بن جائے گی۔

دعا عبادت ہے:

دعا کی حقیقت نیاز مندی ہے یعنی اپنی حاجت اور احتیاج کو پیش کرنا کہ اے اللہ! ہمیں یہ دے دے۔ آیات و احادیث دونوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دعا عین عبادت ہے، خواہ کسی قسم کی ہو۔ دینی ہو یا دینوی ہو مگر ناجائز امر کیلئے نہ ہو۔

ضرورت دعا:

کوئی انسان ایسا نہیں ہے کہ جسے صلاح وفلاح کی ضرورت نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے صلح وفلاح کے اسباب پیدا فرما دیئے کہ ضرورت مند ان سے مدد حاصل کریں۔ اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ کسی چیز کی قدر ومنزلت نہیں ہے جو انسان یہ چاہتا ہو کہ مصیبتوں اور پریشانیوں کے وقت اللہ تعالیٰ اس کی دعائیں قبول ومنظور فرمائے اسے چاہیے کہ وہ خوشحالی اور عیش کے وقت بکثرت دعا کیا کرے۔ دعا کے ذریعے انسان اور اللہ کے درمیان ایک تعلق پیدا ہوتا ہے۔ جب انسان اللہ کے حضور اپنے ہاتھ اٹھاتا ہے اور اللہ سے ہم کلام ہوتا ہے تو اسے اللہ کے ساتھ ایک خاص تعلق محسوس ہوگا۔

Marfat.com

دعا خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے:

دعا کیلئے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو پکارا جائے۔اس کے سوا کسی کے سامنے دعا نہ کی جائے۔دعا عبادت ہے جس کی حقدار صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات برحق ہے۔قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((له دعوة الحق والذين يدعون من دونه لايستجيبون لهم بشيء الا كباسط كفيه الى الماء ليبلغ فاه وما هو ببالغه وما دعاء الكفرين الا في ضلل))(سورئہ الرعد :آیت 14)

''حقیقی پکارنا تو صرف اسی کو پکارنا ہے۔وہ جن کو یہ اس کے سوا پکارتے ہیں تو وہ ان کی کوئی بھی دادرسی نہیں کر سکتے۔(ان کو پکارنا ایسا ہی ہے) کہ کوئی اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف بڑھائے کہ وہ اس کے منہ تک پہنچ جائے، حالانکہ وہ کسی طرح اس کے منہ تک پہنچنے والا نہیں۔ان کافروں کی فریاد محض صدا بصحرا ہو گی۔''

ہر قسم کی ضروریات وحاجات کو پورا کرنے کا اختیار صرف اور اللہ کے پاس ہے۔سب اسی کے محتاج اور ضرورت مند ہیں۔صرف وہی ذات ہے جو بندوں کی پکار کو سننے والی ہے۔اس کے سوا کوئی دوسرا نہیں جو بندوں کی دعا کو قبول کرے۔

دعا کے فضائل وفوائد

مغز عبادت:

دعا عبادت کا مغز ہے۔چھلکے کے اندر جو چیز ہوتی ہے اسے مغز کہا جاتا ہے۔اسی طرح دعا بھی عبادت کا مغز ہے۔حقیقی عبادت یہ ہے کہ انسان انتہائی عاجزی اور مکمل خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور پیش ہو، چونکہ دعا میں عاجزی سب سے زیادہ پائی جاتی ہے اس لئے دعا کو عبادت کا مغز کہا جاتا ہے۔

دعا ہر حال میں فائدہ مند ہے:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

''مومن ایمان اور یقین کے ساتھ جو بھی دعا اپنے پروردگار کے حضور کرتا ہے اس کی کوئی دعا رد نہیں ہوتی۔ اس کی ہر دعا پوری ہوتی ہے، مگر اس کے پورا ہونے کے انداز مختلف ہوتے ہیں۔بعض دفعہ بعینیہ دعا پوری ہو جاتی ہے، لیکن اس کے پورے ہونے کا وقت مقرر ہوتا ہے، جونہی مقررہ وقت آتا ہے وہ دعا پوری ہو جاتی ہے۔''

ہمارا حوصلہ بہت کم ہے۔ہم اسی انتظار میں ہوتے ہیں کہ جیسے ہی دعا کی جائے اسی وقت پوری ہو جائے۔حکم دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے ہمارا کام تو صرف اتنا ہے کہ ہم اس کے حضور درخواست پیش کریں، اپنی عرض اس کے سامنے رکھیں لیکن اللہ رب العزت مومن کی درخواست اور عرضی کو کبھی رد نہیں فرماتا۔جس طرح کوئی کم عمر بچہ ہاتھ میں چھری پکڑتا

Marfat.com

ہے تو اس کی ماں اسے چھری کی جگہ کوئی اور چیز پکڑا دیتی ہے جس سے کسی نقصان کا ڈر نہ ہو۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے:

”بعض دفعہ انسان ایسی دعائیں کرتا ہے جو اس کے حق میں بہتر نہیں ہوتیں۔ اللہ رب العالمین ایسی دعاؤں کو بدل کر دیتا ہیں اور جو انسان کیلئے بہتر ہو وہ عطا کر دیتا ہے۔“

انسان اس وہم میں رہتا ہے کہ جو دعا میں نے کی وہ تو پوری نہیں ہوئی۔ دعا پوری ہو جاتی ہے لیکن وہ جو کچھ طلب کر رہا ہے وہ اس کم سن بچے کی مانند اس کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے جس سے انسان واقف نہیں ہوتا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کی دعاؤں کو اس کی آخرت کیلئے جمع فرما دیتا ہے۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”روز محشر جب مخلوق جمع ہوگی اور اعمال تولے جا رہے ہوں گے تو ان میں چند لوگ ایسے بھی ہوں گے کہ جن کے اعمال کا جب وزن ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ٹھہرو! میرے پاس اس کی کچھ امانت محفوظ پڑی ہے جن کا فرشتوں کو بھی علم نہیں جو اعمال کے حساب کتاب میں نہیں ہے۔ ان کی وہ دعائیں جن کا دنیا میں اجر نہیں دیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی محفوظ کی ہوئی دعائیں ان کے اعمال نامہ میں رکھ دی جائیں گی۔ بڑے بڑے مستجاب الدعوات اس دن خواہش کریں گے کہ کاش! دنیا میں میری کوئی دعا پوری نہ ہوئی ہوتی اور آج وہ تمام دعائیں جمع ہو جاتیں۔“

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وقال ربکم ادعونی استجب لکم ان الذین یستکبرون عن عبادتی سید خلون جھنم دٰخرین))(سورۃ المومن، آیت 60)

”اور تمہارے رب کا ارشاد ہے کہ مجھ کو پکارو! میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ جو لوگ میری بندگی سے سرتابی کر رہے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں پڑیں گے۔“

اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا:

دعا خالص اللہ سے کی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق کی جائے تو یقیناً دعا قبول ہوتی ہے۔ محققین کے مطابق مومن کی دعا کبھی رد نہیں ہوتی۔ اول تو جسے مانگتا ہے مل جاتا، کبھی وقت میں تاخیر ہو جاتی ہے یا پھر وہ شے اس کے حق میں بہتر نہ ہو تو اللہ بہتر شے سے تبدیل کر دیتا ہے یا پھر اس کے ذخیرۂ آخرت میں رکھ دی جاتی ہے کہ روز محشر اجر پالے گا۔ نیز دعا میں یہ کیا کم ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے۔؟

تقدیر اور دعا:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تقدیر نہیں ٹل سکتی مگر دعا سے۔“

Marfat.com

محققین اس کے مطلب میں لکھتے ہیں کہ "تقدیرِ معلق" دعا سے تبدیل ہو جاتی ہے، یعنی انسان جو دعا کرے گا اس کا حکم اور فیصلہ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی دعا پر معلق رکھ دیا ہوتا ہے۔

بربادی سے بچاؤ:

انسان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کی بدولت انسان کو مصیبتوں اور پریشانیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ دعا کرنے والا مصائب اور حوادث سے بچا رہتا ہے۔

ابوابِ رحمت:

اللہ تعالیٰ کے حضور زیادہ سے زیادہ دعاؤں کا کرنا انسان کے لیے باعث رحمت ہے۔ جو لوگ زیادہ سے زیادہ دعاؤں میں مشغول رہتے ہیں ان کا تعلق اللہ سے مضبوط ہوتا ہے۔

معیت باری تعالیٰ:

جب انسان اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگتا ہے تو گویا وہ اللہ سے ہم کلام ہوتا ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

((وھو معکم اینما کنتم))

"اور وہ تمہارے ساتھ ہوتا جہاں کہیں تم ہوتے ہو۔"

دعا مومن کا ہتھیار ہے:

جس طرح انسان ہتھیار اور اسلحہ سے اپنا دفاع کرتا ہے ایسے ہی مومن کے دعا ہتھیار کی مانند ہے۔ دعا کے ذریعے سے انسان کی مصیبتیں اور تکلیفیں دور ہو جاتی ہیں اور آئندہ کیلئے اللہ تعالیٰ انسان کو ان سے حفاظت میں رکھتا ہے۔ دعا مومن کیلئے ایک ایسا خاموش ہتھیار ہے کہ وہ اس طرح محفوظ رہتا ہے کہ اسے بھی پتہ نہیں چلتا۔

طریقہ وآداب دعا

دونوں جہاں کے لیے اچھائی کا سوال:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بنی نوع انسان کو ایک جامع اور مکمل دعا تعلیم فرمائی۔ ایک ایسی دعا کہ جس میں سب سے پہلے تو تمام جہانوں کے مالک کی تعریف بیان کی جائے، اس کی عبودیت کا اقرار کیا جائے، اس کے ساتھ ساتھ اس کے حضور امداد اور استعانت کی درخواست پیش کی جائے اور پھر ہر دو عالم کی بھلائی اور اچھائی کا سوال ہے، یعنی دعا کے لئے یہی طریقہ اپنایا جائے کہ جس میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جائے پھر عاجزی کا اقرار کیا جائے اور وعدہ بندگی کے بعد اپنی تمنا اور آرزو اللہ کے حضور پیش کی جائے۔

باوضو ہو کر دعا کرنا:

بہتر ہے کہ دعا کرتے وقت انسان باوضو اور پاک صاف ہو۔ انتہائی ادب کے ساتھ قبلہ رو منہ کر کے دونوں ہاتھ

Marfat.com

پھیلا کر پورے خلوص اور توجہ کے ساتھ دعا مانگے۔ دعا کرتے وقت انسان کا یقین ہونا چاہیے کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا اس کی دعا پوری کرنے والا نہیں۔ جب انسان انتہائی عاجزی اور رغبت کے ساتھ دعا مانگے گا تو اللہ ضرور اس کی دعا قبول فرمائے گا۔

قرآن مجید میں ہے:

((فادعوا اللہ مخلصین له الدین))(سورۃ المومن ، آیت 14)

"پس اللہ ہی کو پکارو اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ۔"

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جائے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ سے اس طرح ہاتھ اٹھا کر مانگا کرو کہ ہتھیلیوں کا رخ سامنے ہو۔ ہاتھ الٹے کر کے نہ مانگو کرو اور جب دعا کر چکو تو اٹھے ہوئے ہاتھ چہرے پر پھیر لو۔"

پختہ یقین سے دعا کرنا:

انسان کو چاہیے کہ وہ شک وشبہ کے ساتھ دعا نہ مانگے، بلکہ پورے یقین اور پختہ عزم کے ساتھ دعا مانگنی چاہیے۔ دعا کرتے وقت یہ نہیں کہنا چاہیے کہ اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے بلکہ یوں کہے: اے اللہ! میری مغفرت فرما! بے شک تو ہی مغفرت فرمانے والا ہے۔

خشوع وخضوع سے دعا کرنا:

دعا میں خشوع وخضوع ضروری ہے اور یہ آداب دعا سے ہے۔ خشوع کے معانی خوف وذلت کے ہیں جس سے مراد باطن کا سکون ہے اس کے مقابلے میں خضوع سے مراد اعضائے وجوارح سے عاجزی کا اظہار کرنا ہے۔ دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ اگر خشوع ہوگا تو خضوع بھی ہوگا کیونکہ باطن کا اثر لازمی طور پر ظاہر پر پڑتا ہے۔

دوسروں کیلئے بھی دعا کی جائے:

اگر امام دعا کر رہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ نہ صرف اپنے لئے دعا مانگے بلکہ مقتدیوں کیلئے بھی دعا کرے۔ قرآن مجید میں ایسی دعائیں بھی ہیں جن میں جمع کے صیغے آئے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

((ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار))

(سورۃ البقرہ، آیت 201)

"اے ہمارے پروردگار! ہم کو دنیا بھی بہتری عنایت فرما اور آخرت بھی میں بہتری عطا فرما اور ہم کو عذاب دوزخ سے محفوظ فرما۔"

Marfat.com

دوسرے سے پہلے اپنے لئے دعا کرنا:

آداب دعا میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر کسی دوسرے کیلئے دعا کرنا مقصود ہو تو پہلے اللہ تعالیٰ سے خود اپنے لئے دعا کرے پھر کسی دوسرے کیلئے کرے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی طریقہ کار تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی دوسرے کیلئے دعا کرنا چاہتے تو پہلے اپنے لئے دعا کرتے۔

((عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ ﷺ اذا ذکر احد فدعا له بدأ بنفسه))(سنن ترمذی)

''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے لیے دعا کرنا چاہتے تو پہلے اپنے لیے دعا کرتے، پھر اس کے لیے۔''

دعا کی قبولیت کے اوقات

محبت الٰہی اور قبولیت دعا کا تعلق:

دعا کے قبول ہونے میں بنیادی دخل تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دعا کرنے والے کے تعلق اور اس کی اندرونی کیفیت کو ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ ایسے اوقات بھی ہیں کہ جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص رحمت ہوتی ہے۔

نماز کی ادائیگی اور تلاوت قرآن مجید کے بعد:

نماز کے دوران قرآن مجید کی تلاوت کے وقت اللہ تعالیٰ اور بندے کا خاص ربط ہوتا ہے۔ اس دوران انسان اللہ کے انتہائی قریب اور ہم کلام ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں جب بندہ اپنے پروردگار سے التجا و دعا کرتا ہے تو اللہ رب العزت ضرور قبول فرماتا ہے۔

((عن العرباض بن سارية قال قال رسول اللہ ﷺ من صلى فريضة فله دعوة مستجابة ومن ختم القرآن فله دعوة مستجابة))

(سنن طبرانی فی الکبیر)

''حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو بندہ فرض نماز پڑھے (اور اس کے بعد دل سے دعا کرے) تو اس کی دعا قبول ہوگی۔ اسی طرح جو آدمی قرآن مجید ختم کرلے (اور دعا کرے) تو اس کی دعا بھی قبول ہوگی۔''

فرض نماز کے فوراً بعد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فرض نماز کے فوراً بعد مانگی جانے والی دعا مقبول ہوتی ہے۔'' (سنن ترمذی)

Marfat.com

غائبانہ دعا:

((عن عبد الله بن عمرو وقال قال رسول الله ﷺ ان اسرع الدعاء اجابة دعوة غائب لغائب))(سنن ترمذی و ابو داود)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت جلد قبول ہونے والی وہ دعا ہے جو غائب، غائب کے لیے کرے۔''

اذان، جہاد اور بارش کے وقت دعا ضرور قبول ہوتی ہے:

((عن سهل بن سعد قال قال رسولا لله ﷺ اثنتان لا تردان او قال ما تردانن الدعاء عند النداء وعند الباس حين يلحم بعضهم بعضا وفی رواية قال ووقت المطر))(سنن ابی داؤد)

''حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو دعائیں ایسی ہیں جو رد نہیں کی جاتیں (ضرور قبول ہوتی ہیں) یا فرمایا کہ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ان کو رد کر دیا جائے (راوی کو شک ہے) اذان کے وقت کی دعا، (جہاد کے موقع پر) جنگ کرتے وقت جب (مسلمان اور کافر) آپس میں ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہوں اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ بارش کے وقت دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔''

اذان اور اقامت کے دوران دعا کرنا:

((عن انس قال قال رسول الله ﷺ الدعاء لا يرد بين الاذان والا قامة))(سنن ترمذی و ابو داؤد)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان اور اقامت کے درمیان دعا رد نہیں ہوتی۔''

قبولیت دعا کے چار اوقات:

((عن ابی امامة قال قال رسول الله ﷺ تفتح ابواب السماء ويستجاب الدعاء فی اربعة مواطن عند التقاء الصفوف فی سبيل الله و عند نزول الغيث و عند اقامة الصلوٰة وعند روية الكعبة))

(طبرانی فی الکبیر)

''حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چار مواقع ایسے ہیں جن میں دعا خصوصیت سے قبول ہوتی ہے۔ راہ الٰہی میں جنگ کے وقت، جس وقت آسمان سے بارش

Marfat.com

ہو رہی ہو، نماز کے وقت اور جب کعبۃ اللہ نظر کے سامنے ہو۔"

☆☆☆

فصل نمبر 19:

ذکر الٰہی قرآن و حدیث کی روشنی میں

ذکر کا مفہوم:

ذکر کا مطلب ہے "یاد کرنا" اور ذکر الٰہی کا مفہوم ہے: اللہ تعالیٰ کی یاد۔

ذکر کا اصطلاحی مفہوم:

اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدس بیان کرنا، توحید و تمجید، اس کی عظمت اور صفات کاملہ کا بیان کرنا "ذکر اللہ" کہلاتا ہے۔

اللہ کا ذکر بہت بڑا ہے:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((اتل ما اوحی الیك من الکتب و اقم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشآء و المنکر ولذکر اللہ اکبر و اللہ یعلم ماتصنعون))

(سورۃ العنکبوت، آیت 45)

"(اے رسول!) جو کتاب آپ پر نازل کی گئی ہے اس کی تلاوت کرو اور پابندی سے نماز پڑھو! بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے باز رکھتی ہے اور اللہ کی یاد یقیناً بڑا مرتبہ رکھتی ہے اور تم لوگ جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے واقف ہے۔"

ذکر الٰہی عبادات کو فضیلت بخشتا ہے:

((عن معاذ بن انس الجھنی قال ان رجلا سال ای المجاھدین اعظم اجرا یا رسول اللہ؟ قال اکثر ھم للہ تعالیٰ ذکراً قال ای الصائمین اکثر اجرا؟ قال اکثر ھم للہ عزوجل ذکرا ثم ذکر الصلوٰۃ والزکوۃ والحج والصدقۃ کل ذلك یقول رسول اللہ ﷺ اکثر ھم للہ ذکرا)) (مسند احمد)

"حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! جہاد کرنیوالوں میں سب سے بڑھ کر اجر پانے والا کون ہے؟ فرمایا: جو ان میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ یاد کرنے والا ہے۔ اس نے عرض کیا: روزہ رکھنے والوں میں سب سے زیادہ

Marfat.com

اجر کون پائے گا؟ فرمایا: جو ان میں سب سے زیادہ اللہ کو یاد کرنیوالا ہو۔ پھر اس شخص نے اسی طرح نماز، زکوٰۃ، حج اور صدقہ ادا کرنیوالوں کے متعلق پوچھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کا یہی جواب دیا کہ جو اللہ کو سب سے زیادہ یاد رکھنے والا ہو۔"

ہر وقت ذکر الٰہی کرنا:

قرآن مجید میں متعدد بار ذکر الٰہی کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ الاحزاب میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((یایھا الذین امنو اذکرو اللہ ذکراً کثیراً وسبحوہ بکرۃ واصیلاً))

(سورۃ احزاب، آیت 42-41)

"اے ایمان والو! اللہ کو بہت زیادہ یاد کیا کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح کرتے رہو۔"

اہل ایمان سے خطاب کیا جا رہا ہے کہ اے ایمان والو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے احسانات کو یاد کرتے ہوئے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہو۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہا کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ذکر اللہ کے سوا کوئی ایسا فرض عائد نہیں کیا جس کی کوئی خاص حد مقرر نہ ہو۔ نماز پانچ وقت کی اور ہر نماز کی رکعات متعین ہیں۔ روزے ماہِ رمضان کے متعین اور مقرر ہیں۔ حج بھی خاص مقام پر خاص اعمال مقررہ کرنے کا نام ہے۔ زکوٰۃ بھی سال میں ایک ہی مرتبہ فرض ہوتی ہے، مگر "ذکر اللہ" ایسی عبادت ہے کہ نہ اس کی حد اور تعداد متعین ہے، نہ کوئی خاص وقت اور زمانہ مقرر ہے، نہ اس کیلئے کوئی خاص ہیئت قیام اور نشست کی مقرر ہے اور نہ اس کیلئے طاہر اور باوضو ہونا شرط ہے۔ ہر وقت، ہر حال میں ذکر اللہ بکثرت کرنے کا حکم ہے۔ سفر ہو یا حضر، تندرستی ہو یا بیماری، خشکی میں ہو یا دریا میں، رات ہو یا دن، ہر حال میں ذکر اللہ کا حکم ہے۔

ذکر الٰہی کرنے والوں اور نہ کرنے والوں میں فرق:

((عن ابی موسیٰ قال قال رسول اللہ ﷺ مثل الذی یذکر ربہ والذی لا یذکر مثل الحیی والمیت)) (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

"حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے پروردگار کو یاد کرتا ہے اور جو شخص اپنے پروردگار کو یاد نہیں کرتا، ان دونوں کی مثال زندہ شخص اور مردہ شخص کی ہے۔"

Marfat.com

ذکر کی اقسام

ذکر کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں:

1: قلبی ذکر۔ 2: لسانی ذکر۔ 3: عملی ذکر۔

قلبی ذکر:

ذکر قلبی کا معنی ہے: دل سے ذکر کرنا، یعنی ہر وقت انسان کے دل میں اللہ کی یاد بس جائے۔

لسانی ذکر:

لسانی ذکر کا مطلب ہے کہ زبان سے ذکر کرنا۔ اس میں قرآن کریم کی تلاوت، نماز کی ادائیگی اور تسبیحات کرنا شامل ہے۔

عملی ذکر:

عملی ذکر کا مطلب ہے کہ ہر نیک عمل کے ذریعے ذکر کرنا، یعنی انسان اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق ڈھال لے اور اطاعت الٰہی کو اپنا شعار بنا لے۔

مندرجہ بالا اقسام ذکر میں قلبی ذکر کو برتری حاصل ہے، کیونکہ یہ واحد ذریعہ ہے جس سے انسان ہر وقت محو یاد الٰہی رہتا ہے۔

زبان سے کچھ دیر اللہ اللہ کہنا ذکر لسانی کہلاتا ہے جو صرف ان ساعتوں پر موقوف ہوگا جب زبان ذکر الٰہی میں مصروف ہو، لیکن ذکر دوام ایک مستقل کیفیت ہے جو اس وقت حاصل ہوتی ہے، جب اللہ کا نام نہاں خانہ دل میں اتر جائے، قلب اللہ اللہ کرنا شروع کر دے اور پھر یہ ذکر قلب کا مستقل وظیفہ بن جائے۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے دل کی ہر دھڑکن میں اللہ کا ذکر ہو۔ یعنی کوئی ساعت ذکر الٰہی سے خالی نہ ہو اور یہ بجز ذکر قلبی ممکن نہیں۔

آدابِ ذکر

دھیمی آواز میں ذکر:

سورۃ اعراف میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((واذكر ربك في نفسك تضرعا و خيفة و دون الجهر من القول بالغدو والاصال ولا تكن من الغفلين))(سورۃ الاعراف، آیت 205)

"اور اپنے پروردگار کو یاد کرو اپنے دل ہی دل میں گڑگڑا کے اور ڈر کے اور بہت چیخ کے نہیں بلکہ دھیمی آواز سے۔ صبح و شام یاد کیا کرو اور (اس کی یاد سے) بالکل غافل نہ ہو جاؤ۔"

مندرجہ بالا آیت سے پتہ چلتا ہے کہ اپنے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کو دھیمی آواز کے ساتھ یاد کرنا چاہیے اور صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد دل کے اندر اس قدر بسالی جائے کہ کوئی سانس اس کے ذکر سے خالی

Marfat.com

نہ جائے اور اس کی یاد سے قطعاً غفلت نہیں برتنی چاہیے۔

جو اللہ کو یاد کرتا ہے اللہ اسے یاد رکھتا ہے:

سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فاذکرونی اذکرکم واشکروالی ولا تکفرون))

(سورۃ البقرہ، آیت 152)

''پس تم مجھے یاد رکھو تو میں (بھی) تمہارا ذکر (خیر) کیا کروں گا اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔''

اگر ہم اللہ کو تنہا یاد کریں گے تو وہ ہمیں تنہا یاد کرے گا، اگر ہم اسے کسی مجلس میں یاد کریں گے، ہم ایک مرتبہ ''یا اللہ'' کہیں گے تو وہ دس مرتبہ ''لبیک یا عبدی'' کہے گا۔ ہم بالشت بھر اس کی طرف جائیں گے تو وہ گز بھر ہماری طرف آئے گا۔ ہم چل کر جائیں گے تو وہ دوڑ کر آئے گا۔ اگر ہم اس کی طرف جانے کا ارادہ اور تہیہ کر لیں گے تو وہ راستوں کو خود آسان کرتا چلا جائے گا اور اتنی آسانیاں پیدا کر دے گا کہ ہم اس کی راہ میں جانیں دینے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔ جو اس کی راہ میں جان دے کر شہید ہو جائے وہ اس کو ایسی زندگی عطا فرمائے گا کہ زندہ لوگ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

جہاد کے دوران اللہ کا ذکر کرنا:

ذکر الٰہی کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کرتے وقت بھی کثرت سے ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔ سورۃ انفال میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

((یایھا الذین امنوا اذا لقیتم فئۃ فاثبتوا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون))(سورۃ الانفال، آیت 45)

''اے ایمان والو! جب تم کسی فوج سے مڈ بھیڑ کرو تو خبردار! اپنے قدم جمائے رکھو اور اللہ کو بہت یاد کرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''

ذکر الٰہی کی برکات، ثمرات وفضیلت

ذکر الٰہی کے دیگر فوائد وثمرات:

ذکر الٰہی کے بہت سے فوائد ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

1: اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے اس کی رضا وخوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

2: ذکر کرنے سے انسان کو کسی قسم کا غم، پریشانی اور فکر نہیں رہتا۔

3: ذکر الٰہی شیطان کو دور کر دیتا ہے۔

Marfat.com

4: ذکر سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی قربت حاصل ہوتی ہے۔
5: جولوگ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں یاد کرتا ہے۔
6: ذکر دلوں سے زنگ اتار دیتا ہے۔
7: ذکر کے ذریعے معیت باری تعالیٰ حاصل ہوتی ہے۔
8: جو شخص چاہے کہ اسے دلی سکون نصیب ہو اسے چاہیے کہ وہ ذکر اللہ کرے۔
9: ذاکرین روز قیامت اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے تلے ہوں گے۔
10: افضل ترین عبادت ذکر الٰہی ہے۔
11: ذکر سے انسان کا چہرہ اور قلب روشن ہو جاتا ہے۔
12: جولوگ اللہ تعالیٰ کو مجالس میں یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں فرشتوں کی جماعت میں یاد کرتا ہے۔
13: ذکر الٰہی سے انسان دنیا میں بھی ترقی کرتا ہے اور آخرت میں بھی اس کی ترقی ہوتی رہتی ہے۔
14: ذکر کرنے سے انسان کے اندر کسی قسم کا خوف اور وحشت نہیں رہتی۔
15: ذکر الٰہی قلب وروح کی غذا ہے۔ دل اور روح کو اگر ان کی غذا نہ ملی تو دونوں مردہ ہو جائیں گے۔
17: قلب کی صحت کا نسخہ ذکر الٰہی ہے۔
ذکر الٰہی کے فوائد تفصیلاً ملاحظہ فرمائیں۔

سکینت کا نزول:

((عن ابی هريرة و ابی سعيد قال قال رسول الله ﷺ لا يقعد قوم يذكرون الله الا حفتهم الملائكة و غشيتهم الرحمة و نزلت عليهم السكينة و ذكر هم الله فيمن عنده))(صحيح مسلم)

”حضرت ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بھی جہاں بھی بیٹھ کے کچھ اللہ کے بندے اللہ کا ذکر کرتے ہیں تو لازمی طور پر فرشتے ہر طرف سے ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں، ان کو گھیر لیتے ہیں، رحمت الٰہی ان پر چھا جاتی ہے، ان کو اپنے سایہ میں لے لیتی ہے، ان پر سکینہ کی کیفیت نازل ہوتی ہے اور اللہ اپنے ملائکہ مقربین میں ان کا ذکر فرماتا ہے۔“

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ میں ذکر الٰہی میں مشغول رہنے والوں کیلئے چار نعمتوں کا ذکر خصوصی طور پر کیا گیا ہے:
1: فرشتے ہر طرف سے ذاکرین کو گھیرے میں لے لیتے ہیں۔
2: ذاکرین رحمت الٰہی کی آغوش میں آ جاتے ہیں۔
3: ذکر الٰہی سے قلبی سکون نصیب ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

4: اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے ذاکرین کا ذکر فرماتا ہے۔

قرب الٰہی:

اللہ تبارک وتعالیٰ ہر جگہ موجود ہے۔ کائنات کی کوئی بھی چیز اللہ سے دور نہیں، لیکن اس کے قرب اور رضا کے حصول کا فوری ذریعہ ذکر الٰہی ہے۔ ذکر الٰہی سے اللہ تعالیٰ کی قربت اور رضا وخوشنودی کی دولت فوراً حاصل ہو جاتی ہے۔

((عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ ان الله تعالیٰ یقول انا مع عبدی اذا ذکر نی وتحرکت بی شفتا))(صحیح بخاری)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس وقت بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ حرکت کرتے ہیں تو اس وقت میں اپنے اس بندے کے ساتھ ہوتا ہوں۔''

افضل الاعمال:

((عن عبد الله بن بسر قال جاء اعرابی الی النبی ﷺ فقال ای الناس خیر فقال طوبیٰ ممن طال عمره وحسن عمله قال یا رسول الله ﷺ ای الاعمال افضل قال ان تفارق الدنیا و لسانك رطب من ذکر الله))(مسند احمد وترمذی)

''حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ایک دیہاتی آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! کون شخص بہتر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوش بختی ہے اس شخص کیلئے جس کی عمر دراز ہوئی اور اس کے اعمال نیک ہوئے۔ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ جب تم دنیا سے جدا ہو تو تمہاری زبان اللہ کے ذکر سے تر ہو۔''

عملی ذکر کی فضیلت:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ذکر دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرنا۔ ان لمحات میں یاد کرنا بہت عمدہ ہے اور اس کا اجر وثواب ہے، لیکن اس سے بھی بڑھ کر ذکر الٰہی یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو یاد رکھے اور ایسے کاموں سے باز رہے کہ جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔''

قلبی ذکر کی فضیلت:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا:

''کون سی عبادت اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے زیادہ افضل ہوگی۔؟''

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والوں کا درجہ سب سے بلند ہوگا۔"

عرض کیا گیا:

"کیا مجاہد فی سبیل اللہ سے بھی؟"

فرمایا:

"اگر مجاہد فی سبیل اللہ کفار اور مشرکین پر تلوار چلائے حتیٰ کہ تلوار ٹوٹ جائے تب بھی اللہ کا ذکر کرنے والے افضل ہیں۔"

ذکر قلبی ایسی دولت ہے جس کے ذریعے ایسا شعور پیدا ہوتا ہے جو انسان کو فکر عطا کرتا ہے اور انسان کی زندگی اس طرح متاثر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دور ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی حاصل ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ ذکر اس لئے کیا جاتا ہے کہ خشوع وخضوع حاصل ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی محبت اور لگن پیدا ہو جائے کہ انسان جس حال میں بھی ہو ہر حال میں معیت باری تعالیٰ کو اپنے قریب محسوس کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں ذکر الٰہی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اہل جنت کی حیرانگی:

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"اہل جنت کو صرف اس بات پر حیرت ہوگی وہ لمحہ جو اللہ کی یاد کے بغیر گزر گیا۔"

اہل فلک کا اہل ذکر کے گھروں کو دیکھنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اہل فلک، اہل زمین کے ان گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے۔ اس طرح شوق سے دیکھتے ہیں جس طرح تم لوگ آسمان پر ستاروں کو دیکھتے ہو۔"

صبح اور عصر کے وقت اللہ کو یاد کرنا:

حضرت فضیل کہتے ہیں:

"ہمیں یہ خبر ملی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر کوئی بندہ صبح اور پھر عصر کے بعد کچھ وقت کیلئے مجھے یاد کرے تو ملیں اس درمیانے وقت میں ان کی ضروریات کا پورا کرنے والا بن جاتا ہوں۔"

ذکر اللہ حقیقی لذت کا ذریعہ ہے:

مالک بن دینار فرماتے ہیں:

"لذت پانیوالے کسی بھی چیز میں ذکر کے برابر لذت نہیں پاتے۔"

Marfat.com

ذکر انسان کے لیے ایسے ہے جیسے مچھلی کے لیے پانی:

حافظ ابن تیمیہ کا قول ہے:

''ذکر الٰہی دل کے لئے ایسے ہی ہے جس طرح مچھلی کیلئے پانی۔''

اہل عقل اہل ذکر ہیں:

عقل مند و دانا انہی لوگوں کو کہا جاتا ہے جو ہر حال میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں۔ گویا جو ذاکر نہیں ہیں وہ عقل مند نہیں ہیں۔

ذکر باعث فلاح ہے:

ایسا انسان جس نے اپنا تزکیہ کر لیا، پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کریم کے ذاتی نام کا تکرار کرتا رہا اور اس کے بعد پابندی کے ساتھ نماز کی ادائیگی کرتا رہا تو وہ بامراد ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی مراد کو پہنچ جاتا ہے اور یہی انسان کی حقیقی کامیابی ہے۔ حکم ربانی ہے:

((قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی))

(سورۃ الاعلیٰ، آیت 15-14)

''یقیناً وہ شخص مراد کو پہنچا جو پاک ہوا اور اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔''

مغفرت اور اجر عظیم:

جو لوگ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں اور کوئی لمحہ بھی اس کی یاد کے بغیر نہیں گزارتے ایسے لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

((والذکرین اللہ کثیرا والذکرت اعد اللہ لھم مغفرۃ واجراً عظیماً)) (سورۃ الاحزاب، آیت 35)

''اور بکثرت اللہ کو یاد کرنیوالے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں، ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

ذکر اللہ کثیراً انسانی زندگی کے تمام کاموں اور اس کے اندرونی عقیدہ توحید کا درمیانی حلقہ اتصال ہے۔ اس کی غرض یہ ہے کہ قلب انسانی کو ہر دم ہر گھڑی اللہ تعالیٰ خالق کائنات کا شعور ہے۔ پس وہ اپنی سوچ اور عمل کے کسی حصے میں بھی اللہ تعالیٰ کے تعلق کے مضبوط کڑے سے علیحدہ نہ ہو۔ اس کا دل ذکر کی بشاشت کے ساتھ منور اور چمکدار رہے، کیونکہ ذکر اللہ انسان کے دل میں نور اور زندگی بھر دیتا ہے۔

جہاد سے بھی زیادہ افضل:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

"کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو سب سے افضل ہو، جس کا ثواب اللہ کے ہاں سب سے زیادہ ہو، جو تمہارا درجہ سب سے بلند کر دے اور وہ عمل کرنا سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ پسندیدہ ہو اور جو دشمنوں کے خلاف جنگ کرنے اور انہیں قتل کرنے سے بھی افضل ہو۔؟"

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

"ضرور بتائیے۔"

فرمایا:

"اللہ کا ذکر سب سے افضل ہے۔"

جنتی باغات:

((عن انس قال قال رسول الله ﷺ اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا قالوا وما ریاض الجنة قال حلق الذکر))(سنن ترمذی)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم جنت کے باغات میں گزرو تو اس سے کھالیا کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: جنت کے باغات سے کیا مراد ہے۔؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ذکر کے حلقے۔"

ایسی مجالس اور حلقے جن میں لوگ ذکر الٰہی میں مشغول ہوں اور ان کے قلوب رحمت الٰہی سے منور ہوں، ایسی مجالس جنت کے باغات کی مانند ہیں۔ لہٰذا ایسی مجالس میں شریک ہو کر اللہ کے ذکر میں مشغول ہونا چاہیے۔

☆☆☆

فصل نمبر 20:

والدین کے حقوق

والدین سے تعلق:

دنیا میں انسان کا سب سے مقدم، گہرا اور سب سے بڑا تعلق والدین سے ہے۔ دین اسلام نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حق کے بعد سب سے بڑا حق ماں باپ کا ہی بتایا ہے۔ دیگر مذاہب عالم نے بھی والدین کی عزت وتکریم اور ان کی خدمت کی تاکید کی ہے، لیکن دین اسلام کے سوا کسی مذہب میں بھی واضح اور مفصل آداب وحقوق بیان نہیں کیے گئے۔

تورات اور والدین:

تورات میں والدین کی عزت وتکریم کے سلسلے میں ہے:

"تو اپنے ماں باپ کو عزت دے تا کہ تیری عمر اس زمین پر خداوند تیرا خدا تجھے دیتا ہے، دراز ہو۔"

Marfat.com

انجیل اور والدین:

اسی موضوع پر انجیل میں ہے:

''اپنے ماں باپ کی عزت کرو اور جو ماں باپ پر لعنت کرے جان سے مارا جائے۔''

والدین اولاد کیلئے جنت اور دوزخ ہیں:

والدین کی رضا میں ہی اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ اس طرح جو شخص اپنے والدین کی اطاعت و فرمانبرداری اور ان کی خدمت کرے گا وہ جنت میں اپنا مقام بنالے گا۔ اس کے برعکس جو والدین کی نافرمانی، ناراضگی اور ایذارسانی کا مرتکب ہوگا اس کا ٹھکانہ جہنم میں ہوگا۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہے۔

((عن ابی امامة ان رجلاً قال یا رسول اللہ ﷺ ماحق الوالدین علی ولد هما قال هما جنتك و نارك))(سنن ابن ماجه)

''حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! اولاد پر ماں باپ کا کتنا حق ہے۔؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ تمہاری جنت اور دوزخ ہیں۔''

ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ ہے:

((عن ابی هريرة قال رجل یا رسول اللہ ﷺ من احق بحسن صحابتی قال امك ثم امك ثم امك ثم اباك ثم ادناك فادنك))

(صحیح بخاری و مسلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: مجھ پر خدمت اور حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں کا۔ اس نے کہا: پھر سب سے زیادہ حق کس کا ہے۔؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں کا۔ اس کے بعد تمہارے باپ کا حق ہے، اس کے بعد جو تمہارے قریبی رشتہ دار ہوں، پھر جو ان کے بعد قریبی رشتہ دار ہوں۔''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاد پر ماں کا حق باپ سے بھی زیادہ ہے۔ خاص طور پر جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔ دورانِ حمل ماں کو کس قدر تکلیفوں اور مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑتا۔ پھر ولادت کے بعد بچے کو دودھ پلانے اور پرورش کرنے میں ماں کو تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ ماں کا حق اپنی اولاد پر بہت زیادہ ہے۔ انسان جتنی چاہے کوشش کرلے ماں کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتا۔

Marfat.com

ماں کے قدموں تلے جنت ہے:

1: ((قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :ان الجنة تحت اقدام الامهات))
"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔"

2: ((عن معاویة بن جاهمة ان جاهمة جاء الی النبی ﷺ فقال یا رسول الله ﷺ اردن ان اغزو وقد جئت استشرك فقال هل لك من ام؟ قال نعم قال فالزمها فان الجنة عند رجلها))(مسند احمد ونسائی)
"حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے والد جاہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میرا ارادہ جہاد میں جانے کا ہے اور میں آپ سے اس بارے میں مشورہ لینے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا تمہاری ماں ہے؟ انہوں نے عرض کیا: "ہاں۔! ہے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر انہی کے پاس اور نہی کی خدمت میں رہو، ان کے قدموں میں تمہاری جنت ہے۔"

حقوق الٰہی کے ساتھ حقوق والدین کا تذکرہ:

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جس جگہ اپنے حقوق بیان فرمائے ہیں وہاں والدین کے حقوق کی ادائیگی کا بھی حکم دیا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کی تخلیق اور نشوونما کا انتظام فرمایا ہے اسی طرح والدین کو بھی اولاد کے وجود کا ذریعہ بنا دیا۔

والدین سے حسن سلوک اور احکام قرآن:

1: اولاد کو چاہیے کہ وہ ہر حال میں والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد بار تاکید فرمائی ہے۔ سورۃ العنکبوت میں ہے:

((ووصینا الانسان بوالدیه حسناً))(سورۃ العنکبوت ، آیت 8)
"ہم نے ہر انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کی ہے۔"

قرآن مجید کے کئی مقامات پر اللہ رب العزت نے اپنی توحید اور عبادت کا حکم دینے کے ساتھ ساتھ والدین کے ساتھ بھی حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کے تقاضوں کو وہی انسان سمجھ سکتا ہے جو اپنے والدین کی اطاعت وفرمانبرداری کے تقاضوں کو سمجھتا ہے اور ان کو پورا کرتا ہے۔ جو شخص والدین کی اطاعت وفرمانبرداری اور انکی خدمت میں کوتاہی کا مرتکب ہوتا ہے وہ یقیناً خالق کائنات کو سمجھنے اور اس کی توحید وعبادت کے تقاضوں کو پورا کرنے سے بھی قاصر رہے گا۔

2: سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

((لا تعبدون الا الله وبالو الدین احساناً))(سورۃ البقرہ :آیت 83)

”تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔“

والدین سے سلوک کا قرآنی منشور:

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے والدین کی اطاعت وفرمانبرداری اور حسن سلوک کا یہ قاعدہ مقرر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وقضیٰ ربك الا تعبدوا الا ایاہ وبالو الدین احسانا اما یبلغن عندك الکبیر احد هما او کلهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولاً کریماً واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما کما ربینی صغیرا))(سورۃ بنی اسرائیل ، آیت 23-24)

”اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا، اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے ”اُف“ تک نہ کہنا، نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا، بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا، عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رکھنا اور دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان پر ویسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی۔“

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد یہ حکم دے دیا کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آو۔ جس سے والدین کی اطاعت وفرمانبرداری، خدمت اور ان کے ادب واحترام کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔ والدین کی ڈانٹ ڈپٹ سے منع فرمادیا گیا۔ خاص طور پر جب وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک اپنے بڑھاپے کو پہنچ جائے تو انہیں (اف) ”ہوں“ تک نہ کہا جائے، کیونکہ بڑھاپے میں والدین ضعیف اور کمزور ہو جاتے ہیں اور اس وقت انہیں جوان اولاد کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بڑھاپے میں والدین کے ساتھ بالخصوص پیار اور محبت کے ساتھ پیش آنا چاہیے جس طرح والدین نے بچپن میں اولاد کی شفقت اور محبت بھرے انداز میں پرورش کی۔

والدین اور اولاد کا مال:

والدین اولاد کا مال اس کی اجازت کے بغیر بھی لے سکتے ہیں کہ وہ انہی کا ہے، جیسا کہ ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے والد کی شکایت لے کر آئے کہ وہ بلا اجازت میرا مال لے جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((انت و مالك لا بیك))

”تو اور تیرا مال بھی سب باپ ہی کا ہے۔“

Marfat.com

والدین کی اطاعت فرض ہے مگر حکم الٰہی کے خلاف کسی کی اطاعت جائز نہیں:

والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری اور ان کی رضا جوئی لازمی ہے، لیکن اگر وہ کسی گناہ کے کرنے کا یا فرائض کے ترک کا حکم دیں تو ایسے معاملات ان کی بات نہیں ماننی چاہیے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

((وان جاهدك على ان تشرك بي ماليس لك به علم فلا تطعهما و صاحبهما في الدنيا معروفاً))(سورۃ لقمان : آیت 15)

''اگر وہ دونوں (ماں اور باپ) تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے (اللہ کے) ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کی اطاعت نہ کر۔ ہاں! دنیا میں ان کے ساتھ اچھی طرح وقت بسر کرنا۔''

اس آیت میں تطعهما کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا معنی ہے: اطاعت کرنا۔ اللہ رب العزت نے والدین کی ہر اس بات کی اطاعت کرنا لازم قرار دی ہے جو دین کے مطابق ہو، لیکن جو بات دین کے مطابق نہ ہو یا والدین اگر شرک کا حکم دیں تو اس صورت میں ان کی اطاعت نہ کی جائے گی۔

غیر اللہ کو اللہ کے ساتھ شریک کرنے کے معاملے میں والدین کی اطاعت بھی حرام ہے اور ایسی صورت میں کہ ماں باپ آدمی کو شرک و کفر پر مجبور کریں اور اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ ان کی بات نہ مانو، تو طبیعی طور پر انسان حد پر قائم نہیں رہتا، اس پر عمل کرنے میں اس کا امکان تھا کہ بیٹا والدین کے بدکلامی یا بدخوئی سے پیش آئے ان کی توہین کرے۔ اسلام ایک قانون عدل ہے، ہر چیز کی ایک حد ہے، اس لئے شرک میں والدین کی اطاعت نہ کرنے کے حکم کے ساتھ ہی یہ حکم بھی دے دیا:

((صاحبهما في الدنيا معروفا))

''دین میں تو تم ان کی اطاعت نہ کرنا، مگر دنیا کے کاموں میں۔''

مثلاً: ان کی جسمانی خدمت یا مالی اخراجات وغیرہ اس میں کمی نہ ہونے دو، بلکہ دینوی معاملات میں اس کے عام دستور کے مطابق معاملہ کرو۔ ان کی بے ادبی نہ کرو، ان کی بات کا جواب ایسا نہ دو جس سے بلاضرورت دل آزاری ہو۔

کافر اور مشرک ماں کے ساتھ حسن سلوک:

((عن اسماء بنت ابي بكر قالت قدمت على امي و هي مشركة في عهد قريش فقلت يا رسول الله ﷺ ان امي قدمت على و هي رغبة افاصلها ؟ قال نعم صليها))(صحيح بخاری و مسلم)

''حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ کے (حدیبیہ والے) معاہدے کے زمانے میں میری ماں جو اپنے مشرکانہ مذہب پر قائم تھی (سفر کر کے مدینے میں) میرے پاس آئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری ماں میرے

Marfat.com

پاس آئی ہے اور وہ کچھ خواہشمند ہے، تو کیا میں اس کی خدمت کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اس کی خدمت کرو (اور اس کے ساتھ وہ سلوک کرو جو بیٹی کو ماں کے ساتھ کرنا چاہیے)۔''

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر والدین کافر اور مشرک بھی ہوں تو ان کی خدمت اور فرمانبرداری کرنا انسان کا فرض ہے۔ ہر عاقل، بالغ اور جو کام کرنے کی قدرت رکھتا ہو اس پر اپنے والدین کا نفقہ واجب ہے، خواہ وہ مسلمان نہ بھی ہوں جیسا کہ اوپر حدیث میں گزر چکا ہے کہ حضرت اسماء بنت حضرت ابو بکر صدیق کی والدہ جو کہ مسلمان نہیں تھی جب حضرت اسماء کے پاس آئیں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی والدہ کی خدمت کرنے کی ہدایت فرمائی، ہاں اگر کسی کے ماں باپ اپنی اولاد کو بھی کفر وشرک کرنے پر مجبور کریں تو ایسی حالت میں اولاد ان کا کہنا نہ مانے، لیکن ان کی خدمت کرے اور ان کیساتھ حسن سلوک سے پیش آتی رہے۔

والدین کیلئے دعا کرنا:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نصیحت بھی فرمائی ہے کہ ہمیشہ والدین کے حق میں دعا کرتے رہو۔ انبیائے کرام علیہم السلام اپنے والدین کیلئے دعائیں مانگیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والدین کیلئے یہ دعا مانگی تھی:

((ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب))

(سورۃ ابراہیم، آیت 41)

''اے ہمارے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بھی بخش اور دیگر مومنین کو بھی بخش جس دن حساب ہونے لگے۔''

اللہ کی رضا والدین کی رضا میں ہے:

جو شخص یہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو جائے تو اللہ رب العزت کی رضا حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ والدین کی رضا جوئی کی جائے۔ جب والدین راضی ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی بھی حاصل ہو جائے گی، لیکن اگر کسی کے والدین اس سے ناراض ہوئے تو وہ رضائے الٰہی سے محروم ہو جائے گا۔

((عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ ﷺ رضی الرب فی رضی الوالد وسخط الرب فی سخط الوالد)) (سنن ترمذی)

''حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی رضامندی والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔''

والدین کے احسانات کا بدلہ:

((عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لا یجزی ولد والد الا ان یجدہ مملوکا فیشتریہ فیعتقہ)) (صحیح مسلم)

Marfat.com

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی بیٹا اپنے والد (کے احسانات) کا بدلہ نہیں دے سکتا۔ ہاں جب اس کو غلام پائے تو اس کو خرید کر آزاد کر دے۔''

عمر میں اضافہ:

والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کا اصل بدلہ تو انسان کو اللہ تعالیٰ کے حضور جنت اور رضائے الٰہی کی صورت میں مل جائے گا، لیکن حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کی خدمت کرنے کی دنیاوی برکات بھی بیان فرمائی ہیں۔

((عن جابر قال قال رسول الله ﷺ ان الله یزید فی عمر الرجل ببره والدیه))(ابن عدی)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ماں باپ کی خدمت وفرمانبرداری اور حسن سلوک کی وجہ سے آدمی کی عمر بڑھا دیتا ہے۔''

اولاد کو تابعدار بنانے کا طریقہ:

((عن ابی عمر قال قال رسول الله ﷺ بروا آباء کم یبر ابناء کم و عفوا تعف نساء کم))(طبرانی فی الاوسط)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے آباء (ماں باپ) کی خدمت وفرمانبرداری کرو، تمہاری اولاد تمہاری فرمانبردار اور خدمت گزار ہوگی اور تم پاکدامنی کے ساتھ رہو گے تو تمہاری عورتیں بھی پاکدامن رہیں گی۔''

والدین کے دوستوں کے ساتھ حقوق:

اولاد پر والدین کے جو حقوق واجب الادا ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ والد کی زندگی میں بھی اور اس کی وفات کے بعد بھی اس کے دوستوں کے ساتھ محبت سے پیش آئے اور ان کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرے۔

والدین کے رشتہ داروں کے حقوق:

اولاد کے لئے ضروری ہے کہ وہ والدین کے بہن بھائیوں یعنی خالہ، پھوپھی، ماموں، چچا اور دیگر عزیز و اقارب کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ قرآن مجید و احادیث میں بھی اس کا بارہا حکم آیا ہے۔

والدین کی وفات کے بعد کے حقوق:

مرگ والدین کے مندرجہ ذیل حقوق ہیں:

1: ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہنا۔
2: ان کیلئے نفلی روزے رکھنا۔
3: ان کا قرض اتارنا۔
4: ان کیلئے نوافل پڑھنا۔

Marfat.com

5: ان کے وعدوں کو پورا کرنا اور ان کی وصیت کو جاری کرنا۔
6: جمعہ کے دن ان کی قبر پر جا کر سورۃ یاسین کی تلاوت کرنا۔
7: والدین کیلئے حج کرنا۔
8: والدین کے عزیز و اقارب، دوستوں اور سہیلیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا اور ان کی عزت اور احترام کرنا۔

والدین کی نافرمانی کا گناہ:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کو ایک اعلیٰ درجے کی نیکی قرار دیا ہے۔ اسی طرح ان کی نافرمانی اور ایذا رسانی بھی بدترین گناہوں میں سے ہے۔

((عن انس قال سئل النبی ﷺ عن الکبائر فقال الا شراك بالله وعقوق الوالدین وقتل النفس وشهادة الزور))(صحیح بخاری)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبیرہ (یعنی بڑے بڑے) گناہوں کے بارے میں دریافت کیا گیا (کہ وہ کون کون سے گناہ ہیں؟) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ کی نافرمانی و ایذا رسانی، کسی بندے کو ناحق قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔''

والدین کو گالی نکالنے کا گناہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جس نے اپنے والدین کو ایک گالی نکالی تو اس پر جہنم کے اتنے انگارے گریں گے جتنے بارش کے قطرے شروع دنیا سے قیامت تک زمین پر گرے ہوں گے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 21:

نکاح قرآن وحدیث کی روشنی میں

ترغیب نکاح:

زنا جیسی مہلک اور خطرناک برائی جو انسان کو ہر اعتبار سے سخت سے سخت نقصان پہنچاتی ہے اس کی روک تھام کی جس شدومد سے ضرورت تھی، وہ ذی عقل سے مخفی نہیں۔ صرف روک دینا ہی کافی نہ ہوتا جیسا کہ عیسائیوں میں ہے، بلکہ اس کے لیے ایک مکمل ضابطہ کی ضرورت تھی اور اسلام نے یہی کیا۔ انسان کی فطرت کو جانچا اور اس کے مطابق علاج اور

Marfat.com

پرہیز کی تاکید کی۔اسلام نے غیر مذاہب کی طرح افراط وتفریط کا راستہ اختیار نہیں کیا، بلکہ انسانی مزاج کو پرکھ کر اعتدال کا طریقہ پسند کیا اور مرد وعورت کو نکاح کی ترغیب دی۔

حکم نکاح:

زنا کے نقصانات بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسان کو حکم دیا کہ مرد وعورت جن کو شادی کی ضرورت محسوس ہو، ضروری شادی کریں کہ عفت وعصمت کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ اور ان کی جنسی خواہشات کی تسکین کا سبب یہی ہوسکتا ہے۔رب العزت نے شادی کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"وانکحوا الایامی منکم و الصالحین من عبادکم و اماء کم"

(سورۃ النور، آیت نمبر۴)

"اور تم میں جو بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دیا کرو اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں جو اس لائق ہو اس کا بھی۔"

ایامی ایم کی جمع ہے۔اس کا استعمال مرد وعورت دونوں کے لئے ہے۔جس مرد کی بیوی نہ ہو اس کو ایم بھی کہتے ہیں اور جس عورت کا شوہر نہ ہو اس کو بھی ایم کہتے ہیں۔پھر چاہے سرے سے ابھی شادی نہ ہوئی ہو یا شادی ہوئی تھی مگر شوہر یا بیوی کا انتقال ہو گیا یا طلاق ہو گئی ہو۔رجل ایم بھی کہا جاتا ہے اور امراۃ ایم بھی۔(تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر۳، صفحہ نمبر۲۸۶)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کچھ نوجوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے تھے جنہوں نے شادیاں نہیں کی تھیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"یامعشر الشباب من استطاع منکم الباء ة فلیتزوج فانه اغض للبصر واحسن للفرج ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فان الصوم له وجاء"

"اے نوجوانوں کے گروہ! تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھتا ہے وہ شادی کرلے کیونکہ یہ نظر کو (بری جگہ دیکھنے سے) جھکاتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے۔جس جوان میں نکاح کی ہمت نہیں (یعنی بیوی کی مادی ضروریات پوری نہیں کر سکتا) تو وہ روزے رکھے کیونکہ یہ روزے اس کیلئے (گناہ سے) دور رہنے کا (ذریعہ) ہے۔"

شیطان کا واویلا:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ایما شاب تزوج فی حداثة سنه عج شیطانه :یا ویله عصم منی دینه"

"جو نوجوان شروع جوانی میں شادی کر لیتا ہے تو شیطان اس پر واویلا کرتا ہے کہ ہائے! اس پر افسوس! اس

Marfat.com

نے مجھ سے اپنا دین محفوظ کرلیا۔"

رسول اللہصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تزو جواالو دو تنا سلو ا فانی مباہ بکم الا یو م القیا مۃ"

(تفسیر ابن کثیر)

"بہت جننے والی عورت سے شادی کرو اور نسل بڑھاؤ، اس لئے کہ قیامت کے دن تمہاری وجہ سے فخر کروں گا۔"

اس حدیث میں نکاح کا بھی حکم دیا گیا ہے اور یہ مقصد بھی نکاح کا بیان کیا گیا ہے کہ شادی کا منشاء توالد وتناسل اور نسل انسانی کی بقاء ہے، تاکہ قوم کے افراد کی تعداد زیادہ سے زیادہ ہو۔

مشکوۃ میں ایک حدیث ان لفظوں کے ساتھ نقل کی گئی ہے:

"تز و جوالودالولو دفانی مکاثر بکمالامم"

(مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح)

"خوب محبت کرنے والی اور بہت بچے دینے والی عورت سے شادی کرو، اس لئے کہ میں تمہاری کثرت سے اور امتوں پر فخر کروں گا۔"

اس حدیث میں تکثیر نسل کے ساتھ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ شوہر سے محبت والفت کرنے والی عورت ہو، کیونکہ معاشرتی زندگی کے خوشگوار بنانے کی یہی واحد تدبیر ہے۔ زن وشوہر میں محبت والفت ہی کے رشتہ میں سارے خاندان کی مسرت کی حمایت پوشیدہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"شادی کرنے سے انسان بہت ساری برائیوں سے بچ جاتا ہے، بلکہ اگر کوئی چاہتا ہے کہ دنیا سے پاک و صاف جائے اور اس کا دامن وعفت وعصمت ملوث نہ ہو تو اس کی شکل یہی شادی ہے۔"

حدیث مبارکہ میں ہے:

"من ارا دان یلقی اللہ طاھرا مطھرا فلیتزو ج الحرائر"

(مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح)

"اللہ تعالیٰ سے جو شخص پاک وصاف ملنا چاہے اس کو شریف عورتوں سے شادی کرنی چاہیئے۔"

اس حدیث میں شادی سے جو عفت وعصمت اور پاک دامنی حاصل ہوتی ہے، اس کا بڑا بلیغ بیان ہے، بلکہ اس میں جو الفاظ آئے ہیں، ان سے سمجھا جائے تو یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ شادی کرنے سے اللہ تعالیٰ دوسرے گناہوں سے بھی آدمی کو بچالیتا ہے اور یہ کہ شادی ذریعہ بن جاتی ہے شادی کرنے والے کی ہدایت کا بھی اور پھر نجات کا بھی۔

جس کی شادی نہیں ہوتی اور جائز طور پر جنسی میلان پورے نہیں کرتا وہ عموماً مختلف گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے،

Marfat.com

خواہ ان گناہوں میں غیر ارادی طور پر ہی لوگ کیوں نہ مبتلا ہو جاتے ہوں، لیکن شادی شدہ آدمی کے پاس چونکہ بچنے کا ذریعہ ہوتا ہے اس لئے ان گناہوں سے اس کا رشتہ خود بخود کٹ جاتا ہے، بخلاف ان لوگوں کے جو شادی بھی نہیں کرتے اور پاک دامنی کی بھی زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ خواہ مخواہ کش مکش کی ایسی زندگی گزارتے ہیں جس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ کس وقت ان سے کیا حرکت سرزد ہو جائے۔

ایک حدیث میں نکاح کو نصف دین سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

"اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین"

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح)

"آدمی نے جب شادی کر لی تو اس نے نصف دین پورا کر لیا۔"

غور کیا جائے تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ گناہوں کے بڑے حصہ کا تعلق جنسی میلانات ہی سے ہے۔ شرعی اور آئینی حدود میں اپنے آپ کو جکڑ دینے کے بعد اسباب کی حد تک بے راہ روی کے خطرات کم ہو جاتے ہیں۔

نکاح رسولوں کی سنت ہے:

حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے کہا:

"تم نے شادی کی۔؟"

میں نے جواب دیا:

"نہیں۔!"

انہوں نے کہا:

"تزوج فان اخیر هذه الامة کان اکثر هم نساء یعنی نبی صلی الله علیه وسلم"

(صحیح بخاری، کتاب النکاح)

"شادی کرو، کیونکہ اس امت کے سب سے بہتر فرد (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) بیویوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ تھے۔"

پھر یہ بھی مسلم ہے کہ نکاح تمام انبیاء و رسل کی سنت رہی ہے اور تقریباً تمام رسولوں نے شادیاں کیں ہیں اور بال بچوں والی زندگی گزاری ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"ولقد ارسلنا رسلا من قبلك و جعلنا لهم ازواجا و ذرية"

(سورۃ الرعد، آیت نمبر ۶)

"اور یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں اور بچے بھی دیئے۔"

Marfat.com

شادی سے پہلے عورت کو دیکھنا:

جو شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اس کیلئے مستحب ہے کہ وہ اس کو دیکھ لے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی شان ہے:

"من اراد ان یتزوج امراۃ فلینظر منھا ما یدعوہ الی نکاحھا فذلک احری ان یودم بینھما"

"جو شخص کسی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو وہ اس کا وہ حصہ (چہرہ) دیکھ لے جو اس کی طلب کی دعوت دیتا ہے، کیونکہ یہ طریقہ ان کے مابین دائمی محبت کیلئے زیادہ مناسب ہے (اور اگر بن دیکھے کسی عورت سے شادی کر لی اور دیکھا تو پسند نہ آئی اور روز روز کے جھگڑے فساد کھڑے ہوئے یہ بات درست نہیں)"۔

نیز آدمی اس بات کا بھی لحاظ رکھے کہ وہ ایسی عورت کا انتخاب کرے جو حسین ہونے کے ساتھ ساتھ دیندار بھی ہو۔ جیسا کہ نبی اکرم علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے:

"فاظفر بذات الدین تربت یداک"

"تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں دیندار عورت کا انتخاب کر۔"

خاک آلود ہونے کا لفظ عرب میں بطور محبت اور بطور تنبیہ کہا جاتا ہے۔

نکاح کسی کی ذمہ داری ہے:

معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے رشتہ ازدواج کے قیام کی تاکید فرمائی ہے اور ان تمام مرد و عورت کی شادی کر دینے کا حکم دیا ہے، جن کو شادی کی ضرورت ہو، حتیٰ کہ غلام جو بڑی حد تک بے بس ہوتا ہے، اس کے متعلق بھی ارشاد فرمایا کہ ان کی بھی شادی ضروری ہے، اگر ان میں حقوق زوجیت ادا کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ پھر اس ذمہ داری کو رب العزت نے قوم کے سر ڈالا ہے، تاکہ اس کی اہمیت کا احساس پیدا ہو۔ ارشارہ کیا گیا ہے کہ شادی کے جو فائدے ہوتے ہیں، اس سے پوری قوم مستفید ہوتی ہے اور شادی نہ کرنے کے جو نقصانات ہیں ان کا اثر پوری قوم پر پڑتا ہے۔ کوئی ذی عقل انسان اس بات سے انکار کی جرأت نہیں کر سکتا کہ جائز شادی کا رواج اگر بند کر دیا جائے تو پوری قوم کے اخلاق گندے ہو جائیں گے۔

اس آیت کے اگلے حصہ میں رب العزت نے اس طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ کسی موہوم خدشہ کو حیلہ بنا کر اس نیک رشتہ کے قائم کرنے سے بچنے کی کوشش نہ کرنی چاہئے۔ اس آیت سے اتنی بات بہر حال کھل کر معلوم ہوتی ہے کہ جو مرد یا عورت شادی کے لائق ہو ان کی شادی کر دی جائے اور یہ شادی کرنے کی ذمہ داری ولی کے سر بھی ہے اور قوم کے مضبوط دوش پر بھی، کوئی اس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

اہمیت نکاح:

شادی کرنا واجب ہے۔ احادیث سے اس کی بھی تائید ہوتی ہے۔فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ جنسی میلان حد برداشت سے جب باہر ہو جائے اور خطرہ شرعی حدود کے توڑ دینے کا سامنے آجائے یعنی ظن غالب اس خطرہ میں مبتلا ہو جانے کا ہو تو اس وقت نکاح کرنا مومن کے لئے واجب ہو جاتا ہے، لیکن اگر بے تابی حد سے نہ گزری ہو تب نکاح سنت مؤکدہ ہے، اسی طرح اگر ظن غالب ہو کہ حقوق زوجیت ادا نہ ہوسکیں گے تو اس وقت نکاح کی قید میں اپنے آپ کو مقید کرنا شرعاً ناپسندیدہ یعنی مکروہ ہے، بلکہ حقوق زوجیت کے متعلق عجز کا جسے یقین ہو ایسے آدمی کے لئے تو نکاح حرام ہے۔

بلوغ کے بعد شادی کا حکم اور دیگر ہدایات:

اسلام نے عفت وعصمت کے ان لوازمات کو اپنی تعلیمات میں سمو دیا ہے، جن سے عفت و اخلاق کی بنیادیں استوار ہوں اور پاکبازی و پاکدامنی کا ماحول فراہم ہو جائے۔ ساتھ ہی کہیں سے کوئی ایسا رخنہ پیدا ہونے کا موقع نہیں دیا ہے، جس سے شیطانی وسوسے راستہ پاسکیں اور انسان کو عفت وعصمت کی خرابی پر آمادہ کرسکیں۔

یوں تو اسلام نے اجازت دے رکھی ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے ہی لڑکا اور لڑکی کا نکاح کیا جا سکتا اور جوانی کا ہنگامی دور آنے سے پہلے ہی ایسا رشتہ قائم کیا جا سکتا ہے جو مرد و عورت کے خیالات کو بہکنے سے روک دے اور اس سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ ابتدائے بلوغ میں بھی جب سوچیں گے تو دونوں جائز ہی محبت اور رشتہ داری پر سوچیں گے۔

مگر بلوغ کے بعد تو اسلام نے یہ قانون بنا دیا ہے کہ جلد سے جلد شادی ہو جانی چاہیے کہ یہ دور شباب کا ہے ،امنگ کا زمانہ ہے اور جنسی خواہشات کے ابھرنے کا موقع ہے۔ آدمی میں اس عمر میں گو مستقبل پر غور کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے، مگر وہ جذبات کے نیچے دبی دبائی ہوتی ہے، عموماً کمتر ہی لوگ عمر کے اس حصہ میں نفع و نقصان سوچنے کی زحمت برداشت کرتے ہیں۔ اس لئے اگر عمر کے اس نازک ترین حصہ میں قانونی نگرانی نہ کی جائے تو راہ راست سے دور پڑ جانے کا قوی اندیشہ ہے۔ اس لئے خصوصیت سے نوجوانوں کو مخاطب کرکے فرمایا گیا:

"یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج"(صحیح البخاری)

"اے نوجوانو! تم میں جو اسباب جماع پر قادر ہو اسکو شادی کر لینا چاہیے۔"

شباب کا زمانہ بلوغ کے بعد شروع ہوتا اور بتیس برس کی عمر تک رہتا ہے اور بعض کے نزدیک تیس تک۔

بال سفید ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ یہ مزاجوں کے اختلاف سے مختلف ہوا کرتا ہے۔ اس تفصیل سے مقصد یہ ہے کہ بلوغ کے فوراً بعد اسلام نے شادی کرنے کا مطالبہ کیا ہے اور منشاء یہی ہے کہ عمر کے اس ہنگامے خیز زمانہ میں انسان غلط راستہ پر پڑ کر عفت و عصمت کے دامن کو داغدار کرنے نہ پائے۔

اس عمر میں عموماً انسان والدین کی زیر نگرانی ہوتا ہے۔ شادی کا سامان خود فراہم کرنا چاہے تو اکثر انسان فراہم نہیں کر سکتا۔ حیاء وشرم الگ دامن گیر ہوتی ہے، جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ضرورت محسوس کرنے پر بھی والدین سے کہنے کی

Marfat.com

جرأت نہیں ہوتی اور ایسے زمانہ میں عفت و عصمت کبھی کبھی خطرہ میں گھر جاتی ہے، اس لئے پیغمبر اسلام نے اس عمر کی شادی کی ذمہ داری والدین پر ڈالی ہے۔ ہدایت نبوی ہے:

"من ولد له ولد فليحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فليزوجه فان بلغ ولم يزوجه فاصاب اثما فانما اثمه على ابيه"

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان) (مشکوٰۃ المصابیح، صفحہ نمبر ۲۷۱)

"جس شخص کا بچہ ہو اسکو چاہئے کہ بچہ کا اچھا نام رکھے، تعلیم و تربیت دے اور جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کر دے، بلوغ کے بعد اگر باپ نے شادی نہیں کی اور اس سے گناہ ہو گیا تو اسکا گناہ اس کے باپ پر ہے۔"

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں، پہلی بات یہ کہ لڑکے لڑکی کو تعلیم و تربیت دے جو اس کی آئندہ زندگی میں رہبر کا کام دے اور اسکے دل میں خشیت الٰہی کی پرورش کرے، تاکہ گناہ کے کاموں سے مجتنب اور متنفر رہے۔ دوسری بات یہ کہ جونہی بالغ ہو باپ اس کی شادی کر دے، تاخیر اور تساہلی سے کام نہ لے، کیونکہ اگر والدین کی عدم توجہی سے تاخیر ہوئی اور اس اثناء میں اس سے گناہ سرزد ہو گیا تو والدین بھی گناہ سے نہ بچ سکیں گے۔

دوسری حدیث میں لڑکی کے متعلق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"قال في التوراة مكتوب من بلغت ابنته عشرة سنة ولم يزوجها فاصابت اثما فاثم ذالك عليه"

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان) (مشکوٰۃ، صفحہ نمبر ۲۷۱)

"تورات میں لکھا ہے کہ جس کی لڑکی بارہ سال کی ہو جائے اور وہ اسکی شادی نہ کرے اور اس لڑکی سے گناہ سرزد ہو جائے تو وہ گناہ اس شخص پر ہوگا۔"

ان دونوں حدیثوں کو سامنے رکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لڑکا اور لڑکی بالغ ہو جائے تو والدین پر ذمہ داری ہے کہ جلد سے جلد ان کی شادی کر دیں، خود لڑکا اور لڑکی پر بھی ذمہ داری ہے کہ شادی کرنے میں ٹال مٹول نہ کرے۔ وقت آئے تو فوراً تیار ہو جائے اور والدین کا بھی فریضہ ہے کہ لڑکے لڑکی کی شادی وقت پر کر دیں، مگر ان کی رائے معلوم کر کے، تاکہ رشتہ مضبوط ہو سکے۔

والدین پر تاکید جتانے اور مسئلہ کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لئے یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اگر وقت پر شادی نہ ہوئی، والدین نے اپنی ذمہ داری کا احساس نہ کیا اور اس کی وجہ سے لغزش ہو گئی اور لڑکے یا لڑکی میں سے زنا یا دواعی زنا کا ارتکاب ہو گیا تو گناہ کا ایک حصہ والدین کا بھی ہوگا اور مرتکب معصیت تو گناہ میں ڈوب ہی جائے گا۔

اعلان نکاح اور گواہ:

اسلامی قوانین عفت میں تمام فتنہ و فساد کے سرچشموں کو بند کرنے کی کوشش کی گئی ہے، سوسائٹی اور سماج کے اندر

Marfat.com

جس چیز سے بداخلاقی نشو ونما پا سکتی ہے، حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے اس کو بند کرنے کی سعی بلیغ کرنی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نکاح کا اعلان بڑی حد تک ضروری سمجھا ہے، کیونکہ اگر نکاح کا اعلان نہ ہوا تو اس راستہ سے فتنوں کے سر اٹھانے کا اندیشہ کیا جاتا ہے۔ پہلی بات تو ذہن نشین رہنی چاہیے کہ کھلے طور پر نکاح اور ناجائز تعلقات کے درمیان مابہ الامتیاز کوئی حد ضرور ہونی چاہیے، تاکہ التباس پاس نہ پھٹکنے پائے اور آدمی ذہنی گمراہی میں مبتلا نہ ہو۔

نکاح کی صحت کی شرط یہ بھی ہے کہ کم از کم دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتیں اس معاملہ کی گواہ ہوں جو نکاح کی مجلس میں موجود ہوں اور ایجاب و قبول اس طرح ہو کہ گواہ سن سکیں اور اولیٰ یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ آدمی شریک ہوں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدفوف"

(سنن ترمذی، باب ماجاء فی اعلان النکاح)

"اس نکاح کا اعلان کرو، نکاح مسجد میں کرو اور اس پر دف بجاؤ (کہ خوب اعلان ہو جائے)۔"

مسجد میں نکاح کا ایک بڑا فائدہ اعلان کا حصول ہے۔ جہاں آزادی کیساتھ ہر خاص و عام آسکیں، کسی کو پہنچنے میں اعتراض باقی نہ رہے اور دف بجانے کا مقصود اعلان کے سوا اور کچھ نہیں۔ اسلام میں فضول لہو ولعب کی گنجائش نہیں رکھی گئی۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فصل مابين الحلال و الحرام الصوت والدف في النكاح"

(سنن ترمذی، باب ماجاء فی اعلان النکاح)

"حلال و حرام میں حد فاصل نکاح کی شہرت اور دف ہے (کہ لوگوں کو خبر ہو)"

اگر نکاح کی شہرت ضروری قرار نہ دی جائے تو پھر لوگ چوری چھپے آشنائی اور ناجائز تعلق کو بھی نکاح کی صف میں لا کر ملا دیں اور اس طرح ایک چور دروازہ قائم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔ شادی سے عفت مقصود ہونا چاہیے صرف ہوس رانی نہ ہو۔ ارشاد ربانی ہے:

"محصنين غير مسافحين ولا متخذي اخدان" (سورة المائده)

"نکاح کرنے والا مرد پارسا ہو، نہ صرف مستی نکالنے والا ہو اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والا۔"

دوسری جگہ فرمایا:

((محصنت غير مسافحات ولا متخذٰت اخدان))

(سورۃ النساء، آیت نمبر ۲۵)

"عورتیں پاکباز ہوں، نہ مستی نکالنے والی ہوں اور نہ چھپے چوری آشنائی کرنے والیاں۔"

نکاح کی افادیت:

اسلام میں صرف جائز فطری راہ کھلی رکھی گئی ہے کہ ہر حیثیت سے وہ مفید ہی مفید ہے۔ یہ جائز طریقہ وہی نکاح کا

Marfat.com

طریقہ ہے، مذاہب وادیان، آئین وخاندانی اور قبائلی زندگی کا دارومدار ہے۔ نکاح کا طریقہ اگر نہ ہوتو نظام حیات درہم برہم ہوجائے اور مدنیت وارتقاء کا نام ونشان مٹ جائے۔

کون نہیں جانتا کہ عمر کے ایک مخصوص حصہ میں آ کر مرد کو عورت کی اور عورت کو مرد کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، تا کہ مرد عورت سے تسکین حاصل کرے اور عورت کو مرد کی تلاش ہوتی ہے جس کا سہارا لے کر وہ اپنی سب سے بڑی دولت عصمت کو محفوظ رکھ سکے اور پھر دونوں مل کر پاکدامنی کی زندگی گزاریں اور حوادث زمانہ کے وقت ایک دوسرے کے معاون ہوں۔

مرد کو عقل ہے دل نہیں، عورت کو دل ہے عقل نہیں یعنی ہر ایک کا ایک پہلو کمزور ہے۔ جب تک دونوں مل نہ جائیں، زندگی مکمل کسی کی بھی نہیں ہوسکتی۔ شادی کرنا اجتماعی حیثیت سے بھی ضروری ہے کہ مذکورہ فوائد کے ساتھ اجتماعی شیرازہ بندی میں سہولت پیدا ہو، تعلقات اور باہمی انس ومحبت دو خاندانوں کو جوڑ دے۔ اگر شادی نہ ہوتو باپ کہاں سے آئے گا؟ ماں کون ہوگی؟ بھائی بہن کا رشتہ کس طرح پیدا ہوگا؟ شوہر اور بیوی کون کہلائے گا؟ رضاعی اور غیر رضاعی رشتہ کی شاخ کس درخت سے پھوٹے گی؟ بھائی برادری دنیا میں کہاں سے جنم لے گی اور باہمی تعلقات کی جڑ کیونکر مضبوط ہوگی؟

شادی اور مفکرین کی آراء:

آپ شادی کی مذہبی حیثیت پڑھ چکے۔ اب یہ بھی ملاحظہ کیجئے کہ دنیا کے مفکرین اور روشن خیال اس سلسلہ میں کیا رائے رکھتے ہیں:

ہندوستان کے مشہور لیڈر اور بھارت کے پہلے ہندوستانی گورنر جنرل مسٹر راجگوپال اچاریہ فرماتے ہیں:

"عورتوں کے لئے شادی کرنا بہت ضروری ہے۔ ڈاکٹری، انجینئرنگ اور سیاست دانی بلاشبہ باعزت پیشے ہیں، مگر گھر بار کی نگرانی اور بچوں کی پرورش بھی کچھ کم قابل عزت نہیں ہے۔ فوجی کارخانوں میں کام کرنا اور فرموں میں حاضری دینا خواہ کتنا ہی اہم ہو، لیکن گھریلو زندگی کے نوک و پلک درست کرنا، اس سے بھی زیادہ اہم ہے۔ میں نے چھیاسٹھ برس کی عمر میں جو تجربہ حاصل کیا ہے وہ یہ ہے کہ عورت کے اخلاق کی تکمیل ماں بن کر ہی ہوسکتی ہے۔"

ایک فاضل فرنگن لکھتی ہے:

"عورت کا اولین فریضہ شادی، مادیت اور خانہ داری ہے۔ معاشرہ کا فرض ہے کہ ہر عورت کے لئے اس کو موقعہ بہم پہنچائے اور عورت جس کی تلاش میں ہو اسے وہ آسانی سے مل جائے، جیسے مرد کو ذریعہ معاش۔"

ایک مغربی مفکر این تھونی ایم لوڈوویسی اپنی کتاب "عورتوں کا تحفظ" میں لکھتا ہے:

"اس امر پر زور دینا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہر عورت کے لئے ایک خاص عمر تک ازدواجی زندگی کو مقصود زندگی قرار دیا جانا چاہیئے اور والدین کے ذہن نشین یہ امر کرنا چاہئے کہ ازدواج ہی وہ اصل غرض

Marfat.com

ہے جس کے لئے لڑکیوں کی تربیت کی جانی چاہئے۔ انسانیت کے بہترین پہلوؤں کی تکمیل ماں بننے سے ہوتی ہے اور اس کے علاوہ جو چیز بھی ایک عورت حاصل کرے وہ اس سے کمتر درجہ رکھتی ہے۔ وہ لوگ جو اسے عالم شباب میں یہ فریب دیتے ہیں کہ اس کے لئے ماں بننے سے بڑھ کر یا اس کے برابر اور مشاغل بھی ہیں، وہ نہ صرف صنف نازک، بلکہ نوع انسانی کے دشمن ہیں۔

یہی منصف لکھتا ہے:

''چونکہ عورت کامل طور پر زندگی اور اس کی افزائش کے کاروبار میں ڈوبی ہوئی ہے، اس لئے اس حقیقت کا صاف طور پر اور بلا خوف تردید اعلان ہونا چاہئے کہ تمام وہ لوگ جو اسے یہ سکھاتے ہیں کہ اس کے لئے کوئی اور شغل اسکا اصلی شغل ہے، تمام وہ لوگ جو مسائل حاضرہ کے گورکھ دھندے میں اسے نسوانیت کے بارے میں ایسے قصے کہانیوں سے پریشان کرتے ہیں جن سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اصلی سنوانیت زندگی اور اس کی افزائش سے علیحدہ کوئی چیز ہے، غرضیکہ وہ تمام لوگ جو اسے مرد اور بچہ سے دور رکھتے ہوئے مسرت، اطمینان اور راحت کی توقعات دلاتے ہیں جھوٹے ہیں۔''

یہ چند نمونے بطور مثال نقل کئے گئے ہیں، ورنہ انسانی تاریخ کا ایسا کونسا حصہ ہے جس میں ازدواجی زندگی کی اہمیت محسوس نہیں کی گئی ہے، لیکن اسی کے ساتھ ہمیں اس کا بھی خیال رکھنا چاہیے کہ دوسرے منافع وفوائد کے ساتھ رشتہ ازدواج کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ عفت وعصمت اور ناموس وآبرو کی انمول دولت جو انسان کو بخشی گئی ہے۔ اس دولت کی حفاظت کا ضامن یہی آئینی طریقہ ہے جسے ہم نکاح کہتے ہیں۔

شرائط نکاح:

قرآن مجید نے جہاں محرمات کا بیان کیا ہے وہاں اس کو ختم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا ہے:

((احل لكم ما وراء ذلكم ان تبتغوا باموالكم محصنين غير مسافحين)) (سورة النساء، آیت نمبر ۴)

''ان عورتوں کے سوا اور عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں اس طرح کہ تم ان کو اپنے مالوں کے ذریعہ چاہو، ان کو بیوی بناؤ، صرف مستی ہی نکالنا نہ ہو۔''

محرمات کے علاوہ جو عورتیں ہیں وہ چار شرطوں کے ساتھ حلال ہوتی ہیں:

1: دونوں طرف سے ایجاب وقبول پایا جائے۔ جس کی طرف "ان تبتغوا" سے اشارہ کیا گیا ہے۔

2: مال دیا جائے جس کو اصطلاح میں مہر کہتے ہیں جسے "باموالكم" کا لفظ بتا رہا ہے۔

3: عورت کو قبضہ میں لانا اور جائز طریقہ پر رکھنا مقصود ہو کہ طرفین کو عفت وعصمت اور اخلاق کی دولت نصیب ہو محض مادۂ تولید کا ضائع کرنا مقصود نہ بنا لیا جائے، جیسا کہ زنا میں ہوتا ہے کہ دل کی بھڑاس نکلی، منہ کالا کیا اور چلتے بنے۔ ماحصل یہ ہے کہ شادی اس مقصد سے کی جائے کی عورت کو بیوی بنا کر ہمیشہ رکھیں گے اور عورت اس کے

Marfat.com

پاس پاکدامن بن کر رہے گی۔ مطلب یہی ہے کہ ازدواجی رشتہ وقتی نہیں ہے کہ چند مہینوں کے لئے رکھا اور پھر علیحدہ ہوگئے جس پر "محصنین غیر مسا فحین" کے الفاظ دلالت کرتے ہیں۔

4: دوستی مخفی نہ ہو کہ ناجائز عشق و محبت کی زنجیر میں جکڑے ہوں اور کسی کو علم نہ ہو، بلکہ رشتہ ازدواج کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اس معاملہ کے شرعی گواہ ہوں۔ عام اعلان اور شہرت ہو تو بہتر ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے:

"غیر متخذی احذان"

نکاح محافظ عفت و عصمت...... نکاح کے بنیادی مقاصد:

احصان کا لفظ جو قرآن مجید میں لایا گیا ہے وہ حصن سے مشتق ہے، جس کے معنی قلعہ کے ہیں یعنی انسان شادی کر کے عفت و عصمت کے قلعہ میں آجائے اور مفاسد اخلاق سے محفوظ ہو جائے، جو شادی کا بنیادی مقصد ہے۔ ایسا نہ ہو کہ صرف لطف اندوزی کا ارادہ ہو اور بس۔ محصنین غیر مسافحین کا لفظ بتا رہا ہے کہ بغیر اس مہتم بالشان چیز کے، جس کو عفت کہتے ہیں، نکاح نکاح نہیں ہے۔

نکاح جس طرح مردوں کے لئے پاک دامنی اور اخلاق کا ذریعہ ہے، عورتوں کے نکاح کا مقصد بھی یہی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فانکحو هن باذن اهلهن وا تو هن اجور هن بالمعروف محصنت غیر مسا فحات ولا متخذات اخذان))(سورۃ النساء، آیت نمبر ۴)

"سوان کے ولیوں کی اجازت سے ان سے نکاح کر لیا کرو اور ان کے مہران کو قاعدہ کے مطابق دے دیا کرو، اس طور پر کہ وہ منکوحہ بنائی جائیں، نہ تو علانیہ بدکاری کرنے والی ہوں اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والی۔"

اس آیت میں کھلے لفظوں میں بتایا گیا ہے کہ شادی سے عورتوں کا مقصد بھی یہی ہو کہ وہ عفت و عصمت کی زندگی گزاریں گی، اخلاق و کردار کو بلند رکھیں گی اور اپنے داعیات فطرت کو اپنے شوہر کے ذریعہ پورا کریں گی۔ بدکاری، چھپے چوری آشنائی اور عفت میں خیانت نہ کریں گی۔ سورۃ المائدہ میں ہے:

"الیوم احل لکم الطیبات و طعام الذین او تو االکتب حل لکم و طعا مکم حل لهم و المحصنت من المومنت و المحصنت من الذین او تو االکتب من قبلکم اذا اتیتمو هن اجور هن محصنین غیر مسا فحین و لا متحذی احذ ان"(سورۃ المائدہ)

"آج تمہارے لئے حلال رکھی گئیں پاکیزہ چیزیں اور جو لوگ کتاب دیئے گئے ہیں انکا کھانا تم کو حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے اور پارسا عورتیں اہل کتاب کی۔ یہ سب بھی حلال ہیں، جبکہ تم ان کو حق

Marfat.com

مہر دیدو۔ اس طرح سے کہ تم بیوی بناؤ، نہ کہ علانیہ بدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائی کرو۔"

اس آیت میں ترغیب دی گئی ہے کہ شادی کرتے وقت پاکدامن عورت کی تلاش وجستجو ہونی چاہیے اور رشتہ ازدواج کے قیام کے وقت اول نظر پاکدامنی اور عفت وعصمت پر ہی ہونی چاہئے۔ اس آیت کے آخر میں مردوں سے پاکدامنی اور عفت واخلاق کا بھی مطالبہ کیا گیا ہے، گویا اسلام نے بتایا کہ شادی کے ذریعہ شوہر عصمت محفوظ رکھنے والا بن جائے اور دونوں صنفیں ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوں اور فطری پیاس بجھائیں، ہاں! صرف شہوت رانی اور ہوا پرستی پیش نظر نہ ہو، ورنہ حیوانی اور انسانی زندگی میں فرق ہی کیا رہ جائے گا۔؟

ماحصل یہ ہے کہ اسلام چاہتا ہے کہ شادی کرکے صنفی تقاضوں کی تکمیل کا موقعہ حدود اللہ کے اندر رہ کر حاصل ہو، کسی حال میں بھی اللہ تعالیٰ کی حدودوں کو توڑنے کی اجازت نہیں ہے۔ بلاشبہ! عفت وعصمت ایسی بیش قیمت چیز ہے کہ اس پر دنیا کی ساری چیزیں قربان کی جاسکتی ہیں، مگر یہ کبھی جائز نہیں ہوسکتا کہ کسی دوسری چیز پر عفت کو قربان کردیا جائے۔

عفت اگر خطرہ میں گھر جائے، حدود اللہ ٹوٹنے کا خطرہ سامنے آجائے اور شادی کا جو بنیادی مقصد ہے وہی زد میں آجائے تو ضرورت کے وقت شادی کی گرہ کھول دی جائیگی۔ مثلاً زن شوہر کے تعلقات آپس میں کشیدہ ہوجائیں کہ ایک کو دوسرے سے نفرت ہوجائے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا نہ کرسکیں تو ایسی حالت میں اسلام علیحدگی کی اجازت دیتا ہے، مگر یہ برداشت نہیں کرتا کہ رشتہ ازدواج میں بندھے ہوئے ہوں اور عفت و پاک دامنی کھودی جائے، اسی وجہ سے ایسی حالت میں طلاق کی اجازت ہے، تاکہ عورت بھی آزاد ہوجائے اور وہ بھی اپنا کوئی جائز سامان کرلے اور مرد کو بھی آزادی حاصل ہوجائے اور یہ بھی ضرورت سمجھے تو کسی دوسری عورت سے اپنا جائز رشتہ قائم کرلے اور اسی بنیاد پر عورت کو خلع کا حق دیا گیا ہے کہ وہ ظالم شوہر کے پنجہ میں گرفتار ہوکر بے بس نہ ہوجائے، بلکہ اگر وہ ایمان داری سے سمجھتی ہے کہ موجودہ شوہر کیساتھ رہ کر حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکے گی تو شوہر کو مہر کا کچھ حصہ یا کل حصہ دے کر شوہر سے طلاق حاصل کرسکتی ہیں۔

اسی عفت کی اہمیت کا نتیجہ ہے کہ اسلام نے مرد کو اس کی اجازت نہیں دی کہ وہ چار مہینے سے زیادہ اپنے ایلاء کو باقی رکھے اور عورت سے ہمبستری کرنے سے قسم کھالے، بلکہ اگر چار ماہ تک مرد اپنی اس قسم پر باقی رہا تو پھر اس کے بعد اس کو حق نہیں ہے کہ عورت کو اپنی قید میں ڈالے رہے، کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عورت داعیات فطرت سے مجبور ہوکر عصمت کا فانوس توڑ ڈالے اور اپنی پاک دامنی کھودے اور اسی عفت وعصمت کی اہمیت کا یہ اثر ہے کہ چند شادی کرنے والوں کو اسلام نے تاکیدی حکم دیا ہے کہ تم ایک عورت پر ایسا جھک پڑو کہ دوسری لٹکی رہ جائے:

" فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقه"

(سورۃ النساء، آیت نمبر ۱۹)

"پس ایک طرف نہ جھک پڑو کہ دوسری کو لٹکی ہوئی چھوڑ دو۔"

Marfat.com

شاید یہ چیز معلقہ کے لئے حدود اللہ توڑنے کی وجہ بن جائے اور شادی کا جو مقصد اعظم ہے، وہ فنا کے گھاٹ اتر جائے۔ نکاح کے سلسلہ میں جو حدیثیں بیان کی گئی ہیں ان سے بھی مقصد کی تائید ہوتی ہے کہ عفت و عصمت کا دامن کسی حال میں ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

نکاح کا دوسرا مقصد بنیادی یہ ہے کہ رشتہ ازدواج کے ذریعہ مرد و عورت ان دو صنفوں میں باہم محبت ہو، انس اور خلوص ہو اور ان میں سے ہر ایک کو طمانیت اور سکون قلب میسر آئے جو اجتماعی زندگی میں ترقی اور عروج کا ذریعہ ثابت ہوں۔ تہذیب و تمدن سے جو چیزیں متعلق ہیں ان کو باہمی اشتراک عمل سے آگے بڑھا سکیں اور پھر اس طرح وہ ملک اور قوم کے لئے حوصلہ افزائی ہوں۔ خود ان کی زندگی کے لئے شادی وجہ راحت و مسرت اور باعث اطمینان و سکون ہو۔

قرآن مجید نے جو اسلوب بیان اختیار کیا ہے وہ بس اسی مقصد کا حصہ ہے۔ ارشاد رب العزت ہے:

”و من آیتہ ان خلق لکم من انفسکم ازواجاً لتسکنوا الیہا و جعل بینکم مودة و رحمةً“ (سورة الروم، آیت نمبر ۳)

”اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہاری قسم سے جوڑا پیدا کیا، تا کہ ان کے پاس چین حاصل کرو اور اس لئے تمہارے درمیان پیار اور مہربانی رکھی۔“

اس آیت میں رب العزت نے مقاصد نکاح کو بیان کرتے ہوئے، ارکانِ نکاح کو بتایا ہے کہ اس رشتہ سے جو پہلی چیز حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ میاں بیوی میں سے ہر ایک کو دوسرے سے تسکین خاطر اور اطمینان میسر ہوتا ہے اور پھر ہر ایک دوسرے کی بے چینی میں سہارا ہو اور جب بھی اور جس وقت بھی طبیعت انسانی میں امنگ پیدا ہو، دل میں گدگدی کا احساس ہو اور جنسی اضطراب چھیڑے تو ایک جائز آئینی ذریعہ فطرت کے ان تقاضوں کی تکمیل کا سامنے موجود ہے۔ اسی مسئلہ کی طرف کتنے بلیغ پیرایہ میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا ہے:

”ان المرأة تقبل فی صورة الشیطان و تدبر فی صورة شیطان، اذا احد کم اعجبته المرأة فوقعت فی قلبه فلیعمد الیٰ امرا ته فلیو اقعها فان ذلك یر د ما فی نفسه“
(صحیح مسلم، باب ندب من رائی امراة)

”بلاشبہ عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے اور اسی کی صورت میں واپس ہوتی ہے۔ تم میں سے کسی کو جب عورت بھلی معلوم ہو اور دل پر اس کی چوٹ پڑے تو چاہئے کہ اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہو۔ اس تدبیر سے اجنبی عورت کا اثر دل سے جاتا رہے گا۔“

جنسی میلان جن کا قوی ہوتا ہے، طبعاً عورت کی طرف ان کی نگاہیں اٹھ جاتی ہیں اور عورت اپنی قدرتی ہیئت سے مرد کے خوابیدہ جذبات کو جگا دیتی ہے، اس سے بچنے کی تدبیر اسلام نے بتائی ہے تو اگر ایسے بات سامنے آبھی جائے اور کسی عورت کی دید باعث ہیجان ہو تو ایسے نازک موقعے کے وقت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی کے پاس چلے جاؤ اور اس مادہ کو خارج کر آؤ جو اس کا محرک بنا ہے، تا کہ اس کے نکلنے کے بعد شیطان تمہارے دل

Marfat.com

میں وسوسہ ڈالنے کی جرأت نہ کرے اور نہ تم کو گناہ میں ملوث کرنے پائے۔

علامہ نووی اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

"انه یستحب لمن رای امراة فتحرکت شهو ته باتی امراة فلیو ا قعها لید فع شهو ته و تسکن نسه و یجمع قلبه علیٰ ما هو بصدده"

(شرح صحیح مسلم:۴۴۹)

"کسی عورت کو دیکھنے سے جب کسی کی خواہش میں ابھار پیدا ہو تو اسکو چاہیے کہ اپنی بیوی سے مقاربت کرے، تاکہ دل کا تقاضا ٹھنڈا پڑ جائے اور نفس کو سکون حاصل ہو اور قلب جس کے درپے ہے وہ بات جاتی رہے۔"

عورت کی آمد ورفت کو شیطان کی صورت سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہوئی کہ عورت میں فطرتاً کچھ ایسی جاذبیت اور دل کشی رکھی گئی ہے کہ قدرتاً مرد کا دل عورت کی طرف کھنچتا ہے، گویا شیطان کو موقع ملتا ہے کہ عورت کو مرد کی لغزش کا ذریعہ بنائے، گویا عورت کو باہر نکلنا شیطان کا باہر نکلنا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ عورت کو بغیر شدید ضرورت کے گھر سے نکل کر مردوں کی سوسائٹی میں گھسنے پھرنے سے بچنا چاہیے۔

اس مسئلہ کو سمجھ لینے کے بعد یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ اسلام نے نکاح کے جن بنیادی مقصدوں کی نشان دہی کی اور جن کی طرف جگہ جگہ وضاحت اور اشارہ سے کام لیا ہے، ان کا حصول ناممکن ہے جب تک نکاح کا وہی فطری اور شرعی طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس کی اسلام نے تعلیم دی ہے۔ شادی کے وہ طریقے جو اسلامی طریقے سے مختلف ہیں ان سے مقاصد نکاح کا حصول محال ہے۔

معشوقہ سے شادی:

جو شخص کسی کی محبت کا شکار ہو اور وہ شادی کا ارادہ کرے تو وہ اسی عورت سے شادی کی کوشش کرے جس کے عشق میں مبتلا ہے۔ جبکہ اس عورت سے شادی کرنا جائز ہو۔ اگر وہ پہلے سے کسی کے نکاح میں موجود ہے یا وہ عورت محرمات میں سے ہے تو پھر اس کی بجائے کسی ایسی عورت سے شادی کرے جس سے اس کے عشق کی آگ ٹھنڈی ہو کہ جب وہ اس کو دیکھے تو اس کو تسکین ہو۔

حضرت عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تورات میں لکھا ہوا تھا کہ ہر شادی (جس میں شادی کرنے والے کی) محبت نہ ہو وہ قیامت کے دن حسرت اور ندامت ہوگی۔ کیونکہ جب میاں بیوی میں سے کسی ایک کو دوسرے سے محبت نہ ہوگی تو وہ دوسرے کے حقوق میں کوتاہی کرے گا جو قیامت کے دن حسرت بنیں گے، ان میں سے جس کو دوسرے سے محبت ہوگی وہ اس کی ضروریات اور خواہشات کی تکمیل کرے گا اور قیامت کے دن سرخرو ہوگا۔ ہاں اگر ناجائز خواہشات کی تکمیل کی تو پھر حسرت وندامت ہوگی اور عذاب بھگتنا پڑے گا۔ ہاں! اگر اللہ تعالیٰ

Marfat.com

معاف کر دے تو وہ غفور رحیم ہے، مگر اس کی مغفرت کو دیکھ کر اترانا نہیں چاہیے۔"

اگر کوئی یہ کہے کہ میں آپ کی ان باتوں کو تسلیم کرتا ہوں اور میں نے جان لیا ہے کہ محبوب سے قطع تعلق کر کے نا امیدی کے سوا کوئی علاج نہیں ہے۔ اب میں نے محبوب کو مکمل طور پر چھوڑ دینے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے اور حتمی طور پر اپنی طمع کو اس سے ہٹا دیا ہے۔ اب اتنی بات تو ضرور باقی ہے کہ میرا دل بے یقین ہے، سکون نہیں پاتا، ایسی جلن ہے جو مٹتی نہیں اور ایسے شعلے بھڑک رہے ہیں جو بجھتے نہیں تو کیا اس کا بھی کوئی علاج ہے۔؟

جواب: اگر تو تمہارا محبوب ایسا ہے جس سے شرعی طور پر نکاح ہو سکتا ہے اور تم اس سے نکاح کی قدرت بھی رکھتے ہو تو اس مرض کیلئے اس سے بہتر کوئی علاج نہیں، کیونکہ بہت سے لوگ ایسے ہوئے ہیں جن کو عشق نے لاچار کر دیا تھا۔ جب ان کو اپنے محبوب سے وصال ہوا تو وہ بہت جلدی صحت یاب ہو گئے، کیونکہ نکاح عشق کو زائل کر دیتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس ایک یتیم بچی رہتی ہے جس سے نکاح کا پیغام ایک امیر اور ایک غریب نے دیا ہے جبکہ یہ لڑکی غریب و تنگدست کی طرف میلان رکھتی ہے اور ہم امیر کی طرف میلان رکھتے ہیں۔؟"

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"لم یر للمتحابین مثل النکاح"

(ابن ماجہ، مستدرک حاکم، جامع صغیر علامہ سیوطی)

"آپس میں جو دو محبت کرتے ہیں اور ان کو عشق کا مرض لگ جاتا ہے۔ اس کا علاج ان کے باہمی نکاح کرنے سے زیادہ بہتر اور کچھ نہیں پایا گیا۔"

اگر شریعت کے لحاظ سے محبوب سے شادی کرنا جائز ہو مگر تنگدستی کی وجہ سے ممکن نہ ہو تو محبّ اللہ تعالیٰ کی طرف اس معاملہ کی آسانی کی التجاء کرے اور جس غلط طریقہ سے اس کو روکا گیا ہے اس پر صبر کرے۔ انشاء اللہ! اس کی مراد جلد پوری ہو گی۔

ایک بزرگ محمد بن عبید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک لونڈی رہتی تھی جس کو میں نے فروخت کر دیا، لیکن میرا دل اس سے چمٹ گیا تو میں نے اس کے مالک کے پاس اپنی جماعت کے احباب کے ساتھ جا کر ملاقات کی اور اس سے کہا:

"میں اپنے اور تمہارے درمیان اس معاملہ کو ختم کرنا چاہتا ہوں اور میں اس سودے پر مزید بیس دینار نفع کے بھی دینا چاہتا ہوں۔"

مالک نے ماننے سے انکار کر دیا تو میں اس سے ناکام واپس آ گیا اور خود کو بہت سنبھالا، مگر ناکام رہا۔ میں نے

Marfat.com

ساری رات جاگ کر کاٹی اور مجھے کچھ نہیں سوجھتا تھا کہ میں کیا کروں۔ وہ شخص بھی ڈر گیا کہ میں اس کے پاس دوبارہ نہ پہنچ جاؤں۔ چنانچہ وہ لونڈی کو شہر مدائن کی طرف لے گیا۔ جب میں نے اپنی یہ مصیبت دیکھی تو اس کا نام اپنی ہتھیلی پر لکھا اور قبلہ رو ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر جب بھی اس کی یاد ستاتی میں اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیتا اور عرض کرتا:

''اے میرے آقا! میری یہ حالت ہے۔''

دوسرے دن جب سحری کا وقت ہوا تو ایک شخص نے میرے گھر کا دروازہ کھٹکایا۔ میں نے پوچھا:

''کون ہو۔؟''

اس نے کہا:

''میں لونڈی کا مالک ہوں۔''

میں اس کے پاس اٹھ کر گیا تو وہ میرے سامنے تھا۔ اس نے کہا:

''یہ لونڈی لے لو! اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لئے برکت دے۔''

میں کہا:

''تم وہ رقم اور منافع لیتے جاؤ۔''

اس نے کہا:

''میں تم سے کوئی دینار و درہم لینے کا نہیں۔''

میں نے پوچھا:

''کیوں۔؟''

اس نے کہا:

''گزشتہ رات ایک شخص خواب میں میرے پاس آیا ہے اور مجھ سے کہا کہ یہ لونڈی ابن عبید کو واپس کر دو اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں جنت عطا کرے گا۔''

ابوالبختری کہتا ہے:

''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی تھی اور آپ کا ایک مؤذن بھی تھا جو رحبہ میں رہتا تھا۔ وہ صبح اندھیرے میں اذان دے دیتا تھا اور یہ لونڈی آپ کیلئے نہر فرات سے میٹھا پانی لایا کرتی تھی۔ وہ لونڈی جب بھی اس مؤذن کے پاس سے گزرتی یہ اس کو کہتا:

''اے فلانی! اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں۔''

جب اس نے ایسا اکثر کرنا شروع کر دیا تو لونڈی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس کی شکایت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا:

''جب وہ تمہیں یہ کہے: ''اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں'' تو تم بھی اس سے کہنا: ''اللہ کی قسم! میں بھی

Marfat.com

تم سے محبت کرتی ہوں۔ اب کیا چاہتے ہو۔؟''

لونڈی نے اس سے یوں ہی کہا تو موذن نے کہا:

''ہم صبر کریں گے حتی کہ اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ فرمادے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔''

لونڈی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور موذن کی بات بتائی تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم جاؤ اس کو ساتھ لے کر آؤ۔''

جب وہ آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے اس کو خوش آمدید کہا، قریب بٹھایا اور فرمایا:

''اے فلاں! کیا تمہیں فلانی سے محبت ہے۔''

اس نے عرض کیا:

''جی ہاں! امیر المومنین۔!''

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''کیا اسکا کسی اور کو بھی علم ہے۔؟''

اس نے عرض کیا:

''اللہ کی قسم! اور کسی کو اس کا علم نہیں۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس کو تین مرتبہ قسم دے کر پوچھا اور اس نے قسم کھا کر وہی جواب دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں نے یہ لونڈی تجھے دی۔ تم اس کا ہاتھ پکڑ کر لے جاؤ۔ یہ اللہ ہی کے حکم سے ہے اور اللہ بہتر ہی حکم فرماتا ہے۔''

حضرت موسیٰ بن علقمہ مکی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

''ہمارے پاس مکہ مکرمہ میں ایک آدمی غلاموں اور لونڈیوں کی تجارت کرتا تھا۔ اس کے پاس ایک لونڈی ایسی تھی جس کے جمال و کمال کی بڑی تعریف کی جاتی تھی۔ یہ تاجر اس کو حج کے موسم میں سامنے لاتا تھا اور اس کیلئے بڑے بڑے ہدیے اور تحفے پیش کیے جاتے، مگر یہ اس کو فروخت نہیں کرتا تھا اور بہت زیادہ قیمت مانگتا تھا۔ وہ اسی طرح سے ایک عرصہ دراز تک کرتا اور اس کا یہ قصہ بہت سے شہروں تک پھیل گیا۔ کئی لوگ حج کے بہانہ سے اس لونڈی کو دیکھنے جایا کرتے تھے۔ ہمارے ہاں ایک نوجوان عبادت گزار بھی رہتا تھا جو اپنا شہر چھوڑ کر یہاں آیا اور ہمارا پڑوسی بن گیا تھا۔ اس نے بھی لونڈی کو اس کی نمائش کے دن ایک مرتبہ دیکھ لیا اور وہ اس کے دل میں اتر گئی۔ یہ اس کی نمائش کے دنوں میں اس کو آ کر دیکھتا تھا اور لوٹ جاتا تھا۔ جب لونڈی کو پردہ میں بٹھا دیا گیا تو یہ بہت غمگین اور سخت بیمار ہو گیا اور اس کا جسم پگھلنے لگ گیا۔ چنانچہ یہ لوگوں سے الگ تھلگ رہنے لگا اور اس کی مصیبت ایام حج تک طول پکڑے رہتی۔ جب یہ

Marfat.com

لونڈی نمائش کیلئے باہر نکالی جاتی تو یہ اس کو دیکھ دیکھ کر سکون پاتا تھا حتیٰ کہ وہ پھر پردہ میں کر دی جاتی۔ یہ جوان اسی طرح سے کئی سال تک دبلا پتلا ہوتا اور پگھلتا رہا۔ میں اس سے وجہ پوچھا کرتا مگر وہ اس کا اظہار نہ کرتا۔ یہاں تک کہ اس نے ایک مرتبہ مجھے بتا دیا مگر یہ مطالبہ کیا کہ اس کی بات کو کسی کے سامنے ذکر نہ کروں اور نہ کوئی اور اس بات کو سنے۔ میں نے اس پر ترس کھایا کہ یہ بیچارہ کتنی بڑی مصیبت میں پھنس کر کس حالت کو پہنچ گیا ہے تو میں اس لونڈی کے مالک کے پاس گیا اور اس سے بات چیت کرتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس سے اس نوجوان کی بات اور اس کی تکلیف کا اظہار کر دیا۔ اب جو اس کی حالت ہو چکی تھی وہ بھی بتائی اور یہ بھی بتایا کہ وہ اس وقت موت کی حالت کو پہنچ چکا تھا۔ اس تاجر نے کہا:

"تم میرے ساتھ چلو تاکہ میں اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔"

چنانچہ ہم دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور اس کے پاس پہنچے۔ جب اس لونڈی کا مالک اس کے قریب گیا اور اس کی حالت زار دیکھی تو اپنے گھر واپس لوٹنے کی ہمت نہ ہوئی۔ تاجر نے خوبصورت اور حسین لباس نکال کر کہا:

"فلانی لونڈی کا بناؤ سنگھار کرو، یہ لباس اس کو پہناؤ اور اس کے ساتھ وہ کرو جو تم حج کے موسم میں کیا کرتے تھے۔"

انہوں نے اس لونڈی کو سجا دیا، پھر اس تاجر نے اس کے ہاتھ سے پکڑا، اس کو بازار میں لے گیا اور لوگوں کو پکارا تو کثیر لوگ جمع ہو گئے۔ پھر اس نے کہا:

"اے لوگو! تم گواہ ہو جاؤ میں نے اپنی فلانی لونڈی اور اس نے جو کچھ پہن رکھا ہے سب اس نوجوان کو ہدیہ میں دیا، اس کے عوض جو اللہ تعالیٰ کے پاس میرے اس نیک کام کا انعام ہے۔"

پھر اس نوجوان سے کہا:

"تم یہ لونڈی قبول کرو۔ میری طرف سے تم کو ہدیہ ہے۔ اس مال اور زیور سمیت جو اس کے پاس ہے یا اس نے پہن رکھا ہے۔"

لوگ اس کو یہ کہتے ہوئے دور ہونے لگے کہ تم تباہ ہو جاؤ تم نے یہ کیا کیا ہے، حالانکہ تمہارے سامنے اس کے اتنے بڑے بڑے معاوضے پیش کیے جاتے تھے اور تم نے اس وقت اس کو نہیں بیچا اور اب اس جوان کو بخشش کر دی۔؟

تاجر نے کہا:

"تم سب مجھ سے دور ہو جاؤ۔ میں نے (یہ لونڈی لقمہ اجل ہونے والے نوجوان کو ہدیہ کر کے) تمام روئے زمین کے لوگوں کو زندگی دی ہے۔ (کیونکہ) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ومن احیا فکانما احیا الناس جمیعا"

(القرآن المجید، سورۃ المائدہ، آیت نمبر 32)

"جس نے کسی ایک نفس کی زندگی بچائی تو اس نے تمام انسانوں کی زندگی بچائی۔"

Marfat.com

بشر بن ولید نے کہا کہ میں نے امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ گزشتہ رات جب میں سونے لگا تو کسی نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے چادر اوڑھی اور باہر دروازے پر آیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ہرثمہ بن اعین ہے۔ میں نے اسے سلام کیا۔ اس نے کہا:

''امیر المؤمنین کی خدمت میں چلو۔''

میں نے اسے کہا:

''اے ابا حاتم! میں تجھے عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ امیر المؤمنین نے مجھے ایسے وقت میں بلایا کہ مجھ پر خوف طاری ہو گیا ہے۔ کیا یہ ہو سکتا ہے کہ تو اس معاملے کو کل تک ٹال دے۔؟''

اس نے کہا:

''یہ بات میرے بس کی نہیں۔''

میں نے کہا:

''میرے بلانے کا سبب کیا ہے۔؟''

اس نے کہا:

''میرے پاس مسرور خادم آیا اور مجھے حکم دیا کہ میں آپ کو امیر المؤمنین کے پاس لے کر آؤں۔''

میں نے کہا:

''مجھے اجازت دو کہ میں غسل کر کے خوشبو لگا لوں۔ اگر کوئی نامناسب امر ہو گا تو میرے لئے (یہ غسل و خوشبو) مفید ہو گا اور اگر اللہ تعالیٰ نے عافیت دی تو یہ چیزیں نقصان نہ دیں گی۔''

اس نے اجازت دے دی تو میں نے نئے کپڑے پہن کر خوشبو لگا لی۔ پھر ہم گھر سے نکل کر چلے حتیٰ کہ امیر المؤمنین کے گھر پہنچے۔ مسرور کھڑا تھا ہرثمہ نے اس سے کہا:

''میں امام صاحب کو لے آیا ہوں۔''

میں نے مسرور سے کہا:

''اے ابا ہاشم! کیا تو جانتا ہے کہ ایسے وقت میں امیر المؤمنین نے مجھے کیوں طلب فرمایا ہے۔؟''

اس نے کہا:

''مجھے اس بات کا علم نہیں۔''

میں نے اس سے پوچھا:

''اس وقت امیر المؤمنین کے پاس اور کون ہے۔؟''

اس نے جواب دیا:

''عیسیٰ بن جعفر۔''

Marfat.com

میں نے پوچھا:
''اور کوئی۔؟''
اس نے کہا:
''اور کوئی نہیں ہے، لیکن جب آپ صحن میں پہنچیں تو اپنا پاؤں زور سے زمین پر مارنا۔امیر المومنین پاؤں کی آواز سن پوچھیں گے!''کون ہے۔؟''تو بتا دینا کہ میں ابو یوسف ہوں۔''
میں نے ایسا ہی کیا۔امیر المومنین نے پوچھا:
''کون ہے۔؟''
میں نے کہا:
''میں یعقوب ہوں۔''
انہوں نے کہا:
''آجاؤ۔!''
میں جب اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ امیر المومنین تشریف فرما ہیں اور ان کے دائیں جانب عیسیٰ بن جعفر بیٹھا ہے۔میں نے سلام کیا تو ہارون رشید نے مجھے سلام کا جواب دیا اور کہا:
''میرا گمان ہے ہم نے تجھے خوفزدہ کر دیا ہے۔؟''
میں نے کہا:
''واللہ! بات کچھ ایسی ہی ہے۔''
ہارون رشید نے مجھے بیٹھنے کو کہا۔میں بیٹھ گیا یہاں تک کہ میرا خوف دور ہو گیا۔میری طرف امیر المومنین نے توجہ کی اور کہا:
''اے یعقوب! کیا تو جانتا ہے کہ ہم نے تجھے کیوں بلایا ہے۔؟''
میں نے کہا:
''مجھے اس کا علم نہیں ہے۔''
ہارون رشید نے کہا:
''اس (عیسیٰ بن جعفر) کے پاس ایک کنیز ہے۔میں نے اسے کہا ہے کہ یہ کنیز مجھے ہبہ کر دو تو اس نے انکار کیا۔میں نے کہا کہ اسے میرے ہاتھ فروخت کر دو تو بھی اس نے انکار کیا۔خدا کی قسم! اگر یہ ایسا نہ کرے گا تو میں اسے قتل کر دوں گا۔''
میں نے عیسیٰ بن جعفر کی طرف متوجہ ہو کر کہا:
''تو کیوں انکار کرتا ہے اور کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے۔؟''

Marfat.com

اس نے کہا:

''آپ نے بات کرنے میں جلد بازی سے کام لیا ہے اور میری مجبوری کو نہ جانا۔

میں نے کہا:

''بتاؤ! حقیقت میں کیا ہے۔؟''

اس نے کہا کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اگر اس کنیز کو فروخت یا ہبہ کروں تو میری بیوی کو طلاق، سارے غلام آزاد اور میرا مال صدقہ۔ اس پر ہارون رشید میری طرف متوجہ ہوا اور کہا!

''اس مسئلے کا کوئی حل ہے۔؟''

میں نے کہا:

''ہاں!''

اس نے کہا:

''کیا حل ہے۔؟''

میں نے کہا:

''یہ عیسیٰ بن جعفر اس کنیز کو نصف ہبہ کر دے اور نصف فروخت کر دے۔''

عیسیٰ بن جعفر نے کہا:

''ایسا کرنا جائز ہے۔؟''

میں نے کہا:

''ہاں۔!''

اس نے کہا:

''میں نے اس کنیز کا نصف امیر المومنین کو ہبہ کیا اور نصف فروخت کر دیا بعوض ایک لاکھ دینار کے۔''

پس عیسیٰ بن جعفر کنیز لے آیا اور ہارون رشید نے اسے مال دے دیا۔ اس پر عیسیٰ نے کہا!

''اے امیر المومنین! آپ کو کنیز مبارک ہو۔؟''

ہارون رشید نے کہا:

''اے یعقوب! ایک چیز باقی رہ گئی۔''

میں نے کہا:

''وہ کیا۔؟''

کہا:

''یہ لونڈی ہے اور اس کا استبراء ضروری ہے اور اگر آج رات یہ مجھے نہیں ملتی تو میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا۔''

Marfat.com

میں نے کہا:

''اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیں کیونکہ آزاد عورت کے استبراء کی ضرورت نہیں۔''

ہارون رشید نے کہا:

''میں نے اسے آزاد کیا۔ اب میرے ساتھ اس کی شادی کون کرے گا۔؟''

میں نے کہا:

''میں کروں گا۔''

میں نے مسرور اور حسین دونوں کی موجودگی میں خطبہ نکاح پڑھا اور بیس ہزار دینار مہر کے بدلے اس کا نکاح ہارون رشید کے ساتھ کر دیا۔ مہر لایا گیا اور اس عورت کے حوالے کر دیا گیا۔ پھر ہارون رشید نے مجھے کہا کہ اب تشریف لے جائیں اور پھر مسرور سے کہا:

''اے مسرور!''

اس نے کہا:

''امیر المومنین! میں حاضر ہوں۔''

ہارون رشید نے کہا:

''یعقوب کو دو لاکھ درہم اور بیس تھان کپڑے کے دے دو۔''

مسرور ان چیزوں کو اٹھا کر میرے ساتھ میرے گھر تک آیا۔ بشر بن ولید امام یوسف کی طرف متوجہ ہوا اور کہا:

''جو آپ نے کیا اس میں کوئی حرج تو نہیں۔؟''

میں (ابو یوسف) نے کہا:

''نہیں۔''

پھر امام ابو یوسف نے کہا:

''اس میں سے اپنا حق لے لو۔''

بشر نے کہا:

''میرا کیا حق ہے۔؟''

فرمایا:

''دسواں حصہ۔''

اس پر بشر نے شکریہ ادا کیا اور اٹھ کر جانے لگا تو ایک بڑھیا آگئی اور اس نے کہا:

''اے یعقوب تیری بیٹی (امیر المومنین کے نکاح میں آنے والی لڑکی) نے تجھے سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ بخدا آج رات مجھے وہی مال ملا ہے جو میرا مہر باندھا گیا۔ میں اس سے آدھا آپ کو بھیج رہی ہوں اور آدھا

Marfat.com

میں نے اپنی حاجت کے لئے رکھ لیا ہے۔امام ابو یوسف نے اس بڑھیا سے فرمایا:

"اسے واپس لے جاؤ! خدا کی قسم! میں اس مال کو قبول نہ کروں گا۔ میں نے اس لڑکی کو غلامی کی زندگی سے نکال کر ہارون رشید کی زوجیت میں دیا اور وہ مجھ سے راضی ہوئی۔"

لڑکی کے بار بار اصرار کی وجہ سے آپ کو ایک ہزار دینار لینے پڑے۔

سنت ولیمہ:

نکاح کے اعلان کی ایک اور صورت اختیار کی گئی ہے جس کی دلچسپی اور پاکیزگی کا ہر ایک کو اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ عورت کے پاس شب باشی کے بعد دعوت مستحب ہے۔ حدیثوں میں دعوت ولیمہ کی خاص تاکید پائی جاتی ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ دعوت دی ہے اور لوگوں کو ولیمہ کا کھانا کھلایا ہے۔ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے جب آپ ﷺ نے عقد کیا تو بکری ذبح کی گئی اور اس کے گوشت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دعوت ولیمہ کی۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو حیس پکوایا اور لوگوں کو کھلایا۔ حیس ایک خاص طرح کا عربی کھانا ہوتا ہے جو کھجور، پنیر اور گھی ملا کر بنتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض ازدواج مطہرات میں اور کچھ فراہم نہ ہو سکا تو دو مد جو سے دعوت کی۔

(مشکوۃ المصابیح) (سنن ابن ماجہ، باب الولیمہ)

صحابہ کرام کو بھی دعوت ولیمہ کی تاکید فرمائی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

"ولم ولو بشاۃ" (صحیح بخاری، باب الولیمہ حق)

"دعوت ولیمہ کرو! اگرچہ ایک ہی بکری سے ہو۔"

بعض لوگوں نے اسی وجہ سے اس دعوت کو واجب کہا ہے، مگر صحیح یہی ہے کہ سنت ہے یا مستحب۔ جس کو جتنا میسر ہو لوگوں کو بھی کھلانے کی سعی کرے، یہ منشا ہرگز نہیں ہے کہ قرض لے کر اور سود ادا کر کے روپیہ ملے تو بھی ضرور لے اور دعوت ولیمہ کرے۔

دعوت ولیمہ کا ایک طرف حکم ہے اور دوسری طرف جن لوگوں کو دعوت ملے ان کو حکم ہے کہ ضرور دعوت ولیمہ میں شریک ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

"اذا عی احد کم الیٰ ولیمۃ عرس فلیجب"

(سنن ابن ماجہ، باب اجابۃ الداعی)

"شادی میں جب کسی کو دعوت ولیمہ دی جائے تو اس کو قبول کرنا چاہئے۔"

تاکید نبوی ہے کہ دعوت ایسی نہ ہونی چاہیے کہ مالداروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے، بلکہ بھوکوں اور غریبوں کو بھی بلایا جائے۔ ارشاد نبوی ہے:

Marfat.com

"شر الطعام طعام الوليمه يدعى الا غنياء و يترك الفقراء"

(صحیح بخاریؒ ومسلم)

"بدترین ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس میں مالدار بلائے جائیں اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے۔"

ایک مرتبہ فرمایا:

"من ترك الد عوة فقد عصى الله ورسوله متفق عليه"

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الولیمہ)

"جس نے ولیمہ کی دعوت کے باوجود شرکت نہ کی اس نے اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کی۔"

ان حدیثوں کو سامنے رکھ کر اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس دعوت کی کتنی اہمیت ہے۔ اس میں اظہار خوشی کے ساتھ ساتھ ایک بڑا فائدہ یہ ہے کہ نکاح کی خوب شہرت ہوتی ہے اور کسی کو شک وشبہ کا موقع نہیں ملتا۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس اعلان وشہرت کا بڑی حد تک مقصد یہی ہے کہ عفت وعصمت کی پوری طرح حفاظت عمل میں آئے اور کوئی اس راستہ سے ناجائز طور پر عفت وعصمت نہ لوٹ سکے کہ نکاح کا نام لے کر کوئی بدنیت دوسری کاروائی نہ کر سکے اور ساتھ ہی جائز نکاح کے سلسلہ میں کسی کے دل میں شکوک وشبہات نہ رہ جائیں۔

زوجین میں نااتفاقی پھیلانا:

1: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من خبب امراة على زوجها فليس منا"

"جو شخص کسی عورت کو اس کے خاوند کے خلاف بھڑکائے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

2: بنی اسرائیل میں ایک نیک آدمی تھا جو کپڑا بننے کا کام کرتا تھا۔ اس کی بیوی بنی اسرائیل کی تمام عورتوں سے زیادہ خوبصورت تھی۔ اس کے حسن کی شہرت بنی اسرائیل کے ایک ظالم بادشاہ تک جا پہنچی تو اس بادشاہ نے اس عورت کے پاس ایک بڑھیا کو بھیجا اور کہا:

"تم اس کو اس کے خاوند کے خلاف کر دو اور کہو کیا تم اتنی خوبصورت ہونے کے باوجود ایک کپڑا بننے والے کے پاس پڑی ہو۔؟ اگر تم میرے پاس ہوتی تو میں تجھے سونے سے لاد دیتی، تجھے ریشم پہناتی اور نوکر چاکر تیری خدمت کو مقرر کرتی۔"

چنانچہ اس بڑھیا نے ایسا ہی جا کر کہا۔ یہ حسین وجمیل عورت اپنے خاوند کیلئے روزہ افطاری پیش کرتی تھی اور اس کا بستر سنوارتی تھی۔ اس نے یہ خدمت چھوڑ دی اور خاوند کے حق میں بگڑ گئی۔ خاوند نے پوچھا:

"اے ہنات! تجھے کیا ہو گیا ہے۔؟ تمہاری ایسی بد خلقی میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔؟"

عورت نے کہا:

"بس ٹھیک ہے۔ جو میں نے کیا ہے وہ تم دیکھ رہے ہو۔!"

Marfat.com

اس نیک آدمی نے اس کو طلاق دے دی اور اس ظالم بادشاہ نے اس سے شادی کرلی۔ جب وہ حجلۂ عروسی میں گیا اور پردے چھوڑ دیئے تو بادشاہ بھی اندھا ہو گیا اور وہ عورت بھی اندھی ہو گئی۔ بادشاہ نے چاہا کہ چلو اس کو ہاتھ سے تو چھولوں تو اس کا وہ ہاتھ بھی خشک ہو گیا پھر اس عورت نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کو چھونا چاہا تو اس کا ہاتھ بھی خشک ہو گیا اور یہ دونوں بہرے اور گونگے ہو گئے۔ ان کی شہوت مٹا دی گئی۔ جب صبح ہوئی اور پردے ہٹائے گئے تو یہ بہرے، اندھے اور گونگے پائے گئے۔ ان کی خبر بنی اسرائیل کے ایک نبی کے سامنے عرض کی گئی تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:

"الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔؟"

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"میں ان کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔ کیا یہ دونوں یہ سمجھتے تھے کہ جو کچھ انہوں نے اس کپڑا بننے والے سے کیا ہے میں اس کو نہیں دیکھتا۔؟"

3: حضرت عثمان بن عطا اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ جب مسجد سے اپنے گھر تشریف لاتے تھے تو گھر کے دروازہ پر اللہ اکبر کہتے تھے تو آپ کی اہلیہ بھی اللہ اکبر کہتی تھیں۔ جب آپ گھر کے صحن میں داخل ہوتے تھے تو بھی اللہ اکبر کہتے تھے تو بھی ان کی بیوی ان کو جواب دیتی تھیں۔ پھر جب وہ کمرہ کے دروازہ پر پہنچتے تھے اس وقت بھی اللہ اکبر کہتے تھے اور آپ کی بیوی ان کو جواب دیتی تھیں۔

ایک رات وہ گھر واپس آئے اور گھر کے دروازہ پر تکبیر کہی تو ان کو کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر جب صحن میں داخل ہوئے اور تکبیر کہی تو بھی ان کو کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر جب کمرہ کے دروازہ پر پہنچے اور تکبیر کہی تو بھی آپ کو کسی نے جواب نہ دیا۔ حالانکہ ان کی عادت یہ تھی کہ جب آپ گھر میں آتے تو ان کی بیوی ان کی جبہ اور جوتے اتارتی پھر ان کے پاس کھانا لاتی۔

کہتے ہیں کہ جب آپ اس دن گھر میں داخل ہوئے تو گھر میں دیا تک نہیں جلایا گیا تھا اور ان کی بیوی گھر میں سر نیچا کیے ہوئے لکڑی سے زمین کو کرید رہی تھیں۔ آپ نے بیوی سے پوچھا:

"تجھے کیا ہوا۔؟ آج تم بگڑی ہوئی کیوں ہو۔"

تو اس نے کہا:

"آپ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک بڑا مرتبہ ہے (وہ آپ کی بہت عزت کرتے ہیں) ہمارا کوئی نوکر نہیں ہے اگر آپ ان سے اس کا ذکر کرتے تو وہ غلام ہماری خدمت کرتا اور آپ کو غلام بھی مل جاتا۔"

آپ نے یہ سن کر یہ دعا کی:

"اللھم من افسد علی امراتی فاعم بصرہ"

"اے اللہ! جس نے میری بیوی کو میرے خلاف بگاڑا ہے اس کو اندھا کر دے۔"

Marfat.com

آپ کی بیوی کے پاس ایک عورت آئی تھی اور وہ یہ کہہ گئی تھی کہ تیرے خاوند کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بڑا مقام ومرتبہ ہے اگر تم ان سے کہو کہ وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کسی خادم کا مطالبہ کریں اور وہ اس کو خادم دے دیں تو تم عیش سے رہو۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جب فساد پھیلانے والے کے لیے اندھے ہونے کی بددعا کی تو وہ عورت اپنے گھر میں بیٹھی ہوئی تھی کہ اچانک اپنی بینائی کھونے پر کہنے لگی:

''ہمارے دیئے کو کیا ہو گیا وہ کیوں بجھ گیا ہے۔؟''

گھر والوں نے کہا:

''نہیں! وہ کہاں بجھا ہے وہ تو جل رہا ہے۔''

اس وقت اس عورت کو معلوم ہوا کہ میں نے کیا گناہ کیا ہے۔ پھر وہ حضرت ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روتی ہوئی حاضر ہوئی اور آپ سے درخواست کی کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ میری بینائی واپس لوٹا دے۔ حضرت ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر ترس کھایا اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بینائی واپس کرنے کی دعا فرمائی تب اس کی بینائی لوٹ کر آئی۔

حضرت ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے مشہور تابعی اور صاحب کرامت ولی تھے۔ پہلے یہ ایک کافروں کے ملک میں رہا کرتے تھے۔ جب یہ اسلام لائے تو ان کو بڑی بڑی سزائیں دی گئیں، لیکن یہ اسلام پر قائم رہے حتیٰ کہ آگ جلا کر ان کو اس میں ڈالا گیا تو آگ نے ان پر کوئی اثر نہ کیا بلکہ نار نمرود کی طرح بالکل ٹھنڈی اور معتدل رہی۔ آپ اس سے زندہ سلامت نکل آئے تو اس ملک کے ظالم بادشاہ نے آپ کو ملک بدر کر دیا۔

پاکیزہ نفس عورت رسول اللہ کی نظر میں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''الدنيا كلها متاع و خير متاع الدنيا المرأة الصالحة''(صحيح مسلم)

''پوری دنیا متاع ہے اور بہترین متاع نیک عورت ہے۔''

جس دین میں عورت دنیا کی بہترین نعمت ہو اس میں یہ کیونکر برداشت کیا جا سکتا ہے کہ اس کو ناپاک قرار دیا جائے اور اس سے کنارہ کشی کا حکم فرما دیا جائے۔؟ باقی یہ سوال کہ نیک عورت دنیا کی بہترین پونجی ہے۔ سوچا جائے تو آسانی سے بات سمجھ میں آسکتی ہو۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ عورت مرد کو بہت سے خطرات وسیئات سے محفوظ رکھتی ہے۔ طبیعت کو اس سے تسکین حاصل ہوتی ہے اور فطری بے چینیوں کے ازالہ کا ذریعہ وہی ہے۔ یہ ایک مسلم بات ہے کہ انہی امور کے حصول کے بعد کوئی آدمی یکسوئی سے کوئی نیک کام انجام دے سکتا ہے اور برائیوں سے بچ سکتا ہے۔ ورنہ نفسیاتی خواہشات کے ادھیڑ پن سے فرصت ملنا ہی محال ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حبب الّي من الدنيا النساء و الطيب و جعلت قرة عيني في الصلوٰة''

Marfat.com

(عشرۃ النساء)

''دنیا کی چیزوں میں سے میرے دل میں عورت اور خوشبو کی محبت ڈالی گئی اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کو بنایا گیا۔''

غیر شادی شدہ رسول اللہ کی نظر میں

اصل مسکین:

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ شخص مسکین ہے جس کی بیوی نہیں ہے۔''

صحابہ کرام نے عرض کیا:

''گو وہ کثیر المال ہو تب بھی۔؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہاں! گو وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ عورت مسکین ہے، جس کا شوہر نہیں ہے۔''

لوگوں نے پوچھا:

''یارسول اللہ! اگر چہ اس کے پاس بہت مال ہو تب بھی مسکین ہی ہے۔؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''ہاں تب بھی وہ مسکین ہی ہے۔''

(جمع الفوائد، کتاب النکاح، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۲۱۶)

یہ اور اس طرح بیسیوں حدیثیں ہیں جو صراحتاً نکاح کی ترغیب دیتی ہیں۔ ان تمام حدیثوں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلام میں عقد ازدواج پر کتنا غیر معمولی اصرار کیا گیا ہے، مقصد وہی ہے کہ جنسی میلان کو حدود میں رکھ کر افزائش نسل کا ذریعہ بھی اس کو بنایا جائے اور عصمت و عفت کے انمول سرمایہ کی حفاظت کا بھی واحد ذریعہ یہی ہے۔

نکاح سے مقصود:

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں بالکل صحیح فرمایا ہے:

''ویتزوج لکسر الشھوۃ و اعفاف النفس و تکثیر النسل''

(فتح الباری، پارہ ۲۱، صفحہ نمبر ۲۷)

''شادی شہوت توڑنے، نفس کو عفیف بنانے اور نسل کی کثرت کے لئے کی جاتی ہے۔''

Marfat.com

حضرت عثمان بن مظعون:

یہی وجہ ہے کہ جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ نکاح سے بعض لوگ پرہیز ہی کو بہتر سمجھتے ہیں تو ان کو فہمائش کر کے شادی کر لینے پر آمادہ کیا۔

حدیث میں عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے کہ انھوں نے عورتوں سے کنارہ کشی کر لی اور خصی ہو جانے کا ارادہ ظاہر کیا کہ شہوت کی زحمت سے نجات پائیں اور فارغ البالی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور رات دن اسی میں مشغول رہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے ان کے اس جذبہ کی تردید فرمائی اور بالآخر حضرت عثمان بن مظعون کو اس ارادہ سے باز آنا پڑا۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح)

تین صحابیوں کو نصیحت:

ایک حدیث میں ہے کہ تین شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ پر آئے اور آپ کی ازواج مطہرات سے آپ کی عبادت کے متعلق پوچھا۔ ان سے آپ کی عبادت کی کیفیت بیان کی گئی۔ یہ سنکر انھوں نے جو رائے ظاہر کی اس سے معلوم ہو رہا تھا کہ شاید وہ آپ کی عبادت کو کم سمجھ رہو ہوں۔ چنانچہ انھوں نے کہا:

”کہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن کے وسیلے سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور کہاں ہم سراپا گنہگار۔“

ایک نے کہا:

”میں رات بھر نماز پڑھا کروں گا۔“

دوسرے نے کہا:

”میں دن میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں گا۔“

تیسرے نے کہا:

”میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا اور شادی سے ہمیشہ پرہیز کروں گا۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی جب اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ ان کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا:

”تم لوگوں نے ایسی باتیں کہی ہیں۔؟ سنو! خدا کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور تم سب سے بڑھ کا متقی ہوں، لیکن بایں ہمہ روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ نکاح بھی کرتا ہوں اور عورتوں کے پاس بھی جاتا ہوں۔ پس جو بھی میرے طریقہ سے اعراض کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔“

(صحیح بخاری، کتاب النکاح)

اس حدیث کے آخری حصہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو تنبیہ کی جنھوں نے

Marfat.com

فخریہ انداز میں کہا تھا کہ عورتوں سے علیحدہ رہیں گے اور شادی سے پرہیز کریں گے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عمل پیش فرما کر ان کے خیال کی تردید کی اور اخیر میں فرمایا:

"اتزوج فمن رغب عن سنتی فلیس منی"

(صحیح بخاری، باب الترغیب النکاح)

"میں شادی کرتا ہوں، پس جو میرے طریقہ سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں ہے۔"

حضرت عکاف بن بشیر:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ عکاف بن بشر تمیمی رضی اللہ عنہ ایک دن خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا:

"اے اعکاف! تمہارے بیوی ہے۔؟"

حضرت عکاف نے جواب دیا:

"نہیں۔!"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

"لونڈی۔؟"

حضرت اعکاف نے کہا:

"یہ بھی نہیں۔"

یہ جواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"صلاحیت رکھتے ہو اور خوشحال بھی ہو پھر بایں ہمہ تم نے شادی سے گریز کیا:

"اذا انت من اخوان الشیاطین" (مسند امام احمد)

"تب تو تم شیطان کے بھائیوں میں سے ہو۔"

پھر بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شادی کرادی۔

حضرت ابوہریرہ:

ایک دفعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی خدمت نبوی میں عرض کیا:

"یارسول اللہ! میں ایک جوان مرد ہوں۔ زنا کا خطرہ محسوس کرتا ہوں اور اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ شادی کر سکوں۔"

ان کا منشاء یہ تھی کہ خصی ہونے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے پھر یہی عذر بیان کیا اور اجازت کی درخواست کی۔ اب کی دفعہ بھی آپ ﷺ نے خاموشی ہی اختیار فرمائی۔ تیسری مرتبہ پھر حضرت ابوہریرہ نے اپنا سوال دہرایا۔ رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم نے فرمایا:

''اے ابو ہریرہ! جو کچھ ہونے والا ہے، وہ لکھا جا چکا ہے۔ تم خصی ہو یا نہ ہو۔ پھر تم خواہ مخواہ ایک موہوم خدشہ کی وجہ سے غلط اقدام کی اجازت طلب کرتے ہو۔؟'' .

(صحیح بخاری، باب ایکرہ عن التبتل)

اسی بنیاد پر اپنے آپ کو خصی بنا لینا اسلام میں ناجائز ہے۔

شادی کا تاکیدی حکم:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ ہم لوگوں کو سختی سے اس بات سے منع فرماتے تھے کہ ہم عورتوں سے کنارہ کشی اختیار کر لیں اور فرماتے تھے کہ تم لوگ شادی کرو۔ (بلوغ المرام، لابن حجر، کتاب النکاح)

بعض روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ذمہ داریوں کے قبول کرنیکی اجازت کسی کی معاشی حالت اگر نہ دیتی ہو تو ایسوں کو مشورہ دیا گیا ہے کہ روزے رکھ کر جنسی میلان کے زور کو توڑیں، لیکن اپنے آپ کو خصی بنانے کی اجازت اسلام میں نہیں دی گئی۔ روزہ ہی کو خصی بنانے کا قائمقام قرار دیا گیا ہے۔

بہرحال پیغمبر اسلام نے بڑے شدومد سے نکاح سے کنارہ کشی کرنے والوں کی تردید فرمائی اور فرمایا ہے کہ یہ اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ ایک ایسی نعمت جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو دی ہے یہ اسکو ضائع کرنا ہے۔

نکاح کا یہ تاکیدی حکم مصلحت وحکمت پر مبنی ہے۔ انسان کی سرشت میں جنسی میلان رکھا گیا ہے، بلوغ کے بعد اس میلان کے آثار کا ظہور شروع ہوتا ہے اور بتدریج شدت پذیر ہوتے ہوئے، تقاضے کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ سوتے جاگتے، چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے، ہر وقت اسی احساس کو اپنے اوپر غالب ومستولی پاتا ہے۔ دل اور عقل میں جنگ جاری رہتی ہے۔ طبیعت حدود کی پروا کیے بغیر ابھارتی ہے کہ خواہش پوری ہو۔ خواہ جس ذریعہ سے بھی ہو۔ عقل خواہش پر لگام لگاتی ہے۔ الغرض طبیعت اور عقل کی اس کشمکش میں کبھی عقل کو غلبہ حاصل ہوتا ہے اور کبھی طبیعت ہی عقل کو دبا دیتی ہے۔ غیر ازدواجی زمانہ خصوصاً ایام شباب میں یہی کشمکش ہے جس سے گزرنے والے گزرتے رہتے ہیں۔

مگر انسان جب شادی کر لے اور جائز راستہ حصول خواہش کے لئے پیدا ہو جائے تو پھر وہ اس خود آفریدہ کشمکش سے نجات پا جاتا ہے اور لاحاصل خیالات کی ادھیڑ بن سے محفوظ ہو کر وقت کو صحیح مصارف میں صرف کرنے کا موقع خود بخود مل جاتا ہے۔ طمانیت اور یکسوئی میسر آتی ہے اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ جو کام یکسوئی اور دل کی طمانیت کے ساتھ انجام پائے گا وہی نتیجہ خیز ہوگا۔

انسانی صحت کی حفاظت:

زن وشوہر کے باہمی جنسی تعلقات کے تین ضروری مقاصد بیان کیے گئے ہیں، یعنی نسل انسانی کے اجراء کا یہ

Marfat.com

ذریعہ ہے، یہ تو خیر عام بات ہے۔قیام قیامت تک آدمی کا وجود اسی کا رہینِ منت ہے۔ پہلی بات تو یہ ہوئی، دوسرا طبی نفع بھی۔ مادہ تولید اگر جسم سے خارج نہ ہو تو طرح طرح کے امراض کا خطرہ رہتا ہے اور طبعی تقاضے کی تکمیل سے لذت و سرور حاصل ہوتا ہے۔ یہ تیسرا فائدہ کہ ہے کہ ماہرین ڈاکٹروں اور حکیموں کی رائے ہے کہ انسانی صحت کی حفاظت کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب جماع بھی ہے۔

(زادالمعاد، ازابن قیم الجوزیہ، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۴۶)

مادہ تولید کا حبس:

جالینوس کا قول ہے کہ مادہ تولید پر آگ اور ہوا غالب ہے اور اس کی طبیعت گرم وتر ہے۔ اس کا فاضل حصہ بھی روک لیا جاتا ہے، یا رُک جاتا ہے اور اسی طرح ایک عرصہ تک رُکا رہتا ہے تو اس سے خراب قسم کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ کبھی وسواس کی بیماری ہوتی ہے، کبھی جنون کا مرض لاحق ہو جاتا ہے اور کبھی مرگی کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ نیز مادہ تولید کا اخراج متعدل صحت پر خوشگوار اثر ڈالتا ہے۔ بہت سی بیماریوں سے آدمی محفوظ رہتا ہے، ورنہ رکاوٹ سے ایک زہریلا مادہ جسم میں دوڑ جاتا ہے جو صحت کے لئے مضر ہوتا ہے اور اسی وجہ سے زیادتی کے وقت انسانی طبیعت اس کے باہر نکالنے پر مجبور ہوتی ہے۔

نفیسی جو طب کی مشہور کتاب ہے، اس کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت سے مقاربت اس وقت کرنا چاہیے جب طبعی خواہش پوری قوت سے اس کی متقاضی ہو۔ طبیعت کا واقعی تقاضا ہو۔ تکلف اور جبری تصورات وخیالات کا نتیجہ نہ ہو۔ علامت طبعی تقاضے کی یہ ہے کہ مادہ تولید میں گویا اضطراب والتہاب کی کیفیت محسوس ہو، بے قراری کا سا حال طاری ہو جائے۔ یہی مقاربت کا صحیح وقت ہے۔ ورنہ بغیر اس کے صحت کو اس فعل سے نقصان ہی پہنچتا ہے۔

آخر میں علامہ نفیسی لکھتے ہیں:

"وحینذ لا بد من الجماع و دفع المنی لا نه اذا ترک و کثر فی الا و عیة خنق الحار الغر یزی واطفا ہ و یلزم ذلك ان یبرد ویبرد البدن"

(نفیسی، صفحہ نمبر ۴۱۳)

"اور اس وقت مقاربت اور مادہ تولید کا خارج کرنا ضروری ہے، کیونکہ اگر اسے ترک کر دیا جائے گا اور وہ ظرف میں زیادہ ہو جائے گا تو حرارت عزیزی کا یہ گلا گھونٹ دیگا اور اسے بجھا دیگا، اور یہ لازم ہوگا کہ وہ خود ٹھنڈا پڑ جائے گا اور بدن کو بھی ٹھنڈا کر دے گا۔"

نقصانات یہیں ختم نہیں ہو جاتے، بلکہ اور بھی مفاسد پیدا ہوتے ہیں:

"وقد یستحیل المنی الیٰ طبعیته سمیة ویرسل الی القلب و الدماغ بخاراً ر دیا سمیا یوجب الغشی والصرع انحو ھما"

(نفیسی، صفحہ نمبر ۴۱۳)

Marfat.com

”مادہ تولید زہر آلود طبیعت میں بدل جائے گی اور یہ زہر آلود مادہ دل اور دماغ کی طرف زہر آلود ردی بخار کو روانہ کردے گا جو غشی مرگی اور اس طرح کی دوسری بیماریوں کا موجب ہوگا۔“

پھر آگے لکھتے ہیں:

”مادہ تولید جو خود نکلنے کے لئے بے چین ہو تو اس کا خارج کرنا ضروری ہے، تاکہ وہ غذا قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کرسکے۔“ (نفیسی، صفحہ نمبر ۴۱۴)

علامہ ابن القیم نے بہت درست لکھا ہے کہ مقاربت سے بالکل کنارہ کش نہ ہونا چاہیئے ورنہ جس طرح اس کنوئیں کا پانی خراب ہو جاتا ہے جس کا پانی نکالا نہیں جاتا، یہی حشر کلی پرہیز کا بھی ہوگا۔ محمد بن زکریا فرماتے ہیں کہ ترک مقاربت سے اگر وہ کچھ عرصہ قائم رہے تو اعصاب کی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں، اس کے سوت بند ہو جاتے ہیں اور نسلی عضو سکڑ کر رہ جاتا ہے۔

(زاد المعاد، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۴۶)

ایک موقع پر علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”وربما غلبت على الرجل شهوته فيتضر بالتاخير في بدنه او قلبه او في بصره“ (نووی شرح مسلم، جلد نمبر ا، صفحہ نمبر ۴۵۰)

”مرد پر جنسی میلان کا تقاضا بسا اوقات مستولی ہو جاتا ہے، اگر اس تقاضے کی تکمیل میں تاخیر سے کام لیا جائے گا تو نقصان بدن کو بھی پہنچتا ہے، دل کو بھی اور بینائی کو بھی۔“

ان تمام اقوال سے معلوم ہوا کہ شادی کرنا ضروری ہے، کیونکہ مادہ تولید کا اخراج تقاضے کی شدت کے وقت نہ کیا جائے گا تو صحت بھی بگڑتی ہے اور اس کے سوا بھی دینی و دنیوی نقصانات کا آدمی نشانہ بن جاتا ہے۔

مادہ تولید کی پیداوار میں جب زیادتی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کا بخار دماغ کی طرف چڑھتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خوب صورت عورتوں کو دیکھنا آدمی کا محبوب مشغلہ بن جاتا ہے اور ان کی محبت دلوں میں جگہ بنانے لگتی ہے، اس بخار کا ایک حصہ شرمگاہ کی طرف بھی آتا ہے، جسکی وجہ سے تقاضے میں شدت پیدا ہوتی ہے اور مقاربت کی قوت ابھرتی ہے اور یہ عموماً نوجوانی کے دور میں ہوتا ہے۔ شادی نہ ہونے کی صورت میں بالآخر یہ چیز زنا کے لئے ابھارتی ہے۔ اس کے اخلاق گندے ہونے شروع ہوتے ہیں اور ایک دن شہوت اسے بڑے خطروں میں ڈال دیتی ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ، جلد ۲، صفحہ نمبر ۱۲۲)

ہمبستری کے فائدے:

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

”یا معشر الشباب من استطاع منکم الباء فلیتزوج فانه اغض للبصر و احصن للفرج“ (مشكوة المصابيح) (صحيح بخاری) (صحيح مسلم)

Marfat.com

"اے جماعت نوجوانان! تم میں سے جو اسباب مقاربت پر قدرت رکھے اسے چاہئے کہ وہ نکاح کرے، نکاح ناجائز نظر کو روکتا ہے اور شرمگاہ کا محافظ ہے۔"

جالینوس نے اپنی کتاب "حفظ الصحۃ" میں لکھا ہے:

"بیوی سے اختلاط مخصوص اعتدال کے ساتھ تندرستی کے مختلف ذرائع میں سے ایک بڑا ذریعہ ہے اور بہت سے امراض کی شفاء ہے۔"

علامہ نفیسی لکھتے ہیں:

"مقاربت کرنے سے حرارت عزیزی بڑھتی ہے اور یہ فعل بدن کو غذا قبول کرنے کی صلاحیت بخشتا ہے، انسان کو خوش رکھتا ہے، غصہ کو توڑتا ہے، بے ہودہ خیالات کو دور کرتا ہے اور بہت سے سوداوی اور بلغمی امراض کے لئے مفید ہے۔ ترک مقاربت صحت کے لئے مضر ہے اور اس سے پرہیز کرنے والا بہت سی تکلیفوں اور مہلک بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔" (نفیسی، صفحہ نمبر ۴۱۵)

حضرت شیخ الاسلام اپنے ایک ارادتمند کو لکھتے ہیں:

"اما قولکم ان الباطن مع الاشتغال بالزوجة لا یمکن فلا کاذا سلمه فان الجماع یصفی القلب ویزیل الکدورات الروحیة وقد قال شارح کتاب القاضی عیاض کل شهوة یسود القلب الا الجماع فانه یزیده صفاء"

"تمہارا یہ کہنا کہ شادی کرنے کے بعد باطن کی اصلاح ناممکن ہے میں اسے تسلیم نہیں کرتا، کیونکہ مقاربت تو دل کو جلا بخشتی ہے اور روحانی آلائشوں کو صاف کرتی ہے۔ قاضی عیاض کے شارح نے کہا ہے کہ ہر شہوت قلب کو سیاہ کرتی ہے، مگر ایک مقاربت کا فعل کہ اس سے دل کو روشنی حاصل ہوتی ہے۔"

مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اعتدال کے حدود کو توڑ کر اسی مشغلہ میں آدمی ڈوب جائے، کیونکہ یہ بے اعتدالی بھی سخت مضر ہے۔ جالینوس اور نفیسی کے جو اقوال نقل کئے گئے ہیں ان میں اس طرف اشارہ موجود ہے کہ اس فعل میں اعتدال کا لحاظ ازبس ضروری ہے۔ صادق اور سچے تقاضے کے بعد ہی یہ مفید ہے، ورنہ خواہ مخواہ زور و جبر سے آمادہ ہو کر اس میں مشغول ہونا حد سے زیادہ مضر ہے۔ نفیسی لکھتے ہیں:

"والافراط فی الجماع یسقط القوة و یضر العصب فیوقع فی الرعشه والفالج والتشنج ویضعف البصر" (نفیسی، صفحه نمبر ۴۱۶)

"مقاربت کی کثرت قوت کو گھٹا دیتی ہے، رگ پٹھوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔ پھر رعشہ، فالج اور تشنج اس سے پیدا ہوتا ہے اور بینائی کی قوت کمزور ہوتی ہے۔"

معلوم ہوا کہ مقاربت کی زیادتی انسان کو سخت نقصان میں ڈالتی ہے۔ اس سے پرہیز بڑی حد تک ضروری ہے۔ اس حد تک رہے جو اس کی صحت کے لئے مفید ہو اور دین کے کاموں میں الجھنوں سے محفوظ رکھے۔

Marfat.com

امیر بننے کا ایک اہم ترین نسخہ

بے حد ترغیب:

اسلام اپنے پیروکار کو جائز طور پر شادی کرنے کی بے حد ترغیب دیتا ہے۔ نا قابل برداشت حد تک جنسی میلان کا تقاضا پہنچ جائے تو نکاح اسلام میں واجب ہو جاتا ہے۔ فقہاء اسلام کا یہ اتفاقی مسئلہ ہے۔

نکاح غنی بننے کا سبب ہے:

نکاح کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی ہوتا ہے کہ معاشی خطرات کو خواہ مخواہ محسوس کر کر کے نکاح سے جو کترانا چاہتے تھے، قرآن مجید میں انہی کو حکم دیا گیا ہے:

''ان یکونو افقرآء یغنیھم اللہ من فضلہ واللہ واسع علیم''

(سورۃ النور)

''اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے گا اور اللہ کشائش والا ہے۔''

رزق من جانب اللہ:

معاشی مسائل کے متعلق صرف عقلی مشوروں پر جینے والے جن اوہام اور وساوس میں تہ و بالا ہوتے رہتے ہیں ،وہی اکثر سوچتے ہیں کہ شادی کیسے کریں؟ افلاس نے گھر میں ڈیرہ ڈال رکھا ہے، بیوی اور پھر بال بچوں کی خوراک و پوشاک کا کیا نظام ہوگا؟

اس قسم کی تنگ خیالیوں کے معاملہ میں حق سبحانہ تعالیٰ کیطرف سے دلاسا اور تسلی دی گئی ہے کہ اس مسئلہ کو اتنا پریشان کن نہ بناؤ۔ رزق کا معاملہ میرے ہاتھ میں ہے۔ بار بار قرآن مجید میں اطمینان دلایا گیا ہے:

''ویرزقہ من حیث لا یحتسب''(سورۃ الطلاق)

''اور وہ اسکو رزق دیتا ہے جہاں سے اس کو خیال بھی نہیں گزرتا۔''

''نحن نرزقکم وایاھم'' (سورۃ الانعام)

''ہم تم کو اور تمہاری اولاد کو رزق دیں گے۔''

مطلب یہی ہے کہ حال پر مستقبل کو قیاس نہ کرنا چاہیئے۔ الرزاق ذو القوۃ المتین پر اعتماد کر کے چاہیئے کہ نکاح کا زمانہ جب آجائے تو آدمی نکاح کر لے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیوی کی شرکت کی وجہ سے خیر و برکت بڑھ جائے۔ بیوی کا خاندان امداد کرے یا کسی جائز ذریعہ معاش کا بندوبست کر دے۔ خود شادی کرنے والے میں شادی کے بعد مستعدی اور ذمہ داری کا احساس پیدا ہو جاتا ہے، کبھی خود بیوی ہاتھ بٹاتی ہے اور کبھی اس طرح کا کوئی دوسرا سامان فراہم ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

فقروفاقہ کے شبہات وشکوک کا حل:

نکاح کے بعد بھی اگر کسی کا فقر قائم نظر آئے تو یہ دراصل مشیت الٰہی سے متعلق ہے، مگر چونکہ یہاں پہنچ کر انسان کو کئی قسم کے فقروافلاس سے شبہات پیدا ہوتے ہیں، اس لئے اس موقعہ پر قرآن مجید نے خصوصیت سے اس موہوم خطرہ کا تذکرہ کرکے اس سے انسان کو نکالنے کی سعی کی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"وان خفتم عيلة فسوف يغنيكم الله من فضله ان شآء"

"اگر تم فقر سے ڈرتے ہو تو اللہ آئندہ تم کو اگر اس نے چاہا غنی کردے گا۔"

اس آیت میں بھی غنا کو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر معلق کیا گیا ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا ہے کہ موہوم فقر سے ڈر کر ضروری کام چھوڑنا نہیں چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فقر کے بعد بھی غنا پیدا کردیتا ہے۔ بہرحال ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ رب العزت نے انسان کو شادی کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ فقر کو حیلہ بنا کر نکاح سے کترانا بے ہودہ خیال قرار دیا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے کھل کر وعدہ کیا ہے کہ اگر اس میں استعداد وصلاحیت ہو اور اس نے فوری محتاجی اور تنگ دستی کے خطرات کو دل سے نکال ڈالا ہے تو ایسی حالت میں وہ کوئی نہ کوئی سامان ضرور کردے گا۔ ہاں انسان کا فریضہ ہے کہ وہ حصول رزق کے لئے تدابیر اختیار کرے اور اس کے لئے جدوجہد کرے۔

قرآن مجید کی آیت:

"ان يكونوا فقراء يغنيهم الله من فضله"

کو پڑھ کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نکاح کی رغبت دلاتا ہے اور اس شخص کو شادی کا حکم دیتا ہے جس میں شادی کی صلاحیت پائی جائے اور ساتھ ہی غنا کا وعدہ فرماتا ہے۔"

(جمع الفوائد، صفحہ نمبر 216)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شادی کے ذریعہ غنا تلاش کرو، اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"التمسوا الغنى فى النكاح"

"غنا نکاح میں تلاش کرو۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ثلاثة حق على الله عونهم المكاتب الذى يريد الاداء والناكح الذى يريد العفاف و المجاهد فى سبيل الله"

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح)

"جن کی مدد اللہ پر لازم ہے وہ تین ہیں۔ ایک مکاتب غلام جو ادا کا ارادہ رکھتا ہے، دوسرا نکاح کرنے والا

Marfat.com

جو عفت و پاک دامنی کا ارادہ کرتا ہے اور تیسرا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔''

حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عورتوں سے شادی کرو، وہ تمھارے یہاں مال اور دولت لانے کا ذریعہ ثابت ہوں گی۔ یعنی اللہ تعالیٰ اس کی آمد کی وجہ سے روزی میں برکت دے گا۔''

حضرت جابر کا بیان ہے کہ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

''جو شخص اللہ تعالیٰ پر اعتماد کر کے شادی کرے اور دل میں اسکی خوشنودی کا جذبہ رکھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اس شخص کی مدد کرے اور اس کو برکت عطا کرے۔''

حالت فقر میں اجازت نکاح:

رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے فقر کا شکوہ کیا تو آپ ﷺ نے اس کو نکاح کرنے کا حکم فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ نے فوری فقر میں صحابہ کرام کو شادی کا حکم دیا۔ کسی کے پاس کچھ نہ تھا۔ صرف لوہے کی ایک انگوٹھی تھی اور آپ نے اسے شادی کا حکم دے دیا۔ کسی صحابی کی تعلیم قرآن پر شادی کرادی جس کے پاس اس کے سوا کوئی دولت نہ تھی۔ کوئی خدمت نبوی میں آیا اور شادی کی خواہش ظاہر کی اور اسکے پاس ایک ازار (لنگی) کے سوا کچھ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے اسے شادی کی اجازت دے دی۔ کسی نے اپنی بیوی کو صرف جوتی دی اور آپ ﷺ نے شادی کی اجازت دی۔ حد یہ ہے کہ ایک لپ ستو اور کھجور پر شادی کی اجازت دے دی۔

(مشکوٰۃ المصابیح، باب الصداق) (صحیح بخاری وصحیح مسلم، باب المہر)

ان حدیثوں کو پیش کر کے کہنا یہ ہے کہ عہد نبوی میں خود رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس طرح کے واقعات پیش آئے جو بتاتے ہیں کہ تنگ دستی اور فقر و فاقہ کے اس عالم میں شادی کی اور کرائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے خیر و برکت دی اور رزق کا سامان فرمایا۔

اسلام نے شادی کو اتنی اہمیت کیوں دی؟ اور پیغمبر اسلام نے لوگوں کی شادی ایسی تنگدستی میں کیوں کرائی؟ سوچا جائے تو یہی معلوم ہوگا کہ سارا اہتمام اس لئے عمل میں آیا کہ عفت و عصمت کی پاکیزہ زندگی میسر آئے اور اس طرح جائز طور پر بچے پیدا ہوں، جس سے پاکبازی پھیلے اور پھر دنیا میں اخلاق اور عزت پر کوئی اثر نہ پڑے۔

ہاں! انسان میں شادی کی جب بالکل صلاحیت نہ ہو، نہ بالفعل اور نہ بالقوت۔ وہ دائمی طور پر مجبور ہو یا اس کو بیوی نہ مل سکے تو ایسی حالت میں اسلام نے اجازت دی ہے کہ اس وقت تک شادی روکی جا سکتی ہے جب تک انسان میں صلاحیت و استعداد نہ آجائے یا بیوی نہ مل جائے، مگر اس حالت میں بھی اسے عفت اور پاک دامنی کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

''ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ''

(سورۃ النور)

Marfat.com

"ایسے لوگ جن کو نکاح کی استعداد نہیں ہے وہ ضبط کریں تا آنکہ اللہ اپنے فضل سے ان کو غنی کر دے۔"

مختصر یہ ہے کہ اسلام نے رشتہ ازدواج پر زور ڈالا ہے اور بالکل مجبوری کی حالت میں حکم دیا ہے کہ ضبط نفس اور پاک دامنی سے کام لے اور ضبط نفس کی جو جائز صورت ہو عمل میں لائے۔ رحمت عالم ﷺ نے ایسے مجبور آدمی کے لئے حکم دیا ہے کہ روزہ رکھ کر خواہشات نفسانی کا زور توڑے، ایسا نہ ہو کہ شہوت کا غلبہ کہیں بدکاری پر آمادہ کرے:

"ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه وجاء"

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح)

"جو شخص اسباب جماع پر قدرت نہ رکھتا ہو۔ اس پر روزہ لازم ہے کہ وہ شہوت کو توڑتا ہے۔"

کتب احادیث میں متعدد صحابہ کرام کے متعلق تذکرہ ملتا ہے کہ وہ مجبوری کی وجہ سے شادی نہ کر سکے، حالانکہ نکاح کی ان کو ضرورت تھی۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو روزہ رکھنے کا حکم دیا اور انھوں نے اس پر عمل کر کے اپنے آپ کو گناہ سے محفوظ رکھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے شادی کا سامان فراہم کر دیا تو پھر انھوں نے شادی کر لی۔

نکاح کرنے والوں کے حقوق و فرائض

حدود اللہ میں رہ کر پسند کی شادی...... مرد و عورت دونوں کے لیے:

اسلام نے عفت و عصمت کے تحفظ کے لئے ایک سے زیادہ بیویوں کی بعض ضروری شرطوں کے ساتھ اجازت دی مگر اسے گوارا نہ کیا کہ انسانی شرافت کے چہرہ پر گندگی کی دھول بھی اُڑ کر پڑے۔ اسی طرح عفت و عصمت اور اخلاق و اعمال کی پاکیزگی کے لئے انسان کو اس بات کی بھی اجازت دی کہ شادی کرنے میں حدود اللہ کے اندر رہ کر اپنی پسند کی بیوی کرے اور عورت اپنے پسند کے مطابق شوہر تجویز کرے۔ ارشاد ربانی ہے:

"فانکحوا ماطاب لکم من النسآء" (سورۃ النساء)

"تم نکاح کرلو عورتوں میں جو تم کو پسند آئیں۔"

اس عورت سے شادی کا مشورہ دیا گیا ہے جو پسند ہو اور دل کو بھائے۔ اس مسئلہ میں جو پابندی ہے وہ بس اتنی کہ حدود اللہ ٹوٹنے نہ پائے، یعنی کچھ عورتیں ایسی ہیں جن سے شادی جائز نہیں ہے، ان سے رشتہ ازدواج کا قیام شریعت نے حرام قرار دیا ہے، ان میں کچھ قرابت دار ہیں اور کچھ غیر مذاہب کی۔ ان کو چھوڑ کر جو عورتیں حلال ہیں ان میں انتخاب کا حق عطا کیا گیا ہے۔ جس طرح مردوں کو عورتوں کے جائز انتخاب میں اختیار ہے، اسی طرح عورتوں کو بھی اسلام نے حق انتخاب بخشا ہے۔ حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے ان میں سے کوئی بھی مجبور نہیں کیا گیا ہے کہ کسی خاص عورت یا مرد سے رشتہ جوڑے۔ ہر ذی عقل جانتا ہے کہ چند پیسے کی جو چیز خریدی جاتی ہے اسے ٹھوک بجا کر دیکھ لیا جاتا ہے اور شادی جیسی اہم چیز جس کا پوری زندگی سے واسطہ ہے اور جسکے ذریعہ دو اجنبی مرد عورت ایک مضبوط رشتہ میں منسلک ہو رہے ہیں، اس میں غفلت کا مشورہ کون دے سکتا ہے؟

اسلام جو ستم رسیدوں کے لئے عدل و مساوات کا پیام بن کر آیا اور مظلوم و بے سہارا لوگوں کی جائز حمایت جس کی

Marfat.com

سرشت میں داخل ہے وہ کیسے یہ برداشت کرسکتا تھا کہ حق والوں کو ان کا حق نہ ملے یا ظالموں کی بیخ کنی نہ ہو۔؟ چنانچہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک ظلم و جور کی بنیاد ڈھا دینے کا اعلان کیا۔ اس نے زندگی کے اس شعبہ میں بھی جس میں دو اجنبی ملتے ہیں، اصلاح کی۔ مظلوموں کو ان کا حق دلایا اور ظالم کا ظلم سے ہاتھ پکڑ لیا، تا کہ رشتہ ازدواج سے جو بنیادی مقاصد وابستہ ہیں وہ حسن و خوبی سے وجود میں آئیں۔

رشتہ ازدواج کے سلسلہ میں قرآن مجید کی ہدایتوں اور مشکوۃ نبوت کی روشنی کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائے تو یقینی طور پر بہتر ہوگا کہ نہ مرد مسلوب الاختیار ہے اور نہ عورتیں، جو بات پابندی کی نکلے گی وہ صرف اتنی کہ حدود اللہ کے اندر رہنا ضروری ہے۔

ترجیح رائے ......عورت کی عدم رضا سے نکاح منعقد نہیں ہوتا:

حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے اسلام نے مرد و عورت جس کی شادی ہو رہی ہے اس کی رائے کو ترجیح دی ہے اور ان کی رائے قبول کرنے کو بہر حال ضروری بتایا ہے۔ اسلام سے پہلے اس باب میں ظلم ہوتا تھا، لڑکیوں پر ان کے ولی نا جائز دباؤ ڈالتے تھے اور ایسے مردوں سے ان کی شادی کر دیتے تھے جن کو لڑکیاں پسند نہ کرتی تھیں۔ یہ یتیم لڑکیوں کے حق میں خصوصیت سے انصافی ہوتی تھی۔

جاہلیت کی تاریخ پڑھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جاہلی معاشرہ میں عورتوں کی حیثیت کس قدر پست تھی، یہ غریب مال منقولہ سمجھی جاتی تھیں۔ شادی کے بعد شوہر یہ سمجھتا تھا کہ میں نے مہر کے بدلہ بیوی کو خرید لیا ہے۔ چنانچہ شوہر کے مرنے کے بعد شوہر کے وارث عورت کو اپنی ملکیت میں شمار کرتے اور اس طرح دوسرے مظالم ہوتے تھے۔ اسلام جب آیا تو اس نے ظلم و ستم کی بیخ کنی کو بھی ضروری سمجھا۔

حد بلوغ تک پہنچنے کے بعد عاقل لڑکا اور لڑکی جس طرح دنیا کے دوسرے معاملات میں بڑی حد تک آزاد ہوتے ہیں، اسی طرح اسلام نے ان کو شادی کرنے میں بھی حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے آزادی بخشی ہے۔ والدین اور دوسرے اقرباء اس شعبہ زندگی میں اپنے تجربات کی روشنی میں معتدل مشورے ضرور دے سکتے ہیں اور ان کو مشورہ دینا بھی چاہئے، مگر یہ دباؤ اور جبر نہیں ڈال سکتے۔ شادی کرنے والے جوڑے کو بھی چاہئے کہ اپنے بزرگوں کے مشوروں کو قبول کریں کہ ان کی رائیں پختہ ہوتی ہیں اور محبت و شفقت میں ڈوبی ہوئی بھی۔ بایں ہمہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ان کو ان مشوروں کے قبول کرنے پر اسلام نے مجبور نہیں کیا ہے۔

عورتیں جن کو جاہلیت کے ماحول میں ہم مجبور محض سمجھتے ہیں اسلام نے ان کو اتنا مجبور ہرگز نہیں کیا، جتنا سمجھا جاتا ہے۔ بالغ لڑکوں کی طرح بالغ لڑکیوں کو بھی اس باب میں بڑی حد تک آزادی ہے۔ نکاح کے باب میں بالغ لڑکیوں کی رضا اور ان کی اجازت ہر حالت میں ضروری قرار دی گئی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لا ینکح الا یم حتی مرد لا تنکح البکر حتی تستاذن"

Marfat.com

(صحیح بخاری، باب لاینکح الاب الکبر والثیب الا برضاہا)

"شوہر دیدہ کی شادی اس وقت تک نہ کی جائے جب تک اس کا حکم نہ لیا جائے اور کنواری عورت کا نکاح بھی اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت حاصل نہ کرلی جائے۔"

دوسری حدیث اس سے بھی واضح ہے:

"الایم احق نبفسها من ولیها والبکر یستاذنها فی نفسها واذنها صماتها"

(صحیح مسلم، باب استیذان الثیب بالنطق والبکر بالسکوت)

"شادی شدہ (بیوہ یا مطلقہ) عورت خود اپنی ذات کی ولی سے زیادہ حقدار ہے اور کنواری کے نکاح کے وقت اس سے اجازت لے لی جائے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔"

تیسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"الثیب احق بنفسها من ولیها والبکر یستاذنها ابو ها واذ نها صماتها"

(صحیح مسلم، باب استیذان الثیب بالنطق والبکر بالسکوت)

"وہ عورت جو شوہر دیکھ چکی ہے بذات خود ولی سے حقدار ہے اور کنواری سے اس کا باپ اجازت حاصل کرے اور اس کی اجازت اس کا چپ رہنا ہے۔"

ان حدیثوں میں جو لب ولباب اختیار کیا گیا ہے اور جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان پر سنجیدگی سے غور کریں اور پھر فیصلہ کریں کہ پیغمبر اسلام کا منشاء کیا ہے۔ عورتوں کو شادی کے باب میں مختار بنایا گیا ہے یا ان کو مسلوب الاختیار گردانا گیا ہے۔؟

اللہ تعالیٰ نے جن کو ذرا بھی فہم وعقل عطاء کی ہے وہ فیصلہ دینے پر مجبور ہوں گے کہ اسلام نے عورتوں کو شادی کرنے کے سلسلہ میں مسلوب الاختیار نہیں بنایا، بلکہ ان کی منظوری کو ضروری قرار دیا ہے۔ بغیر عورت کی رضا حاصل کیے اس کی شادی کسی مرد سے نہیں کی جاسکتی۔

باپ بھی زبردستی نہیں کرسکتا:

ولی کا فریضہ ہے کہ پہلے بالغ سے رضا حاصل کرے، پھر وہ کسی مرد سے اس کی شادی کی بات چیت طے کرے۔ حد یہ ہے کہ باپ جو لڑکی کے حق میں سراپا رحیم وشفیق ہوتا ہے اس کو بھی پیغمبر اسلام حکم دے رہے ہیں کہ لڑکی کی رائے معلوم کرے اور اس کی اجازت حاصل کرلے، پھر اس کی شادی اسکی پسند کے مطابق کرے۔ مگر اسلام نے جہاں لڑکی کی رضا اور اجازت کو ضروری قرار دیا ہے، وہاں لڑکی حیا اور شرم کو بھی مجروح نہیں ہونے دیا، بلکہ پاسِ ادب یہ ہے کہ لڑکی کے سکوت کو بھی اجازت کا درجہ دیا ہے، اگر وہ کنواری ہے۔ ہاں! اگر ثیبہ ہے تو اس کی صراحتاً اجازت کی ضرورت ہے۔ استیمار اور استیذان سے اسی طرف اشارہ ہے۔

ایک صحابیہ حضرت خنساء بنت حزام کے باپ نے کسی شخص سے ان کی شادی کردی۔ حضرت خنساء کو یہ رشتہ پسند

Marfat.com

نہ آیا۔ دربار نبوی میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خنساء کی درخواست قبول فرمالی اوران کے باپ کے کیئے ہوئے نکاح کو رد فرمادیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک باکرہ عورت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں آئی اور بیان کیا کہ میرے باپ نے جس سے میری شادی کردی ہے، وہ مجھے پسند نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کواختیار دیتے ہوئے فرمایا:

”جی چاہے تو رکھو۔ جی چاہے تو رد کردو۔!“

حضرت بریدہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان عورت دربار نبوی میں حاضر ہوئی اور بیان کیا کہ میرے والدمحترم نے میری شادی میرے چچازاد بھائی سے کردی ہے جو مجھے پسند نہیں ہے۔ اس عورت کی اس رشتہ سے ناگواری سن کر آپ ﷺ نے معاملہ عورت کے ہاتھ میں دے دیا کہ تم کو اس نکاح کے رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے۔ عورت نے سن کر اطمینان کی سانس لی اور بولی کہ میرے باپ نے جو کچھ کیا اس کی اجازت دے چکی ہوں:

”و لکن اردت ان تعل النساء ان لیس الی الا باء من الا مر شئ“

(سنن ابن ماجہ، من زوج ابنتہ وہی کارہۃ)

”لیکن اس وقت سوال کرنے اور حضور سے جواب حاصل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ عورتوں کو سبق دوں کہ باپ دادا کے ہاتھ میں یہ نہیں ہے کہ بالغ لڑکی کی رضا حاصل کیے بغیر شادی کردے۔“

عبدالرحمن بن یزید اور مجمع بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی لڑکی کی شادی کی۔ ان کی لڑکی کو یہ رشتہ پسند نہ آیا۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور اپنی ناپسندگی کا تذکرہ کیا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے باپ کے کیئے ہوئے نکاح کو باطل قرار دیا اور پھر اس عورت نے ابوالبابہ بن عبدالمنذر سے شادی کی۔

(ابن ماجہ، باب من زوج ابنتہ وہی کارہۃ)

ان حدیثوں کو پڑھنے کے بعد اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ بالغہ عورت کی شادی میں اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس کو شوہر کے انتخاب میں پورا اختیار ہے اور اس ساری کدوکاوش اور اختیارات کا مقصد یہ ہے کہ عفت عصمت، محبت ومودت اور بقائے نسل انسانی جو نکاح کے بنیادی مقاصد ہیں وہ بحسن وخوبی انجام پذیر ہوں۔

نابالغہ لڑکی کا نکاح البتہ اسکی اجازت کے بغیر ولی کرسکتا ہے۔ اس کے باب میں باپ کو بھی اختیار ہے اور دوسرے ولی کو بھی، مگر بلوغ کے بعد لڑکی کو خیار بلوغ حاصل ہوگا کہ چاہے تو نکاح کو باقی رکھے، چاہے تو رد کردے۔

یہاں ایک اور بات سمجھنے کی ہے۔ وہ یہ آج کل کا ردعمل یہ ہو رہا ہے کہ شادی کرنے والے اپنی شادی کے معاملہ میں ولی حتی کہ والدین کی رائے بھی ضروری نہیں سمجھتے۔ کوئی شبہ نہیں کہ شادی اپنی پسند ہی کی ٹھیک ہوتی ہے، مگر ساتھ ہی یہ بات بھی نہ بھولنی چاہیئے کہ جوش کے ساتھ ہوش نہایت ضروری ہے اور شادی کا جہاں جنسی میلان کی تسکین سے تعلق ہے اس کے ساتھ شادی کا تعلق گھر، خاندان، قوم اور ملک سے بھی ہے۔ حال کے ساتھ مستقبل پر نگاہ رکھنا بھی ضروری

Marfat.com

اندیش کا فریضہ ہے۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے تو غیر مناسب نہ ہوگا کہ شادی کے معاملہ میں والدین یا ولی کا مشورہ بڑی حد تک ضروری ہے۔

اب یہ سوال باقی رہ گیا کہ عورت کی رائے اور مرد کی رائے میں ٹکراؤ ناگزیر طور پر ہوتا ہے تو ایسے موقع پر کیا فیصلہ ہوگا۔؟ تو یہاں تک بغیر شک وشبہ یہ کہا جائے گا کہ عورت کی مرضی مقدم ہوگی اور اسی کی رائے کو شرعی طور پر ترجیح دی جائے گی، کیونکہ شادی عورت کی ہو رہی ہے۔ عفت وعصمت کا تعلق اس سے عورت کا ہے، ولی کی شادی نہیں ہو رہی ہے اور نہ اس بندھن کے نباہنے کی ذمہ داری ہی ولی پر ہے۔ پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ٹکراؤ کے وقت میں ولی کی رائے کو ترجیح دی جائے اور عورت کی رائے ورضا کی پرواہ نہ کی جائے۔ پھر عہد نبوی کے فیصلے اور واقعات موجود ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی مرضی کے خلاف فیصلہ نہیں فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فاذا بلغن اجلهن فلا جناح عليكم فيما فعلن في انفسهن بالمعروف"

(سورۃ البقرۃ)

"وہ عورتیں جب اپنی میعاد پوری کر لے تو تم کو اس بات میں کوئی گناہ نہ ہوگا جو وہ قاعدہ کے مطابق اپنی ذات کے لئے کچھ کریں۔"

اس آیت میں عورت کو اپنا معاملہ نبٹانے کی پوری آزادی ہے۔ عورت انسان ہے، عقل وفہم کی مالک ہے، وہ کوئی عضو معطل نہیں کہ بغیر ولی کی اجازت کے کوئی کام کر ہی نہیں سکتی۔

ان تمام باتوں کو سامنے رکھ کر ماننا پڑے گا کہ نکاح میں حتی الوسع عورت اور ولی دونوں کی موافقت ضروری ہے، تا کہ کام خوش اسلوبی سے انجام پا سکے۔

علماء لکھتے ہیں:

"ایسے معاملات جن کا تعلق جماعت سے ہے، شریعت (اسلام) نے ان میں طرفین کی رعایت ملحوظ رکھی ہے اور ایسے باب میں مجموعہ احادیث کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا چاہئے۔ صرف ایک جانب کو سامنے رکھ کر جو بھی فیصلہ ہوگا اس سے شارع علیہ السلام کی مراد کا پا لینا مشکل ہے۔ مثلاً زکوٰۃ کا معاملہ ہے۔ اس معاملہ کا زکوٰۃ دینے والے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے دونوں سے تعلق ہے۔ زکوٰۃ دینے والے کے متعلق حدیث میں صراحت کے ساتھ بات ہے کہ اگر اس کے پاس زکوٰۃ وصول کرنے والا آئے تو زکوٰۃ دینے والا اس کو خوش کرے جو مانگے دے۔ انصاف کرے گا اپنے لئے کرے گا، اگر خدانخواستہ ظلم کو راہ دے گا تو اپنے لئے وبال خریدے گا، کیونکہ زکوٰۃ کا کمال یہ ہے کہ وصول کرنے والا خوشی خوشی سے دے۔

کسی حدیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے زکوٰۃ وصول کرنے والے عامل کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو خوش کرو! زکوٰۃ میں جیسا مال مانگے دو۔ پوچھنے والے نے

Marfat.com

دریافت کیا: یا حضرت! ظلم کرے تو بھی۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! پھر بھی! دوسری طرف عامل کے متعلق حدیث میں صراحت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! مال والوں کا بہترین مال زکوٰۃ میں لینے سے پرہیز کرو، مظلوم کی دعا سے ڈرو کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔ دونوں کو سامنے رکھیے اور سوچیے تو معلوم ہوگا کہ زکوٰۃ دینے والوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو ہدایت دے رہے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اس معاملہ میں بولنے کا حق نہیں ہے۔ عامل جو مانگے دے، ظلم کرے تو بھی نہ بولے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے کے متعلق جو ہدایت نبوی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو زیادتی کا کوئی حق ہی نہیں ہے۔ انصاف سے مال جو دے، لے لے، ورنہ وعید کا مستحق ہوگا۔ خود میاں بیوی کا باہمی معاملہ قابل غور ہے: ایک طرف بیوی کو حکم ہے کہ شوہر خوش رکھو! بیوی کے لئے ذرا سی بدخلقی پر دوزخ کی وعید شدید ہے، مگر دوسری طرف شوہر کو فرمایا ہے کہ تم میں کامل فی الایمان وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو اور اپنی بیوی کے لئے بہترین ہو۔ ٹھیک اسی طرح عورت اور اس کے ولی کا معاملہ ہے۔ عورت کو کہا جا رہا ہے کہ تمہارے نکاح میں ولی کا حق ہے اور اس قدر حق ہے کہ بغیر اسکی اجازت کے نکاح باطل ہے۔ ادھر ولی کو کہا جاتا ہے کہ عورت اپنے حق کی تم سے زیادہ حقدار ہے، گویا ولی کو اس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ مگر اس باب کے پورے ذخیرہ احادیث کو سامنے رکھ کر یہی فیصلہ کیا جاتا سکتا ہے کہ دونوں پر ذمہ داری ہے کہ ایک دوسرے کی رضا کے بغیر نکاح نہ کرے۔ عورت کو ولی کی بات کا وسعت بھر پاس رکھنا چاہیئے اور ولی کو عورت کی رضا حاصل کرنا ضروری ہے۔ نہ ولی اس حد تک زیادتی کرے کہ عورت اپنے جائز حق سے محروم ہو جائے اور نہ عورت اتنی بے راہ روی اختیار کرے کہ ولی اور خاندان کے لئے باعث ننگ و عار بن جائے۔ یوں بالغہ عورت پر ولی کو جبر کا بالکل اختیار نہیں۔ ہاں مستحب ہے کہ مشورہ دے۔ نابالغ کے باب میں جبر کا البتہ اختیار ہے اور ولی اور عورت کی رائے میں جب اختلاف ہوگا تو بالغہ عورت کی رائے کو ترجیح ہوگی جس کو قرآن و حدیث سے تائید ہوتی ہے۔"

علماء کرام فرماتے ہیں:

"نکاح میں تنہا عورت کی رائے جائز نہیں، کیونکہ ان کی عقل میں نقص ہے، ان کا غور و فکر نسبتاً زیادہ اہم نہیں۔ پھر مردوں کو عورتوں پر قوام بنایا گیا ہے۔ ارباب حل و عقد مرد ہی ہیں، پھر معاملہ ایسا ہے عورت کرے تو بے حیائی سے تعبیر ہو، دوسرے آشنائی اور نکاح میں تمیز کے لئے بیچ میں اولیاء کا ہونا ضروری ہے، تاکہ اس کی شہرت ہو سکے، اس لئے عورت کو ولی کی رائے لینی چاہیئے، مگر ولی کو بھی یہ اختیار ہرگز نہیں کہ صرف اپنی رائے سے عورت کی شادی کر دے۔ اس لئے کہ معاملہ عورت کا ہے اور اپنا معاملہ جو خود عورت سمجھتی ہے مرد نہیں سمجھ سکتا ہے۔ نفع و نقصان عورت کو پہنچنے والا ہے، اس لئے حکم اس سے لینا ضروری

Marfat.com

ہے۔"

(حجۃ اللہ البالغہ، باب صفۃ النکاح، جلد دوم)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وحقھا اوکد من حقہ فانہ لواراد تز ویجھا کفوًا و منعت لم تجبر لواردت ان تتزوج کفرا فامتنح الولی اجبر فان اصرز زوجھا القا منی ندل علی تا کد حقھا اور حجا نھا"

(شرح مسلم نووی، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۴۵۵)

"عورت کا حق ولی کے حق سے زیادہ موکد ہے۔ اگر ولی کسی کفو سے اس کی شادی کرنا چاہے اور لڑکی آمادہ نہ ہو تو اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا اور اگر خود عورت کسی کفو سے شادی کرنے کا ارادہ کرے اور اس کا ولی راضی نہ ہو تو اس ولی کو مجبور کیا جائے گا۔ اگر ولی اصرار کرے گا تو قاضی اس عورت کی شادی کر دے گا۔ یہ دلیل ہے کہ عورت کا حق موکد اور راجح ہے۔"

تمام مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت شادی کے معاملہ میں مجبور محض نہیں، بلکہ اچھا طریقہ وہی ہے کہ عورت کی رائے معلوم کر کے ولی اس کی شادی کا انتظام کرے۔ اگر کسی لڑکے سے عورت شادی کرنے سے انکار کر دے تو اسکی زبردستی اس سے شادی کرنے کی جرأت نہ کی جائے۔ قرآن مجید نے جس سکون وطمانیت کو مقصد اولیٰ قرار دیا ہے، بغیر عورت کی رضا کے اس کا حصول غیر ممکن ہے۔ طلاق، خلع وغیرہ مسائل اسی لئے وضع کئے گئے ہیں۔

چنانچہ مبسوط میں ہے:

"نکاح کے موقع پر عورت سے اجازت لے لی جائے، کیونکہ ہو سکتا ہے اس کو کوئی اندرونی مرض ہو جس کی وجہ سے عورت سے صحبت نہیں ہو سکتی ہے یا ممکن ہے عورت کا دل اس شخص کے علاوہ کسی دوسرے سے معلق ہو جس سے شادی ہو رہی ہے، تو اگر عورت سے حکم حاصل کئے بغیر اس کی شادی کر دی جائے گی تو اس حالت میں اس شوہر سے اس کا نباہ نہ ہوگا اور عورت فتنہ میں پڑ جائے گی، کیونکہ اس کا دل تو غیر سے معلق ہے اور عشق کی بیماری سے بڑھ کر دوسری بیماری کون ہو سکتی ہے۔؟"

(مبسوط للسرخسی، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۹۷)

مرد کے عدم رضا سے نکاح نہیں ہوتا:

عورت کے مسئلہ کے حل ہو جانے کے بعد مرد کی رضا کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اس کے متعلق صرف اس قدر کہنا ہے کہ بالغ و عاقل مرد جس کی شادی ہو رہی ہے اس کی رضا اور اجازت مقدم ہے۔ مرد کو چونکہ کبھی مجبور محض نہیں سمجھا گیا اس لئے اس مسئلہ کی بحث کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ یہاں تو یہ کہنا چاہئے کہ لڑکا جب اپنی شادی کرنے لگے تو اپنے بڑے بزرگ کی رائے پر ضرور غور کرے۔ یہ کہہ کر نظر انداز نہ کر دے کہ اس ذاتی معاملہ میں والدین اور گھر کے بڑے

Marfat.com

بوڑھے دخل دینے والے ہوتے کون ہیں۔؟ کیونکہ شادی میں تجربہ کار اور علم الانسان کے ماہرین کی رائے اہمیت رکھتی ہے اور یہ ایک ظاہر بات ہے کہ دوراندیشی جو بڑے بوڑھوں میں ہوتی ہے ان نوجوانوں میں ہرگز نہیں ہوتی جنکے ہوش پر جوش کا غلبہ ہوتا ہے۔

عورت کے انتخاب کے متعلق مرد کو حکم شرع:

اب رہا عورت کے انتخاب کا مسئلہ، اس میں شریعت مطہرہ کا مشورہ یہ ہے کہ دینداری کا لحاظ مقدم ہونا چاہئے مال دار سے شادی کی جائے، اونچے حسب ونسب والی سے شادی کی جائے، حسین اور خوبصورت سے شادی کی جائے کسی معمولی عورت سے، بہر حال پہلے عورت کی دینداری اور سیرت کا جائزہ لیا جائے۔ ارشاد نبوی ہے:

"تنکح المرأة لا ر بع لما لها و لحسبها و لجما لها و لد ينها فاظفر بذات الدين تر بت يداك" (صحيح بخاری، باب الا كفا في الدين)

"عورت سے چار چیز کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے: اسکی مالداری کی وجہ سے اور اسکی دینداری کی وجہ سے، حسب ونسب کی وجہ سے اور خوبصورتی کی وجہ سے۔ پس دینداری کو لیکر کامیاب ہو جا۔ تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔"

مقصد یہ ہے کہ انسان جب شادی کرنے لگتا ہے تو عورت کا انتخاب انہی چیزوں کے پیش نظر کرتا ہے۔ کبھی بیوی کا انتخاب اس کی مالداری کی وجہ سے کرتا ہے کہ عورت صاحب جائیداد ہے، باثروت ہے اور شان دار کوٹھی کی مالک ہے۔ اگر اس سے شادی ہوگئی تو زندگی مزے سے گزرے گی، بہت سی فکروں سے نجات مل جائیگی اور اپنے افلاس کے باوجود مطمئن زندگی کا ذریعہ پیدا ہو جائے گا، دیندار ہو یا نہ ہو۔ مگر انسان عجلت پسندی کی وجہ سے دوسرے پہلو پر غور نہیں کرتا ہے کہ مالدار بیوی کو شریک حیات بنائے گا تو زندگی کا لطف جاتا رہے گا۔ لذت ومسرت مفقود ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے زن وشوہر کی اجتماعی زندگی کی جو صدارت مرد کے حوالہ کی ہے، اس میں رخنہ پڑ جائے گا۔ عورت کے نان ونفقہ کا قیام باقی نہ رہ سکے گا اور گھر کے سامان اور فرنیچر کو دیکھ کر جو مسرت ہوا کرتی ہے، بال بچوں کے لباس سے طبیعت میں جو کیف وانبساط پیدا ہوتا ہے یہ کرکرا ہو جائے گا، کیونکہ یہ سب غیر کا اثر نعمت ہے، اپنی کمائی نہیں۔ بیوی کی نگاہ میں جو عزت ووقعت چاہئے باقی نہ رہے گی، کیونکہ مالدار بیوی کی نظر میں مفلس شوہر کی وقعت منیجر اور منتظم سے زیادہ نہیں ہوتی۔ یہ بھی اس وقت جب عورت بلند اخلاق ہو اور اگر خدانخواستہ عورت بے ادب ہوئی تو ہر قدم پر ٹھوکر لگائے گی اور احسان جتائے گی۔ پھر اپنی اس مالدار بیوی سے جو اولاد ہوگی یہ اولاد بھی باپ کی وہ عزت وکرمت نہیں کرسکتی ہے جو کرنی چاہئے۔ بیوی کی کسی غلطی پر شوہر تنبیہ کرنا چاہے گا تو ایسی بیوی مقابلہ کے لئے آمادہ ہو جائے گی اور نہ معلوم کیا کیا کہہ دے گی، پھر خود سوچا جائے ایسے حالات میں زندگی کی لذت ومسرت کیا باقی رہے گی۔؟ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا تز و جو هن لا موا لهن فعسى اموالهن ان تطغيهن"

Marfat.com

(سنن ابن ماجہ، باب افضل النساء)

"عورتوں سے ان کی مالداری کیوجہ سے شادی نہ کرو۔ عموماً ان کا مال ان کو سرکشی پر آمادہ کر دیتا ہے۔"

کبھی کوئی عورت کا انتخاب محض اسکے حسب ونسب کی وجہ سے کرتا ہے۔ ذاتی شرافت اور صلاحیت ہی نہ ہو، اور پھر اگر صرف نسلی امتیاز ہو اور دینداری نہ ہو تو یہ نسلی امتیاز میں عورت کبر وغرور پیدا کر دیتی ہے اور وہ اپنے مقام سے آگے بڑھ جانے کی سعی کرتی ہے۔ بتدریج یہ چیز بھی مرد کی قوامیت کو مجروح کر ڈالتی ہے۔ مقصد یہ نہیں ہے کہ نسب کا لحاظ کیا ہی نہ جائے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ نری نسل امتیازی کوئی مفید چیز نہیں جب تک ذاتی صلاحیت اور دینداری نہ ہو۔ یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اسلام میں اول دینداری ہے، پھر کوئی اور چیز۔ دین کے مقابلہ میں حسب ونسب کوئی چیز نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ولا مۃخرماء سوداء ذات دین افضل"

(سنن ابن ماجہ، افضل النساء)

"کالی کلوٹی، بے وقوف لونڈی جو دیندار ہو افضل ہے۔"

دوسری حدیثوں سے بھی اس نقطہ نظر کی تائید ہوتی ہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اولیاء متقی ہیں۔ جہاں کہیں بھی ہوں اور جو کوئی بھی ہوں۔"

کبھی کوئی بیوی کے انتخاب میں محض خوبصورتی کو معیار بنا لیتے ہیں کہ تراش خراش اور نوک پلک دلکش ہو، رنگ و روپ میں جاذبیت ہو، عشوہ ادا کی مجسمہ ہو اور اس کے اعضاء متناسب ہوں، صرف یہی نہیں، بلکہ جدید روشنی سے آراستہ ہو، شوخ اور بیباک ہو اور زمانہ کے اثر سے پوری متاثر ہو۔

مگر ان خیالات کے وقت سوچتے نہیں کہ یہ کوئی خاص خوبی نہیں، اگر اس میں صلاحیت اور سلیقہ نہیں۔ محض خوبصورتی کوئی معیار نہیں اگر خوبصورتی کے ساتھ سیرت نہ ہو، کیونکہ پھر حسن و جمال سراپا فتنہ بن جائے گا اور یہ حسن بیوی میں تکبر اور ناز ضرورت سے زیادہ پیدا کر دے گا، وہ فضول خرچ اور متکبر ثابت ہوگی، دوسرے لوگ الگ فتنہ میں ڈالنے کی سعی کریں گے اور اسی تنہا خوبصورتی کے متعلق ارشاد نبوی ہے:

"لا تزوجو النساء لحسنھن فصی حسنھن یردبھن"

(سنن ابن ماجہ، باب افضل النساء)

"عورتوں سے محض ان کے حسن کیوجہ سے شادی کی خواہش نہ کرو، کیونکہ حسن عموماً ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔"

اس لئے رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"شادی کے موقع پر عورت کے انتخاب میں دینداری کو معیار بناؤ۔ مال و دولت، حسن و جمال اور حسب و نسب ایسی چیزیں نہیں ہیں جن کو اس باب میں معیار قرار دیا جائے۔"

Marfat.com

بیوی کے انتخاب میں آدمی کا فریضہ ہے کہ وہ اس کی ذاتی صلاحیت اور لاائقیت پر نگاہ رکھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا:

''حسن و جمال اور دولت وثروت کی بنیاد پر شادی نہ کیا کرو کہ ان سے فتنے کے اندیشے ہیں۔ تم دینداری کو وجہ ترجیح بناؤ کہ کالی کلوٹی دیندار عورت بہر حال بہتر ہے۔''

ارشاد نبوی ہے:

''و لکن تز و جو هن علی الدین''(سنن ابن ماجه باب افضل النساء)

''اور لیکن عورتوں سے شادی ان کی دینداری کی بنیاد پر کرو۔''

با صلاحیت اور دیندار بیوی شوہر کے حقوق کا ہر وقت احساس رکھتی ہے، شوہر کی خوشنودی اپنا فریضہ سمجھتی ہے اور گھر کے کام ہر حال میں عمدہ انداز سے چلاتی ہے۔ ایسی عورت میں بے جا تکبر وغرور نہیں ہوتا، بچوں کی تعلیم و تربیت کا پورا دھیان رہتا ہے، پڑوسیوں، قرابت داروں اور دوسرے لوگوں سے جھگڑا نہیں کرتی، خود دوسرے لوگوں کو بھی دیندار اور نیک عورت پر اعتماد ہوتا ہے، محلہ پڑوس کے لوگ اس کی عزت کرتے ہیں اور اس طرح شوہر کا گھر باوقار بن جاتا ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص کو چار چیزیں حاصل ہو جائیں اس کو دین و دنیا دونوں کی بہتری حاصل ہو گئی۔ ایک شکر گزار دل دوسری ذاکر زبان، تیسری مصائب پر صبر کرنے والا بدن اور چوتھی ایسی بیوی جو گناہ سے اجتناب کرنے والی اور شوہر کے مال کی محافظ ہو۔''

(مفتاح الخطابۃ، صفحہ نمبر ۱۸۱)

ایک مرتبہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''شادی ایسی عورت سے کی جائے جو اپنے اندر کمال درجہ کا ایمان رکھتی ہو اور آخرت کے لئے معین اور مدد گار ثابت ہو۔''

(سنن ابن ماجہ، باب افضل النساء)

یہ بات غور طلب ہے کہ اگر لوگوں کا نقطۂ نگاہ اخلاق و اعمال کے بجائے صرف جاہ، مرتبہ اور حسن و جمال ہو جائے تو پھر دنیا کا کیا حال ہوگا؟ شر وفتن کے چشمے ابل پڑیں گے، امن و امان خطرہ میں گھر جائیگا اور عزت و آبرو ناپید ہو جائیگی۔ بہت سی لڑکیاں ایسی گھروں میں بیٹھی نظر آئینگی جن کو شوہر میسر نہ ہوگا اور جب بے شوہر کی عورتیں بے کار رہوں گی تو اس وقت شیطان کو اپنی شیطانیت کا پورا موقع ملے گا، اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اذا خطب الیکم من ترضون دینه و خلقه فز و جوه الا تفعلوا تکن فتنة فی الا رض و فساد عریض''

Marfat.com

(سنن ترمذی، باب ماجاء من ترضون دینہ)

"تمہارے پاس جب کوئی ایسا شخص پیام نکاح لیکر پہنچے جس کا دین واخلاق تم کو پسند ہے تو اس سے شادی کردو، ورنہ زمین میں فتنہ وفساد پھیل پڑے گا۔"

عورت کے انتخاب کے سلسلہ میں جو کچھ اوپر لکھا گیا اس سے یہ سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے کہ مرد خوب صورت عورت سے شادی نہ کرے بدصورت سے کرے۔ یہ منشا ہرگز نہیں ہے۔ مقصد صرف اتنا تھا کہ سیرت کے ساتھ ساتھ صورت پر نظر کی جائے، سیرت کو نظر انداز کر کے صرف صورت پر جان نہ دینا چاہیے، ورنہ خوبصورتی کوئی بری چیز نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔

حدیث میں ایک صحابی کا واقعہ مذکور ہے کہ انھوں نے خدمت نبوی میں آکر کہا کہ ایک انصاری عورت سے شادی کی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"دیکھ لیا کرو۔ اس لئے کہ انصاری عورتوں کی آنکھوں میں کچھ عیب ہوتا ہے۔"

مطلب یہ کہ دیکھ بھال کر شادی کیا کرو۔ بعد میں ایسی نوبت نہ آئے کہ تم کو اس سے شکایت پیدا ہو جائے اور اس بہانہ سے آپس کی زندگی میں کشیدگی اور شکر رنجی آجائے۔

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وکان صلی اللہ علیہ وسلم یحرص امتہ علی النکاح الا بکار الحسان ذوات الدین" (زادالمعاد، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۴۶)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو باکرہ، خوبصورت اور دیندار عورتوں سے شادی کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔"

جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے، اس سے اتنی بات آسانی سے ثابت ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی خوبصورت عورت سے شادی کرے تو کوئی عیب کی بات نہیں، بلکہ اچھی بات ہے، مگر حسن و جمال کو مقصد اصلی قرار نہ دینا چاہئے اور نہ صرف خوبصورتی ہی پر نظر رکھنی چاہئے، بلکہ ساتھ ساتھ اخلاق واعمال اور سیرت و کردار پر بھی نظر ہونی چاہئے۔

پھر واضح رہنا چاہئے کہ خوبصورتی کا مطلب صرف چمڑے اور رنگ وروپ کی خوبصورتی نہیں ہے، بلکہ ساتھ ہی سیرت بھی خوب ہو، اخلاق واعمال پاکیزہ ہوں اور دین میں بھی پختگی ہو۔ خوبصورتی کا معیار رنگ وروپ میں بھی اپنے طبعی ذوق پر ہے، کسی آدمی کو وہ عورت بھی خوبصورت معلوم ہوتی ہے جو بہتوں کی نگاہ میں بدصورت سمجھی جاتی ہے تو اب اس معاملہ میں دوسروں کی پسند کا اعتبار نہ ہوگا۔

سچی بات پوچھئے تو بہت سے واقعات کی روشنی میں کہنا پڑتا ہے کہ خوبصورتی محبت سے پیدا ہوتی ہے اور موافقت و پسندیدہ سیرت سے۔ واقعات شاہد ہیں کہ محبت و عشق نے رنگ وروپ کی جاذبیت کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ پھر اس وقت اور بھی جب اعمال واخلاق اچھے نہ ہوں، اس لئے رنگ وروپ پر جان دینا عقلمندی نہیں۔ ہاں! دینداری اور پسندیدہ

Marfat.com

اعمال واخلاق کے ساتھ خوبصورتی مل جائے تو نعمت سمجھنا چاہیے۔

ماحصل یہ ہے کہ عفت وعصمت کی حفاظت کی خاطر اسلام نے اس بات کی بھی اجازت دی ہے، بلکہ کہنا چاہئے کہ رغبت دلائی ہے کہ نوجوان، شیریں دہن اور پیکر حسن سے شادی کرے، مگر گوہر عفت اور عصمت کی بے وقعتی کا دھیان ہرگز دل میں نہ آنے دے۔

کنواری لڑکی سے شادی:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ ابھی حال میں میری شادی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:

"باکرہ (کنواری) ہے یا ثیبہ (بیاہی)۔؟"

حضرت جابر نے کہا:

"ثیبہ ہے۔"

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فھلا بکرا تلاعبھا و تلاعبك"(صحیح بخاری، باب الثیبات)

"کنواری سے کیوں نہیں کی؟ تم اس سے دلبستگی کرتے اور وہ تم سے دلبستگی کرتی۔"

صحیح مسلم کی روایت میں ہے:

"تضاحکك و تضاحکھا"(صحیح مسلم، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۴۷۵)

"وہ تم سے ہنستی بولتی اور تم اس سے ہنستے بولتے۔"

میں مانتا ہوں کہ باکرہ اس لئے فرمایا کہ اس سے موافقت اور اتحاد عمل کی زیادہ امید ہوتی ہے، کم سے کم پر راضی و شاکر رہتی ہے، محبت زیادہ کرتی ہے، لیکن اگر اس سے خوبصورتی و رعنائی بھی سمجھی جائے تو کیا برا ہے، جبکہ حدیث کا لب و لہجہ بھی اس کی تائید میں ہے کہ آپس کی تفریح اور دلبستگی میں رعنائی اور قبول سیرت اور صورت کو دخل ہے۔ اسی سلسلہ کی دوسری حدیث میں ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"علیکم بالابکار فانھن اعذب افواھا و انتق ارحاما و ارضہ بالیسیر"

(مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح)

"تم کو کنواری عورتوں سے شادی کرنا لازم ہے، کیونکہ وہ شیریں دہن ہوتی ہیں، بچے بہت جنتی ہیں اور تھوڑے پر خوش وخرم رہتی ہیں۔"

اس حدیث میں باکرہ کی تخصیص صراحت کے ساتھ ہے۔ اس میں بھی ایک پہلو ایسا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی میں عورت کی دلربائی اور رعنائی دیکھی جائے تو کوئی بری بات نہیں ہے، بلکہ کسی درجہ میں شاید مطلوب ہے۔

Marfat.com

نوجوان عورت سے شادی:

حضرت علقمہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ کے ساتھ جارہا تھا۔ راستہ میں میری ملاقات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوگئی۔ وہ کھڑے ہوکران سے گفتگو کرنے لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ سے کہا:

"الا تزوجك جارية شابة لعلها تذكر بعض مامضى من زمانك"

(صحیح مسلم، کتاب النکاح، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۴۴۸)

"آپ کیوں نہیں اپنی شادی کسی نوجوان لڑکی سے کرتے کہ وہ آپ کے گزرے ہوئے دنوں کی یاد دلادے۔؟"

اس حدیث کے ضمن میں امام نووی تحریر فرماتے ہیں:

"فيه استحباب نكاح الشابة لانها المحصلة لمقاصد النكاح فانها الذ استمتاعا واطيب نكهة وارغب فى الاستلماع الذى هو مقصود النكاح واحسن عشرة وافكه محارثة واجمل منظر اوالين ملسا واقرب ان يعودها زوجها الاخلاق التى يرتضيها"

(نووی شرح مسلم، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۴۴۹)

"اس حدیث میں ہے کہ نوجوان سے شادی مستحب ہے کہ مقاصد نکاح کے حصول کے لئے موزوں ہے، لطف اندوزی میں مزیدار ہے، خوشبو میں سب سے عمدہ ہے، لطف اندوزی میں طبیعت زیادہ مائل ہوتی ہے، رہن سہن میں بہت اچھی معلوم ہوتی ہے، گفتگو میں خوش طبع ہوتی ہے، دیکھنے میں خوبصورت اور چھونے میں نرم ونازک ہوتی ہے اور اس کی قوی امید ہے کہ شوہر اپنے رنگ کا اسے عادی بنادے۔"

زوجین ہم عمر ہوں:

فقہاء کرام لکھتے ہیں:

"ولا يزوج ابنة الشابة شيخا كبيرا ولا رجلا دميما" (رد المختار)

"باپ اپنی جوان لڑکی کو کسی بڈھے اور بدصورت مرد سے نہ بیاہے۔"

لڑکی کی شادی میں شوہر کے ہم عمر ہونے کا لحاظ بھی ولی کا اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگر گوشہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں ہم عمری کا لحاظ رکھا تھا۔ امام نسائی نے ایک باب الگ باندھا ہے:

"تزوج المرأة مثلها فى السن"

"عورت کی شادی اس کے ہم عمر سے کرنا۔"

اس باب کے تحت امام نسائی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں:

Marfat.com

"خطب ابو بکر و عمر رضی الله عنهما فاطمه فقال رسول صلی الله علیه وسلم انها صغیرة فخطبها علی فزو جها منه"

(سنن نسائی، جلد نمبر۲، صفحہ نمبر۶۹)

"حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے لئے پیغام بھیجا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ (فاطمہ) کمسن ہیں۔ پھر حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے نکاح کے لئے پیام دیا تو آپ ﷺ نے ان سے حضرت فاطمہ کی شادی کر دی۔"

محدثین نے اس حدیث کے ضمن میں لکھا ہے کہ ہم عمری کا لحاظ بڑی حد تک ضروری ہے اور یہ بڑے فوائد پر مشتمل ہے۔ گو یہ بات مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے ان کی کم سنی میں شادی کی، مگر یہاں جو مقصد پیش نظر تھا وہ سب سے اہم تھا، دنیا کو اس کا علم ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ دین کا کتنا بڑا حصہ پھیلا اور اسلام کی کتنی عظیم الشان خدمت اس سلسلہ سے انجام پذیر ہوئی۔

چند اہم ترین امور:

بیوی کے انتخاب کے سلسلہ میں فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ یہ اصول پیش نظر ہوں تو مناسب ہے:

"ندب ان تکون اقل منه حسبا و سنبا و عزا وما لا و سنا و اعلیٰ منه خلقا و اد با و ورعا و جمالا" (در مختار، کتاب النکاح)

"اچھا یہ ہے کہ عورت حسب ونسب عزت و مال اور عمر میں مرد سے کم ہو اور اخلاق و ادب اور حسن و ورع میں عورت مرد سے زیادہ ہو۔"

ساتھ ہی ان امور کا بھی شادی کرتے وقت خیال رکھنا چاہئے:

"ولا یتروج طویلة مهزولة ولا قصیرة د میمة ولا سیئة الخلق ولا ذات الولد ولا المسنة ولا زانیة" (شامی، جلد نمبر۲، صفحہ نمبر۲۸۴)

"نہ تو آدمی لمبی ترین عورت سے شادی کرے اور نہ ہی بہت زیادہ چھوٹی قد والی سے۔ نہ تو برے اخلاق والی سے شادی کرے نہ ہی بہت کم عمر سے، نہ ہی بہت بوڑھی سے اور نہ ہی زانیہ سے۔"

ماحصل یہ ہے کہ جس عورت سے شادی ہو رہی ہے، وہ ہر اعتبار سے مناسب و موزوں ہو، دینوی لحاظ سے بھی اور دینی پہلو سے بھی، تاکہ باہم موافقت اور انس و محبت قائم رہے۔ مشکوٰۃ نبوت کی روشنی میں عورتوں میں جن خوبیوں کا ہونا سمجھ میں آتا ہے ان کا اجمالی بیان یہ ہے:

1: عورت دیندار اور نیک طینت ہو، ارشاد نبوی ہے:

Marfat.com

" فاظفر بذات الدین"

"پس دین داری کو شادی کرتے وقت ترجیح دو۔"

2: خوشی وغم میں شریک ہونے والی اور فرماں بردار ہو۔ ارشاد ہے:

" تسره اذا نظر ،و تطیوه اذا امر"

"شوہر جب بیوی کو دیکھے تو بیوی اسے خوش کردے اور جب تو وہ اسے حکم دے تو بیوی اطاعت کرے۔"

3: پاک دامن، امانت دار، گھر کی منتظم، مہذب اور شاکر وصابر ہو۔ ارشاد ہے:

"و لا تخالفه فی نفسها و ماله"

"اور بیوی نہ تو اپنے نفس میں خاوند کی مخالفت کرے اور اس کے مال میں۔"

4: بچوں کی خدمت گزار، ان سے محبت وشفقت کا برتاؤ کرنے والی اور تندرست ہو۔ ارشاد ہے:

"خیر نساء رکین الا بل،صالح نساء قریش احنا ہ علی و لد فی صغره و ار عاه علی زوج فی ذات یده"

5: شوہر سے انس ومحبت کرنے والی اور زیادہ اولاد جننے والی۔ ارشاد ہے:

"تزوجوا الودو دالولود"

"زیادہ بچے جننے والی عورتوں سے شادی کرو۔"

6: صالحہ اور باعزت خاندان کی رکن اور خود بھی تعلیمیافتہ ہو۔ ارشاد ہے:

"فلیتزوج الحرائر"

"پس آزاد عورتوں سے شادی کرو۔"

7: نیک صفتوں کی مالک اور عیوب سے پاک ہو۔

8: دنیا میں رہ کر آخرت سے بے فکر نہ رہتی ہو۔

عورت شوہر کا انتخاب کیسے کرے:

عورت اپنے شوہر کا انتخاب کرنے میں کم وبیش انہی امور کو ملحوظ رکھے، تاکہ اس کی زندگی خوشگوار اور مطمئن گزرے۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں:

"والمرأة تختار الزوج الدین الحسن و الخلق الوسرو لا تتزوج فاسقا"

(ردالمختار، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۸۴)

"عورت ایسے مرد کو اپنا شوہر بنائے جو دیندار، با اخلاق اور وسیع الظرف ہو۔ عورت اس مرد کو شوہر نہ بنائے جو دین سے بیگانہ ہو۔"

Marfat.com

اسی طرح اگر باپ اپنی لڑکی کی شادی کرے تو وہ بھی ان ضروری باتوں کو پیش نظر رکھے جیسا رواج ہو گیا ہے کہ جاہل اور لالچی باپ جب اپنی لخت جگر کے لئے شوہر کا انتخاب کرتا ہے تو اس کی نگاہ دولت پر ہوتی ہے۔ عمر، صلاحیت اور ذاتی شرافت پر نہیں ہوتی۔ اس رواج سے بھی تنفر ہونا اور گریز کرنا انسانی فریضہ ہے۔

بیوہ یا مطلقہ عورت سے شادی:

سابقہ بیانات سے یہ مطلب نکالنے کی سعی نہ کی جائے کہ کنواری ہی سے شادی ضروری ہے بیوہ سے شادی کرنا مناسب نہیں ہے۔ بلاشبہ! احادیث میں کنواری عورتوں سے شادی کی ترغیب پائی جاتی ہے اور اسکی معقول وجہ بھی ہے جیسا کہ بعض حدیثوں میں سبب بیان کر دیا گیا ہے کہ کنواری سے میل ملاپ اور ہم ذوقی جلد پیدا ہو جاتی ہے، پہلے پہل شوہر کے یہاں آتی ہے، اس لئے شوہر جس چیز کا عادی بناتا ہے آسانی سے اس کی عادی ہو جاتی ہے۔ کم سے کم چیزوں پر خوش رہتی ہے اور ان سب بڑھ کر مردان سے دلی طور پر اتنا گھل مل جاتا ہے کہ اس کی محبت دل میں گھر کر لیتی ہے اور اس طرح مرد نظر اور خیالات کی بدکاری سے محفوظ ہو جاتا۔

مرد اگر خود دوسری شادی کر رہا ہو یا زیادہ عمر کا ہو تو کمسن لڑکی سے اس کی شادی بے جوڑ ہو گی اور فقہا کرام کی رائے آپ پڑھ آئے ہیں کہ انھوں نے نوجوان لڑکی کی شادی بوڑھے مرد کے ساتھ کرنے سے منع کیا ہے، اس لئے کہ ایسے معمر و مسن مرد کو بیوہ کا مطلقہ ہی سے شادی کرنی چاہئے کہ میاں بیوی میں نباہ ہو سکے۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کا عملی نمونہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک کے سوا بقیہ تمام بیوہ و مطلقہ عورتوں ہی سے شادی کی۔ اپنی بعض صاحبزادیوں کی جو بیوہ ہو گئی تھیں شادی کرائی۔ جلیل القدر خلفاء اور صحابہ کرام کی تاریخ پڑھیے تو معلوم ہو گا کہ ان حضرات نے بیوہ و مطلقہ عورتوں سے کس کثرت سے شادیاں کیں۔ صحابیات کی زندگی پڑھیں گے تو دیکھیں گے کہ انھوں نے شوہروں کی وفات کے بعد دوسری تیسری شادیاں کیں۔

مقصود یہ ہے کہ اگر بیوہ سے شادی کرنا کوئی ناپسندیدہ بات ہوتی تو خود عہد نبوی و عہد صحابہ میں ان بیواؤں کے ساتھ شادی کی جاتی۔؟ پس معلوم ہوا کہ بیواؤں سے شادی کوئی تلخ چیز نہیں، بلکہ ایک کار ثواب ہے اور شرعی نقطہ نظر سے ایک پسندیدہ عمل ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 22:

شوہر اور بیوی کے فرائض واختیارات

شوہر کے فرائض وحقوق

مرد کے لیے ہدایات:

یہ ایک مسلم بات ہے کہ دو اجنبی جو نکاح کے رشتہ سے مل رہے ہیں الگ الگ دل ودماغ اور فکر وعمل رکھتے ہیں ،بسا اوقات دونوں کی طرز معاشرت میں بھی کسی نہ کسی درجہ میں فرق ہوتا ہے،اس لئے دونوں میں کلی موافقت پہلی ملاقات ہی میں ہو جانا ایک بعید از قیاس بات ہے۔ پھر عورت و مرد کے دماغی توازن میں یکسانیت بھی غیر ممکن ہے۔دونوں کی فطرت میں بھی قدرت نے کچھ خاص عادات وتعلقات مرکوز رکھے ہیں،ان ساری باتوں کو پیش نظر رکھ کر اسلام نے مرد کو عورت کے تعلقات کے سلسلہ میں کچھ ضروری ہدایتیں دی ہیں اور کچھ اختیارات سپرد کیے ہیں اور اسی طرح عورتوں کے بھی کچھ فرائض واختیارات ہیں، یہاں پہلے شوہر کے فرائض واختیارات کا اجمالی بیان ہوگا۔

صبر وتحمل:

زندگی میں یہ کوئی حیرت انگیز واقعہ نہیں کہ میاں بیوی میں کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے اور یہ بھی ہوتا رہتا ہے کہ اس سلسلہ میں شیطان کو بہکانے کا موقع ہاتھ آجاتا ہے اور اس سے عفت وعصمت کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے، پھر اس وقت اور بھی جبکہ عورتیں نازک طبع ،تندخو اور تلون مزاج ہوتی ہیں۔اس لئے اسلام میں ان حقائق وواقعات سے چشم پوشی نہیں کی گئی ہے، بلکہ عورتوں کی فطری کمزوریوں کو پیش نظر رکھ کر مردوں کو اس سلسلہ میں مفید ہدایتیں دی گئی ہیں، تاکہ زن و شوہر کی باہمی زندگی میں ناخوشگواری نہ آنے پائے اور اگر عورتوں کے کسی قول وفعل سے ان کو اذیت پہنچے تو ایسے موقع پر صبر وتحمل سے کام لیا جائے۔ارشاد ربانی ہے:

"وعاشروهن بالمعروف فان كرهتموهن فعسىٰ ان تكرهوا شيئاً و يجعل الله فيه خيراً كثيراً"(سورۃ النساء)

"اور ان عورتوں کے ساتھ حسن وخوبی سے گزر بسر کرو اور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔"

اس آیت میں ایک جامع ہدایت ربانی ہے کہ مردوں کو اگر ان کی بیویاں ناپسند ہوں اور طبیعت کے تقاضے کے خلاف معلوم ہوں تو ایسے وقت جذبات کی جگہ عقل سے کام لینا چاہیے اور ناگواری کو برداشت کرنا چاہیے، کیونکہ یہ کوئی عجوبہ بات نہیں ہے کہ انسان کو اپنی اُفتادِ طبع کی وجہ سے ایک چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں کوئی منفعت مضمر ہو جو اس کے لئے دین ودنیا دونوں میں موجب خیر وبرکت ہو اور سب سے اہم حکیمانہ نکتہ وہ ہے جسکی طرف اس

Marfat.com

ارشاد نبوی میں اشارہ کیا گیا ہے:

"لا یفرك مومن مومنة ان كره منها خلقا رضی منها آخر"

(صحیح مسلم، باب الوصیۃ بالنساء)

"کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت کو اس لئے مبغوض نہ رکھے کہ اس کی کوئی عادت ناگوار خاطر ہے۔ اس لئے کہ اگر ایک عادت ناپسند ہے تو اس کی کوئی دوسری عادت پسندیدہ ضرور ہوگی۔"

برے پہلوؤں کے ساتھ بھلائی کے پہلو بھی عموماً عورت میں پائے جاتے ہیں، پس چاہیئے کہ برائیوں کی تلافی بھلائی کے پہلوؤں سے کرتا رہے۔

ہدایات نبوی:

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی طبعی وفطری کمزوری کی نشاندہی فرماتے ہوئے مردوں کو ہدایت فرمائی:

"استوصوا بالنساء خیرا فانهن خلقن من ضلع وانه اعوج شیٔ فی الضلع اعلاه فان ذهبت تقیمه کسرته وان ترکته لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء" (صحیح بخاری، باب الوصیة بالنساء)

"تم وصیت قبول کرو کہ عورتوں سے بھلائی کرو، کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر والا ہے، لہذا تم اگر اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے اور چھوڑ دو گے تو ہمیشہ کے لئے کجی رہ جائے گی، اس لئے عورتوں کے متعلق نصیحت قبول کرو۔"

اس حدیث میں بتایا گیا کہ ٹیڑھا پن عورتوں کی سرشت میں داخل ہے، اس لئے جدا نہیں ہو سکتا، ہاں ان کی ضروری حد تک اصلاح ہو سکتی ہے اور وہ بھی رفق و ملاطفت سے، اس لئے اس کی تو کوشش ہی نہ کی جائے کہ وہ بالکل سیدھی ہو جائے اور ہر چیز اور ہر کام میں مرد کی موافقت کرے، کیونکہ دونوں کی طبیعت دو طرح پیدا کی گئی ہے اگر کسی نے غلط فہمی سے ایسی سعی کی تو اطمینان کے بجائے بلا ہی سامنے آئے گی۔ ہاں اس سے غافل بھی نہ ہونا چاہیئے کہ عورت اپنی من مانی کاروائی پر اتر آئے، کیونکہ میاں بیوی کے درمیان جو تعلقات ہیں وہ بہت گہرے ہیں۔ گھر کا سارا نظام دونوں کی مصالحت اور اتحاد عمل میں مضمر ہے۔ عورت زندگی کی ساتھی ہے۔ اس سے ایک منٹ کے لئے ہم بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ اگر باہر کا سارا نظام مرد درست رکھتا ہے تو گھر کا سارا اندرونی نظام عورت کے ہاتھ میں ہے۔ گھر میں کھانے پینے کا نظم، بچوں کی پرورش اور انکی تربیت اور اس طرح کی دوسری تمام چیزیں عورت سے تعلق رکھتی ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ میاں بیوی میں یگانگت اور موافقت نہ ہو اور زندگی کی گاڑی تیز رفتاری سے رواں دواں ہو، جس نے کہا سچ کہا کہ مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں۔ بغیر ان کی دوستی اور اتحاد عمل کے یہ گاڑی نہیں چل سکتی۔

Marfat.com

نرمی ولطافت:

حافظ ابن حجر مکی فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے ایک باب باندھا ہے: ”باب قوله قوا انفسكم و اهليكم ناراً“ جس کا منشاء یہ ہے کہ عورتوں کو ان کی حالت پر نہ چھوڑنا چاہئے، بلکہ نرمی سے بتدریج اصلاح کی سعی پیہم کرنی چاہئے کہ مرد پر اس قدر اصلاح کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ نیز اس طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ عورتوں کے ساتھ مدارت اور ملاطفت کا برتاؤ ناگریز ہے جو دلوں میں محبت و الفت ڈالنے کا باعث ہو۔ پھر ساتھ ہی یہ تدبیر بھی ہے کہ عورتوں کی بہت سی باتوں سے عفو و درگزر کیا جائے اور ان کی بدخلقی پر صبر و تحمل سے کام لیا جائے۔ محبت اور نرمی سے سمجھانے کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کو اپنا پورا اعتماد دے کر بتایا جائے کہ تم اپنے مقام کو پہچانو، تمہاری ذرا سی لغزش سے اتنے فتنے اٹھ سکتے ہیں۔ اس بات سے تمہارے خاندانی وقار کو بھی ٹھیس لگے گی اور تمہارے پیارے شوہر کے لئے بھی یہ ضرر رساں ثابت ہوگی۔ اگر بیوی دیندار اور غیرت مند ہے تو یہی پہلو اختیار کیا جائے، الغرض عورت کے مزاج کا لحاظ بہر حال ضروری ہے۔

ایک دفعہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تحمل کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

”المرأة كالضلع ان اقمتها كسرتها وان استمتعت بها و فيها عوج“

(صحیح بخاری، باب المداراہ بالنساء)

”اس کو سیدھا کرو گے تو توڑ ڈالو گے اور فائدہ اٹھانا چاہو گے تو اس کی کجی کے ساتھ فائدہ اٹھا سکو گے۔“

اس سے واضح روایت مسلم شریف کی ہے:

”ان المرأة خلقت من ضلع لن تستقيم علىٰ طريقه فان استمتعت بها و بها عوج و ذهبت تقيمها كسرتها و كسرها طلاقها“

(صحیح مسلم، باب الوصیۃ)

”عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے بالکل سیدھی ہرگز نہ ہوگی۔ اس سے فائدہ کے حصول کی خواہش ہو تو اسکی کجی کے ساتھ فائدہ حاصل کر سکتے ہو اور اگر بالکل سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے اور اس کو توڑنا اس کو طلاق دینا ہے۔“

عورت جلد مزاج:

تجربات کی دنیا میں ان حدیثوں کے سمجھنے میں ذرا بھی دشواری پیش نہ آئے گی۔ ہم اپنی زندگی میں رات دن دیکھتے ہیں کہ عموماً عورتیں ضدی، اپنی بات پر اڑ جانے والی اور درشت خو ہوتی ہیں، پھر ان کو کسی حالت پر بھی قرار نہیں۔ خوش رہیں تو سراپا امتنان و تشکر اور اگر خفا ہو جائیں تو ناشکری کی انتہائی سرحد سے بھی پار ہو جائیں۔ سورج گرہن والی حدیث میں عورتوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول موجود ہے:

”يكفون العشير و يكفون الاحسان لوا حسنت الىٰ احد هن الدهر ثم رأت منك شيئاً قالت ما رأيت منك خير اقط“

Marfat.com

(صحیح بخاری، باب کفران العشیر)

''عورتیں شوہروں کی ناشکر گزار ہوتی ہیں اور ان کے احسان کی منکر۔ تم اگر ان کے ساتھ زندگی بھر احسان کرو، پھر اگر کوئی بات تمہاری طرف سے ان کے خلاف طبیعت ہوگئی تو بول اٹھیں گی کہ میں نے کبھی بھی تم میں کوئی بہتری نہیں دیکھی۔''

مرد ایک ایک بات پر اگر دارو گیر شروع کردے تو نباہ مشکل ہو جائے۔ مرد میں نسبتاً ضبط وتحمل کا مادہ زیادہ ہوتا ہے، اس لیے اس پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ اگر کوئی باہمی زندگی میں نازک موقعہ آجائے تو صبر وتحمل کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ دے، عورت اس معاملہ میں کمزور ہے۔

درحقیقت عورت کی جسمانی ترکیب قریب قریب بچے کی جسمانی ترکیب کے واقع ہوئی ہے، اسی لئے تم دیکھتے ہو کہ بچے کی طرح عورت کا بھی حاسہ ہر قسم کے اثر سے بہت جلد اور بہت متاثر ہو جاتا ہے۔ بچے کا قاعدہ ہے کہ اگر کوئی رنج اور افسوس کا واقعہ پیش آئے تو فوراً رونے لگتا ہے اور کوئی خوشی کی بات ہو تو بے اختیار ہو کر اچھلنے کودنے لگتا ہے۔ قریب قریب یہی حال عورتوں کا ہے کہ بہ نسبت مرد کے بہت زیادہ اس قسم کے جذبات سے متاثر ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں استقلال نہیں ہوتا اور اسی لئے سخت اور خوفناک موقعوں پر عورت ثابت قدم نہیں رہ سکتی۔

عورت اپنی قوت میں بھی مرد کے مقابل نہیں ہے۔ صبر وتحمل کا مادہ اس میں فطرتاً کم ہے، کیونکہ ضبط اور برداشت کی قوت کا دارومدار عضلات کی طاقت پر ہے اور عورت کے عضلات نسبتاً کمزور ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر دوفارینی انسائیکلو پیڈیا میں لکھتا ہے:

''مجموعی حیثیت سے اگر دیکھا جائے تو عورت کے جسم کے عضلات مرد کے عضلات سے اس درجہ مختلف ہیں اور حجم اور قوت کے لحاظ سے اولالذکر (عورت) کے عضلات اس قدر ضعیف ہیں کہ اگر ان کی طبعی قوت کے تین حصے کیے جائیں تو وہ دو حصے قوت مرد کے حصہ میں آئے گی اور صرف ایک حصہ عورت میں ثابت ہوگی۔ عضلات کی حرکت کی سرعت اور ضبط کا بھی یہی حال ہے۔ مرد کے عضلات جسمی عورت کی نسبت حرکت میں زیادہ تیز اور اپنے فعل میں زیادہ قوی ہیں۔''

عورت میں خوبیاں:

عورت میں بہت سی خوبیاں بھی ہیں جو مرد کو بہت بھاتی ہیں اور اُن سے مرد کو قلبی سکون واطمینان میسر ہوتا ہے۔ اس لئے عورت کی ایک پہلو کی کمزوری کو سامنے رکھ کر اس کو مطعون نہیں کرنا چاہئے۔

تجربات کی دنیا میں ماننا پڑے گا کہ عورتیں عموماً جفاکش، قناعت پسند، شوہر پر جان چھڑکنے والی، بچوں کی پرورش پر نثار، گھریلو معاملات کی بہتر منتظم، وفا اور اخلاص کی پیکر ہوتی ہیں۔ کہا جاسکتا ہے کہ کمزوری۔ سے زیادہ خیر اور بھلائی کے پہلو عورت میں پائے جاتے ہیں۔

عورت کی محنت وجفاکشی کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب گردش زمانہ کی وجہ سے مصائب کا ہجوم ہو اور اس کا شوہر

Marfat.com

کسی وجہ سے مصیبت اور تکلیف میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ جدید تحقیق نے بھی اس کو ثابت کر دیا ہے۔ علامہ لومبروز لکھتے ہیں:

”حمل اور وضع حمل کی شدید تکلیف پر نظر کرو اور دیکھو عورت دنیا میں کیسے کیسے آلام اور مصائب کی متحمل ہو سکتی ہے۔ اگر مرد کیطرح اس کا احساس قوی ہوتا تو ان تمام سختیوں کی کیونکر متحمل ہو سکتی، درحقیقت نوع انسانی کی یہ بڑی خوش قسمتی ہے کہ قدرت نے اس کو قوی احساس سے محروم کر رکھا ہے، ورنہ بنی نوع انسان کے نازک اور تکلیف دہ فرائض کی انجام دہی ایک غیر ممکن بات ہو جاتی۔ بلاشبہ صنف نازک کے دل چھوٹے اور نازک ہوتے ہیں، عشوہ و ادا ان کی فطرت ہے۔ بات بات پر ہنسنے اور خوش ہونے والی بھی ہے اور ذرا سی خلاف طبیعت بات پر چراغ پا ہونا بھی جانتی ہے۔ اس لئے مرد کو عورت کی مجموعی حیثیت کا پاس کرتے ہوئے کوئی برتاؤ کرنا چاہیے۔“

ظلم وتعدی کی ممانعت:

قرآن مجید میں طلاق دینے کا جہاں تذکرہ کیا گیا ہے وہاں مردوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ عورتوں پر ظلم وتعدی نہ ہونے پائے۔

پروردگار عالم کا ارشاد ہے:

”ولا تمسکو هن ضرارًا لتعتدوا و من یفعل ذلك فقد ظلم نفسه و لا تتخذو آ ایات الله هزوا“ (سورة البقره)

”اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت رکھو اس ارادے سے کہ ان پر ظلم کیا کرو گے۔ جو شخص ایسا کریگا سو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو لہو ولعب مت سمجھو۔“

یوں تو یہ آیت طلاق کے سلسلہ ہی میں ظلم وتعدی کی روک تھام کے لئے اتری مگر غور کیا جائے تو اس معجزانہ بیان میں بڑی جامعیت ہے اور عورت کے حالات پر رب العزت نے ترس کھایا ہے اور مردوں کو زیادتی سے روکا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی تلون مزاجی کو سامنے رکھ کر ارشاد فرمایا:

”لا یجلدا حد کم امرأته جلد العبد ثم یجا معها فی الیوم الاخر“

(صحیح بخاری، باب ما یکره من ضرب النساء)

”تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو اسطرح نہ پیٹنے لگے جسطرح غلام کو پیٹا جاتا ہے اور پھر دوسرے دن جنسی میلان کی تکمیل کے لئے اس کے پاس پہنچے۔“

عورت اس لیے نہیں پیدا کی گئی کہ اسے پیٹا جائے، ہاں اسکی خام عقلی اور ضدی طبیعت کے پیش نظر اسلام نے ضرورتاً خاص حالات میں معمولی تنبیہ کی اجازت دی ہے اور اسکا موقعہ بھی بہت بعد کو رکھا ہے۔ یہ بھی غالباً اس لئے کہ

Marfat.com

نظام حیات میں برہمی نہ آنے پائے اور عورت کی عفت وعصمت محفوظ رہ سکے۔تجربہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے مزاج میں ہیجان کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔عورت طبعاً زود رنج واقع ہوئی ہے اور مرد میں عقل وفہم زیادہ ہے، اس لئے یہ ضبط وتحمل پر قابو رکھتا ہے۔انسائیکلو پیڈیا میں دوفارینی فرماتے ہیں:

''یہ اختلاف ان دونوں کے ظاہری ممیزات سے بالکل مطابق ہے۔مرد میں ذکاء وفہم اور ادراک کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اور عورت میں انفعال اور ہیجان کا جذبہ بڑھا ہوا ہے۔''

ایک ماہر انگریز تروسیہ کا قول ہے:

''عورت کے عصبی ضعف کا یہ نتیجہ ہے کہ تم اسکے مزاج میں مرد کی نسبت ہیجان زیادہ پاتے ہو۔''

عورت کی مار پیٹ سے رحمت عالم ﷺ نے روکا ہے۔ارشاد نبوی ہے:

''لاتضرب طعینتك ضربك''

''اپنی شریک حیات کو لونڈی کی طرح ہرگز نہ پیٹو۔''

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ بیویوں کے حقوق ہم پر کیا ہیں؟ اسکے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''ان تطعمها اذا طعمت و تکسوها اذاا کتسبت ولا تضرب الوجهو لاتقجح ولا تهجر الافی البیت''

(مشکوۃ المصابیح، ماعشرۃ النساء)

''تم جو کھاؤ اسکو کھلاؤ اور تم جب پہنو اسکو پہناؤ، نہ اسکے چہرہ پر مارو اور نہ برا بھلا کہو، اور نہ جدائی اختیار کرو، اس کا موقع بھی آئے تو یہ گھر میں ہی ہو۔''

یہ ساری تاکید نبی کریم ﷺ اس لئے فرما رہے ہیں کہ بعض موقعوں پر مردوں کو اجازت دی گئی ہے کہ بعض خاص حالات میں تنبیہ کی جاسکتی ہے۔ایسا نہ ہو کہ مرد اس اجازت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی سعی کریں اور عورتوں کو ستانے یا اذیت دینے لگیں یا اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھیں اور غریب عورت کی زندگی بے کیف بنا ڈالیں۔

رسول اللہ ﷺ نے ازواج مطہرات کے ساتھ جو برتاؤ اور حسن سلوک کرکے دکھایا وہ عبرت کے اسباق سے معمور ہے۔نازک ترین مواقع میں بھی جسمانی اذیت پہنچانے کا خیال بھی شاید نہیں کیا گیا۔

سرزنش کی اجازت اور اسکا مطلب:

قرآن مجید میں جسمانی اذیت تک کی اجازت خاص حالات میں دی گئی ہے۔ارشاد ہوا ہے:

''واللاتی تخافون نشوزهن فعظو هن واهجروهن فی امضاجع او ضربوهن فان اطعنکم فلاتبغوا علیهن سبیلا''(سورۃ النساء)

''ایسی عورتیں جن کی بد دماغی کا تم کو احتمال ہو ان کو زبانی نصیحت کرو اور ان کو ان کے لیٹنے کی جگہ میں تنہا

Marfat.com

چھوڑ دو اور ان کو مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کر دیں تو ان پر بہانہ مت تلاش کرو۔"
لیکن پیغمبر اسلام ﷺ کا اسوۂ حسنہ بتا رہا ہے کہ عملی طور پر اس اجازت سے مجبوریوں کے خاص حالات ہی میں فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، بہر حال قرآن مجید میں جو کچھ فرمایا گیا اسکا مطلب ہے کہ ضد اور ہٹ دھرمی کی صورت میں پہلا درجہ یہ ہے کہ مرد عورت کو زبان سے سمجھانے اور منا لینے کی کوشش کرے۔ دوسرا درجہ یعنی زبانی فہمائش بے اثر ہو کر رہ جائے تب حکم دیا گیا ہے کہ اپنی خوابگاہ میں عورت کے ساتھ سونا چھوڑ دے اور جب علیحدگی کی یہ شکل بھی ناکام ہو جائے تب "فاضربوھن" کی اجازت سے چاہے تو مرد فائدہ اٹھا سکتا ہے، لیکن اس ضرب یا مار کی نوعیت کیا ہو۔ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے حد بندی کرتے ہوئے فرمایا:

"واضربوھن ضربا غیر مبرج"
"ان (عورتوں) کو مارو اس طرح کہ جلد نہ کھلے۔"
جس کا مطلب یہی ہوا کو معمولی سرزنش (چاہیے گوشمالی کہہ لیجئے) اس سے آگے نہ بڑھنا چاہیے۔

خطبہ حجۃ الوداع:

حجۃ الوداع کا مشہور تاریخی خطبہ جہاں دوسرے اہم حقائق کا حامل ہے ان ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا:

"الا استو صوا بالنساء خیراً فانما ھن عوان عند کم لیس تملکون منھن شیئاً غیر ذلك الا ان یا تین بفا حشة مبینة فان فعلن فا ھجرو ھن فی المضاجع و اضر بو ھن ضر با غیر مبرج فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا الا ان لکم علیٰ نسائکم حقا و لنسا ئکم علیکم حقا فحقکم علیھن ان الا یو طئن فر شکم من تکر ھون و لا یا ذن فی بیو تکم لمن تکر ھون الا و حقھن علیکم ان تحسنوا لیھن فی کسو تھن و طعا معھن"
(سنن ترمذی، باب ماجاء فی حق امرأۃ علیٰ زوجہا)

"سنو! عورتوں کے متعلق بھلائی کا تاکیدی حکم قبول کرو، کیونکہ وہ تمہارے یہاں قیدی ہیں۔ اسکے سوا تم ان کی کسی چیز کے مالک نہیں ہو، اگر وہ کھلی نافرمانی پر اتر آئیں تو ان کو بستر پر تنہا چھوڑ دو اور معمولی تنبیہ کرو۔ اطاعت کر لیں تو پھر زیادتی کی ضرورت نہیں۔ سنو! تمہاری عورتوں پر تمہارے حقوق ہیں اور اسی طرح تمہاری عورتوں کے تم پر۔ تمہارے حقوق میں سے یہ ہے کہ وہ ان کو تمہارے بستر نہ بیٹھنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھروں میں ان کو نہ بلائیں جن کا آنا تمہیں پسند نہیں اور تم پر حق ہے کہ تم ان کے کپڑے دینے اور کھانا دینے میں احسان کرو۔"

سچ تو یہ ہے کہ ضرب جس کی اجازت قرآن میں دی گئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء معلوم ہوتا ہے کہ فحشہ مبینہ ہی کی حد تک اجازت کو محدود رکھا جائے۔ خطبہ نبویہ کے مذکورہ بالا قطعہ کا ایک ایک فقرہ زن و شوہر کے باہمی

Marfat.com

تعلقات کے متعلق بصیرتوں کی دنیا اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

حقوق زوجیت:

عبادت وریاضت کتنی قابل وستائش چیز ہے مگر اسلام نے یہاں بھی یہ برداشت نہیں کیا کہ عورتوں کے حقوق دست درازی کر کے انکو محروم رکھا جائے اور ان سے علیحدہ رہ کر کوئی دن رات عبادت میں مشغول رہے۔ شروع شرو میں ایک سے زائد صحابیوں کے اس طرز عمل پر کہ راتوں کو عبادت گزاری میں بسر کرتے تھے اور زن وشوہر کے با تعلقات کی انکی نگاہوں میں وقعت نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر ان کو سمجھایا:

"ان لزوجك عليك حقا" (صحيح بخاری، باب لزوجك عليك حق)

"تم پر تمہاری بیوی کا بھی ضروری حق ہے۔"

اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت ابوالدردا کا واقعہ بڑی تفصیل سے حدیث کی کتابوا میں مذکور ہے۔

بیوی کے لئے نظافت کا اہتمام:

اپنی بیوی کے لئے اپنے آپ کو بہتر اور اچھا ثابت کرنے کی عملی صورتیں کہ بیوی کی خاطر مدارت، دلجوئی وغیر میں کوشش کا کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہ کیا جائے، اسی کے ساتھ ان باتوں کا بھی مردوں کو خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے جنکی طرف ارشادات نبوی میں اشارے کئے گئے ہیں۔

مثلاً: شوہر کو چاہئے کہ بیوی کے سامنے آئے تو صاف ستھرے کپڑوں میں آئے، تا کہ اسکو دیکھ کر بیوی کو مسرت ہو اور یہ محسوس کر کے وہ خوشی سے پھول جائے کہ ہمارا شوہر لباس میں، وضع قطع میں صاف ستھرا، پاکیزہ مزاج ہے، گندا گھناؤنا، بدسلیقہ اور پھوہڑ نہیں ہے۔ آخر جب مرد چاہتا ہے کہ اسکی بیوی صاف ستھری رہے میلی کچیلی نہ رہے تو اس طرح عورتوں کی بھی طبعی خواہش یہی ہوتی ہے کہ ہمارے شوہر خوش وضع ہوں، یوں بھی مسلمانوں کو کب اس کی اجازت دی گئی ہے کہ اپنے آپ کو ممسوخ ومنحوس شکل میں رکھیں۔؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی صفائی، پاکیزگی اور خوش وضعی کی اپنی مثال آپ تھی۔ کون نہیں جانتا کہ سفر وحضر ہر حال میں آئینہ، کنگھی سرمہ دانی اور اسی قسم کی چیزیں جن سے اپنی اصلاح اور درستگی میں مدد ملتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التزاماً اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے۔ (مشکوۃ المصابیح، باب الترجل)

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ناپسند فرماتے تھے کہ آدمی یوں بھی بری ہیئت میں رہے۔ حضرت عطاء بن یسار کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اشارہ سے فرمایا:

"بالوں کو درست کر لے۔"

چنانچہ اس نے اشارہ نبوی پا کر سر اور داڑھی کے بال درست کر لئے اور اس شخص کے پلٹتے وقت جب آپ نے

Marfat.com

اس کو اچھی ہیئت میں دیکھا تو فرمایا:

"کیا یہ ہیئت پہلی ہیئت سے بہتر نہیں ہے جو شیطان سی معلوم ہوتی تھی۔"

(مشکوۃ لمصابیح، باب الترجل)

یہ حدیث بھی مشہور ہے:

"ان الله طيب يحب الطيب نظيف يحب النظا فة"

(مشکوۃ المصابیح، باب الترجل)

"اللہ پاک ہے، پاکی کو پسند کرتا ہے۔ اللہ پاکیزہ ہے اور پاکیزگی کو محبوب رکھتا ہے۔"

بیوی کے لئے سامان:

ان حدیثوں کے پیش نظر اگر یہ کہا جائے کہ شوہر کو بیوی کے لئے خصوصاً صاف ستھرا رہنا چاہیئے اور بیوی کو شوہر کے لئے یہ تو ایسی بات ہوگی جس پر عمل کرنا چاہیئے۔ فقہائے کرام نے تفصیل کی ہے کہ مردوں کے فرائض میں سے ایک فریضہ یہ بھی ہے کہ بیوی کو ایسے سامان فراہم کر کے دے جس سے وہ اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھ سکے۔

"و يحب عليه مانىنظف به و تزيل الوسخ لا لمشط و الد هن و السدز د الخطميى و الا شنان و الصابون علےٰ اهل البلد و اما الطيب فيجب عليه ما يقطع السهو كة لاغير و عليه ما تقطع الصنان"

(ردالمختار، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۷۰۴)

"شوہر پر واجب ہے کہ بیوی کیلئے ایسے چیزوں کا سامان کردے جس سے وہ اپنے آپ کو صاف ستھری رکھ سکے اور میل کچیل سے پاک رہے، جیسے کنگھی، تیل، بیری کی پتی، خطمی اشنان اور صابون، جیسا کہ وہاں رواج ہو اور جس سے بدبو کو دور کر سکے اتنی خوشبو کا فراہم کرنا بھی ضروری ہے۔ اسی طرح بغل کی بو کو دفع کرنے کا سامان۔"

"وعليه الماء ما تغسل به ثيا بها و بد نها من الوسخ"

(عالمگیری مصری، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۵۶۹)

"اتنا پانی بھی فراہم کر دینا شوہر پر ضروری ہے جس سے اپنے کپڑے اور اپنا بدن دھو سکے۔"

حدیث میں جہاں ذکر کیا گیا ہے کہ شوہر اگر سفر میں گیا ہوا ہے تو اسکو واپسی کے وقت چاہیئے کہ کسی ذریعہ سے اپنی آمد کی اطلاع کردے، دفعتۃً پہنچنے کی کوشش نہ کرے۔ وہاں اس کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ عورت چونکہ شوہر کے نہ ہونے کیصورت میں صفائی کا وہ اہتمام نہیں رکھتی جو اس کو شوہر کے لئے رکھنا چاہیئے، اس لئے پہلے اگر عورت کو اطلاع مل جائے گی تو وہ اپنے آپ کو سنوار لے گی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"لكى تمشط الشعثة و تستحد المغيبة" (صحيح بخاری، باب طلب الولد)

Marfat.com

"تاکہ عورت پراگندگی درست کرلے اور استرہ استعمال کر کے صاف ستھری بن جائے۔"

عورت کی مصیبت میں اظہار وفاداری:

شوہر کا یہ بھی اخلاقی فرض ہے کہ بیوی کے ساتھ وفاداری اور خوش اخلاقی کا برتاؤ کرے۔ اگر حوادث زمانہ کی وجہ سے عورت پر کوئی ناگہانی مصیبت آجائے تو محبت اور لطف و کرم میں کمی نہ کرے، بلکہ پہلے سے بڑھ کر اخلاق و مروّت سے پیش آئے۔ بیمار پڑ جائے تو علاج کرائے۔ کوئی دوسری مصیبت آئے تو اس کے دفعیہ کی سعی کرے۔ اگر کسی بیماری کیوجہ سے اسکی شکل وصورت میں فرق آجائے تو عورت کو بدصورت دیکھ کر بے مروّتی اور بداخلاقی کا برتاؤ نہ کرے، بلکہ اسکی دل دہی اور دل جوئی کرے۔ مرد اگر ایسا نہ کرے گا تو اس کا دل ٹوٹ جائے گا، اسکی مسرت حزن وملال میں تبدیل ہو جائے گی اور عورت مرد کی بے وفائی پر گھٹ گھٹ کر جان دے دیگی۔

ٹھنڈے دل سے سوچنے کی بات ہے، کل ایک حسین و دلفریب عورت کو شادی کر کے لائے، اس پر اپنی جان نثار کی اور بلائیں لیں اور اسکی خوشنودی کے لئے بازار چھان ڈالا اور قیمتی سے قیمتی زیور اور کپڑے لا کر دیئے، سب کی ناراضگی برداشت کی۔ اتفاق کی بات وہی بیمار ہوئی اور آج اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چیچک نے اسکی صورت بگاڑ دی یا آنکھوں کی بینائی چھین لی، آئینہ دیکھتی ہے تو اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے ہیں کہ یہ کیا سے کیا بن گئی اور اگر اندھی ہو گئی ہے تب تو ساری دنیا ہی اندھیری ہے۔ بیچاری عورت ان مصیبتوں کی تاب نہ لا کر دن رات روتی ہے، اس پر ظلم یہ ہوا کہ شوہر کی آنکھیں پھر گئیں، بات بات پر غریب جھڑکی جارہی ہے، اس کو گھر سے نکال دینے کی دھمکی دی جارہی ہے اور بے قصور ٹھوکر لگائی جارہی ہے۔ یہ بساط محبت کیوں الٹ گئی اور بہار خزاں میں کیوں تبدیل ہو گئی؟ تا کہ حسن و جمال جاتا رہا اور وہ بھی قدرتی مرض سے۔

للہ! سوچا جائے انسانیت کا یہی تقاضا ہے؟ محبت کا یہی انجام ہے۔؟ اخلاق کی عدالت کا یہی فیصلہ ہے۔؟ پھر یہ بھی پیش نظر رکھنے کی سعی کی جائے کہ غریب و بیکس عورت کی دلسوزیوں کا وبال کس کے سر ہوگا۔؟ ان کے گرم گرم آنسو جو آنکھوں سے جارہی ہیں کیا رنگ لائینگے۔؟ یقین کیا جائے اسلام ایسی بے مروّتی اور کج خلقی کی اجازت نہیں دیتا، وہ ایسی سنگ دلی کو برداشت نہیں کرتا، بلکہ اعلان کرتا ہے:

"من لا یرحم لا یرحم"

"اس پر رحم نہیں کیا جاتا جو رحم نہیں کرتا۔"

بیوی کے جذبات کا پاس:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق مشہور ہے کہ ایک رات بحیثیت خلیفہ گشت کر رہے تھے کہ ایک گھر سے دردناک اشعار پڑھے جانے کی آواز آئی۔ آپ کھڑے ہو گئے اور غور سے سننے لگے۔ ایک عورت یہ شعر اپنے خاص انداز میں پڑھ رہی تھی:

Marfat.com

"فو الله مو لا الله تخشی عواقبه

لز حرح من هذا لسریر جوانبه"

"خدا کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ کے عتاب کا خوف نہ ہوتا۔ بلاشبہ اس چارپائی کے کنارے جنبش میں ہوتے۔"

حضرت عمر فاروق نے اس کی وجہ دریافت کی تو معلوم ہوا کہ اس عورت کا شوہر جہاد کے سلسلہ میں باہر ہے۔

حضرت عمر پر اس سچے جذبہ محبت کا بڑا گہرا اثر پڑا۔ وہ اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے (جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں تھیں) پوچھا:

"عورت بغیر مرد کے کتنے دن صبر کر سکتی ہے۔؟"

حضرت حفصہ نے فرمایا:

"چار مہینے۔"

یہ معلوم کر کے حضرت عمر فاروق نے بحیثیت خلیفہ سپہ سالاروں کے نام یہ حکم بھیج دیا:

"لا یتخلف امتزوج عن اهله اکثر منها"

(ردالمحتار، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۴۳۳)

"جو شادی شدہ ہو وہ اپنی بیوی سے چار مہینے سے زیادہ غائب نہ رہے۔"

اس تاریخی واقعہ سے ثابت ہوا کہ آدمی پر ان باتوں کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ بیوی کے داعیات و جذبات کو بھول نہ جائے اور اگر زیادہ مدت کے لئے پردیس میں رہے تو بال بچوں کو ساتھ رکھے۔

اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی جس میں ایلا کا ذکر ہے کہ اگر کوئی شخص بلا قید مدت چار ماہ یا زیادہ مدت کے لئے بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھائے اور اس پر عمل کرے تو اس صورت میں عورت کی طلاق ہو جائے گی اور اس کو دوسری شادی کی اجازت حاصل ہوگی:

"للذین یؤ لون من نسآئهم تر بص اربعة اشهر فان فآء و ا فان الله غفور رحیم•وان عزموا الطاق فان الله سمیع علیم" (سورة البقره)

"جو لوگ اپنی بیویوں سے قسم کھا بیٹھے ہیں ان کے لئے چار مہینے کی مہلت ہے۔ سو اگر یہ رجوع کر لیں تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے گا اور اگر چھوڑ ہی دینے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ سنتا ہے جانتا ہے۔"

بیوی پر اعتماد:

مرد کا بھی یہ فریضہ ہے کہ بیوی پر اعتماد کرے اور گھر کے اندرونی معاملات اس کے حوالے کر دے، تا کہ وہ اپنی حیثیت کو جان سکے اور اس کی عزت و عظمت اور اس کا وقار اس میں خود اعتمادی پیدا کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو گھر کا نگران مقرر کیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

"والمرأة راعیة علیٰ بیت زوجها"

Marfat.com

''عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے۔''

دوسری بہت سی حدیثوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جن میں کہا گیا ہے کہ عورتیں اپنے شوہر کے مال کی محافظ ہیں۔ عورتوں پر اعتماد سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ اس کا وقار بلند ہوگا اور یہ اپنے کو گھر کے ایک شعبہ کی ذمہ دار سمجھے گی' جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مرد کو بڑی حد تک سکون میں رہے گا اور اس کو اطمینان کی زندگی میسر ہوگی۔

رازدارانہ باتیں:

بیوی کا مرد پر ایک حق یہ بھی ہے کہ مرد عورت کے پردہ کی بات کو دوسرے سے نہ کہے، بلکہ اس راز کو راز ہی کے درجے میں رہنے دے۔ نبی کریم ﷺ نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی کے پردہ کی باتوں کو افشا کرے۔

چنانچہ ارشاد فرمایا:

''ان من اشر الناس عند اللہ منزلۃ الرجل یفضی الی امرأتہ وتفضی الیہ ثم ینشر سرھا''(صحیح مسلم، باب تحریم افشاء سر المرأۃ)

''لوگوں میں اللہ کے نزدیک بدترین وہ شخص ہے جو اپنی بیوی کے پاس جائے اور اس کی بیوی اس سے ملے، پھر مرد اس راز کی بات کو پھیلائے۔''

معلوم ہوا کہ مرد وعورت کی پرائیویٹ باتیں طشت ازبام نہ ہونی چاہئیں۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عورت و مرد کے باہمی استمتاع کا تفصیلی تذکرہ کرنا حرام ہے۔ مثلاً یہ کہے کہ جماع کے باب میں یہ بات باہم پیش آئی اور پھر زن وشوہر کے راز کی کہانی بیان کرے۔ حد یہ ہے کہ بلافائدہ جماع کا اجمالی تذکرہ بھی کراہیت سے خالی نہیں۔

امام نووی لکھتے ہیں:

''فی ھذا لحدیث تحریم افشاء الرجل بینہ و بین امرأتہ من امور الا ستمتاع و وصف تفا صیل ذٰلک وما یجری من امرأۃ فیہ من قول او فعل او نحوہ''(شرح صحیح مسلم، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۴۶۴)

''اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میاں بیوی کے راز کی باتوں کو ظاہر کرنا جیسے لطف اندوزی اور اس کی تفصیل کہ باہم ایسے ایسے ہوا، حرام ہے۔ اسی طرح عورت سے متعلق کوئی راز کی بات یا کوئی فعل یا اور کسی ایسی ہی چیز کا اظہار حرام ہے۔''

Marfat.com

بیوی کے فرائض وحقوق

بیوی کے فرائض:

بیوی کے حقوق کے سلسلہ میں اسلام نے مردوں پر جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں اس کا اجمالی نقشہ پیش کیا جا چکا ہے۔اب مردوں کے حقوق کے سلسلہ میں عورتوں کو جو زریں ہدایات دی گئی ہیں اسے بھی اجمال کے ساتھ بیان کیا جاتا
کوئی ایسا قانون کہ جو صرف ایک فریق پر ذمہ داری عائد کرے اور دوسرے کو ہر ایک ذمہ داری سے بری قرار دے وہ کتنا ہی خوشنما اور جاذب نظر کیوں نہ ہو مگر اسے ادھورا اور ناقص ہی کہا جائے گا۔آئین اور ضابطے وہی مکمل ہو سکتے ہیں جو ہر ایک پر دوسرے کی ذمہ داری کو ضروری قرار دیں، گو شکل مختلف ہی کیوں نہ ہو۔

الرجال قوامون علی النساء:

کوئی شبہ نہیں کہ عورت اپنی خلقت میں کمزور، اپنے فطری جذبات میں اعتدال سے دور اور اپنی جسمانی ساخت میں بڑی حد تک ضعیف ہے اور اسی وجہ سے یہ قابلِ لطف وکرم، لائقِ انس ومحبت اور باعثِ درگزر ہے،مگر اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اسے اسکے لائق ذمہ داریوں سے بھی سبکدوش رکھا جاتا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عورت ومرد کی اجتماعی زندگی نہایت نا خوش گوار حد تک پہنچ جاتی۔

اسلام نے عورت کی ان تمام کمزوریوں کی رعایت ملحوظ رکھی، جو اسے مرد کے مقابل میں لاحق ہیں اور اسی وجہ سے باہمی زندگی کی صدارت وامارت مرد کے سر ڈالی گئی۔یعنی زن وشوہر کی اجتماعی زندگی کا امیر اور صدر مرد کو منتخب کیا، تاکہ نظام منزلی میں کوئی سخت وقت آئے تو مرد اپنی خداداد قوت وشوکت سے اسے حل کرے۔اللہ تعالیٰ نے مرد کی صدارت کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> "الرجال قوامون علی النسآء بما فضل اللہ بعضھم علیٰ بعض و بما انفقوا من امو ا لھم"(سورۃ النساء)
>
> "مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔"

اس کا ماحصل یہ ہے کہ مردوں کو علم وعمل میں چونکہ فضیلت اور بڑائی عطا کی گئی ہے، ساتھ ہی مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور عورت کو مہر، خوراک اور پوشاک وغیرہ کے راستے سے سہارا دیتے ہیں، اسی لئے مرد کو زن وشوہر کی باہمی زندگی کا امیر اور صدر بنایا گیا ہے۔

کوئی ذی عقل انسان اس امر سے انکار نہیں کر سکتا کہ مرد اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے بہت سے امور میں عورت سے فائق ہے۔غریب عورت پر زندگی میں کچھ زمانہ ایسا گزرتا ہے جس میں وہ بڑی حد تک بیکار ہو جاتی ہے اور دوسرے کی امداد واعانت کی محتاج رہتی ہے۔میری مراد حمل، رضاعت، بچوں کی تربیت اور حیض ونفاس کا زمانہ ہے۔

Marfat.com

جدید تحقیق نے بھی اس کی تائید کر دی ہے کہ مرد کا دماغ عورت سے بڑا، اس میں فہم وذکاء کا مادہ نسبتاً زیادہ اور اس کی عقل میں پختگی ہوتی ہے۔ ساتھ ہی مرد جسم اور عضلات کا مضبوط ہوتا ہے، اس سلسلہ میں کچھ اقوال نقل کیے جا چکے ہیں۔ یہاں بھی کچھ لوگوں کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

مشہور نیشنلسٹ فلاسفر علامہ پروڈن اپنی کتاب ابتکار النظام میں لکھتا ہے:

''عورت کا وجدان بمقابلہ مرد کے اسی قدر ضعیف ہے جس قدر اسکی عقلی قوت مرد کی عقلی قوت کے مقابلہ میں ضعیف نظر آتی ہے۔ اس کی اخلاقی قوت بھی مرد کے اخلاق سے بالکل مختلف ہے اور ایک دوسری قسم کی طبیعت رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس چیز کے حسن وقبح کے متعلق وہ رائے قائم کرتی ہے، وہ مردوں کی رائے کے مطابق نہیں ہوتی۔ پس مرد اور عورت میں یہ فرق کوئی عارضی امر نہیں ہے، بلکہ عورت کی طبعی خاصیت پر مبنی ہے۔

ایک اور مصنف لکھتے ہیں:

''حواس خمسہ جس پر انسان کی عقلی اور دماغی نشوونما کا دارومدار ہے، اس میں بھی سخت اختلاف پایا جاتا ہے، علامہ نیکولس اور علامہ بیلی نے ثابت کر دیا ہے کہ عورت کے حواس خمسہ مرد کے حواس سے ضعیف تر ہیں۔ علم سائیکلوجی نے ثابت کر دیا ہے کہ عورت کے بھیجے اور مرد کے بھیجے میں مادۃً اور شکلاً سخت اختلاف ہے، مرد کے بھیجے کے وزن کا اوسط عورت کے بھیجے سے سوڈرام زیادہ ہے۔''

جدید تحقیقات نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ عورت کا دماغ مرد کے دماغ سے چھوٹا ہے۔ جس کا اثر عقل وشعور پر پڑتا ہے۔ تجربہ کار سائنس دان لکھتے ہیں:

''یہی وہ قوائے عقلیہ کا سرچشمہ ہے جس میں مرد کا پلہ عورت سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے۔ مرد کے دماغ کے وزن کا اوسط عام طور پر (۱/۲ ۴۹) ساڑھے انچاس اوقیہ ہے اور عورت کے دماغ کا وزن صرف چوالیس۔ دوسو اٹھتر مردوں کے دماغ وزن کیے گئے تو سب سے بڑے دماغ کا وزن پینسٹھ اوقیہ اور سب سے چھوٹے دماغ کا وزن چونتیس اوقیہ ثابت ہوا، لیکن جب دوسو اکانوے دماغ عورتوں کے وزن کیے گئے تو سب سے وزنی دماغ چون اوقیہ کا اور سب سے کم وزنی دماغ اکیس اوقیہ کا نکلا۔ کیا یہ اس امر کا ثبوت نہیں ہے کہ عورتوں کے عقلی قویٰ مرد کے قویٰ سے بدرجہا ضعیف ہیں۔''

انسائیکلو پیڈیا کا مصنف پروفیسر دوفارینی لکھتا ہے:

''جس طرح مرد اور عورت کے جسمانی اور دماغی قویٰ کا باہمی اختلاف تم کو پیرس جیسے متمدن شہر کے شائستہ باشندوں میں نظر آتا ہے، اسی طرح امریکہ کے وحشی ترین اقوام میں بھی پایا جاتا ہے۔''

ماحصل یہ ہے کہ جدید تحقیقات نے بھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ مردوں میں عورتوں کی بہ نسبت زیادہ صلاحیت پائی جاتی ہے اور مرد صلاحیت میں ہر اعتبار سے عورت سے بڑھے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

صدارت مرد اور مساوی حقوق:

زن وشوہر کی باہمی زندگی میں مرد کی صدارت سے جو لوگ یہ مطلب پیدا کرنے کی سعی کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو مرد کا غلام بنادیا ہے، سراسر بے جا اور ہٹ دھرمی ہے۔ عقل سے بیگانہ ہو کر ہی ایسی بات کہی جاسکتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ زن وشوہر کی رائے میں اختلاف ناممکن ہے تو اگر کوئی ایسی بات آپڑی جس میں دونوں کی رائے میں اختلاف ہو گیا تو پھر اس وقت کیا جائے گا۔؟ اسلام کہتا ہے کہ اس وقت مرد کی رائے کو ترجیح ہوگی اور عورت کا فریضہ ہے کہ ایسے موقع پر مرد کی رائے کو ترجیح دے کہ یہ اپنی مخصوص صلاحیتوں کی وجہ سے باہمی اور منزلی زندگی کا صدر اعظم ہے۔

ورنہ اسلام خود چاہتا ہے کہ جو کام انجام پائے وہ باہم مشورے اور اتفاق رائے ہی سے انجام پذیر ہو۔ علاوہ ازیں مرد وعورت میں مکمل مساوات اور ہر ایک کے دوسرے پر حقوق وفرائض ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"و لهن مثل الذی علیهن بالمعروف و للرجال علیهن درجة"

(سورۃ البقرہ)

"جس طرح کے حقوق عورتوں پر ہیں اسی کے مثل خود عورتوں کے بھی حقوق قاعدہ کے مطابق ہیں اور مردوں کو ان پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے۔"

اس آیت مبارکہ میں باوجود اختصار کے ایک بڑا ضابطہ مندرج ہے اور ایک قاعدہ کلیہ کا اعلان ہے۔ وہ یہ کہ عورت ہر چیز میں مرد کے مساوی ہے اور تمام حقوق میں مرد کے برابر ہے، صرف ایک امر میں البتہ! عورت مرد کے برابر نہیں جس کو للرجال علیهن سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور جس کی تشریح الرجال قوامون کے تحت کی گئی۔ اس ایک بات کے علاوہ عورت سارے معاملات، اخلاق اور عبادات میں مرد کے مساوی ہے۔ کوئی ایسی بات نہیں جس سے مرد کو بڑا اور عورت کو حقیر سمجھا جائے۔ اسلام ہی ہے جس نے سب سے پہلے عورتوں کو یہ عزت عطا کی۔

ایک فلاسفر نے کتنی درست بات کہی ہے کہ اگر رب العزت کا مقصد یہ ہوتا کہ زن وشوہر کی اجتماعی زندگی کی صدارت عورت کے حصے میں آئے تو عورت کو مرد کے سر والے حصہ سے پیدا کرتا اور اگر عورت کو خادمہ کے درجہ میں رکھنا ہوتا تو اللہ تعالیٰ عورت کو مرد کے پاؤں والے حصہ سے وجود عطا کرتا، مگر چونکہ ان دونوں باتوں میں سے کوئی مقصد نہ تھا، بلکہ ان دونوں سے بلند ایک جداگانہ مقصد تھا اور وہ یہ کہ عورت ومرد مساوات کی زندگی گزاریں، دوستانہ برتاؤ قائم رکھیں اور دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی عزت اور محبت کو اپنے دل میں جگہ دے اس لئے رب العزت نے عورت کو مرد کے پہلو سے پیدا کیا۔

باہم مشورہ کا حکم:

صدارت کے لئے مرد کا نام لینے کے باوجود قدرت کا منشاء یہ ہے کہ سارے امور باہمی مشورے سے طے کیے جائیں اور اس طرح کے جو کام انجام پائیں وہ باہمی رضامندی اور خوشنودی سے۔ قرآن مجید نے جہاں یہ بیان کیا ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں اور بچے کے باپ پر دودھ پلانے والی کا کھانا اور کپڑا ہے، اس

Marfat.com

مقام پر یہ بھی بیان فرمایا کہ اگر تم دودھ چھڑانا چاہو تو باہمی مشورے اور رضامندی سے ایسا کرو۔ قرآن مجید نے بیان کیا ہے:

"فان اراده فصا لا عن ترا ض منهما و تشا و ر فلا جناح عليهما"

(سورۃ البقرہ)

"پھر اگر دونوں اپنی رضامندی اور مشورہ سے دودھ چھڑانا چاہیں تو دونوں پر کسی قسم کا گناہ نہیں۔"

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ جو کام انجام پائے حتی الوسع باہمی مشورے سے انجام پائے۔ پھر مومنوں کی شان ہی یہ بیان فرمائی ہے:

"و امر هم شوری بينهم" (سورة الشورٰی)

"اور وہ آپس میں مشورے سے کام کرتے ہیں۔"

اس ساری تفصیل کا ماحصل یہ ہے کہ اسلام نے مرد و عورت میں جائز رشتہ کے قیام کے بعد ایک نظام قائم کر دیا ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے دونوں میں محبت رہے گی اور پھر اس طرح عفت و عصمت پر کوئی داغ نہ پڑ سکے گا۔

اختلاف رائے:

الرجال قوامون کے بعد ہی ارشاد الٰہی ہے:

"فا لصلحت قٰنتٰت حٰفظٰت بما حفظ الله" (سورة النساء)

"پس نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں اور مرد کی غیر موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے نگہبانی کرتی ہیں۔"

اس آیت مبارکہ میں نیک عورت کی شناخت کا بیان ہے اور اس طرح عورت کو مرد کی اطاعت پر ابھارا گیا ہے، تاکہ دونوں میں اختلاف رائے کبھی ہو تو علیحدگی کی نوبت نہ آئے۔

بات بات پر طلاق مانگنا:

پھر مزید اس رشتہ کی مضبوطی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ايما امرأة سالت زوجها طلاقاً في غير ما باس فحرام عليها رائحته الجنة"

"جو عورت خواہ مخواہ معمولی باتوں میں اپنے شوہر سے طلاق چاہتی ہے اس پر جنت کی خوشبو بھی حرام ہے۔"

اس میں عورت کو ہدایت دی گئی ہے کہ باہمی زندگی میں اگر ایسی بات ہو جائے جو تم کو ناپسند ہو تو ایسی ذرا ذرا سی بات پر شوہر سے طلاق کا مطالبہ شروع نہ کر دیا کرو، کیونکہ اجتماعی زندگی میں عموماً ایسی بات ہوتی رہتی ہے، کیونکہ دونوں کے مزاجوں میں قدرتی اختلاف پایا جاتا ہے۔

Marfat.com

صالحہ خاتون کا فریضہ:

عورت صالحہ کا فریضہ ہے کہ باہمی اجتماعی زندگی کے نظام میں جونہی برہمی اور انتشار محسوس کرے شوہر کی صدارت کو یاد کرے اور جوش کو ترک کر کے ہوش کو رہبر بنائے۔ یہ یقین پیدا کرے کہ شوہر باہمی زندگی یا نظام منزلی کا صدر اور امیر ہے اسکی اطاعت اپنا فریضہ سمجھے۔ اگر اپنے صدر کی زیادتی کا شبہ ہو تو قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے اس کی زیادتی اس پر آشکار کرے اور حزم و احتیاط اور انصاف کا جو تقاضا ہو اسے مہذب طور پر پیش کرے۔

خدانخواستہ اگر عورت نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیا، تو پھر یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اجتماعی زندگی کا سکون واطمینان جاتا رہے گا۔ ہر کام میں انتشار اور برہمی لازمی ہے اور میاں بیوی جس چھوٹی سی سلطنت کے ذمہ دار رکن ہیں وہ تباہ و برباد ہو جائیگی اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا کی نگاہ میں دونوں کی حیثیت اور دونوں کا وقار خاک میں مل کر رہ جائے گا اور پوری قوم پر یہ راز کھل جائے گا کہ ان دونوں میں سے کسی میں بھی گھریلو سلطنت چلانے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اب کوئی بھی جلد ان کی اس حکومت کی رکنیت دینے پر راضی نہ ہوگا۔

تعظیم خاوند:

مرد کی محبت اور صدارت کی وجہ سے عورت پر اپنے شوہر کی دلجوئی اور اسکی تعظیم و تکریم از بس ضروری ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد:

"لو کنت آمرا احدا ان یسجد لاحد لامرت المرأة ان تسجد لزوجها" (مشکوۃ المصابیح)

"اگر میں کسی کو کسی آدمی کے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔"

کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ بیوی پر اپنے شوہر کی تعظیم و تکریم اور اسکی دلجوئی ضروری ہے۔ عقل بھی کہتی ہے کہ جس شوہر نے اپنے آپ کو بیوی کی محبت میں سرشار کر لیا، اپنی کمائی اور جائیداد بیوی کے آرام و عافیت کے لئے اس کے قدموں میں ڈال دی اور اپنے انس و محبت کا مرکز بنا لیا۔ اس کی دلجوئی اور عزت و تکرمت عورت کا فریضہ ہے۔

رسمی تعظیم و تکریم تک ہی تعلق کافی نہیں ہے، بلکہ اخلاص بھی ضروری ہے، تاکہ شوہر کے قلب پر اثر پڑے اور یہ بیوی سے خوش رہے۔ شوہر کی رضا کی ضرورت بیوی کو دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔ ارشاد نبوی ہے:

"ایما امراة ماتت و زوجها عنها راض دخلت الجنة"

(مشکوۃ، باب عشرۃ النساء)

"جو عورت مر جائے اور اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔"

جنت شوہر:

شوہر کی محبت اور اس کی رضا عورت اپنے ایثار اور فرماں برداری ہی سے خرید سکتی ہے۔ عورت جب اپنے شوہر کی جائز بات پر گردن جھکاتی رہے گی شوہر اس پر اپنی جان چھڑکتا رہے گا اور بیوی کے لئے وہ سارے جتن کرے گا جو

Marfat.com

ایک شریف مرد کر سکتا ہے۔ چنانچہ عورت کی خوبیوں میں شوہر کی جائز اطاعت کو بھی شمار کیا گیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"المرأة اذا صلت خمسها وصامت شهر ها واحصنت فرجها و اطاعت بعلها فلتد خل من ای ابواب الجنة شائت"

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، صفحہ نمبر

"عورت جب پانچ وقت نماز پڑھے، رمضان کے مہینے کے روزے رکھے، اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرماں بردار ہو تو وہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جائے۔"

اطاعت شوہر:

نماز، روزہ اور عفت و عصمت کے تحفظ کے ساتھ شوہر کی فرمانبرداری بھی ضروری قرار دی گئی۔ اس حدیث ارشاد فرمایا گیا ہے کہ عورت پر جہاں حقوق اللہ کی بجا آوری ضروری ہے، وہاں شوہر کے حقوق کا لحاظ و پاس بھی ا فریضہ ہے۔ شوہر کے حقوق سے چشم پوشی کر کے عورت کامیاب نہیں ہو سکتی۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ پوچھا گیا:

"بہترین عورت کونسی ہے۔؟"

آپ نے جواب میں فرمایا:

"التی تسره اذا نظر و و تطیعه اذا امرو لا تخالفه فی نفسها و لا ما لها بما یکره" (مشکوٰة المصابیح، باب عشرة النساء)

"شوہر جب اس کو دیکھے تو وہ اسکو خوش کر دے، جب کسی جائز حکم کا حکم دے تو بجالائے اور شوہر اپنی جان و مال میں ایسی مخالفت نہ کرے جو اسے ناپسند ہو۔"

شوہر کے حقوق کی بجا آوری کی تاکید کا اس سے دلچسپ انداز اور کیا ہو سکتا ہے، گویا جو عورت محسوس کرے کہ میں یہ خوبیاں نہیں ہیں وہ یقین کرے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ بہتر نہیں ہے، سب کچھ ہے مگر اپنے خاتم المرسلین پیغمبر کی نگاہ میں بہتر نہیں، نکمی اور محروم القسمت ہے۔

مگر یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ شوہر کی جائز اطاعت سے آگے نہ بڑھنا چاہیے، یعنی عورت اپنے شوہر کی باتوں پر عمل نہ کرے گی جو رب العزت کے احکام کے خلاف ہوں۔ حدیث میں ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ ا انصاری خاتون ایک مرتبہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور بتایا کہ میں نے اپنی لڑکی کی شادی کر دی ہے۔ اتفاق میری لڑکی کے بال گر گئے ہیں۔ اب میرے داماد کا تقاضا ہے کہ دوسرے بال علیحدہ سے لیکر اس کے بالوں میں شا دیے جائیں کہ بدصورتی جاتی رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

"ایسی عورت پر لعنت کی گئی ہے جو الگ سے بال لے کر اپنے بالوں میں جوڑے۔"

شوہر کی خوشنودی اور حق:

ان امور میں بلاشبہ شوہر کا حکم بجالائے گی جن میں شریعت کی ممانعت وارد نہیں ہوئی ہے۔ فرماں بردار بیوی کو حدیث میں بڑی گراں قدر نعمت قرار دیا گیا ہے۔ اس حدیث کو پڑھیے اور اندازہ لگائیے کہ فرماں بردار بیوی کا اسلام میں کیا درجہ ہے:

"ما استفا د المو من بعد تقوی الله خیر اله من زوجة الصالحة ان امو ها اطاعته و ان نظر الیها سر ته و ان اقسم علیها ابر ته و ان غاب عنها نصحته فی نفسها و ماله" (سنن ابن ماجه، باب افضل النساء)

"تقویٰ کے بعد مسلمانوں کے لئے بہترین چیز جو اسکے لئے قابلِ استفادہ ہے وہ نیک عورت کہ اگر اس کو شوہر حکم کرے وہ بجالائے، اس کو دیکھے تو خوش کردے، اس کو قسم دے تو پورا کر دکھائے اور اگر شوہر موجود نہ ہو تو اپنی ذات اور شوہر کے مال میں خیر خواہ بن کر رہے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اسکے خوف کے بعد بہترین دولت نیک اور فرماں بردار بیوی ہے جو اپنے پیارے شوہر کی لاڈلی، اس پر جان دینے والی، اپنے ہنس مکھ چہرے سے شوہر کا دل لبھانے والی، اس کے ایک ایک حکم پر اپنا آپ نثار کرنے والی اور عصمت مآب ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو حکم دے کہ ایک پہاڑ سے دوسرے پر دوسرے سے تیسرے پر منتقل ہو جاؤ تو بیوی وہی ہے جو اس حکم کو بجالائے۔

(سنن ابن ماجہ، صفحہ نمبر ۱۳۴)

اسلام نے زن و شوہر کے رشتہ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنا چاہا ہے اور اس سلسلہ میں دونوں کے نفسیات کو پیش نظر رکھ کر ہر ایک کو اسکے لائق حقوق عطا کیے ہیں۔ بیوی پر شوہر کے جو حقوق ہیں وہ سب اسی لائق ہیں کہ عورت بدل و جان بجالائے۔

ایک دفعہ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عورت پر اپنے شوہر کی جائز فرماں برداری ضروری ہے۔ کوئی بیوی اس وقت تک ایمان کی مٹھاس سے لذت اندوز نہیں ہو سکتی ہے جب تک وہ اپنے شوہر کے جائز حقوق ادا نہ کرے۔"

پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ شوہر اپنے پورے گھر کا نگران ہے جس میں بیوی بھی داخل ہے، پھر نگران کے جائز حکم سے سرتابی کیونکر جائز ہو سکتی ہے۔؟

یہ احکام عورت بخوشی بجالائے کہ عورت اپنے شوہر کی رفیق حیات اور شریک زندگی ہے اور ایک دوست کا فریضہ ہے کہ دوسرے دوست کے لئے ایثار و قربانی سے کام لے۔ عورت جو کچھ کرے رفیقہ حیات کی بحیثیت سے اسے کرنا

Marfat.com

چاہیئے اپنے غلام اور محکوم تصور نہ کرنا چاہیے۔

شوہر کی حکم بجا آوری اور خوشنودی:

جنسی میلان کی تکمیل جو بظاہر دنیاوی امور میں سے ہے، مگر اس سلسلہ میں بھی شوہر اپنی بیوی کو بلائے تو بیوی طبعی محبت کا تقاضا ہے کہ شوہر کی فرمانبرداری کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اذا الرجل وعا زوجته لحاجته خلت له وان كانت على التنور" (مشکوۃ المصابیح، باب عشرت النسا

"شوہر جب اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے لئے بلائے تو وہ فوراً اس کے لئے حاضر ہو جائے، گو وہ تنور پر بیٹھی (روٹی پکا رہی) ہو۔"

بلکہ حدیث میں صراحت ہے کہ اگر اس سلسلہ میں حکم بجا نہ لائے گی تو گنہگار ہوگی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد گرامی ہے:

"اذا دعا الرجل امرأته الىٰ فراشه فابت ان تجي لعنتها الملائكة حتى تصبح" (صحيح بخاری، باب اذا اماتت المرأة مهاجره)

"شوہر جب اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔"

ایک دفعہ آپ ﷺ نے قسم کے ساتھ فرمایا:

"عورت کو اس کا شوہر اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے تو رب العزت اور فرشتے اسوقت تک اس عورت سے ناخوش رہتے ہیں جب تک اس کا شوہر اس سے خوش نہ ہو جائے۔"

انہی بنیادوں پر امام نووی فرماتے ہیں کہ بغیر عذر شرعی عورت کا شوہر کے مطالبہ ہم بستری کو ٹھکرا دینا حرام ہے شرح صحیح مسلم، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۴۶۴)

یہ الگ بات ہے کہ خود شوہر کو بھی بیوی کے حالات کا لحاظ کرنا از بس ضروری ہے۔ صرف جنسی میلان کی خاط عورت کی صحت کو نظر انداز کر دینا انسانیت اور اخلاق دونوں کے منافی ہے۔ فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ عورت کی صحت اجازت نہ دے تو پرہیز ہی چاہیے:

"لو تضررت من كثرة جماعه لم تضز الزيادة على قدر طاقتها"

(درمختار، باب القسم

"اگر کثرت مباشرت عورت کے لئے مضر ہو تو ایسی حالت میں اسکی طاقت سے زیادہ ہم بستری مرد کے لئے جائز نہیں ہے۔"

بہرحال عورت اس باب میں بھی شوہر کے حکم کی پابند ہے۔ اسے نافرمانی کی اجازت نہیں ہے۔ اس حدیث

Marfat.com

بھی اس کی اہمیت سمجھ میں آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا تصوم المرأة و بعلها شاهد الا باذنه"

(صحیح بخاری، باب صوم امرأۃ)

"شوہر موجود ہو تو بغیر اسکی اجازت کے عورت نفلی روزے نہ رکھے۔"

ان سارے قوانین کا منشا یہ ہے کہ عفت و عصمت کا تحفظ ہو اور اخلاق و اعمال پاکیزہ رہیں۔ ساتھ ہی زن و شوہر کے تعلقات مستحکم اور باہمی انس و محبت قائم و دائم رہے۔

یہی وجہ تھی کہ عہد نبوی اور عہد صحابہ کرام میں عورتیں اپنے شوہروں کو خوش رکھنے کی بے انتہا سعی کرتی تھیں۔ شوہر کی ذرا سی ناراضگی ان کے لئے سوہانِ روح بن جاتی تھی۔ شوہر کی بے رخی پر بھی وہ اپنا طرزِ عمل نہیں چھوڑتی تھیں۔

خود حضرت عائشہ صدیقہ کا واقعہ ہے کہ ایک دن یہ اپنے ہاتھوں میں چاندی کے چھلے پہنے ہوئی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چھلوں کو انکے ہاتھوں میں دیکھ کر فرمایا:

"عائشہ! یہ کیا۔؟"

وہ بولیں:

"یہ آپ کی خوشنودی ہی حاصل کرنے کی غرض سے پہنے گئے ہیں۔"

حضرت خولاء ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بیان کیا کہ میں ہر رات پہن اوڑھ کر اور آراستہ ہو کر لوجہ اللہ اپنے شوہر کے لئے دلہن بن جاتی ہوں اور ان کے پاس سوتی ہوں، مگر پھر بھی وہ توجہ نہیں کرتے۔

حضرت عائشہ نے یہ واقعہ خدمت نبوی میں عرض کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا:

"ان سے کہہ دو کہ اپنے شوہر کی اطاعت کرتی رہیں۔"

صحابیات اور ازواج مطہرات کا طرزِ عمل:

صحابیات بھی اسی رنگ میں ڈوبی ہوئی تھیں اور اپنے شوہر کی خوشنودی پر جان دیتی تھیں۔ حضرت زینب جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی لاڈلی بیٹی تھیں، انکی شادی ابو العاص سے ہوئی۔ ابو العاص ابھی مسلمان بھی نہ ہوئے تھے کہ غزوہ بدر کا واقعہ پیش آگیا۔ اس حق و باطل کی جنگ میں ابو العاص کافروں کی طرف سے آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جب فتح عطا کی اور قریش کی ایک بڑی تعداد ان کے ہاتھوں میں گرفتار ہوئی تو ان میں ابو العاص بھی تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جب فدیہ پر رہائی کا اعلان ہوا تو ابو العاص کی بیوی حضرت زینب بنت رسول نے ان کی رہائی کے لئے اپنے گلے کا قیمتی ہار بھیج دیا۔ یہ ہار حضرت زینب کے پاس ان کی والدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کی یادگار کی حیثیت سے تھا۔

حضرت حمنہ بنت جحش کے شوہر جہاد میں گئے اور اللہ کے دین کی بلندی کی خاطر جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت حمنہ کو جب یہ خبر پہنچی کہ ان کے شوہر غزوہ میں شہید ہو گئے ہیں تو ضبط نہ کر سکیں اور فرط محبت سے چیخ اٹھیں۔

Marfat.com

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی روزے کے دنوں میں فرطِ محبت سے اپنے لاڈلے شوہر کے سر کا بوسہ لیا کرتیں۔

حضرت حسن کی بیوی کو طلاق کے بعد جب حضرت حسن کی طرف سے مہر ملا تو وہ رو پڑیں اور فرمانے لگیں:

''جدا ہونے والے محبوب کے مقابلہ میں یہ رقم بالکل حقیر ہے۔''

خود ازواج مطہرات کی زندگی ملاحظہ فرمایئے کہ ان کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر والہانہ محبت تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ حضرت خدیجہ ایک مالدار عورت تھیں، مگر جب ان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی ہوگئی تو انھوں نے اپنی کل دولت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار کر دی، آپ کو درد وغم پیش آیا تو حضرت خدیجہ تڑپ اٹھیں اور آپ کو تسلی دی۔

سیدہ عائشہ کی محبت بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشہور ہے۔ آپ پر وہ اپنی جان چھڑکتی تھیں۔ حضرت عائشہ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کا کپڑا خود اپنے ہاتھوں سے دھویا کرتیں، آپ کو خوشبو ملا کرتیں، آپ کی مسواک چبا دیا کرتیں، اس کو حفاظت سے اٹھا کر رکھتیں۔ حد یہ ہے کہ قربانی کے جانور کے لئے خود اپنے ہاتھ سے حضرت عائشہ قلادہ کے لئے رسی بٹتی تھیں۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمبل پر دھبہ ہے، آپ نے اسے اتار کر اندر بھیج دیا، حضرت عائشہ خود برتن میں پانی لے کر بیٹھ گئیں اور اپنے ہاتھوں سے اسے دھویا۔ پھر خشک کر کے خدمت اقدس میں بھیجا۔

خندہ پیشانی:

عورت کا فریضہ یہ بھی ہے کہ شوہر جب گھر میں داخل ہو تو بیوی شوہر کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کرے، کیونکہ قدرت نے عورت کی مسکراہٹ میں ایسی عظیم الشان قوت عنایت کی ہے کہ شوہر بیوی کی مسکراہٹ دیکھ کر سارے غم بھول جاتا ہے اور اگر مرد تھکان سے نڈھال ہو رہا تھا تو پھر بیوی کی تبسم آمیز گفتگو اور دلجوئی سے تازہ دم ہو جاتا ہے اور اس کی قوت عود کر آتی ہے۔

جو عورتیں اپنے شوہروں کے سامنے منہ بسورتی ہیں وہ گھر کو قصداً جہنم بنانا چاہتی ہیں اور شوہر کی زندگی کو گھن لگاتی ہیں۔ اس حدیث میں اسی طرف اشارہ گزر چکا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین عورت کی تعریف میں فرمایا:

" التی تسره اذا نظر "(مشکوٰۃ المصابیح)

''شوہر کی نگاہ جب بیوی پر پڑے تو بیوی اس کو خوش کر دے۔''

اس طرح کے موقعے پر بیوی شوہر کے سامنے آئے تو بن سنور کر اور صاف ستھرے لباس میں آئے۔ گھر، بستر اور دوسرے سامان کو شوہر کے سامنے صفائی کے ساتھ پیش کرے۔

Marfat.com

عورت اور گھر کا کام کاج اور خدمت شوہر:

ضرورت کے وقت شوہر کی خدمت سے بھی نہ چوکے کہ ازواج مطہرات کی یہی زندگی تھی۔ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی دستور تھا کہ گھر کا کام کاج اپنے ہاتھ سے کرلیا کرتیں۔

امام بخاری نے اپنی جامع میں ایک ہی باب باندھا ہے: " عمل المرأة في بيت زوجها" "عورت کا اپنے شوہر کے گھر میں کام و کاج کرنا" اور اس ضمن میں حضرت فاطمہ کے اس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ چکی چلاتے چلاتے گھٹے پڑ گئے تھے۔

محدثین نے اس واقعہ کو سامنے رکھ کر بتایا ہے کہ عورتوں کو چاہیے کہ گھر کے معمولی کام کاج خود کرلیا کریں۔ حضرت فاطمہ جب چکی چلاسکتی ہیں تو کیا یہ بعید ہے کہ آپ آٹا بھی گوندھتی ہوں، روٹی بھی پکاتی ہوں۔؟ امام مالک تو اس حد تک فرماتے ہیں کہ بیوی پر اس وقت گھر کی خدمت لازم ہے جبکہ اس کا شوہر مالدار نہیں ہے۔ خواہ بیوی بڑے سے بڑے گھر کی ہی چشم و چراغ کیوں نہ ہو۔ (عمدۃ القاری، جلد ۹، صفحہ نمبر ۶۴۵)

غزوہ تبوک میں جو تین بزرگ شریک نہ ہوسکے تھے اور جن کا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بائیکاٹ کیا گیا تھا۔ ان میں حضرت بلال بن امیہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ کچھ دنوں بعد حضور ﷺ کا یہ فرمان ہوا کہ ان کی بیویاں بھی اس وقت تک ان سے ترک تعلق کرلیں جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی فیصلہ نہ آجائے۔ اس فرمان کے فوراً بعد ہی بلال بن امیہ کی بیوی خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی:

"میرے شوہر بوڑھے آدمی ہیں، کوئی خادم نہیں ہے جو ان کی خدمت انجام دے سکے، لہٰذا حضور! اجازت مرحمت فرمائیں تو میں ان کی خدمت کیا کروں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زوجہ بلال کو اس کی اجازت دے دی۔

(صحیح بخاری، کتاب مغازی، غزوہ تبوک)

حافظ ابن القیم نے اس سلسلہ میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت اسماء کی خدمت کا تفصیلی واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر کی کس قدر خدمت انجام دیا کرتی تھیں۔

(زاد المعاد، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۳۲)

ضد:

عورتوں کا ایک بڑا عیب ضد اور ہٹ دھرمی ہے۔ اس سے عورتوں کو بالکل اجتناب کرنا چاہیے، کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ جہاں کوئی ایک بات بھی انکی طبیعت کے خلاف پڑی آگ بگولہ بن گئیں اور اُلٹ پٹک شروع کردی۔ اس سے آپس کے تعلقات خراب ہوجاتے ہیں اور شوہر بیوی سے بددل ہوجاتا ہے۔

اگر کوئی معقول بات ہو تو شوہر کو سمجھانے کی سعی کرے۔ منہ پھلانا اور لڑنا بری بات ہے۔ شوہر کو گرم دیکھے تو خود نرم ہو اور اپنی گرمی کا اظہار ضروری ہی سمجھے اور جی نہ مانے تو گرمی نکال لے، مگر تعلقات پر ان باتوں کا اثر نہ آنے دے۔

Marfat.com

مزد کی زیادتی اور بد دماغی سے معاملہ خراب پڑے تو ہوش وخرد سے کام لے اور عجلت نہ کرے۔ کچھ دب کر ہی سہی صلح کر لے تو عورت کے لئے مفید ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد الٰہی ہے:

"وان امرأة خافت من بعلها نشوزاً او اعراضاً فلا جناح عليهما ان يصلحا بينهما صلحا والصلح خير"

(سورۃ النساء

"اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر سے غالب احتمال بد دماغی یا بے پروائی کا ہو تو دونوں کو کوئی گناہ نہیں کہ دونوں باہم ایک خاص طور پر صلح کر لیں اور یہ صلح بہتر ہے۔"

☆☆☆

فصل نمبر 23:

تحفظ عصمت کے لوازمات

احکام شرم وحیاء

نافذ کردہ احکام:

عصمت وعفت کے تحفظ کے سلسلہ میں اسلام نے کچھ ایسے آئین وقوانین پیش کیے ہیں جن کا تعلق رات دن کی زندگی سے ہے اور ان کا لحاظ وپاس ہر محتاط انسان کے لئے بہت ضروری ہے، کیونکہ ان میں ذرا سی غفلت اور کوتاہی انسان کی عفت کو مجروح کر ڈالنے کے لئے کافی ہے۔ جنسی میلان جو انسان کے خمیر میں پیوست ہے اس میں کچھ ایسی بربریت اور درندگی ہے جو معمولی سی بے حجابی کو برداشت نہیں کرتی اور موقع پا کر انسان کو ہلاکت میں ڈالنے کے درپے ہو جاتی ہے۔ پھر شیطان جس نے بنی آدم کی عداوت پر قسم کھا رکھی ہے وہ الگ تاک جھانک میں رہتا ہے اور ناپاک راستہ پر غلط طور پر جذبات کو مشتعل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس لیے اسلام نے نکاح کے پہلے بھی اور بعد بھی "شرم وحیا" سے متعلق کچھ ضروری احکام نافذ کئے ہیں۔

ستر پوشی کا خیال:

شرم وحیا انسان کی ایسی مخصوص صفت ہے جو اسے "لغزش" کے موقع پر سہارا دیتی ہے اور اس نیک جذبہ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ انسان اپنے جسم کے ان تمام حصوں کو پردہ میں رکھنے کی سعی کرتا ہے جو جنسی میلان میں ہیجانی کیفیت کی وجہ بن سکتے ہیں۔ ستر پوشی کا خیال اسی شرم وحیا کا نتیجہ ہے۔

Marfat.com

عریاں وفحاش قبیلے:

اس روئے زمین پر بہت سی قوموں میں عریانی کا عام رواج تھا اور اب تک بہت سے قبیلے اور آبادیاں اس مرض میں گرفتار ہیں۔ افریقہ اس سلسلہ میں مشہور ہے۔

یورپ کی عریانی اور اس پر ماتم:

یورپ میں جو ستر پوشی ہے وہ برائے نام ہے۔ ان کے لباس اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ عریانی کو بھی شرمانے والے ہیں۔ مغربی رسالوں میں ننگی تصویریں عام طور سے دیکھی جاسکتی ہیں۔

صحت اور آرٹ کے نام پر عریانی کی اشاعت ہو رہی ہے اور اس راستہ سے عصمت وعفت پر زبردست زد پڑ رہی ہے۔ آدمی کی ''قوت برداشت'' جواب دے رہی ہے۔ ایک دن یہی چیزیں اخلاق واعمال کے ساتھ انسانی صحت کو بھی لے ڈوبتی ہیں۔ ایک امریکی رسالہ میں یہ ماتم پڑھیے:

> ''تین شیطانی قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے اور یہ تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں۔ فحش لٹریچر جو جنگ عظیم کے بعد حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرت اشاعت میں بڑھتا چلا جارہا ہے۔ متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں، بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں۔ عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار جو ان کے لباس اور بسا اوقات ان کی برہنگی اور سگریٹ کے روز افزوں استعمال اور مردوں کے ساتھ ان کے ہر قید وامتیاز سے نا آشنا اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تین چیزیں ہمارے یہاں بڑھتی چلی جارہی ہیں اور ان کا نتیجہ مسیحی تہذیب ومعاشرت کا زوال اور آخر کار تباہی ہے۔ اگر ان کو نہ روکا گیا تو ہماری تاریخ بھی روم اور ان دوسری قوموں کی مماثل ہوگی جن کو یہی نفس پرستی، شہوانیت، شراب، عورتیں اور ناچ رنگ فنا کے گھاٹ اتار چکے ہیں۔''

شرم وحیاء کا نفاذ اور اس کے فوائد:

اسلام نے اپنے قانون ''شرم وحیاء'' کا اپنے ماننے والوں میں نفاذ ضروری سمجھا ہے اور پیغمبر اسلام نے حیاء کی مختلف پیرایہ میں تاکید فرمائی ہے اور ساتھ ہی ترغیب بھی دی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ایک دفعہ دیکھا کہ ایک انصاری اپنے بھائی سے کہہ رہا ہے:

''زیادہ شرم نہ کرو۔''

آپ ﷺ نے سنا تو انصاری سے فرمایا:

''دعهفان الحياء من الايمان''

(مشکوۃ المصابیح، باب الرفق والحیاء)

''اس کو چھوڑ دو، کیونکہ حیاء جزو ایمان ہے۔''

Marfat.com

شریعت میں ”حیاء“ اس صفت کا نام ہے جو انسان کو ان تمام چیزوں کے چھوڑنے پر اُبھارے جو شریعت میں قبیح ہیں اور اسی بنا پر ارشاد نبوی ہے:

”الحیاء لایاتی الابخیر“(مشکوٰۃ، باب الرفق و الحیاء)

”حیاء خیر ہی کی موجب ہوتی ہے۔“

جب حیاء اٹھ جائے تو:

شرم وحیا گویا انسانی زندگی کے لیے ایک ضروری حیثیت رکھتی ہے۔ افعال میں ہو یا اخلاق میں ہو یا اقوال میں جس میں حیاء کا جذبہ نہ ہو اس کے لیے ہر آن گمراہ ہونے کا خطرہ ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”اذلم تستح فاصنع ماشئت“(مشکوٰۃ: 431)

”اگر تمہیں حیاء نہیں تو جو جی میں آئے کرو۔“

یہی وجہ ہے کہ ایک دفعہ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا:

”الحیاء من الایمان والایمان فی الجنۃ والبذاء من الجفاو الجفاء فی النار“(مشکوٰۃ: 431)

”شرم وحیاء جزو ایمان ہے اور ایمان باعث دخول جنت ہے اور بے حیائی جفا ہے اور جفا باعث دخول دوزخ ہے۔“

شرم وحیاء کی اہمیت جتا کر اسلام نے ان تمام چیزوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے جو بے حیائی کی پیداوار ہیں اور جن کی وجہ سے عفت وعصمت اور اخلاق کا دامن داغدار ہو سکتا ہے۔ اس سلسلہ سے متعلق جو احکام وہدایات ہیں ان کا یہاں اجمالی طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ ان تعلیمات سے آپ اندازہ لگا سکیں گے کہ عفت وعصمت کے تحفظ کے لیے یہ چیزیں کتنی ضروری ہیں۔

حفاظت نگاہ کا حکم اور بدنظری کی مذمت

ام الخبائث:

بدنظری کو ام الخبائث کی حیثیت حاصل ہے کہ یہ تمام فواحش کی بنیاد ہے۔ اسلام نے اس سوراخ کو پہلے بند کیا ہے اور نظر کو آنکھوں کا زنا قرار دیا۔ پھر نگاہ کا تیر مشہور ہے اور تجربہ کی دنیا میں مسلم بھی۔ عشق ومحبت کی تعریف کرنے والوں کا کہنا ہے کہ محبت ایک نادیدہ شے ہے جو آنکھوں کے راستہ دل میں اترتی ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ نگاہیں شہوت کی قاصد اور اس کی پیامبر ہیں۔ شعراء نے اس مسئلہ پر سب سے زیادہ روشنی ڈالی ہے اور بتایا ہے کہ کتنی نگاہیں ہیں جو تیر کی طرح دل میں پیوست ہو جاتی ہیں۔

اسلام سے پہلے کے شعراء نے بھی اقرار کیا ہے کہ دل کے زخمی کرنے میں آنکھ کا بڑا قصور ہے اور اسلام کے بعد

Marfat.com

کے شعراء نے بھی بتایا ہے کہ نگاہوں سے دل چھلنی ہوتا ہے۔ پھر اس مسئلہ میں ہر مذہب وملت کے شعراء متفق ہیں، کوئی اختلاف نہیں۔

نیچی نگاہ کرنے کا حکم...... مردوں کے لیے:

نگاہ کی تاثیر کے باعث اسلام جب آیا تو اس نے اعلان کیا:

"قل للمومنین یغضوا من ابصارهم ویحفظوا فروجهم ذلك اذكى لهم ان الله خبير بما يصنعون"(سورة النور)

"ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنے ستر کو بچائے رکھیں۔ اس میں ان کے لئے زیادہ پاکیزگی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جو کچھ وہ کرتے ہیں اس کی خبر ہے۔"

فتنہ کا چشمہ جہاں سے اُبلتا تھا اور اخلاق اور سوسائٹی پر جہاں سے ضرب پڑتی تھی اسلام نے ان سوتوں اور سوراخوں ہی کو بند کر ڈالا۔ جائز حد تک اجازت دی اور اس کے بعد پہرہ بٹھا دیا کہ کوئی شخص قصداً یا بغیر قصد ایسا کوئی کام نہ کرے جو برائی کا زینہ بن جائے۔ نگاہ جس کو سلف صالحین نے برید العشق (عشق کا پیامبر) سے تعبیر کیا ہے، اسلام نے اس پر قانون کی مہر لگادی اور اس کے نتیجہ اور فائدہ کو بتایا کہ اس سے شہوت کی جگہوں کی صیانت وحفاظت ہوگی۔ نیز یہ چیز تزکیہ قلوب میں بھی معاون ہوگی۔

ہر ایک مسلمان کے لیے لازمی ہے کہ نگاہ نیچی رکھے اور یہ فطرت اور حکمت الٰہی کے تقاضے کے مطابق بھی ہے۔ اس لیے کہ عورتوں کی محبت اور دل میں ان کی طرف خواہش فطرت کا تقاضا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"زين للناس حب الشهوات من النساء"(آل عمران)

"مرغوب چیزوں کی محبت پر لوگ فریفتہ کیے گئے ہیں جیسے عورتوں پر۔"

غور وفکر سے معلوم ہوگا کہ آنکھوں کا فتنہ مہلک اور دنیا کے بہت سارے فتنوں اور آفتوں کا بنیادی سبب ہے۔

رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ماتركت بعد فتنة اضر على الرجال من النساء"

(مشکوٰۃ، کتاب النکاح)

"میں نے عورتوں سے بڑھ کر اور کوئی فتنہ مردوں کے لیے ضرر رساں نہیں چھوڑا۔"

ایک موقع سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"فاتقوا الدنيا واتقوا النساء فان اول فتنة بني اسرائيل كانت في النساء"

"دنیا اور عورتوں سے ڈرو، کیونکہ بنی اسرائیل میں پہلا فتنہ جو پیدا ہوا تھا وہ عورتوں میں تھا۔"

اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کا لحاظ فرمایا اور شہوت کی رعایت سے نکاح کی اجازت ہی نہیں دی، بلکہ حکم فرمایا اور پھر اس کے بعد انسانی طبیعت پر کنٹرول کیا۔ اپنے آپ کو قابو میں رکھنے کے طریقے بیان کیے، حد سے بڑھتی ہوئی حرص

Marfat.com

جو حریص انسان کی طبعی خواہش ہے اس پر پہرہ بٹھایا اور کائنات انسانی کو فتنہ و فساد سے محفوظ کر دیا۔

نیچی نگاہ رکھنے کا حکم......عورتوں کے لیے:

اگر اسلام نے صراحتاً مردوں کو عفت کی تعلیم دی تو عورتوں کو بھی فراموش نہیں کیا' کیونکہ مرد اور عورت دونوں کا خمیر ایک ہی ہے۔کم و بیش کا فرق ہے۔عورت کی فطرت بھی شہوت اور اس کے دواعی سے خالی نہیں، اس لیے رب العالمین نے فرمایا:

''قل للمومنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ماظھر''(سورۃ النور)

''ایمان والیوں سے کہہ دے کہ اپنی آنکھیں نیچی رکھیں اور اپنی شہوت کی جگہوں کو تھامے رکھیں اور اپنی زیبائش نہ دکھلائیں مگر جو ان میں سے کھلی چیز ہے۔''

ان آیتوں کا لب ولہجہ بتارہا ہے کہ آنکھوں کی بیباکی اور ان کی آزادی شہوت میں انتشار اور شرمگاہ میں ابھار پیدا کرتی ہے۔عقلی طور پر سنجیدگی سے غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ آنکھوں میں ایک ایسا زہر پوشیدہ ہے جو موقع پا کر انسانی دل ودماغ میں تیزی سے سرایت کرنے کی سعی بہم کرتا ہے اور جب سرایت کر جاتا ہے تو دل ودماغ کو ماؤف کر ڈالتا ہے۔چنانچہ آپ نے دیکھا ہوگا سنا ہوگا کہ اجنبی مرد نے جب کسی اجنبی عورت کو زینت میں دیکھا اور بار بار دیکھا تو اس کی دبی دبائی چنگاری انگارہ میں تبدیل ہوگئی۔

شہوت کے معاملہ میں جو حال مردوں کا ہے کم و بیش یہی حال عورتوں کا بھی ہے، بلکہ ان کی نگاہ تو اور بھی فتنے جگاتی ہے۔جذبات میں عموماً عورتیں آگے ہوتی ہیں اور جلد متاثر ہونا تو ان کے لیے مستقل مرض ہے۔واقعات شاہد ہیں کہ بات کی بات میں عورت بدلتی رہتی ہے' اس لیے ان کو اپنی آنکھوں کی حفاظت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ایسا نہ ہو کہ کسی خوب رو تومند جوان کو ادا بھا جائے اور ظاہر نہ سہی باطن ہی گندہ کر ڈالے اور یہ بھی نہیں تو یہ ہو کہ دوسری طرف مرغ بسمل بن کر تڑپنے لگے اور اس کو خبر بھی نہ ہو۔

چنانچہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خود عورت کے دل میں تو کوئی خطرہ نہیں گزرتا' مگر ان کی بے احتیاطی سے کسی مرد کا سکونِ دل جاتا رہتا ہے اور وہ مرد اپنی غرض کے سلسلہ میں اندھا بن جاتا ہے اور پھر سینکڑوں تدبیریں عمل میں لاتا ہے، بیسیوں جال بچھاتا ہے اور کبھی کبھی زبردستی کسی معصومہ کی عصمت دری کے درپے ہوجاتا ہے۔

اس آیت اور قرآن مجید کی دوسری آیتوں کو سامنے رکھ کر علماء کی ایک بڑی جماعت کہتی ہے کہ عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ یہ کسی اجنبی مرد کو دیکھے۔اس کا یہ دیکھنا شہوت سے ہو یا بغیر شہوت کے دونوں ہی صورتیں ناجائز ہیں۔حدیث سے اس کی بھی تائید ہوتی ہے۔چنانچہ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں اور حضرت میمونہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں تھی۔ابن ام مکتوم نابینا کسی ضرورت سے خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ابن ام مکتوم کو دیکھ کر آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا:

Marfat.com

"تم دونوں پردہ میں چلی جاؤ۔"

ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے رحمت عالم ﷺ سے کہا:

"یارسول اللہ! کیوں یہ ابن ام مکتوم نابینا نہیں ہیں۔؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"افعمیا وان انتما' الستما بتصرانه "(مشکوٰۃ المصابیح 269)

"کیا تم دونوں بھی اندھی ہو؟ ان کو نہیں دیکھتیں۔؟"

یہ واقعہ نزول حجاب کے بعد کا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں خود بھی کسی مرد کو نہ دیکھیں۔

یحفظن فروجهن کے متعلق سعید بن جبیر کہتے ہیں:

"اس میں فواحش کے بچنے کا حکم ہے۔"

قتادہ اور سفیان کہتے ہیں:

"ان تمام چیزوں سے عورتوں کی حفاظت کا حکم ہے جو ان کے لیے حلال نہیں ہے۔"

بدنگاہی کے نقصانات:

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

""""نگاہ شہوت کی قاصد اور پیامبر ہوتی ہے اور نگاہ کی حفاظت دراصل شرمگاہ اور شہوت کی جگہ کی حفاظت ہے۔ جس نے نظر کو آزاد کر دیا اس نے اس کو ہلاکت میں ڈال دیا اور نظر ہی ان تمام آفتوں کی بنیاد ہے جن میں انسان مبتلا ہوتا ہے، کیونکہ نظر کھٹک پیدا کرتی ہے' پھر کھٹک فکر کو وجود بخشتی ہے اور فکر شہوت کو ابھارتی ہے۔ شہوت ارادہ کو جنم دیتی ہے، ارادہ قوی ہو کر عزیمت میں تبدیل ہو جاتا ہے اور عزیمت میں مزید پختگی ہو کر فعل واقع ہوتا ہے جس سے اس منزل پر پہنچ کر اس وقت کوئی چارہ کار نہیں رہتا جب کوئی مانع حائل نہ ہو۔

اسی وجہ سے کہا گیا ہے:

"الصبر علیٰ غض البصر الیسر علیٰ الصبر علی الم بعده"

"آنکھ بند کرنا آسان ہے، مگر بعد کی تکلیف پر صبر مشکل۔"

ابلیس کا تیر:

نظر کا تیر اگر پیوست ہو گیا تو پھر اس سے حسرت' سوزشِ قلب، جگر کی ٹیس اور آہ و فغان اور نیم شبی پیدا ہوتی ہے۔ آدمی اس وقت بے قابو ہو جاتا ہے، اس کے لیے یارائے ضبط باقی نہیں رہتا اور یہ ایک مستقل عذاب بن جاتا ہے۔

رحمت عالم ﷺ نے بھی اس فتنہ کی طرف اشارہ فرمایا:

Marfat.com

''النظرۃ سهم مسموم من سهام ابلیس''

''نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔''

آنکھ کا زنا:

آپ ﷺ نے فرمایا:

''العینان زناهما النظر والاذنان زناهما الاستماع واللسان زناها الکلام والید زناها البطش والرجل زناها الخطا والقلب یهوی ویتمنی ویصدق ذلك الفرج اویکذبه''(مشکوٰۃ، باب الایمان بالقدر)

''آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا بات کرنا ہے، ہاتھ کا زنا پکڑنا ہے اور پیر کا زنا چلنا ہے۔ دل آرزو اور تمنا کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔''

بعض سلف نے کہا ہے:

''النظر سهم سم الی القلب''

(تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 282)

''نگاہ ایک تیر ہے جو قلب میں زہر ڈال دیتی ہے۔''

نظر کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اس کی حفاظت بہت ضروری ہے، ورنہ اس سے بڑے بڑے فتنے پیدا ہوتے ہیں۔ قوم اور ملک کا امن وامان خطرہ میں گھر جاتا ہے، اخلاق اور اعمال کی مٹی پلید ہو جاتی ہے اور عفت وعصمت دم توڑ دیتی ہے۔

پہلی نظر سے میلی نظر تک:

یہی وجہ ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے غض بصر کی تاکید فرمائی ہے اور مختلف پہلوؤں سے اس مسئلہ کو دل نشین فرمایا ہے۔ حضرت علی سے ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''یاعلی لاتتبع النظرۃ لك الاولی ولیست لك الاخرۃ''

(مشکوٰۃ المصابیح:219)

''اے علی! ایک بار نظر پڑ جانے کے بعد دوبارہ نہ دیکھو، کیونکہ تمہارے لیے صرف پہلی نظر معاف ہے دوسری نہیں۔''

پہلی نظر جو بغیر قصد پڑتی ہے اس میں انسان بڑی حد تک بے بس ہوتا ہے، اس لیے یہ معاف ہے، مگر پھر دوبارہ نگاہ نہیں ڈالی جاسکتی۔ یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ پہلی نظر ڈالنے کی اجازت ہے۔

Marfat.com

نظر جھکانے کا حکم:

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی کہتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم ﷺ سے پوچھا کہ جو نظر دفعتاً پڑ جاتی ہے اس کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

"اطرق بصرك"

"تو اپنی نگاہ جھکا لے۔"

نگاہ پھیرنا مختلف طور پر ہوتا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ کسی طرح اپنے آپ کو اس فتنہ سے جو سامنے ہے بچا لیا جائے۔ نظر پھیر لی جائے یا نیچی کر لی جائے یا کسی دوسری چیز پر نگاہ جما دے تاکہ نظر فتنہ سے محفوظ ہو جائے۔

شرمگاہوں کی حفاظت کا طریقہ:

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"غضوا ابصارکم واحفظوا فروجکم"

"اپنی نگاہوں کو پست کرو اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو۔"

خیر للنساء:

حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ اپنی مجلس میں فرمایا:

"ای شئی خیر المرأة"

"عورت کے لیے کون سی چیز بہتر ہے۔؟"

کسی نے جواب نہ دیا۔ سب کے سب خاموش رہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں:

"اس مجلس میں خود میں بھی شریک تھا۔ مجھ سے بھی کوئی جواب نہ بن پڑا۔ جب گھر آیا تو میں نے حضرت فاطمہ سے پوچھا:

"ای شئی خیر للنساء؟"

"عورتوں کے لئے کونسی چیز بہتر ہے۔؟"

حضرت فاطمہ نے برجستہ جواب دیا:

"لایراھن الرجال"

"مردوں کی نگاہ سے عورتیں محفوظ رہیں۔"

حضرت علی اس جواب سے اس قدر خوش ہوئے کہ جا کر نبی کریم ﷺ سے اس جواب کا تذکرہ کیا۔ چنانچہ آپ ﷺ بھی خوش ہوئے اور فرمایا:

"فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔"

Marfat.com

راستے کا حق:

راستہ پر مجلس جما کر بیٹھنے سے اسی وجہ سے منع کیا گیا ہے کہ وہ عام گزرگاہ ہے، ہر طرح کے آدمی گزرتے ہ
نظر بیباک ہوتی ہے، ایسا نہ ہو کہ کسی پر نظر پڑ جائے اور وہ برائی کا باعث بن جائے۔ صحابہ کرام سے ایک دفعہ رحمت
ﷺ نے فرمایا:

"راستوں پر بیٹھنے سے پرہیز کرو۔"

صحابہ کرام نے اپنی مجبوری پیش کی اور بتایا کہ اس سے کبھی چارہ کار نہیں ہوتا۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

"تم کو جب ایسی مجبوری ہی ہو تو پھر راستہ کا حق ادا کرو۔"

صحابہ کرام نے پوچھا:

"راستہ کا کیا حق ہے۔؟"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"غض البصر و کف الاذیٰ و رد السلام و الامر بالمعروف و النهی عن المنکر"

"نگاہ نیچی رکھنا' اذیت کا روکنا' سلام کا جواب دینا، بھلی بات کا حکم دینا اور بری بات سے منع کرنا۔"

کفالت جنت:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اکفلوا لی ستا اکفل لکم الجنة اذا حدث احدکم فلا یکذب و اذا اوتمن فلا یخن او ذا وعد نا فلا تخلف و نحضوا ابصارکم و کفوا ایدیکم و احفظوا فروجکم"

(تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 282)

"تم چھ چیزوں کی کفالت کرو میں تمہارے لئے جنت کا کفیل بنتا ہوں۔ جب کسی سے بات بیان کرو تو جھوٹ نہ بولو، جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت نہ کرو، وعدہ خلافی نہ کرو، اپنی نگاہوں کو پست رکھو، اپنے ہاتھوں کو روکو اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو۔"

اس حدیث میں جن چھ چیزوں کی ذمہ داری پر نبی کریم ﷺ جنت کی کفالت فرما رہے ہیں ان میں غض بصر (نگاہ پست رکھنا) اور حفظ فروج (شہوت کی جگہ کی حفاظت) بھی ہے۔ اس سے نظر کی اہمیت بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے۔

عبادت کی شیرینی:

مسند احمد میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"ماھن مسلم ینظر الی محاسن المرأة اول مرة ثم یغض بصره الا احدث اللہ له

Marfat.com

عبادۃ یجد حلاوتھا"

"کوئی مسلمان جب پہلی مرتبہ کسی عورت کی خوبصورتی دیکھے پھر وہ اپنی نگاہ پست کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کی عبادت میں شیرینی پیدا کرتا ہے۔"

حفاظت نگاہ و شرمگاہ:

طبرانی میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"لم قصضن ابصارکم ولتحفظن فروجکم"

"تم ضرور اپنی نگاہیں پست رکھو اور شرمگاہوں کی حفاظت کرو۔"

جنت کی ضمانت:

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من یکفل لی مابین لحییه و ما بین رجلیه اکفل له الجنة"

"جو شخص اپنی شرمگاہ اور زبان کا کفیل بن جائے تو میں اس کے لیے جنت کا کفیل بنتا ہوں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے دن تمام آنکھیں رو رہی ہوں گی، مگر ان میں کچھ آنکھیں خوش ہوں گی۔ ایک وہ آنکھ جس کو محارم اللہ سے محفوظ رکھا گیا ہے، دوسری وہ آنکھ جس نے اللہ کے راستے میں جاگنے کی صعوبت برداشت کی ہے اور تیسری وہ آنکھ جس نے خشیت الٰہی سے آنسو بہایا۔"

دل کی جاسوس:

نگاہ دل کو خبر دینے والی جاسوس ہے جو دل کی طرف دیکھی ہوئی خبریں نقل کرتی رہتی ہے اور صورتیں اس میں نقش کرتی رہتی ہے۔ اس طرح سے انسانی فکر آخرت کو مفید امور سے ہٹا کر بے کار بلکہ نقصان دہ کاموں میں مصروف کرتی ہے۔ چونکہ نگاہ کی آزادی دل میں فتنوں کو جنم دیتی ہے اس لئے شریعت نے آپ کو ان کاموں میں جو فتنہ اور گناہ کا سبب بنیں، نگاہ کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے۔ اگر آپ شریعت کے احکام کے مطابق نگاہ کی حفاظت نہ کریں گے تو یہ آپ کو ان تکالیف میں مبتلا کر دے گی جن کا عذاب آپ سہتے رہیں گے۔

اچانک نظر:

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نگاہ پڑنے کے متعلق پوچھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا:

"اِصْرِفْ بَصَرَكَ"

"اپنی نگاہ ہٹالے۔"

Marfat.com

پہلی، دوسری اور تیسری نظر:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"النظرة الاولی خطأ والثانية عمدو الثالثه تدمر نظر الرجل الی محاسن المراة سهم من سهام ابليس مسموم من تر كها من خشية الله ورجاء ما عنده اثابه الله بذلك عبادة تبلغه لذتها"

"پہلی بار دیکھنا غلطی ہے، دوسری بار دیکھنا گناہ کرنا ہے، تیسری بار دیکھنا ہلاکت ہے۔ انسان کا عورت کے جسمانی محاسن (چہرہ، بال، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ) دیکھنا ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔ جس مسلمان نے اس کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے اور اللہ تعالیٰ کے پاس موجود انعامات کے حاصل کرنے کی امید میں چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کو ایسی عبادت نصیب فرمائے گا جو اس کو نظر کی پاکیزگی کا مزہ نصیب کرے گی۔"

حرام سے بچنے والی آنکھ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"كل عين باكية يوم القيامة الا عين غضت عن محازم الله وعين سهر تغى سبيل الله وعين يخرج منها مثل راس الذباب من خشية الله"

"قیامت کے دن ہر آنکھ (اپنے کسی نہ کسی گناہ کی وجہ سے) رونے والی ہوگی سوائے اس آنکھ کے جس کو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء (کو دیکھنے کے وقت) بند کر دیا گیا ہو اور سوائے اس آنکھ کے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں (یعنی جہاد یا خدمت اسلام میں) جاگتی رہی ہو اور سوائے اس آنکھ کے جس سے مکھی کے سر کے برابر اللہ تعالیٰ کے خوف سے (آنسو کا قطرہ) گرا ہو۔"

نسوانیت اور شیطانیت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان المراة تقبل فی صورة شيطان و تدبر فی صورة شيطان فاذارای احد كم امراة فاعجته فليات ابله فان ذلك يبرد مما فی نفسه"

(صحیح مسلم)

"عورت شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں پیچھا کرتی ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی شخص کسی (اجنبی) عورت کو دیکھ لے اور وہ اس کو ہیجان میں ڈال دے تو وہ شخص اپنی بیوی کے پاس چلا جائے (اور اس سے جماع کر لے) کیونکہ یہ طریقہ اس کے نفس میں موجود (شہوت) کو ٹھنڈا کر

Marfat.com

دے گا۔"

عورت کا شیطان کی صورت میں سامنے آنے یا پیچھا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دیکھنے سے شیطانی ارتیں ابھرتی ہیں اور شیطان کو انسان کے بھٹکانے کا موقع ملتا ہے۔

نکھوں کا زنا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"العینان تزنیان وزنا ھما النظر "(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

"آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور ان کا زنا کرنا (نامحرموں کو) دیکھنا ہے۔"

ہر آلود تیر:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

"یا علی لاتق النظرۃ بعد النظرۃ فانھا سھم مسموم یورث الشھوۃ فی القب"

"اے علی! (نامحرم کو) ایک بار (اچانک) دیکھنے کے بعد (دوبارہ قصداً) مت دیکھ کیونکہ یہ زہر آلود تیر ہے جو دل میں شہوت کو بھڑکاتا ہے۔"

حاسن عورت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"نظر الرجل الی محاسن المراۃ سھم مسموم من سھام ابلیس"

"مرد کا عورت کے محاسن کو دیکھنا ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔"

نیا میں سزا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خون بہاتے ہوئے حاضر ہوا۔ نبی کریم علیہ السلام نے اس سے پوچھا:

"تیری یہ کیا حالت ہے۔؟"

اس نے عرض کیا:

"میرے پاس سے ایک عورت گزری تو میں نے اس کی طرف دیکھ لیا۔ اس کے بعد میری آنکھ اس کی تاک میں رہی۔ میرے سامنے ایک دیوار آ گئی جس نے مجھے ضرب لگائی اور یہ کر دیا جو آپ دیکھ رہے ہیں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان اللہ اذا اراد بعبد خیرا عجل لہ عقوبتہ فی الدنیا"

Marfat.com

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے خیر خواہی کرنا چاہتا ہے تو اس کو (اس کے گناہ کی) سزا دنیا میں دے دیتا ہے۔''

آنکھ پھوڑ دی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لو اطلع احد فی بیتك ولم تاذن له فخذفته بحصاته ففقات عینه ما کان علیك جناح''

''اگر کسی ایسے آدمی نے تیرے گھر میں جھانکا جس کی تو نے اس کو اجازت نہیں دی تھی اور تو نے (اس پر غیرت میں آکر) اس کو پتھر مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دی تو (اس کا) تم پر کوئی گناہ (اور سزا) نہ ہوگا۔''

محبت الٰہی:

حضرت مجاہدہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء کو نہ دیکھنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔''

متقی نوجوان:

حضرت ابراہیم بن مہلک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ثعلبیہ اور خزیمیہ کے درمیان ایک جوان کو نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ لوگوں سے الگ تھلگ تھا۔ میں نے اس کے نماز پورا کرنے تک اس کا انتظار کیا۔ جب اس نے نماز پوری کر لی تو میں نے اس سے پوچھا:

''تمہارے ساتھ تمہارا کوئی مددگار غمگسار نہیں ہے (کہ تو جنگل میں اکیلا عبادت کر رہا ہے)۔؟''

اس نے کہا:

''کیوں نہیں۔!''

میں نے کہا:

''وہ کہاں ہے۔؟''

اس نے کہا:

''وہ میرے سامنے بھی ہے، ساتھ بھی ہے، میرے پیچھے بھی ہے، میرے داہنے بھی ہے، میرے بائیں بھی ہے اور میرے اوپر بھی ہے۔''

مجھے علم ہو گیا کہ اس شخص کے پاس معرفت الٰہی موجود ہے۔ پھر میں نے پوچھا:

''کیا آپ کے پاس توشۂ سفر نہیں ہے۔؟''

اس نے کہا:

''کیوں نہیں۔!''

Marfat.com

میں نے کہا:

”وہ کہاں ہے۔؟“

اس نے کہا:

”اللہ تعالیٰ کے اخلاص، اس کی توحید، اس کے نبی کی نبوت کا اقرار کرنا اور ایمانِ صادق اور مضبوط توکل (میرا توشہ سفر ہے)۔“

میں نے کہا:

”آپ میرے ساتھ رہنا پسند کریں گے۔؟“

اس نے فرمایا:

”دوست مجھے اللہ تعالیٰ سے چھڑا کر اپنے ساتھ مشغول کر دے گا۔ اس لئے میں پسند نہیں کرتا کہ کسی کی رفاقت میں رہوں اور ایک پلک جھپکنے کی دیر جتنا بھی اس سے غافل رہوں۔“

میں نے پوچھا:

”کیا آپ اس جنگل میں اکیلے گھبراتے نہیں۔؟“

اس نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کے ساتھ انس قائم کرنے نے مجھے ہر قسم کے خوف سے محفوظ کر دیا ہے۔ اب اگر میں درندوں کے درمیان بھی ہوتا ہوں تو بھی ان سے گھبراتا اور ڈرتا نہیں ہوں۔“

میں نے پوچھا:

”آپ کہاں سے کھاتے ہیں۔؟“

اس نے فرمایا:

”جس نے مجھے رحم کے اندھیرے میں، بچپن میں غذا کھلائی، یہاں بھی وہی میرے رزق کا کفیل ہے۔“

میں نے پوچھا:

”آپ کو کھانے کی کس وقت ضرورت ہوتی ہے۔؟“

اس نے فرمایا:

”میری ضرورت کا مجھے علم ہے اور اس کے وقت کو بھی جانتا ہوں۔ جب مجھے کھانے کی ضرورت ہوتی ہے تو میں جہاں بھی ہوتا ہوں کھانا پالیتا ہوں۔ وہ ذات میری ضرورت کا بخوبی علم رکھتی ہے۔ وہ مجھ سے غافل نہیں ہے۔“

مین نے پوچھا:

”آپ کی کوئی ضرورت ہے۔؟“

Marfat.com

اس نے فرمایا:

''ہاں!''

میں نے پوچھا:

''وہ کیا ہے۔؟''

اس نے فرمایا:

''اب جب آپ نے مجھے دیکھا تو میرے ساتھ کلام نہ کرنا اور کسی کو نہ بتانا کہ تو مجھے جانتا ہے۔''

میں نے پوچھا:

''آپ کی اس کے علاوہ کوئی اور حاجت ہے۔؟''

اس نے فرمایا:

''ہاں!''

میں نے پوچھا:

''وہ کیا۔؟''

اس نے فرمایا:

''اگر توفیق ہو تو مجھے اپنی دعا میں نہ بھلانا اور جب آپ پر کوئی مصیبت نازل ہو اس وقت بھی میرے حق میں دعا کر سکو تو کر لینا۔''

میں نے کہا:

''میرے جیسا آپ جیسے کیلئے کیا دعا کر سکتا ہے۔؟ آپ تو خوف الٰہی اور توکل کے اعتبار سے مجھ سے افضل ہیں۔''

اس نے فرمایا:

''تم یہ نہ کہو کیونکہ میں کم عمر ہوں اور آپ مجھ سے بڑے ہیں۔ آپ نے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی نمازیں ادا کی ہیں، آپ پر اسلام کا حق بھی ہے اور آپ کو ایمان کی معرفت بھی حاصل ہے۔''

میں نے کہا:

''میری بھی ایک حاجت ہے۔''

اس نے کہا:

''وہ کیا ہے۔؟''

میں نے کہا:

''آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں۔''

Marfat.com

تو اس نے میرے لئے یہ دعا کی:

"اللہ تعالیٰ تیری نگاہ کو ہر گناہ سے محفوظ رکھے اور تیرے دل کو ایسا فکر نصیب کرے جس میں اس کی رضا حاصل ہوتی ہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا تیرا کوئی اور مطلوب ومقصود نہ رہے۔"

میں نے کہا:

"اے میرے دوست! میں آپ کو کہاں ملوں گا اور کہاں تلاش کروں گا۔؟"

اس نے فرمایا:

"دنیا میں تو خود کو میری ملاقات کا شوقین نہ بنانا آخرت میں تو کیونکہ مجمع ہی متقین کا ہوگا (اس لئے وہاں پر ہی ہماری ملاقات ہوگی) جن چیزوں کا تجھے حکم دیا گیا ہے یا تیرے لئے مندوب کیا گیا ہے تو ان میں اللہ تعالیٰ کی مخالفت نہ کرنا۔ اگر تو میری ملاقات کو چاہے گا تو مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنے والے حضرات کے مجمع میں تلاش کر لینا۔"

میں نے پوچھا:

"آپ اس درجہ تک کیسے پہنچے۔؟"

اس نے فرمایا:

"ہر حرام کردہ چیز سے اپنی آنکھ کی حفاظت کر کے، ہر منکر اور گناہ سے اجتناب کر کے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کی ہے کہ وہ میری جنت بس اپنے دیدار ہی کو مقرر کر دے۔"

پھر اس نے ایک چیخ ماری اور تیز تیز دوڑنے لگا حتیٰ کہ میری نظروں سے غائب ہو گیا۔

بدنگاہی کی برائی:

ایک اہل تصوف فرماتے ہیں:

"جب پہلی ہی نظر میں نگاہ کو پابند کر کے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کریں گے تو بے شمار آفات سے نجات حاصل ہوگی اور اگر بار بار بدنگاہی میں مبتلا ہوں گے تو نظر نے جو کچھ دل میں تخم ریزی کی ہوگی اس کو نیست و نابود کرنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ جب بدنگاہی ہو جائے تو اس کی گہرائی میں نہ جائیں، اس کے نتائج بد کی فکر کریں اور اللہ کا خوف دل میں لائیں۔"

ارادوں کی درستگی:

حضرت ابو تراب نخشی فرماتے ہیں:

"اپنے غلط ارادوں کو کنٹرول میں رکھو۔ یہ گناہوں کا پیش خیمہ ہیں۔ جس کے ارادے درست ہو گئے اس کے بعد اس کے افعال واحوال بھی درست ہو جاتے ہیں۔"

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کا دھیان:

حضرت ابوالعباس بن مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
"جس نے اپنے دل کے ارادوں میں اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھا، اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء کی حرکات کی حفاظت فرما (کر اس کو گناہوں سے بچا) لے گا۔"

مادہ بکری:

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"اپنی نگاہوں کی حفاظت کرو اگرچہ مادہ بکری سے بھی کیوں نہ ہو۔"

کنواری حور:

ابو عصمت فرماتے ہیں کہ میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔آپ کے سامنے ایک خوبصورت نوجوان بھی تھا۔آپ اس کو کچھ لکھوا رہے تھے۔اچانک ایک خاتون حسن و جمال کی ملکہ سامنے سے گزری ا وہ جوان نظریں چرا کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے جان لیا کہ معاملہ کیا۔ ۔پھر اپنے ہاتھ سے اس کی گردن پھیر کر یہ شعر کہا:

"دع المصوغات من ماء وطين
واشغل هواك بحور خرد عين"

"پانی اور مٹی سے بنی عورتوں کو چھوڑ اور اپنے عشق و خواہش کو اس حور کا متوالا بنا جو کنوری ہے موٹی آنکھوں والی ہے۔"

اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنیوالی آنکھ:

حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
"اپنی نگاہ کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں مصروف کر دو اور جس آنکھ کے ذریعہ تم نے اللہ عز وجل کا دیدار کرنا ہے اس کو غیر اللہ سے بند کر دو۔ ورنہ! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے گر جاؤ گے۔"

آخرت میں مصیبت:

حضرت غزوان رحمۃ اللہ علیہ کسی جنگ میں شریک تھے۔ان کے سامنے ایک لڑکی آ گئی۔آپ نے اس کو دیکھ لی پھر اپنا ہاتھ اٹھا کر اپنی آنکھ کو ایک چپت لگائی کہ وہ لڑکی بھی خوف کے مارے بھاگ گئی اور انہوں نے اپنی آنکھ کو مخاط کر کے فرمایا:

"خبردار! تو اس چیز کو دیکھتی ہے جو تجھے آخرت میں مصیبت میں ڈال دے گی۔؟"

Marfat.com

آنکھ نکال دی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کیلئے بارش کی دعا کرنے چلے تو ان کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ آپ کے ساتھ کسی خطا کار کیلئے بارش نہیں برسے گی تو انہوں نے لوگوں کے سامنے اس کا ذکر فرمایا اور فرمایا:

''جو لوگ گناہگار ہوں وہ سب چلے جائیں۔''

سب لوگ چلے گئے مگر ایک شخص نہ گیا۔ اس شخص کی داہنی آنکھ نہیں تھی۔ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''تم کیوں نہیں گئے۔؟''

اس نے عرض کیا:

''اے روح اللہ! میں نے ایک پلک جھپکنے کی دیر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔ ایک مرتبہ میں نے دائیں آنکھ پھیری تو میری نگاہ ایک عورت کے قدم پر پڑ گئی تھی۔ حالانکہ اس کو دیکھنے کا میرا ارادہ نہیں تھا، مگر میں نے اس آنکھ کو بھی باہر نکال دیا اور اگر میں اس کو بائیں آنکھ سے دیکھتا تو اس کو بھی نکال دیتا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رو پڑے حتیٰ کہ ان کی ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی پھر ارشاد فرمایا:

''تم دعا کرو کیونکہ تم مجھ سے زیادہ دعا کرنے کے مستحق ہو۔ میں تو نبی ہونے کی وجہ سے معصوم ہوں اور تم اس کے بغیر گناہ سے محفوظ ہو۔''

چنانچہ وہ شخص ہاتھ اٹھائے آگے بڑھا اور عرض کیا:

''اللھم انك خلقتنا وقعد علمت مانعمل من قبل ان تخلقنا فلم یمنعك ذلك ان تخلقنا فلما خلقتنا و تکفلت بار زاقنا فارسل السماء علینا مدرارا''

''اے اللہ! تو نے ہمیں پیدا فرمایا حالانکہ تو ہمیں پیدا کرنے سے پہلے خوب جانتا تھا کہ ہم کیا عمل کریں گے، لیکن پھر بھی ان اعمال نے ہمیں پیدا کرنے سے نہیں روکا تو جس طرح سے تو نے ہمیں ''اپنی مرضی سے'' پیدا فرمایا اور ہماری روزیوں کا کفیل ہوا ''اسی طرح سے'' ہم پر بارش کو بھی خوب برسا دے۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں عیسیٰ کی جان ہے! اس شخص کے منہ سے ابھی کلمۂ دعا پورا بھی نہ نکلا تھا کہ بارش نے اپنی تنابیں ڈھیلی کر دیں اور دیہاتیوں اور شہریوں کو سیراب کر دیا۔''

اعتراض: اگر کوئی یہ کہے کہ اس شخص نے اپنی آنکھ نکال کر گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ کونسی نیکی ہے جس کا وسیلہ پکڑا جائے۔؟

جواب: اگر یہ بات درست ہو کہ اس نے اس وجہ سے اپنی آنکھ نکال دی تھی تو یہ ان کی شریعت میں جائز ہوگا،

Marfat.com

کیونکہ ان کی شریعتوں کے احکام بہت سخت ہوتے تھے اور ان کی عزیمت کے کام بھی اسی طرح سے سخت ہی ہوں اس وجہ سے اس بزرگ نے ایسا عمل کیا ہوگا۔ ورنہ! کبھی بھی گناہ نہ کرنے والا شخص یہ گناہ کیسے کر سکتا ہے۔ شریعت میں یہ حرام ہے۔

عابد کی حکایت:

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک عبادت خانہ تھا۔ اس میں عابدوں کی ایک جماعت رہا کرتی تھی اور یہ ایک عید کے موقع پر جمع ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ ایک دن عید میں شرکت کیلئے نکلے۔ ان میں سے ایک نے ایک نیک عبادت گزار خاتون کو دیکھا تو اپنی نظر کو اس پر ٹکا دیا۔ جب اس خاتون نے اس کو دیکھا تو بغیر اس خیال کے کہ وہ اس کو چاہتا ہے یہ کہا:

''پاک ہے وہ ذات جس نے آنکھوں کو روشن کیا اور وہ دیکھنے کے قابل ہوئیں، لیکن وہ حرام کردہ اشیاء کو دیکھنے میں مصروف ہو گئیں۔''

یہ سنتے ہی وہ عابد منہ کے بل سجدہ میں جا پڑا اور یہ کہنا شروع کر دیا:

''اے میرے اللہ! میں نے جو یہ غلط نگاہ ڈالی ہے اس کی سزا میں میری بینائی سلب نہ کرنا۔ مجھے آپ کی عزت کی قسم! میں اس کو اب کے بعد اتنا رلاؤں گا جتنی اس میں رونے کی طاقت ہے، چاہے یہ ختم ہو جائے۔''

پھر وہ روتا رہا حتیٰ کہ نابینا ہو گیا۔''

نظر کی دعا:

حضرت یوسف بن یونس بن حماس رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے ایک عورت گزری اور ان کے دل میں اتر گئی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ ان کی بینائی ختم ہو جائے۔ چنانچہ ان کی بینائی جاتی رہی۔ اس کے بعد یہ ایک زمانہ تک اسی حالت میں مسجد تک آتے رہے کہ کوئی شخص ان کو مسجد تک لے جاتا اور لے آتا تھا۔ پھر ان کے دل میں کچھ تحریک سی پیدا ہوئی جب کہ ان کو واپس لے جانے والا آدمی وہاں سے چلا گیا تھا اور ان کو ایسا کوئی شخص نہ ملا جو ان کو ان کے گھر تک چھوڑ جائے۔ یہ مسجد سے نکلے اور اللہ تعالیٰ سے بینائی کی واپسی کی دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی درست کر دی۔ پھر وہ اپنے انتقال تک تمام عرصہ سلامتی نگاہ کے ساتھ زندہ رہے۔

مکڑی کا جالا:

ایک شخص نے حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا:

''کاش! آپ کسی کو حکم فرماتے کہ آپ کے حجرے میں جو مکڑی کے جالے بنے ہوئے ہیں وہ صاف کر دیئے جائیں۔؟''

Marfat.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
"تمہیں پتہ نہیں فضول دیکھنا مکروہ ہے۔؟"

انگوٹھے کو تکتا رہا:

حضرت حسان بن ابی سنان رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ عید کے روز باہر چلے گئے۔ جب گھر واپس ہوئے تو ان کی اہلیہ نے پوچھا:
"آج آپ نے کتنی حسین عورتیں دیکھیں۔؟"
جب اس نے بار بار یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا:
"تو تباہ ہو جا! میں جب سے تیرے پاس سے گیا ہوں تیرے پاس لوٹنے تک اپنے انگوٹھے کو ہی دیکھتا رہا۔ (نظر کی حفاظت کرتے ہوئے تاکہ نظر گناہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔)"

آنکھیں بند کر لیتے:

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"حضرت ربیع بن خثیم اپنی نگاہیں بند رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے پاس سے چند عورتیں گزریں تو انہوں نے اسی طرح سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ عورتوں نے یہی سمجھا کہ یہ نابینا ہیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اندھے پن سے پناہ مانگی۔"

شیطان تین جگہوں پر:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:
"شیطان انسان کی تین جگہوں پر ہوتا ہے: اس کی آنکھ میں، اس کے دل میں اور اس کی شرمگاہ میں۔ عورت کے بھی تین جگہ پر ہوتا ہے: اس کی نگاہ میں، اس کے دل میں اور سرین میں۔"

خیانتی آنکھوں کی خیانت:

"یعلم خائنة الاعین" "اللہ تعالیٰ خیانتی آنکھوں کو جانتا ہے۔" مذکورہ ارشاد الٰہی کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:
"ایک شخص کچھ لوگوں میں بیٹھا ہوتا ہے۔ اس کے پاس سے ایک عورت گزرتی ہے۔ یہ شخص ان لوگوں کو یہ دکھلا رہا ہوتا ہے کہ وہ اس عورت کو نہیں دیکھ رہا، لیکن جب وہ ان کو اپنی طرف سے غافل پاتا ہے تو اس کو دیکھ لیتا ہے اور اگر ان کے تاڑ جانے کا خوف کرتا ہے تو اپنی نگاہ کو پھیر لیتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس کے دل کو جانتی ہے کہ وہ اس عورت کو دیکھنے کی چاہت میں مصروف ہے۔"

Marfat.com

غیر محرم:

حضرت عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں آنکھ والا ہوتا۔ مجھے وہ لمحہ نہیں بھولا جب میں نے جوانی میں ایک مرتبہ کسی غیر محرم عورت کو دیکھ لیا تھا۔"

عورت کے پیچھے:

حضرت لقمان حکیم رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"اے بیٹے! شیر اور سانپ کی چاہت پر تو چل لے، مگر عورت کے پیچھے مت چلنا۔"

طویل غم:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جس نے اپنی نظر کو آزاد چھوڑا، اس کی محرمات سے حفاظت نہ کی تو اس کے غم طویل ہو گئے۔"

شہوت کا بیج:

حضرت علاء بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اپنی نگاہ کو عورت کی چادر پر بھی مت ڈال، کیونکہ نگاہ دل میں شہوت کا بیج بوتی ہے۔"

روزہ خراب:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جس نے کسی عورت کے بارے میں اس کے لباس کے نیچے جسم کی حاشیہ آرائی کی (اگر وہ روزہ دار تھا) تو اس نے اپنا روزہ خراب کر دیا (اگر روزہ دار نہ تھا تو بھی خطرناک گناہ کیا۔)"

اندھاپن:

حضرت عمرو بن مرہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک اجنبی عورت کو دیکھا جس کے حسن نے مجھے حیران کر دیا تو اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اندھا کر دیا۔ میرا گمان ہے کہ یہ اسی دیکھنے کی سزا ہے۔

منہ کالا:

ابو عمرو بن علوان کہتے ہیں کہ میں کسی کام کو رحبہ بازار میں گیا تو مجھے ایک جنازہ نظر آیا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چل نکلا تاکہ اس کی نماز میں شرکت کر کروں تو میں دیگر لوگوں کے ساتھ رہا یہاں تک کہ میت کو دفن کر دیا گیا، پھر اچانک میری نگاہ بلا ارادہ ایک حسین چہرے والی عورت پر جا پڑی تو میں نے آنکھیں بھینچ لیں اور "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا، استغفار کیا اور اپنے گھر لوٹ آیا۔ مجھے ایک بڑھیا نے کہا:

"اے میرے آقا! مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں آپ کا منہ کالا دیکھ رہی ہوں۔؟"

Marfat.com

میں نے آئینہ اٹھا کر دیکھا تو واقعی میرا منہ کالا ہو چکا تھا۔ پھر میں نے اپنا خیال دوڑایا کہ یہ کالک مجھے کہاں سے لگی ہے تو مجھے وہ ایک مرتبہ کی بدنگاہی یاد آئی۔ میں نے خلوت میں جا کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی اور چالیس دن کی مہلت طلب کی، پھر میرے دل میں آیا کہ اپنے شیخ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کروں۔ چنانچہ میں بغداد کو روانہ ہو گیا تو جب میں اس حجرہ کے قریب آیا جس میں شیخ قیام پذیر تھے اور دروازہ کھٹکایا تو آپ نے بطورِ کشف و بصیرت مجھے فرمایا:

"اے ابوعمرو! آجاؤ! تم گناہ تو رحبہ بازار میں کرتے ہو اور اپنے پروردگار سے معافی مانگنے بغداد میں آتے ہو۔"

حفاظتِ قلب

اگر دل درست ہو جائے تو:

دل حقیقتِ تخلیق میں تمام آفات سے محفوظ ہوتا ہے۔ حواس خمسہ باہر سے اس کو اطلاعات پہنچاتے ہیں اور ورقۂ دل پر نقش کرتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان تمام راستوں کی خوب حفاظت کی جائے جن سے فتنوں کا خوف ہو۔ اگر یہ دل کسی دوسری چیز سے متعلق ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے جو اس کو اپنی تعظیم کیلئے، مصالح میں فکر کیلئے پیدا کیا تھا اس سے محروم ہو جائے گا اور کسی ایسے فتنہ میں پڑ جائے گا جو اس کی ہلاکت کا سبب بنے گا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الا وان فی الجسد مضغه اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الاوهی القلب" (مسند احمد)

"سن لو! انسان میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ درست رہے تو سارا بدن درست رہتا ہے، اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم بیمار ہو جاتا ہے اور بیشک وہ (لوتھڑا) دل ہے۔"

مومنوں کے دل:

ابن سماک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت دیہات میں رہا کرتی تھی۔ میں نے اس سے سنا، وہ کہتی تھی:

"اگر مومنوں کے دل اپنی فکر کے ساتھ آخرت کے مخفی انعامات کا مطالعہ کر لیں تو ان پر دنیا کا عیش بدمزہ ہو جائے اور دنیا میں ان کی آنکھ کبھی ٹھنڈی نہ ہو۔"

اسیر دل:

حضرت ابوالخیر تیناتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"دنیا کی محبت کے اسیر دل پر آخرت کی مخفی راحتوں سے لذت اٹھانا حرام ہے۔"

Marfat.com

زنگ آلود:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان المومن اذا اذنب کانت نکته سوداء فی قلبه، فان تاب و نزع و استغفر صقل قلبه، وان زاد زادت حتی تعلو قلبه فذلك الران الزی ذکر الله عزوجل فی کتابه (کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون '' (السنن الترمذی)

''جب کوئی مسلمان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے اگر اس نے توبہ کر لی، گناہ سے باز آ گیا اور استغفار کیا تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر اور گناہ کیا تو وہ سیاہ نکتہ اس کے دل پر پھیل جاتا ہے۔ یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح فرمایا ہے: ''ہرگز نہیں بلکہ ان کے دل زنگ آلود ہو گئے ہیں ان (کے گناہوں) کی وجہ سے جو وہ کرتے ہیں۔''

دلوں کی بیماری:

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جسم کی بیماری تکالیف سے ہوتی ہے اور دلوں کی بیماری گناہوں سے۔ جس طرح ہر جسم کو بیماری کی موجودگی میں کھانے کی لذت حاصل نہیں ہوتی اسی طرح گناہوں کی موجودگی میں دل کو عبادت کی لذت نصیب نہیں ہوتی۔''

تلاوت قرآن مجید:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان هذه القلوب تصدا کما یصدا الحدید''

''یہ دل زنگ آلود ہوتے ہیں جس طرح سے لوہا زنگ آلود ہوتا ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا:

''یا رسول الله فما جلاؤ ھا؟''

''یارسول اللہ! انکے زنگ کو صاف کرنے کا طریقہ کیا ہے۔؟''

آپ علیہ السلام نے فرمایا:

''تلاوة القرآن''

''قرآن پاک کی تلاوت۔''

دل کی دوا:

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

Marfat.com

"دل کی دوا پانچ چیزیں ہیں: قرآن مجید کو فکر کے ساتھ پڑھنا۔ پیٹ کو (حرام کھانے یا زیادہ کھانے سے) خالی رکھنا۔ رات کو تہجد پڑھنا۔ سحری کے وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے انکساری اور عاجزی سے گڑگڑانا۔ نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا۔"

دلوں کو پھیرنے والے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان قلوب بني آدم كلها بين اصبعين من اصابع الرحمن تبارك و تعالىٰ كقلب واحد يصر فها كيف يشاء ثم قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم مصرف القلوب اصرف قلو بنا الى طاعتك"

(صحیح مسلم)

"تمام انسانوں کے دل اللہ تبارک وتعالیٰ کی (قدرت کی) دو انگلیوں کے درمیان ایسے ہیں جیسے ایک دل ہو۔ اس کو جیسے چاہے پھیر دے۔"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

"اللهم مصرف القلوب اصرف قلوبنا الى طاعتك"

"اے اللہ! دلوں کے پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی عبادت کی طرف پھیر دے۔"

گردش والے دل:

1: حضرت احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ دل گردش کرنے والے ہیں یا تو عرش کے گرد گردش کرتے اور گھومتے ہیں یا گھاس کی طرح بے قیمت دنیاوی عیش و آرام کیلئے گھومتے ہیں۔"

2: حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ضرب الله مثلا صراطا مستقيما وعلى جنبتي الصراط سوران فيهما ابواب مفتحه وعلى الابواب ستورر خاة وعلى باب الصراط داع يقول يايها الناس ادخلوا الصراط جميعا ولا تعر جوا داع يدعو من جوف الصراط فاذا اراد (يعني العبد) ان يفتح شيئا من تلك الابواب قال ويحك لا تفتحه فانك ان تفتحه تلجه و الصراط الاسلام والسوران حدود الله والا بواب المفتحه محارم الله و ذلك الداعي على راس الصراط كتاب الله والداعي من فوق واعظ الله في قلب كل مسلم"

"اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال بیان فرمائی جس کے دونوں طرف دو فصیلیں ہیں۔ ان میں کھلے ہوئے

Marfat.com

دروازے ہیں اور دروازوں پر لٹکے ہوئے پردے ہیں۔ صراط کے دروازہ پر ایک شخص دعوت دے رہا ہے کہ اے لوگو تم سب کے سب اس صراط (راستہ) پر چلو ادھر ادھر نہ بھٹکو اور ایک پکارنے والا صراط کے اندر پکار رہا ہے۔ چنانچہ جب انسان ان دروازوں میں سے کسی دروازہ کو کھولنا چاہتا ہے تو وہ کہتا ہے! ''تجھ پر افسوس ہے اس کو مت کھول اگر تو نے اس کو کھولا تو اس میں مبتلا ہو جائے گا'' صراط (سے مراد) اسلام ہے اور دو فصیلوں سے مراد اللہ تعالیٰ کی حد بندیاں ہیں اور کھلے ہوئے دروازے اللہ تعالیٰ کے محرمات ہیں اور وہ پکارنیوالا جو صراط کے سرے پر ہے قرآن مجید ہے اور وہ پکارنے والا جو اس کے اوپر سے دعوت دے رہا ہے ہر مسلمان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصیحت کرنے والا ہے۔''

گناہوں کی سزاؤں سے بچنے کی ضرورت

تنبیہات:

گناہوں کی سزائیں مختلف ہوتی ہیں۔ کبھی تو آدمی ان میں فوراً پھنس کر گرفتار ہو جاتا ہے، کبھی دیر سے، کبھی ان کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے اور کبھی دیر تک مخفی رہتا ہے۔ سب سے ہلکی سزا وہ ہے جس کو سزا پانے والا محسوس نہ کر سکے اور سب سے خطرناک سزا یہ ہے کہ بندے سے ایمان و معرفت الٰہی چھن جائے۔ اس سے کم درجہ کی سزا یہ ہے کہ دل مردہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ سے مناجات کی لذت نہ ہوتی ہو، بندے کی حرص گناہ پر تیز ہو جائے، قرآن مجید بھول جائے اور وہ استغفار کو کوئی اہمیت نہ دے۔

کبھی تو باطن کی سزا ملتی ہے کہ آہستہ سے تاریکی پھیل جاتی ہے حتیٰ کہ دل کے افق تک چھا جاتی ہے اور اس کی بصیرت اندھی ہو جاتی ہے۔ سب سے ہلکی سزا وہ ہے جو دنیا میں بدن پر پڑے۔ چنانچہ کبھی بدنگاہی کی سزا نظر پر بھی پڑتی ہے، پس جو شخص اپنے گناہوں کی وجہ سے اپنے نفس کو عذاب الٰہی کا مستحق جاننے لگے اس پر ضروری ہے کہ وہ عذاب کے نازل ہونے سے پہلے پہلے سچی توبہ کرلے تاکہ اس کی یہ توبہ آنے والے عذاب کو ٹال لے۔

نیکی، گناہ اور بدلہ دینے والا:

رسول اکرم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''البر لا یبلی والاثم لا ینسی والدیان لا ینام فکن کماشئت کما تدین تدان''

''نیکی کبھی بوسیدہ نہیں ہوتی، گناہ کبھی نہیں بھلایا جاتا اور بدلہ دینے والا (اللہ تعالیٰ) کبھی نہیں سوتا۔ تو جو چاہے کرلے (دنیا میں تجھے اچھا یا برا سب کرنے کا اختیار ہے) جیسا (عمل) کرے گا ویسا بدلہ دیا جائے گا (اگر نیک عمل کیے تو اجر ملے گا اور اگر برے عمل کیے تو سزا ملے گی)۔''

چالیس سال پہلے:

حضرت ہشام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ بہت غمگین ہوئے تو ان

Marfat.com

سے عرض کیا گیا:

"اے ابوبکر! یہ غم کس بات کا ہے۔؟"

انہوں نے فرمایا:

"یہ غم اس گناہ کا ہے جو میں نے آج سے چالیس سال پہلے کیا تھا۔"

نظر بد:

ایک شخص نے ایک لڑکی کی طرف نظر گناہ سے دیکھا تھا تو اس کا حفظ شدہ قرآن مجید چالیس سال کے بعد بھول گیا تھا۔

گناہ کی توبہ:

حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص بیت اللہ شریف کا طواف کررہا تھا کہ اس کو عورت کی کلائی چمکتی ہوئی نظر آئی۔ اس نے لذت لینے کیلئے اپنی کلائی اس کی کلائی پر رکھ دی تو ان دونوں کی کلائیاں آپس میں چپک گئیں۔ وہ شخص ایک بزرگ کے پاس گیا اور اپنا واقعہ بتایا تو بزرگ نے فرمایا:

"تم واپس اسی جگہ پر جاؤ جہاں پر تم نے یہ گناہ کیا ہے اور رب تعالیٰ سے وعدہ کرو کہ تم دوبارہ یہ حرکت نہ کرو گے۔"

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور اس کو نجات مل گئی۔

اساف ونائلہ:

حضرت ابن ابی نجیح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اساف اور نائلہ ایک مرد اور عورت تھے۔ یہ شام سے بیت اللہ شریف کا حج کرنے کیلئے آئے اور انہوں نے دوران طواف ایک دوسرے کا بوسہ لے لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی شکلیں بگاڑ کر پتھر کر دیئے۔ یہ مسجد حرام ہی میں رہے حتیٰ کہ اسلام ظاہر ہوا اور ان کو نکال باہر کیا۔

غیرت الٰہی:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لا احد اغیر من اللہ عزوجل، فلذلک حرم الفواحش ماظھر منھا و ما بطن"

"اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور پوشیدہ بدکاریوں کو حرام قرار دیا ہے۔ (اس لئے بدکاریوں میں مبتلا ہو کر اللہ تعالیٰ کی غیرت کو چیلنج نہ کرو۔ ورنہ تم کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آسکتے ہو۔)

فرائض وحدود:

حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"ان اللہ تعالیٰ فرض فرائض فلا تضیعوھا، وحد حدود افلا تعتدوھا، وحرم اشیاء فلاتنتھکوھا وسکت عن اشیاء رحمۃ لا عن نسیان فلا تبحثوھا"

"اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض مقرر فرمائے ہیں، تم ان کو ضائع مت کرنا اور کچھ حدود مقرر کی ہیں ان کو مت پھلانگنا اور کچھ اشیاء حرام فرمائی ہیں ان کی خلاف ورزی نہ کرنا اور کچھ باتوں میں رحمت کی وجہ سے خاموشی اختیار کی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے نسیان کی وجہ سے نہیں ہے تم ان کی کھود کرید میں نہ الجھنا۔"

نیکی اور برائی کے اثرات:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان للحسنۃ نورا فی القلب و زینا فی الوجہ و قوۃ فی العمل، وان للخطیۃ سوادا فی القلب ووھنا فی العمل و شینا فی الوجہ"

"نیکی سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے، چہرہ میں رونق ہوتی ہے اور عمل میں قوت ہوتی ہے اور گناہ سے دل میں سیاہی ہوتی ہے، عمل میں سستی ہوتی ہے اور چہرہ میں بدنمائی ہوتی ہے۔"

گناہ پر خوشی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"اے گناہ گار! اپنے انجام بد سے بے فکر مت ہو اور جب تجھے اپنے گناہ کا علم ہو تو گناہ کے بعد اور گناہ مت کر۔ جب تو گناہ میں لگا ہو اور تجھے اپنے دائیں اور بائیں کندھے پر بیٹھے فرشتوں سے حیاء نہ آئے تو یہ اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔ تیرا ہنسنا جب کہ تجھے علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے یہ بھی بڑا گناہ ہے۔ گناہ پر تیرا خوش ہونا جب تو اس کے کرنے میں کامیاب ہو جائے یہ بھی بڑا گناہ ہے۔ جب تو گناہ نہ کر سکے اور اس پر غمگین ہو تو تیرا یہ غمگین ہونا اصل گناہ کرنے سے بڑا گناہ ہے۔ جب تو گناہ کر رہا ہو اور دروازہ پر پردہ کی وجہ سے ہوا کے حرکت کرنے سے خوف آئے، لیکن تیرا دل اللہ تعالیٰ کے حاضر ناظر رہنے سے نہ ڈرے تو یہ اس گناہ سے بھی بڑا ہے۔ اگر تجھے اس کا علم ہو۔"

سات پشتوں تک وبال:

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو جو کچھ فرمایا تھا اس میں ایک یہ بھی تھا کہ جب میری فرمانبرداری کی جاتی ہے تو میں راضی ہوتا ہوں۔ جب راضی ہوتا ہوں تو برکت دیتا ہوں اور میری برکت کی انتہا نہیں ہوتی۔ جب میری نافرمانی کی جاتی ہے تو میں ناراض ہوتا ہوں۔ جب ناراض ہوتا ہوں تو لعنت کرتا ہوں اور میری یہ لعنت سات پشتوں تک جاتی ہے۔"

Marfat.com

توبہ سے آسان:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دیتا ہے۔ اے انسان! گناہ کو چھوڑنا توبہ کرنے سے زیادہ آسان ہے۔"

افضل عبادت:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا:
"افضل عبادت فرائض کی ادائیگی اور حرام سے پرہیز ہے۔"

کس کی نافرمانی:

حضرت بلال بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
"تم گناہ کے چھوٹے ہونے کو نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ تم کس کی نافرمانی کر رہے ہو۔"

ذلت گناہ:

حضرت سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
"انسان چھپ کر گناہ کرتا ہے اور دن کے وقت اس کی ذلت اس کے منہ پر چھائی ہوتی ہے۔"

نہر کی پکار:

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرمایا:
"گزشتہ زمانہ میں ایک جوان نے گناہ کیا۔ جب وہ نہر پر غسل کرنے آیا تو اپنے گناہ کو یاد کیا اور رک گیا۔ وہ شرما کر لوٹنے لگا تو اس کو نہر نے آواز دی کہ اے نافرمان! اگر تو میرے قریب آتا تو میں تجھے غرق کر دیتی۔"

محبوب عبادت:

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
"گناہ چھوڑنے سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی عبادت نہیں۔"

گناہ معمولی یا بڑا:

حضرت فضل بن وکین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"تیرے نزدیک گناہ کی حیثیت جتنی معمولی ہوگی اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ گناہ اتنا زیادہ بڑھ جائے گا اور تیرے نزدیک گناہ کی حیثیت جتنی زیادہ خطرناک ہوگی اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اتنا چھوٹا ہو جائے گا۔"
(یعنی اگر کوئی گناہ کو معمولی سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی شروع کر دے تو یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی ناراضی کا سبب

Marfat.com

ہے اور اگر کوئی گناہ کو اہمیت دے کر اس سے کنارہ کشی کرے یا اس میں مبتلا ہو جائے تو اللہ کے نزدیک وہ قابل معافی ہو جائیگا۔)

محرومی:

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''انسان گناہ کرتا ہے اور اس کی نحوست سے رات کی تہجد (اور دوسری نیکیوں) سے محروم ہو جاتا ہے۔''

مقام صدیقیت:

حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اچھے عمل تو نیک لوگ بھی کرتے ہیں اور گنہگار بھی، لیکن گناہوں سے وہی بچتا ہے جو صدیق ہوتا ہے (صدیق ولایت کا ایک درجہ ہے جس سے اعلیٰ ولایت کا کوئی درجہ نہیں)۔''

گناہ کی خوشی:

حضرت بنان حمال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جس کو گناہ خوش کرتے ہیں وہ کب اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیاب ہو سکتا ہے۔؟''

نتیجہ بد اور خیر:

حضرت ابوالحسن المزین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''گناہ کے بعد پھر گناہ کرنا پہلے گناہ کی بدبختی سے ہے اور نیکی کرنے کے بعد نیکی کرنا پہلی نیکی کا نتیجہ خیر ہے۔''

اگر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جائے تو:

حدیث قدسی ہے۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب فرماتا ہے:

''لو ان عبادی الطاعونی لسقیتھم المطر باللیل و الطلعت علیھم الشمس بالنھار ولم اسمعھم صوت الرعد''

''اگر میرے بندے میری فرمانبرداری اور شکر کریں تو میں ان کیلئے رات کے وقت بارش برساؤ، دن کو دھوپ نکالوں اور ان کو بادل کی گرج تک نہ سنواؤں۔'' (تاکہ ان کے آرام وسکون میں خلل نہ پڑے)

صبر اور محبت الٰہی:

صبر کی دو قسمیں ہیں:

Marfat.com

مرغوب ومحبوب چیز سے بچنا۔
پسندیدہ حکم پر عملدرآمد کرنا۔
پس احکامِ الٰہی پر عمل کرنا بھی صبر ہے اور گناہوں سے رکنا بھی صبر۔ صبر پر وہ شخص قدرت رکھتا ہے جس کو خواہش نفسانی کے عیب اور صبر کے بہتر نتیجہ کا علم ہو، کیونکہ اس طرح اس کے لیے صبر کرنا آسان ہو جائے گا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک حسین وجمیل عورت دو مردوں کے سامنے سے گزری۔ جب نگاہ نے اس کو دیکھنا چاہا تو ایک نے تو اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے نظر جھکالی، وہ لمحہ گزر گیا اور وہ اس واقعہ کو بھول گیا، لیکن دوسرے شخص نے اس وقت اس عورت پر نظر لگادی، اپنا دل اس سے لگالیا اور اس کی یہ ایک نظر اس کیلئے فتنہ اور بے دین ہونے کا سبب بن گئی۔ پس معلوم ہوا کہ گناہوں سے توبہ کی طرف توجہ کی بجائے گناہوں سے بچنا زیادہ آسان ہے۔

عقل کا جوہر:

حضرت حارث محاسبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
''ہر چیز کا ایک جوہر ہوتا ہے انسان کا جوہر عقل ہے اور عقل کا جوہر صبر ہے۔''

رجوع الی اللہ:

جو آدمی اپنے اعضاء کو گناہ سے روکے، عشق کو دبائے، خود کو پاکدامن رکھے، گناہ کی حرکات نہ کرے اور صبر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے کہ یا الٰہی! جتنی ہمت مجھ میں تھی میں نے کرلی، اب جو میری طاقت میں نہیں اس سے تو مجھے محفوظ رکھنا۔ اگر کوئی شخص ان حالات میں ایسا کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا:

''ان اللہ عزوجل تجاوز لامتی عما حدثت بہ انفسھا مالم تتکلم بہ او تعمل بہ''

''اللہ تعالیٰ نے معاف کیا میری امت میں سے ان (گناہ کی خواہشات واردہ) کو جن کے بارے میں نفس گفتگو کرتا ہے، جب تک کہ انسان اس کے بارے میں کلام نہ کرے یا اس پر عمل نہ کرے۔''

عیب عمل سے ہے:

سید الاولیاء حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا:
''جو کچھ انسان کے دل میں آتا ہے اس کی وجہ سے انسان پر عیب نہیں لگایا جاتا، بلکہ اس وقت عیب لگایا جاتا ہے جب وہ اس پر عمل کرے جو اس کی طبیعت میں آئے۔''

فقط محبت الٰہی:

حضرت احمد بن ابی الحواری فرماتے ہیں کہ محمود نے حضرت ابوسلیمان دارانی سے سوال کرتے ہوئے کہا:
''کونسا عمل بڑا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ کے مقرب بننے کا۔؟''
حضرت ابوسلیمان رو پڑے پھر فرمایا:

Marfat.com

"میرے جیسے سے اتنا عظیم سوال پوچھا جارہا ہے۔؟محمود! سب سے زیادہ پسندیدہ عمل جس کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تمہارے دل کی طرف متوجہ ہوتو تیری حالت یہ ہو کہ تو دنیا اور آخرت میں صرف اسی کا طلب گار ہو۔"

عشق اللہ سے:

حضرت سہیل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جس نے قریب سے (معرفت کی نگاہ سے) اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا اس کے دل سے اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے دور ہوگئی اور جس نے اس کی خوشنودی چاہی اللہ تعالیٰ اس کو راضی فرمادے گا۔ جو شخص اپنے دل کی غیر اللہ سے حفاظت کرے اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء کی نگرانی فرمائے گا۔"

اللہ تعالیٰ سے حیاء:

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت محمد بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ میں نے چالیس سال تک غیر اللہ کیلئے ایک قدم بھی نہیں اٹھایا اور چالیس سال تک کسی چیز کو دیکھ کر پسند نہیں کیا، فقط اللہ تعالیٰ سے حیاء کی وجہ سے۔"

دیدارِ باری تعالیٰ:

حضرت ضیغم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کلاب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کی محبت نے اپنے عاشقوں کے دلوں کو غیر کی محبت کی لذت سے نا آشنا کر دیا ہے، ان کیلئے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے سامنے کسی شے کی محبت ہمسری نہیں کرسکتی اور ان حضرات کی آخرت میں انعامات کے حصول میں سب سے بڑی تمنا اور خواہش اپنے محبوب اللہ تعالیٰ کا دیدار ہی ہوگا۔"

حضرت کلاب ان کی یہ بات سن کر بے ہوش ہوگئے۔

غیر کو دیکھتا ہے؟:

حضرت ابوبکر الہلالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر کے ایک درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

"میں نے اس درخت کو جب بھی ایک نظر سے دیکھا تو اس نے میرے سر کو ملامت کی اور کہا کہ کہاں جاتا ہے تو ہمارے سامنے ہو کر بھی ہمارے غیر کو دیکھتا ہے۔"

دلوں کو پھیرنے والے:

حضرت ابراہیم جبلی رحمۃ اللہ علیہ جب اپنے وطن واپس لوٹ کر آئے تو اپنی چچازاد سے نکاح کیا۔ آپ اس حد درجہ محبت میں لگ گئے، حتیٰ کہ ایک لحظہ کیلئے بھی اس سے جدا نہ ہوتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات سوچا کہ میرا میلان اور محبت تو اس کے ساتھ بہت بڑھ گیا ہے، یہ تو بہت برا ہے، جب میں قیامت میں پیش کیا جاؤں گا

Marfat.com

میرے دل میں رچ بس گئی ہوگی تو کیا کروں گا۔؟ چنانچہ یہ سوچ کر میں نے غسل کیا، دو رکعات ادا کیں اور بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

''اے میرے مالک! میرے دل کو بہتر حالت میں پھیر۔''

چنانچہ جب صبح ہوئی تو میری بیوی کو بخار ہو گیا، وہ تیسرے دن انتقال کر گئی اور میں نے اسی وقت ننگے پاؤں مکہ شریف جانے کا تہیہ کر لیا۔

نظر کی حفاظت:

حضرت احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا:

''کونسا عمل سب سے افضل ہے۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''نظر کی ماسوی اللہ کی طرف التفات سے حفاظت کرنا۔''

سر اور دل کی آنکھوں کی حفاظت:

فرمانِ الٰہی ہے:

''قل للمومنين يغضوا من ابصارهم''

(القرآن المجید، سورۃ النور، آیت نمبر 3)

''اے نبی! آپ مومنوں سے فرما دیں کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔''

اسی آیت کے متعلق حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

''سر کی آنکھوں کی حفاظت ان کاموں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اور دل کی آنکھوں کی حفاظت اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک سے ہے۔''

دل اور معرفت الٰہی:

حضرت ابن سمنون رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک مجلس میں فرما رہے تھے:

''کیا تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی نہیں سنا:

''ان الملائكة لا تدخل بيتا فيه صورة او تمثال''

''جس گھر میں تصویر یا بت ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔''

جب بت یا تصور والے گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے تو اس دل کو مشاہدہ الٰہی کیسے نصیب ہو سکتا ہے۔ جس میں انسانی کدورتیں بھری ہوئی ہوں۔

Marfat.com

جنت بے لذت:

موصل کی نیک خاتون حضرت رقیہ عابدہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں:
''میں اپنے پروردگار سے شدید محبت کرتی ہوں۔ اگر وہ مجھے دوزخ میں جانے کا حکم کرے تو اس کی محبت کی موجودگی میں آگ بھی مجھ پر اثر نہ کرے اور اگر وہ مجھے جنت میں جانے کا حکم کرے تو اس کی محبت کی موجودگی میں جنت کی کوئی لذت محسوس نہ ہو، کیونکہ پروردگار کی محبت مجھ پر بہت غالب ہے۔''

محاسبہ و مجاہدۂ نفس

سمجھدار:

نفس غلط خواہشات میں گھرا ہوا ہوتا ہے اگر اس کو ان سے نہ روکا جائے تو یہ اپنی خواہش کو پورا کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے اور غلط آراء، جھوٹی طمع اور عجیب آرزوؤں میں گھر جاتا ہے، خصوصاً جب جوانی ہو۔
حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''الکیس من دان نفسه و عمل لما بعد الموت ، والعجز من اتبع نفسه هو اهاو تمنی علی الله''
''سمجھدار شخص وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کیلئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کی خواہش کی تکمیل میں لگا رہے اور اللہ تعالیٰ (سے جھوٹی) امیدیں قائم کرے۔''

ایک گھڑی کی شہوت:

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر پتھر رکھ لیا اور ارشاد فرمایا:

''الا رب نفس طامعه فی الدنیا جائعه عاریه یو مالقیامه ، الا رب مکرم النفسه و جزلها مهینن ، الارب مهین لفنسه وهو لها مکرم ، الا یارب متخوض متنعم فیما افاء الله علی رسوله ماله عند الله من خلاق، الا وان عمل الجنه حزنه بربوة، الا وان عمل النار سهله بسهوة، الایارب شهوه ساعه اورثت خزنا طویلا''
''سن لو! دنیا میں بہت سے سیر ہو کر کھانے والے قیامت کے دن بھوکے ننگے ہوں گے۔! سن لو! بہت سے لوگ اپنے نفس کی قدر کرنے والے ہیں جن کو یہ (قیامت کے دن) رسوا کرے گا۔! سن لو! بہت سے لوگ اپنے نفس کو ذلیل کرنے والے ہیں جن کی یہ (قیامت کے دن) عزت بڑھانے والا ہے۔! سن لو! بہت سے لوگ اللہ اور اس کے رسول کی عطاء کردہ نعمتوں میں مشغول ہیں ان کیلئے (قیامت میں) اللہ کے پاس کوئی حصہ نہیں ہوگا۔! سن لو! جنت کا عمل اونچے سخت پہاڑ پر چڑھنے (کی طرح مشکل) ہے۔!

Marfat.com

سن لو! دوزخ کا عمل ہموار زمین پر آسانی سے کود جانے کی طرح ہے۔! خبر دار! ایک گھڑی کی شہوت طویل زمانہ تک غمگین (اور عذاب میں مبتلا) کر دینے والی ہے۔!''

اصل پہلوان:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لیس الشدید من غلب الناس ولکن الشدید من غلب نفسہ''

''وہ آدمی پہلوان نہیں ہے جو لوگوں کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان تو وہ ہے جو اپنے نفس پر غالب آ جائے۔''

جہادِ اکبر:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس آئے تو مجاہدین سے فرمایا:

''قدمتم خیر مقدم و قدمتم من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر''

''تمہارا آنا مبارک ہے۔! تم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف آئے۔!''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

''وما الجهاد الاکبر یا رسول اللہ؟

''یا رسول اللہ! بڑا جہاد کونسا ہے۔؟''

ارشاد فرمایا:

''مجاهدة العبد هواه''

''انسان کا اپنی خواہشات نفسانی سے جہاد کرنا (جہاد اعظم ہے)۔''

مجاہدۂ نفس بڑا جہاد اس لیے ہے کہ نفس محبوب چیز ہے، یہ جس چیز کی رغبت کرے وہ بھی محبوب ہوتی ہے، یہ اسی کی دعوت دیتا ہے جس کی خواہش کرتا ہے، اس طرح سے نفس کی مخالفت مکروہ کام میں بھی محبوب ہوتی ہے اور جب یہ کسی محبوب چیز کی طرف بلائے تو پھر محبوب کیوں نہ ہو گی۔؟ جب حالت اس کے مخالف ہو کہ محبوب نفس کسی چیز کو پسند کر رہا ہو اور آدمی اس کی مخالفت کر رہا ہو تو یہ مشکل اور بڑا جہاد کیوں نہ ہو گا، بخلاف کفار کے ساتھ جہاد کرنے کے؟ کیونکہ طبیعتیں دشمنوں سے برسر پیکار ہونے پر تیار ہو جاتی ہیں لیکن نفس سے برسر پیکار ہونے پر تیار نہیں ہوتیں۔

نفس اور خواہشات سے جہاد:

ارشاد الٰہی ہے:

''وجاهدوا فی اللہ حق جهاده''

(القرآن المجید، سورۃ الحج، آیت نمبر 88)

Marfat.com

''تم اللہ کی راہ میں ایسے جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔''

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرت امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس جہاد سے مراد نفس اور خواہش سے مقابلہ کا جہاد ہے۔''

خواہشات نفس کا محاسبہ:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''تم اپنے آپ کا محاسبہ کیا کرو پہلے اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے اور اپنے نفسوں کا وزن کیا کرو پہلے اس کے کہ تمہارا (قیامت کے دن) وزن کیا جائے، کیونکہ آج کا حساب کر لینا آسان ہے قیامت کے دن حساب دینے سے اور خود کو بڑی پیشی کیلئے سنوار لو جس دن تم پیش کیے جاؤ گے تمہاری کوئی غلطی تم سے پوشیدہ نہیں رہے گی۔''

ہر چیز کا حساب:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''مومنین کی جماعت ایسی ہے جس کو قرآن مجید نے قابو کر رکھا ہے۔ قرآن مجید مومنوں اور ان کی ہلاکت کے درمیان حائل ہے۔ بلاشبہ مومن دنیا میں قیدی ہے۔ جو اپنی گردن کو (دوزخ سے) آزاد کرانے کی کوشش میں ہے وہ کسی چیز سے بے خطر نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ اس کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو جائے۔ وہ تو (دنیا میں) یہی جانتا ہے کہ اس کی سماعت، بصارت، زبان اور اعضاء سے حساب ہوگا (اسی لئے وہ ان کو گناہوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے)۔''

نفس کا حساب:

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے نفس کا اس طرح سے حساب نہ کرے جس طرح سے کوئی اپنے شریک سے حساب کرتا ہے۔''

کس نے گناہ پر ابھارا:

سلمہ بن منصور کا ایک غلام حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ حضرت ابن قیس رضی اللہ عنہ کی اکثر رات عبادت و دعا میں بسر ہوتی تھی۔ وہ ایک چراغ کے پاس آتے، اپنی انگلی اس پر رکھ دیتے اور فرماتے:

''حس''

پھر فرماتے:

Marfat.com

”اے حنیف! تمہیں کس نے ابھارا تھا کہ تو نے فلاں دن یہ جرم کیا؟ تمہیں کس نے ابھارا تھا کہ تم نے فلاں دن یہ جرم کیا۔؟“

قدم کہاں کہاں چلے:

حضرت وہیب بن الورد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت کعبہ کا طواف کر رہی تھی اور یہ کہہ رہی تھی:

”اے پروردگار! ساری لذتیں رخصت ہو گئیں اب تو مشقت ہی مشقت رہ گئی۔ اے پروردگار! تیری ذات پاک ہے اور تو سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔ اے پروردگار! آگ کی سزا کے مالک!“

اس عورت کی ساتھی عورت نے کہا:

”اے بہن! تو آج اپنے پروردگار کے گھر میں داخل ہوئی ہے اور ایسی مایوسی کی بات کیوں کرتی ہے۔؟“

اس نے اپنے قدموں کی طرف اشارہ کر کے کہا:

”اللہ کی قسم! میں ان قدموں کو اپنے پروردگار عزوجل کے گھر کے گرد طواف کی اہل ہی نہیں سمجھتی۔ میں ان کو اس کا اہل کیسے سمجھ لوں کہ اپنے پروردگار کے گھر میں ان کے ساتھ طواف کروں حالانکہ مجھے پتہ ہے کہ یہ کہاں کہاں چلے ہیں اور کیوں چلے ہیں۔“

ایک سال سوئے نہیں:

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ ایک رات ایسے سوئے کہ تہجد کیلئے نہ جاگ سکے پھر وہ ایک سال تک اپنے نفس کو سزا دینے کیلئے رات کو جاگتے رہے۔

فقط ایک لمحہ:

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص طویل زمانہ تک عبادت میں مصروف رہا، پھر اس کو ایک ضرورت پیش آئی تو اس نے ہفتہ کے دن کے ستر روزے رکھے، ہر ہفتہ کے دن میں گیارہ کھجور کھاتا تھا اور اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت کا سوال کرتا تھا لیکن اس کی حاجت پوری نہ کی گئی۔ اس نے اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہا:

”یہ خواہش تیری طرف سے ظاہر ہوئی تھی اگر تجھ میں کوئی خیر ہوتی تو تیری یہ ضرورت پوری ہوتی۔“

چنانچہ اسی وقت اس کے پاس ایک فرشتہ ظاہر ہوا اور کہنے لگا:

”اے انسان! تیرا یہ محاسبہ نفس والا ایک لمحہ تیری اس ساری عبادت سے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ نے تیری یہ ضرورت بھی پوری کر دی ہے۔“

بہترین عمل:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

Marfat.com

"سب سے بہتر اعمال وہ ہیں جن کے عمل کرنے پر نفس کو مجبور کیا جائے۔"

حور کا حق مہر:

علی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک عورت دیکھی جو دنیا کی عورتوں جیسی نہیں تھی
میں نے پوچھا:

"تم کون ہو۔؟"

اس نے کہا:

"جنت کی حور ہوں۔"

میں نے کہا:

"تم میرے ساتھ شادی کروگی۔؟"

اس نے کہا:

"ہاں! میرے آقا! اللہ تعالیٰ کو میرے ساتھ نکاح کا پیغام دو۔"

میں نے پوچھا:

"تمہارا مہر کیا ہے۔؟"

اس نے کہا:

"تمہارا اپنے نفس کو مرغوبات سے باز رکھنا۔"

خواہشات کا اسیر:

حضرت ابو محمد جریری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جس پر اس کا نفس حاوی ہو جائے وہ شہوات کا اسیر ہو جاتا ہے، خواہشات نفس کی جیل میں قید ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے دل پر فوائد کے نزول کو حرام کر دیتا ہے۔ اس طرح سے وہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے نہ لذت پا سکتا ہے نہ اس پر عمل کر سکتا ہے، اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا کثرت سے ذکر کرتا ہو۔"

محبت پر قابو:

ہیثم بن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ (عبدالمالک بن مروان بادشاہ کی بیٹی فاطمہ) کی ایک نہایت حسین و جمیل لونڈی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفۃ المسلمین بننے سے پہلے اس کو بہت پسند کرتے تھے۔ آپ نے اس کو اپنی اہلیہ سے طلب کیا اور اس کی حرص کی تو اہلیہ محترمہ نے اس کا انکار کر دیا اور غیرت کھائی۔ یہ لونڈی حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں گھر کیے رہی، جب آپ مسند نشین خلافت ہوئے تو فاطمہ نے لونڈی کو سنورنے کا حکم کیا تو اس نے

Marfat.com

بناؤ سنگھار کیا اور اس کے حسن و جمال کا سورج طلوع ہونے لگا۔ پھر فاطمہ اس لونڈی کو لے کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا:

"اے امیر المومنین! آپ میری فلاں لونڈی کو پسند کرتے تھے اور مانگتے تھے اور میں انکار کرتی تھی۔ آج میرے دل نے اس کو منظور کر لیا ہے۔ یہ رہی وہ لونڈی۔ میں اس کو آپ کے حوالے کرتی ہوں۔"

جب فاطمہ نے یہ کہا تو آپ کے چہرہ سے خوشی چھلکنے لگی، پھر فرمایا:

"اسے میرے پاس بھیج دو۔"

جب وہ حاضر ہوئی اور آپ نے اس کی طرف نظر اٹھائی تو شیفتگی کی حد نہ رہی۔ پھر اس سے فرمایا:

"اپنے کپڑے اتار دو۔"

جب وہ اتارنے لگی تو آپ نے فرمایا:

"رک جا اور بیٹھ کر مجھے یہ بتا کہ تو کس کی ملکیت میں تھی اور فاطمہ کے پاس کیسے آئی۔؟"

لونڈی نے کہا:

"حجاج بن یوسف نے اپنے مالیات کا کام کرنے والے ایک شخص کو مقروض کر دیا۔ یہ شخص کوفہ کا مالدار تھا۔ حجاج نے اپنے مال کے بدلے اس آدمی سے مجھے، ایک غلام اور کچھ مال وصول کر کے معاملہ صاف کیا۔ حجاج نے مجھے (خلیفہ وقت) عبدالملک بن مروان کے پاس بھیج دیا۔ اس وقت میں بچی تھی اور عبدالملک نے مجھے اپنی بیٹی فاطمہ کو ہدیہ کر دیا۔"

آپ نے پوچھا:

"اس مقروض شخص کا کیا بنا۔؟"

لونڈی نے کہا:

"وہ فوت ہو چکا ہے۔"

آپ نے فرمایا:

"اس کی کوئی اولاد بھی ہے۔؟"

کہنے لگی:

"جی ہاں!"

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"ان کا کیا حال ہے۔؟"

لونڈی کہنے لگی:

"بہت برا حال ہے۔"

Marfat.com

آپ نے فرمایا:

''تو اپنے کپڑے پہنے رکھ۔''

پھر آپ نے اپنے ایک ذمہ دار افسر عبدالحمید کو حکم نامہ لکھا کہ فلاں بن فلاں شخص کو خط کے ذریعے میرے پ
بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''حجاج نے تمہارے والد کو جتنا مقروض کیا مجھے بتلاؤ۔؟''

اس نے سب کا سب بیان کیا۔ پھر آپ نے اس لونڈی کو اس لڑکے کے سپرد کیا اور فرمایا:

''تم اس سے صحبت نہ کرنا ہو سکتا ہے تیرے والد نے اس سے صحبت کی ہو۔''

(کافروں اور مسلمانوں کے درمیان جنگ میں جو قیدی گرفتار ہوں ان کے مردوں کو غلام اور عورتوں کو لونڈیاں ا
باندیاں کہا جاتا ہے۔ ان غلاموں اور لونڈیوں کے بہت سے مسائل آزاد انسانوں سے کچھ مختلف ہوتے ہیں۔ ان لونڈیو
ایک حکم یہ ہے کہ ان سے نکاح کرنا بھی جائز ہے اور بغیر نکاح کے بھی صحبت جائز ہے۔ مگر صحبت کی اجازت یا تو ان کو خرید کر مالک
بننے کی وجہ سے ہوتی ہے یا ہبہ اور ہدیہ کی وجہ سے۔ چنانچہ مذکورہ واقعہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس ان کی اہلیہ کا اپ
لونڈی کو ہدیہ میں پیش کرنا، عمر بن عبدالعزیز کا اہلیہ سے ہدیہ میں اس کو طلب کرنا، کپڑوں کے اتارنے کا حکم دینا پھر خود صحبت
کرنے کی بجائے اس کے پہلے مالک کے لڑکے کو ہدیہ کر دینا، اپنی ملکیت سے خارج کر دینا اور اس کو لونڈی سے صحبت کر
سے منع کرنا کہ 'شاید اس کے باپ نے اس سے صحبت کی ہو' یہ سب باتیں شریعت اسلامیہ کے مطابق ہیں۔)

لڑکے نے کہا:

''اے امیر المومنین! یہ آپ کی خدمت میں میں ہدیہ پیش کرتا ہوں۔''

آپ نے فرمایا:

''مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

اس نے کہا:

''چلو! آپ اس کو مجھ سے خرید لیں۔''

آپ نے فرمایا:

''اگر میں نے ایسا کر لیا تو ان حضرات میں سے نہیں ہو سکوں گا جنہوں نے اپنی خواہش نفس پر قابو پایا۔''

جب وہ جوان لونڈی کو لے کر جانے لگا تو لونڈی نے کہا:

''اے امیر المومنین! آپ کی وہ محبت کہاں گئی جس کی وجہ سے مجھے اپنی بیوی سے بطور ہدیہ کے مانگا کرتے
تھے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''وہ تو ابھی تک موجود ہے بلکہ بڑھ گئی ہے۔''

Marfat.com

چنانچہ وہ لونڈی آپ کے نفس میں رہی حتیٰ کہ آپ وفات پا گئے، لیکن آپ نے خواہش نفس کو قابو کیے رکھا۔"

تمہارا رب کون ہے:

جب حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس قبر میں سوال و جواب کرنے والے فرشتے منکر نکیر آئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے دونوں پلوؤں سے پکڑ کر خود پوچھا:

"تم بتاؤ تمہارا رب کون ہے۔؟"

اگر انہوں نے خواہشات کو نہ دبایا ہوتا تو منکر نکیر سے اتنی بے باکی کا اظہار نہ کر پاتے۔

دعا پوری ہوئی:

ابو جعفر منصور جب مکہ شریف کو روانہ ہوا تو اس نے کچھ ملازم روانہ کئے اور حکم دیا کہ تم سفیان ثوری کو جہاں دیکھو وہی سولی پر چڑھا دو۔ چنانچہ ملازم آگے بڑھے، سولی چڑھانے کیلئے لکڑیاں گاڑ دیں اور حضرت سفیان ثوری کو آواز لگائی گئی۔

اس وقت حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا سر مبارک حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی گود میں اور پاؤں حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی گود میں تھے۔ ان حضرات نے آپ سے کہا:

"اے ابو عبد اللہ! اللہ سے ڈرو! ہم پر دشمنوں کو ہنسنے کا موقع نہ دو۔ اپنی حفاظت کر لو اور کہیں روپوش ہو جاؤ"

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کعبۃ اللہ کے پردوں کو پکڑ کر عرض کیا:

"اے اللہ! اگر ابو جعفر مکہ میں داخل ہو جائے تو میں اس سے بری ہوں۔"

چنانچہ یہ ظالم مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے فوت ہو گیا۔ جب حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے کچھ نہ فرمایا۔

اے معزز بھائی! خواہش نفس کی مخالفت کا اثر دیکھ۔ جب اس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے قسم اٹھائی تو اس کی عظمت کا اظہار کس طرح سے ہوا اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار کی عظمت اور نافرمان کی ذلت میں فرق کر کے دیکھ۔

تقویٰ کے دو فوائد:

ایک حکیم کہتا ہے کہ تقویٰ کا ظاہر دنیا کا شرف ہے اور اسکا باطن آخرت کا شرف ہے۔

توبہ اور استغفار کی ترغیب

نبی کریم کا عمل مبارک:

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یایها الناس توبوا الی ربکم فانی اتوب الیه فی الیوم مائة مرة"

Marfat.com

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو۔ بیشک میں بھی اس کے سامنے روزانہ (گناہوں اور خطاؤں سے معصوم ہونے کے باوجود) سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔''

سید الاستغفار:

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کلمات سید الاستغفار ہیں:

''اللهم انت ربی لا اله الا انت خلقتنی وانا عبدك وانا علی عهدك و وعدك ماستطعت اعوذ بك من شر ما صنعت ، ابوء لك بنعمتك علی وابوء لك بذنبی فاغفر لی فانه لا يغفر الذنوب الا انت''

''اے اللہ! تو میرا پروردگار ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو نے ہی مجھے پیدا فرمایا، میں تیرا ہی بندہ ہوں، تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں، جتنی مجھ میں ہمت ہے۔ میں نے جو کیا ہے اس کے شر سے میں تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تیری جو مجھ پر نعمتیں ہیں میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور تیرے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار بھی کرتا ہوں۔ تو مجھے بخش دے، کیونکہ تیرے سوا گناہوں کو بخشنے والا کوئی نہیں ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص ان کلمات کو صبح ہونے کے بعد ایمان و یقین کے ساتھ پڑھے گا اور اس دن میں فوت ہوگا تو وہ جنتیوں میں سے ہوگا اور جو شخص ان کو شام ہونے کے بعد ایمان و یقین کے ساتھ پڑھے گا اور اس رات میں اس کا انتقال ہوگا تو بھی وہ جنتیوں میں سے ہوگا۔''

مکالمہ:

حضرت عمرو بن ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان ابليس قال لربه عزوجل بعزتك وجلالك لا ابرح اغوی بنی آدم مادامت الارواح فيهم ، فقال له ربه عزوجل فبعزتی و جلالی لا ابرح اغفر لهم ما استغفرونی''

''بیشک شیطان نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ مجھے تیرے غلبہ اور جلال کی قسم! میں انسانوں کو اس وقت تک گمراہ کرتا رہوں گا جب تک ان کی روحیں ان کے اجسام میں موجود رہیں گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے بھی اپنے غلبہ اور جلال کی قسم! میں بھی ان کی بخشش کرتا رہوں گا جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے۔''

سفید و سیاہ:

حضرت بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''انسانوں کے اعمال آسمانوں پر اٹھالئے جاتے ہیں۔ جب ایسا کوئی اعمالنامہ اٹھایا جاتا ہے جس میں

Marfat.com

استغفار بھی شامل ہو تو وہ سفید شکل میں اٹھتا ہے اور جب وہ اعمالنامہ اٹھایا جاتا ہے جس میں استغفار موجود نہ ہو تو وہ سیاہ شکل میں اٹھتا ہے۔"

گناہوں پر رونا:

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"گناہ پر رونا گناہوں کو اس طرح سے جھاڑ دیتا ہے جیسے ہوا خشک پتوں کو (درختوں سے) جھاڑ دیتی ہے۔"

فرشتے گناہوں کو بھول جاتے ہیں:

حضرت رقاشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جو شخص اپنے گناہوں پر روتا ہے تو اس کے پاس رہنے والے، اس کی حفاظت کرنے والے اور اس کے اعمال لکھنے والے فرشتے اس کے گناہ کو بھول جاتے ہیں۔"

تیس سال تک روتے رہے:

حضرت مضر بن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"میں حضرت ابوالحجاج جرجانی کے ہاں ایک دن حاضر ہوا اور ان سے بات کرنا چاہی، مگر انہوں نے مجھ سے بات نہ کی۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ کو کیا حرج ہوگا اگر آپ کے پاس کوئی علم کی بات ہو اور مجھے بتا دیں۔؟ تو انہوں نے مجھے فرمایا:

"تم نے کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔؟"

میں نے کہا:

"جی ہاں۔!"

انہوں نے فرمایا:

"اس کو تیرے اعمالنامہ میں لکھ کر اللہ جل شانہ کے حضور پیش کیا گیا ہے۔؟"

میں نے عرض کیا:

"جی ہاں۔!"

انہوں نے فرمایا:

"کیا تمہیں علم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف کر دیا۔؟"

میں نے عرض کیا:

"مجھے علم نہیں ہے۔"

Marfat.com

تو انہوں نے فرمایا:

''پھر یہاں کیوں آرام سے بیٹھے ہو اور کیوں خاموش ہو؟ روتے کیوں نہیں۔؟ جاؤ اپنی زندگی کے تمام دن اپنے نفس پر رونے پر گزار دو حتیٰ کہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیرے گناہ کا کیا حال ہے ۔کیا وہ بخش دیا گیا ہے یا نہیں۔''

اس کے بعد حضرت مضر رحمۃ اللہ علیہ خوف کے مارے تیس سال تک روتے رہے حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

☆☆☆

فصل نمبر 24:

شرعی پردہ

شرعی پردہ کی اہمیت وفضیلت:

پردہ کا رواج قدیم زمانے سے چلا آتا ہے۔یونان قدیم کی عورتیں بہت ہی حسین وجمیل تھیں۔ان کی عادت تھی کہ گھر سے باہر نکلتے وقت اپنے چہروں کو اپنے دامن یا کسی خاص اوڑھنی سے ڈھانپ لیا کرتی تھیں۔

فنیقیہ کی عورتیں سرخ پردہ اوڑھا کرتی تھیں۔یونان کے سب سے پہلے مصنف نے پردہ پر مضمون لکھا۔بیان کیا جاتا ہے کہ بادشاہ عولیس کی بیوی بنلاپ ہمیشہ پردہ اوڑھے رہتی تھی۔

شہر شیب کی عورتوں کا پردہ خاص ہوتا تھا جس میں آنکھوں کے سامنے دو سوراخ ہوتے تھے تاکہ بآسانی راستہ دیکھا جا سکے۔

اسپارٹا کی نوجوان لڑکیاں شادی ہونے سے پہلے لوگوں سے ملتی جلتی تھیں،مگر شادی ہونے کے بعد پردہ پوش ہو جاتی تھیں۔

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ عموماً عورتیں اپنے چہروں اور سروں کو ڈھانکے رہتی تھیں،جب انہیں بازار جانا ہوتا تو سر سے لے کر پاؤں تک برقع اوڑھے ہوئے نکلنا ان پر ضروری تھا،خواہ وہ شادی شدہ ہوں یا کنواری۔

اسی طرح سیلٹر یہ ایشیا' ایران اور عرب میں پردہ کا رواج پایا جاتا تھا۔رومانی عورتوں میں یہ رسم انتہائی حد تک جاری تھی کہ جب ان میں سے کوئی عورت باہر نکلتی تو نہایت احتیاط کے ساتھ ایسا پردہ اوڑھتی جو ایک لمبی چادر کی شکل میں ٹخنوں کے نیچے تک لٹکا ہوا ہوتا تھا،پھر اس کے اوپر ایک عبا پہن لیتی تاکہ کوئی عضو نظر نہ آئے۔

اسلام کے ظہور قدسی کے وقت عورت اخلاقی حیثیت سے حد درجہ گری ہوئی تھی۔بیان کیا گیا ہے کہ عرب کی قوم میں شروع ہی سے پردہ کا رواج تھا۔غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ادنیٰ درجہ کی عورتیں مردوں کے ساتھ بغیر پردہ کے سفر کرتی تھیں۔چونکہ اس اختلاط سے دونوں جنسوں میں خرابیاں پیدا ہونے کا اندیشہ تھا،اس لئے اسلام نے عورتوں کو منظر عام پر ظاہر ہونے سے منع کیا اور ان کو اپنے گھروں کو زیب وزینت بخشنے کا حکم دیا:

Marfat.com

"وقرن في بيوتكن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى" (سورۂ احزاب)
"اپنے گھروں میں جمی بیٹھی رہو اور حسن کا مظاہرہ کرتی نہ پھرو جیسا کہ پہلے جہالت کے وقت میں دستور تھا۔"

نصوص شرعیہ یعنی قرآن مجید کی صریح آیات اور صحیح احادیث و آثار سے کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اسلام نے پردہ کے بارے میں تشدد برتا ہو جیسا کہ ہم ان ممالک میں مشاہدہ کرتے ہیں جہاں صحیح اسلامی تعلیمات کی کمی ہے:

"یاایھاالنبی قل لازواجك وبناتك ونساء المومنين يدنين عليهن من جلابيبهن ذلك ادنیٰ ان يعرفن فلا يوذين وكان الله غفورا رحيما"

(سورۂ احزاب)

"اے نبی! اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی چادروں کو اپنے اوپر لٹکائے رکھیں، یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو ان کو کوئی نہ ستائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

"وقل للمومنات يغضضن من ابصارهن" (سورۂ احزاب)
"اور مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی آنکھوں کو نیچا رکھیں۔"

ان آیات کا سمجھنا اور اس سے اصلاحی مقاصد کے نتائج اخذ کرنا ان لوگوں کے لیے آسان ہے جنہوں نے گزشتہ زمانے کی قوموں اور اجتماعی حالتوں کا مطالعہ کیا ہے۔ نیز ان پر یہ امر واضح ہو جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض و غایت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے دنیا کی اصلاح کی جائے اور برائیوں کا قلع قمع کیا جائے۔ عورت کے جملہ امور کی اصلاح کر کے اس کے ذریعہ سے ایک نظام قائم رکھا جائے تاکہ وہ ظالموں کے لیے مظالم کا تختۂ مشق اور شہوت پرستوں کے حلق میں لقمۂ تر نہ بن جائے۔

مغربی مصنفوں میں سے ایک منصف مزاج مصنف "ہملٹن" اپنے تاثرات کا اس طرح اظہار کرتا ہے:

"اسلامی احکام عورت کی شان میں نہایت صریح ہیں جو اس کی عزت افزائی کو برقرار رکھنے اور اس کو بے حرمتی و ایذا رسانی سے محفوظ رکھنے کی طرف خاص توجہ دلاتے ہیں۔ اسلام نے پردہ کے باب میں تنگ نظری سے کام نہیں لیا جیسا کہ بعض مصنفوں کا خیال ہے بلکہ اس نے غیرت و مروت کے اسباب کا لحاظ رکھا ہے۔"

ایک مغربی سیاح نے اپنے حالات سفر میں لکھا ہے:

"جاوا میں جو عرب مقیم ہیں وہ عام طور سے پردہ کی پابندی نہیں کرتے' جاوا کی عورتیں ہالینڈ میں رہنے والی اپنی ہم جنس بہنوں کی طرح آزادی سے بہرہ اندوز ہوتی ہیں۔"

تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ ازواج نبی کو ان کے گھروں میں ٹھہرے رہنے اور ان کو زیب و زینت کا مظاہرہ کرنے سے منع کرنے کا حکم صادر ہونے کے بعد وہ دنیا سے بے خبر اور عزلت گزیں نہیں ہو گئی تھیں جیسا کہ بعض مغربی مصنفین کا

Marfat.com

خیال ہے، کیونکہ سیدہ عائشہ زوجہ آنحضرت نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جنگ میں شرکت کی' سیدہ فاطمۃ الزہراء ر
اللہ عنہا نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دعویٰ میں بیشتر حصہ لیا اور سیدہ زینب نے اپنے چھوٹے
بھتیجے کو حادثہ کربلا کے بعد امویوں کے پنجہ سے رہائی دلائی۔

غرضیکہ نامور خواتین اسلام کے تذکرے تاریخ کے صفحات پر جا بجا پائے جاتے ہیں جن کے دیکھنے سے معل
ہوتا ہے کہ اسلام کا ان پر گہرا اثر تھا اور وہ قومی زندگی کے میدان میں برابر شریک ہوا کرتی تھیں۔

جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ عرب جاہلیت' یہود اور نصاریٰ کے اخلاق و کردار میں انتہائی زوال وانحط
پیدا ہو چکا تھا۔ قرآن کریم نے ازواج نبی کو ان کے گھروں میں ٹھہرے رہنے اور جاہلیت کے سے زیب و آرائش
مظاہرہ کرنے سے پرہیز اختیار کرنے کا جو حکم دیا تھا اس کی وجہ سے اخلاقی توازن برقرار ہو گیا اور سیرت و کردار کی
اونچی ہو گئی کیونکہ ازواج نبی اوروں کے لئے بہترین نمونہ تھیں۔

یہاں ''وان ہیمر'' کا قول درج کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا وہ کہتا ہے:

''پردہ کو اسلام نے ضروری اور عورتوں کو اجنبیوں سے میل جول رکھنے کو جو حرام قرار دیا ہے اس کا مفہوم ہر گز یہ نہیں ہے کہ عورتوں سے اعتماد کے جذبہ کو فنا کر دیا جائے بلکہ یہ ایک وسیلہ ہے ان کے ناموس کی حفاظت واحترام کا اور ذریعہ ہے ان کی رسوائی کی روک تھام کا۔ درحقیقت اسلام کی نظر میں عورت کا جو درجہ و مقام ہے وہ یقیناً قابل رشک ہے۔''

ایک منصف مزاج مصنف کے اس زرین قول کو مدنظر رکھ کر ذیل کے اقوال و آراء کا جائزہ لیجئے:

ترتلیان نے اپنی کتاب ''عورت کی تعریف'' میں یہ بیان کیا ہے:

''عورت شیطان کا دروازہ ہے کیونکہ اس نے آدم علیہ السلام کو جو خدا کا ایک مظہر ہیں' ممنوعہ درخت کا پھل کھانے کی ترغیب دے کر بگاڑ دیا۔''

لوفی کہتا ہے:

''عورت ایک برائی ہے جو ناگزیر ہے' ایک نکہت ہے جس کی طرف دل کھنچے جاتے ہیں' ایک بلائے ناگہانی ہے جس سے راہ گریز نہیں' ایک بجلی ہے کوندتی ہوئی اور ایک بیماری ہے مہلک اور لاعلاج۔ اتھوڑ کلیسا کے حکام نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ عورت جماعت میں اپنے حق سے محروم رکھی جائے۔ چنانچہ اس کو محفلوں اور تقریبوں میں شریک ہونے سے ممنوع قرار دیا گیا۔ عورتیں چپ چاپ پردہ اوڑھے رہیں۔ ان کا کام محض یہ ہے وہ اپنے شوہروں کی اطاعت و فرماں برداری کریں اور چرخہ کاتنے' کپڑا بننے اور چکی پیسنے کے کام انجام دیتی رہیں۔ جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو اپنے بدن کو سر سے پاؤں تک ڈھانکے رکھیں۔''

یہاں یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ جاہلیت عرب میں عورت کو جو آزادی حاصل تھی وہ بمقابلہ یونان کے بہت زیاد

Marfat.com

تھی اسی کے بارے میں بائرن کہتا ہے:

"عورتیں جاہلیت میں مردہ دل اور مجبور نہیں تھیں وہ میدان جنگ میں جنگجو شخص کی امداد کیا کرتیں اور ان میں حمیت و جواں مردی کے جذبات بیدار کیا کرتی تھیں۔ بہادر اور شہ سوار میدان جنگ میں اترتے تھے تو اپنی بہنوں' بیویوں اور اپنی معشوقوں کے گیت گایا کرتے تھے ان کے لیے یہی قابل تحسین و آفریں تھا کہ ان کی معشوقات ان کی بہادری کے کارناموں کو حیرت و استعجاب کی نظر دے دیکھیں۔ اس کے لیے ہر بہادر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا تھا۔ جس طرح اخلاق و شجاعت مرد کی بلند ترین خوبیوں میں شمار ہوتے تھے اسی طرح عفت اور پاکدامنی عورت کا خوبصورت اور دلفریب زیور تھا۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ عورت کی توہین کسی غیر قبیلہ والے نے کر دی تو عرب کے ریگستانوں میں جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے اور خون کی بارش ہونے لگی۔"

عربوں کی طبیعت میں غیرت و حمیت کا جذبہ غالب تھا جس کی وجہ سے وہ عورت کا انتہائی احترام کرتے تھے۔ چنانچہ اسلام نے بھی ان کے اس عظیم الشان کردار کو اجاگر کیا اور ایسے احکام پیش کیے جنہوں نے عورت کے احترام اور اس کے مرتبہ کو دوبالا اور اس کی قدر و منزلت کو دو چند بلند کر دیا۔ مسلمانوں کے اندر کمزوروں کی دست گیری' مظلوم کی دادخواہی اور انسانیت کی آواز پر لبیک کہنے کے جذبات پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے۔ یہ کردار شامیانوں سے عالی شان محلوں تک سرایت کر گئے۔

کیا مورخین کی یہ روایت ہم نے نہیں پڑھی کہ عبدالملک بن مروان اپنے دستر خوان پر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے خبر پہنچی کہ ایک عرب دوشیزہ شکوہ کر رہی ہے کہ وہ رومانیوں کے پاس قید ہے اور کہہ رہی ہے:

"اے عبدالملک!"

خلیفہ نے یہ سن کر قسم کھائی کہ جب تک اس دوشیزہ کو اس قید و بند سے رہائی نہ دلائے گا اس وقت تک زندگی کی لذتوں کے نزدیک نہ جائے گا اور اس نے اپنی اس قسم کو پورا کر دکھایا۔

اسلام کی پہلی صدیوں میں مشرق میں عربوں کی حکومت کے زوال تک عورت کی بڑی قدر و منزلت تھی' عربی عورت کا مقام اور اس کا درجہ آج کل کی مغربی حکومتوں میں عورت کے مقام و درجہ سے کہیں زیادہ بلند و بالا تھا جس کے بعض شواہد و آثار یہ ہیں:

1: ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ اپنے عہد میں اپنے جلیل القدر کارناموں' بلند اخلاق اور بے شمار خوبیوں کی بدولت مشہور ہے۔

2: سیدہ سکینہ بنت حسین اپنی ہمسروں میں در نایاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی شان میں بائرن کہتا ہے کہ وہ اپنے عہد کی سردار تھی۔ کیونکہ وہ حسن و جمال میں یکتا ہونے کے ساتھ ساتھ اخلاق و کردار میں بھی بے مثال تھی۔ طلب علم کا ان کو بے حد شوق تھا۔ علماء و صالحین کی صحبت میں بیٹھنے کا ان کو شرف حاصل تھا۔ اس کے ساتھ آپ نے

Marfat.com

اکثر علوم وفنون میں حصہ لیا ہے۔

3: شہدہ جو فخر النساء کے لقب سے مشہور ہے' پانچویں صدی ہجری میں جامع بغداد میں جمہور کو ادب اور تاریخ کا درس دیا کرتی تھی۔ ان کے حلقۂ درس میں اہل فضل وعرفان کا ایک جم غفیر شریک ہوا کرتا تھا۔ تاریخ اسلام میں ان کی وہی قدر ومنزلت ہے جو بڑے بڑے علماء کو حاصل ہے۔ اگر یہی شہدہ یورپ میں اسلامی تمدن وثقافت کی خوشہ چینی سے پیشتر نمودار ہوتیں تو وہ اس کو نذر آتش اس لئے کر دیتے کہ وہ جادوگر ہے۔

کیا ان تمام دلائل وشواہد کے بعد بعض مستشرقین دین اسلامی اور نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی بہتان باندھنے کی جرأت کر سکتے ہیں؟ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح قول ہے:

''مازال جبریل یوصینی باالنساء حتی ظننت انه سیحرم طلاقهن''

''جبریل مجھے ہمیشہ عورتوں کی خیر خواہی کی وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ ان کی طلاق کو بھی حرام کر دیں گے۔''

یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ مغربی عورت انیس سو سال بعد اس مقام پر پہنچی جس میں اس نے اپنے احترام وشرف کا حصہ پایا' لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس نے وہ شرعی ومذہبی رتبہ حاصل کیا جو اسلامی عورت کو ملا تھا؟ ہرگز نہیں۔ مسلمان عورت کو وہ حقوق ومراعات دی گئیں جن سے اس کی وہ بہن محروم ہے جو اپنے قومی تمدن وثقافت پر فریفتہ وشیدا ہے۔

اتنا ہی کافی ہے کہ اسلام نے لڑکی کو جب تک وہ غیر عاقلہ ہے اور سن بلوغ کو نہیں پہنچی ہے' اس کے ماں باپ اس کے سرپرستوں کے زیر نگرانی وکفالت رکھا ہے۔ جونہی وہ سن بلوغ تک پہنچ گئی' اس کو وہ تمام حقوق سپرد کر دیئے جاتے ہیں جن سے وہ شخصی طور پر آزادی کے ساتھ اوروں سے بے نیاز ہو کر بہرہ ور ہو سکتی ہے۔ نیز اسلام نے اس کے والدین کی میراث کا اس کو حق دار ٹھہرایا ہے۔ نیز یہ کہ اس کے بالغ ہونے کے بعد کوئی شخص بغیر اس کے رضامندی کے اس سے شادی نہیں کر سکتا۔ جب وہ بیاہی جائے تو وہ انسانی جماعت میں ایک مستقل رکن ہونے کی حیثیت سے اپنی شخصیت نہیں کھو بیٹھتی۔ نیز اسلام نے شوہر پر بیوی کے تمام کاموں کے انتظام کو (جیسا کہ وہ اس کی خواہش کرے) انجام دینے کو ضروری قرار دیا۔ شریعت نے بیوی کے اموال اور اس کی آمدنی میں اس کی اجازت کے بغیر مداخلت کرنے کی اجازت نہیں دی۔ عورت کو یہ حق عطا کیا کہ وہ اپنے شوہر یا اپنے باپ یا اپنے بھائی جس سے چاہے امداد طلب کر سکتی ہے۔ ماں ہونے کے اعتبار سے اس پر چند مقررہ حقوق ہیں۔

ان تمام مذکورہ بالا بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ نے عورت کو وہ مقام اور رتبہ عطا کیا جو مغربی عورت سے کئی گنا بہتر اور بڑھ چڑھ کر ہے۔ اب مغربی عورت کے مقابلہ میں مسلمان عورت کی پستی وانحطاط کا سبب محض یہ ہے کہ اسلامی جماعتوں کے درمیان علوم ومعارف کی نشر واشاعت بہت کم ہے' حالانکہ اسلام اس امر کا متقاضی ہے کہ علم جس قدر پختہ' گہرا اور وسیع ہوگا اتنا ہی اسلامی اصول اور اس کے احکام اجاگر ہوں گے اور مسلمان صحیح معنوں میں اس پر عمل درآمد کریں گے۔

Marfat.com

یا پردہ عورت کے لیے ضروری ہے؟:

گزشتہ صفحات میں ہم نے عورت کی ماہیت اور اس کے کمال کو بیان کر دیا اور یہ بھی ظاہر کر دیا کہ عورتوں کو یہ کمال ردوں ہی کے ماتحت رہنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اب اس جگہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ عورتوں کے استقلال اور ان کی صحیح یت وسعادت کے لیے پردہ نہایت ضروری ہے۔ اگرچہ عورتیں موجودہ وقت میں کچھ دنوں کے لیے بے پردہ ہوگئی ں اور مرد عورت خوش خوش نظر آ رہے ہیں لیکن یہ یاد رہے کہ یہ حالت طویل زمانہ تک باقی نہیں رہ سکتی' کیونکہ عورت کی حالت فطرت انسانی پر منطبق نہیں ہے۔ فی الوقت اگرچہ مردوں کی غیرت کو مدنیت کی بعض شلوں اور لہو واجب کے ظاہر نے کچھ دنوں کے لے مدفون کر دیا ہے' لیکن ہمیشہ کے لیے وہ فوت نہیں ہو سکتی' ایک روز آئے گا کہ یہ غیرت ابھر ے گی اور پھر عورتیں نہایت سختی کے ساتھ قید کی جائیں گی۔

میری یہ تحریر ان حضرات کے نزدیک جنہوں نے انسان اور انسانیت کی مجموعی حالتوں کا مطالعہ نہیں کیا ہے ایک لی اور شعری معلوم ہوگی' لیکن صاحب عقل و ہوش کے نزدیک یقیناً یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ ہماری اس تحریر پر تاریخی ادت موجود ہے۔ چنانچہ بطور مثال ہم رومی سلطنت کو پیش کرتے ہیں جس سے یورپ کی تمام سلطنتیں پیدا ہوئی ہیں۔

آٹھویں صدی قبل مسیح میں رومی سلطنت ایک چھوٹے پیمانہ پر قائم ہوئی' لیکن آہستہ آہستہ مرور زمانہ کے ساتھ تی اور ترقی کرتی گئی' یہاں تک کہ لوگ زبردست مدنیت کے مالک ہو گئے۔ اس سلطنت میں تمام عورتیں پردہ کے در رہا کرتی تھیں اور اپنی حیات منزلی کی تدبیر میں مصروف تھیں' پردہ یہاں تک ترقی کر گیا کہ دایہ بھی اپنے مکان سے کل سر سے پیر تک مخفی ہو کر نکلتی تھی۔ اس دور پردگی میں رومیوں نے ہر چیز میں حیرت انگیز ترقی کی' بڑے بڑے مجسمے ئے' عالی شان مکانات اور محل وغیرہ تیار کیے اور بڑی بڑی وسیع سلطنتوں کو فتح کیا۔ اکثر قومیں ان کی غلامی میں زندگی کرتی تھیں۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ لہو ولعب کی طرف میلان ہوا یہاں تک کہ عورتوں کو بھی پردے سے باہر نکالا گیا تا مجلس طرب میں شریک ہوں اور مجلس کی زیب و زینت کو ترقی دیں۔ عورتیں پردہ سے باہر نکلیں تو اس طرح نکلیں کہ ردوں پر غالب آ گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عورتوں کی عفت وعصمت' اخلاق و طہارت سب ان کے نزدیک بے معنی الفاظ ئے اور وہ محض مردوں کی شہوات حیوانی کا آلۂ کار سمجھی جانے لگیں۔ تھیٹروں میں شریک ہوتی تھیں' محفلوں اور مجلسوں ں گاتی اور ناچتی تھیں۔ غرض اس طرح مردوں پر غالب ہوتیں کہ افراد حکومت کے عزل ونصب میں بھی ان کی آوازوں قدر و قیمت تھی لیکن افسوس! رومی سلطنت کی اس حالت پر تھوڑا زمانہ بھی نہ گزرا کہ مصائب و آلام کی پیہم بارشیں نے لگیں اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والا شخص حیرت زدہ ہو جاتا ہے جب یہ دیکھتا ہے کہ سلطنت روما کی وسیع اور بلند رتوں کے پتھروں کو انہی عورتوں کے نازک ہاتھوں نے ہلا ڈالا اور ایک ایک کر کے پھینک دیا۔ اس کی وجہ یہ نہیں ہے عورتوں کی فطرت میں فساد داخل ہے' بلکہ مردوں نے ان کو فتنہ میں ڈال دیا اور خود بھی ان کے ساتھ فتنوں میں شامل گئے۔ یہ ایک سیاسی حقیقت ہے جس میں مباحثہ ومجادلہ کی گنجائش نہیں۔

علامہ لو بز برول کہتا ہے:

Marfat.com

''سیاسی فسادات ہر زمانے میں موجود ہوئے ہیں' لیکن یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے کہ اس فساد کے جو اسباب گزشتہ زمانے میں ہوئے ہیں بعینہ وہی موجودہ زمانے میں بھی ہیں' یعنی عالم کے ہر دور میں اخلاق فاضلہ کی بنیادوں کے منہدم کرنے میں سب سے زبردست سبب عورت کا وجود ہوا ہے۔''

اس عمرانی مصنف کے شایان شان تھا کہ وہ اس بگاڑ کے بہتان کو عورت کے سر چسپاں نہ کرتا' کیونکہ مرد ہی نے عورت کو محض اپنے میلانات وخواہشات کے لیے بگاڑ کا ذریعہ بنایا۔ پھر وہی مصنف موجودہ تمدن کی خطرناک علامتوں اور جمہوریہ رومان کے عہد کے حالات کے مابین موازنہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

''جمہوریہ رومان کے آخری عہد میں ارباب سیاست ان کمینہ عورتوں کی صحبتوں میں زندگی بسر کرنے لگے تھے جن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ چنانچہ آج کل وہی حال ہے جیسا کہ اس دور میں ہو گیا تھا۔ تم دیکھو گے کہ لوگ خواہشات نفسانی اور لذات جسمانی کے پیچھے جنون کی حد تک پڑ گئے ہیں۔''

رومانی قوم کو (جو مجد وشرف کی دلدادہ تھی) وہ کیا واقعہ پیش آیا جس نے ان کی سابقہ تاریخ کو حرف غلط کی طرح مٹا ڈالا۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی آنکھوں کے روبرو اپنی عزت وشان کی بنیادیں اکھڑتی ہوئی دیکھیں مگر ان کے دل میں ذرا بھی غیرت وحمیت کا جذبہ نہ ابھرا۔ بھلا یہ کب تصور میں آنے والی بات تھی کہ رومانی قوم' جو اپنی عظمت حکومت کے زمانے میں عورتوں کے پردہ میں غلو پسند واقع ہوئی تھی اس کے بعد ان کو اجازت دے ڈالے کہ وہ مراد سیاست پر غالب ہو جائیں اور عزل وتقرر کی باگ جس وقت چاہیں ڈھیلی کر دیں؟ اس قدر تیزی کے ساتھ یہ عجیب غریب انقلاب کیا تھا۔؟ کیا ان دونوں حالتوں میں طبعی تدریجی رفتار نہیں پائی جاتی۔؟ بے شک وہی نسوانی فساد وانتشار فطری اصول کے مطابق نشوونما پایا' ابتدا حقیر مقدار میں شروع ہوا پھر وہ جسم میں ناگہاں مہلک مرض کی شکل میں نمودار ہو گیا۔ انیسویں صدی کا دائرۃ المعارف کہتا ہے:

''عورتوں کی زیب وزینت کے لیے یہ جنونی عشق شہنشاہیت کے عہد ہی میں رواج پایا' لیکن جمہوریت کے ابتدائی زمانے میں عورت اپنے گھر ہی میں رہا کرتی اور اس میں چرخہ کاتا کرتی تھی' لیکن فساد اور بگاڑ روم میں رفتہ رفتہ سرایت کرتا گیا یہاں تک کہ کاتون نے آنے والے سیلاب شر وفساد کے خطرہ سے آگاہ کیا' اس کے چند دنوں کے بعد فسق وفجور اور شر وفساد کی انتہا نہ رہی۔''

کاتون نے اپنی قوم کے روبرو کیا کہا؟ پردہ کو چھوڑ دینے کے خطرہ سے کس طرح ڈرایا اور اس کی پیش گوئی کس قدر درست نکلی؟ یہ وہ تاریخی حقائق ہیں جن پر ہم یہاں ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں۔

رومانیہ میں اس قانون کی تنسیخ کے لیے جس میں عورتوں کی بے جا آرائش وزینت کی حد بندی کی گئی تھی' جب بغاوت وانقلاب کے آثار نمایاں ہونے لگے' تو کاتون نے (جو دوسری صدی قبل مسیح میں جمہور روما کے نزدیک فلسفہ وحکمت میں مشہور تھا) اس انقلاب کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اور کہا:

''اے اہل روما! کیا تمہیں یہ وہم وگمان ہے کہ جب تم ان کے ان روابط وتقیدات کو توڑنے پر قابو پاؤ گے جو ان

Marfat.com

کے استقلال کو محفوظ کرتے اور ان کو اپنے شوہروں کی اطاعت گزار بناتے ہیں تو عورت کی رضامندی تمہارے لیے آسان ہو جائے گی؟ کیا موجودہ قیود و شروط کے ہوتے ہوئے ہمارے لیے یہ دشوار نہیں ہو گیا ہے کہ وہ اپنے فرائض و واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی کر رہی ہیں؟ کیا تم نہیں دیکھتے کہ وہ قریب میں ہمارے دوش بدوش ہو جائیں گی اور ہمیں اپنے غلبہ و اقتدار میں کر لیں گی؟ وہ کس دلیل و حجت کی وجہ سے اپنا اجتماعی انقلاب برپا کر رہی ہیں۔؟

ان میں سے ایک لڑکی نے جواب دیا:

''ہم یہ چاہتی ہیں کہ سونے اور چاندی میں جگمگائیں' ریشمی پوشاکوں میں لہرائیں' شہر کی سڑکوں پر تہواروں کے دن اور دوسرے دنوں میں چلیں پھریں' شاندار سواریوں میں سوار ہوا کریں تاکہ ہم منسوخہ قانون پر اپنی فتح و کامرانی کا مظاہرہ کریں اور آزادی کے ساتھ ہم تمہیں انتخاب کر کے بہرہ ور ہوں نیز ہماری یہ بھی خواہش ہے کہ تم ہماری نقل و حرکت کے لیے کوئی حد مقرر نہ کرو۔''

کاتون نے کہا:

''پس اے اہل روما! تم نے میرے وہ اکثر و بیشتر شکورے سن لئے جو میں نے تمہارے روبرو مردوں اور عورتوں کی بے جا زیادتیوں کے متعلق پیش کیے۔ یہ بھی تم نے سن لیا کہ جمہور دو متضاد بیماریوں افراط و تفریط کے مابین گرفتار ہیں۔ یہ ایسی بیماریاں ہیں جنہوں نے بڑی بڑی سلطنتوں کے تخت الٹ دیئے۔''

انیسویں صدی کا دائرۃ المعارف مذکورہ بالا بیان درج کرنے کے بعد کہتا ہے کہ کاتون کو اس قانون کی مدافعت میں کامیابی نصیب نہ ہوئی لیکن اس کی تمام پیش گوئیاں پوری ہوئیں۔ پھر اس کے بعد کہتا ہے:

''ہماری موجودہ اجتماعی ہیئت میں جس میں عورتیں اپنی بے جا آزادی سے بہرہ یاب ہو رہی ہیں' ہم ان کے اندر ادنیٰ درجہ کا ذوق اور میلان پاتے ہیں جو ان کو ہمیشہ اپنی آرائش جمال اور لوازمات حسن کی افزائش میں مشغول ہونے پر آمادہ کرتا ہے۔ یہ تمام نہایت خطرناک علامات ہیں جیسا کہ روما اس سے پہلے ان میں گھر چکا ہے۔''

اس داستان کو چھوڑیئے! اب ایک قدم آگے بڑھ کر دیکھئے کہ کہ رومانیہ کی تہذیب میں بگاڑ اور ملک میں فساد و خلل پیدا ہونے کے بعد کیا حالت ہوئی؟ کیا عورتیں سونا اور چاندی میں جگمگا اٹھیں؟ نرم و مہین پوشاکوں میں لہرائیں' سڑکوں پر ان کی صبح و شام آمد و رفت کا منظر رہا' شاندار سواریوں میں سیر کرتی رہیں' جیسا کہ سلطنت رومانیہ کے عظمت آفرین دور میں ان کی شان تھی؟ ہرگز نہیں، بلکہ ہم نے دیکھ لیا کہ لوگوں نے عورتوں کے حقوق کو ہضم کر لیا اور ان کو ان کے درجہ سے گرا دیا' یہاں تک کہ ان کے لئے گوشت کھانا اور ہنسنا بولنا حرام قرار دے دیا' اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ ان کے منہ میں بھاری مضبوط تالے ڈال دیئے جن کا نام انھوں نے موزلیبر رکھا تھا۔ حالت اس سے بھی نازک اور بدتر ہو گئی یہاں تک کہ ساتویں صدی عیسوی میں روما کی ایک مجلس میں جس میں بڑے بڑے لوگ جمع تھے یہ مسئلہ پیش کیا گیا کہ کیا عورت کے لیے روح ہے۔؟

Marfat.com

الغرض عورت کو ایسے مظالم و آفات میں گھیر ا گیا جن کو سننے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' ان حوادث و واقعات میں غور کرنے والا حیرت زدہ رہ جاتا ہے اور خود سے سوال کرتا ہے کہ کل تک جو عورتیں خوشحال اور مردوں پر اپنی آزادی و غلبہ کی وجہ سے خوش خوش تھیں' وہ آج کس طرح ظلم و ستم کا تختہ مشق بن کر رہ گئی ہیں اور کیوں کر ان کی حالت جانوروں سے بھی بدتر ہو گئی؟ اس قدر سریع انقلاب و تغیر کا سبب کیا ہے؟ وہ کیا راز ہے جس نے عورت کی گزشتہ آزادی کو چھین کر غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا اور اس کو وحشت و بربریت کے درجہ تک پہنچا دیا۔؟

یہ تمام سوالات وہ ہیں جن کو تاریخ کا پڑھنے والا اپنے دل میں پاتا ہے اور اسی وقت ان کی گہرائی اور تہہ تک پہنچ سکتا ہے جب کہ وہ ان کو نفسیاتی و عمرانی اصولوں کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھے۔ ہم ان کا نچوڑ چند الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

جب روما کی سلطنت وسیع ہوئی' اہل روما نے دیگر قوموں پر تسلط اور برتری حاصل کر لی' جب انہوں نے روئے زمین پر کوئی مناظر باقی نہ چھوڑے تو ان کے اندر عیش پرستی اور عشرت پسندی کی محبت جاگزیں ہو گئی۔ یہ دونوں چیزیں دونوں جنسوں کے باہمی میل جول ہی سے پوری ہوتی تھیں۔ مزید برآں یونانی ملحدوں اور ان کے رومانیہ کے مقلدوں کی تعلیمات نے ان کے دل و دماغ پر سونے پر سہاگہ کا کام دیا' چنانچہ انہوں نے ان کی عورتوں کو پردہ سے باہر قدم نکالنے کی اجازت دے دی۔ اس میں رفتہ رفتہ یہاں تک ترقی ہوئی کہ عورتیں سیاسی امور پر غالب ہو گئیں۔ اس اختلاط میں ایسی آرائشیں گھل مل گئیں جن کے ذکر سے قلم شرمسار ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کی ہمتیں مر گئیں' ان کے عزائم فنا اور ان کے دل مردہ ہو گئے۔ وہ باہم جنگ و جدال اور خوں ریزی میں پڑ گئے۔ فساد بڑھتا ہی گیا اور اس دوران میں نہایت تلخ ناک نتائج و حوادث رونما ہوئے۔ لوگوں کے دلوں میں یہ بات گھر کر گئی کہ اس شر و فساد کا سبب عورتیں ہیں۔ اس بناء پر رفتہ رفتہ ان کے خلاف کینہ و عداوت کی چنگاریاں سلگنے لگیں' دلوں میں کدورت روز بروز بڑھنے لگی' یہاں تک کہ بات اس نوبت پر پہنچ گئی جس کو ہم نے اوپر قرون وسطیٰ سے سترھویں صدی کی انتہا اور انیسویں صدی کی ابتدا تک کے حالات میں بیان کر دیا ہے۔ آج ہم یورپ میں دیکھ رہے ہیں کہ وہاں کے لوگ جو روزانہ عورتوں کے فتنہ و فساد کو بڑھانے والے اسباب کا اختراع کرتے' ان کی طہارت و عفت پر حملہ کرنے اور ان کو اگلوں کی طرح گمراہی و تباہی کے غار میں دھکیلنے کے لیے تخیل وسائل و ذرائع ایجاد کرتے ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ بعینہ رومانیہ کے دور کا اپنے ملک میں اعادہ کریں۔ اس کا اندازہ ان کے عقلاء و مفکرین نے بخوبی لگایا ہے جیسا کہ ہم نے اوپر ان کے آراء و خیالات کا تھوڑا سا خاکہ کھینچا ہے۔

ایسے پر آشوب و پر فتن دور میں اور تہذیب و تمدن کے جاذب نظر مظاہر میں جب کہ عورت مرد کے ہاتھوں میں کھلونا بن گئی ہے' مسلمان عورت کا پردہ نشین ہونا ہی اس کی عصمت و عفت کا کفیل ہے۔ اسلام نے اس کے لیے ایسے حکیمانہ قوانین پیش کیے ہیں جو دلوں میں سرایت کر چکے ہیں۔ ان میں تبدیلی اسی وقت ممکن ہے جب کہ وہ بالکلیہ دین اسلام ہی کو بدل دیں حالانکہ ایسا ناممکن ہے۔ کیا یہ مشاہدہ نہیں ہے کہ مسلمان عورت تیرہ سو سال سے ان حادثات و انقلابات سے محفوظ ہے' جن سے دنیا کی دیگر عورتوں کو دوچار ہونا پڑا ہے؟ پردہ کی نعمت سے بڑھ کر اور کون سی چیز ہو سکتی

Marfat.com

ہے جب کہ وہ عورت کو مرد کے ہاتھ کا کھلونا بننے سے مانع اور اس کی خواہشات کا نشان بننے میں رکاوٹ ڈالنے کا بہترین آلہ ہے۔؟

مصنف ''خاتون جدید'' کہتا ہے کہ یورپ میں کئی ایسی جماعتیں ہیں جو بھاری مطالبات طلب کر رہی ہیں اس کے باوجود کسی کے دل میں یہ بات نہیں گزرتی کہ وہ عورتوں کے پردہ کا مطالبہ کرے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ ارباب مذاہب میں سے جدت پسند افراد وسیع پیمانہ پر عورت کی آزادی اور اس کے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں تا کہ وہ مرد کے مساوی ہو جائے۔ یہ لوگ معتدل مسالک رکھنے والوں کے ساتھ اس معاملہ میں متفق ہیں' اس اتفاق و ہم آہنگی کا راز اور اس کا سبب کیا ہے؟ مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ فلسفۂ عصر حاضر کا موسس اگسٹ کانٹ اور تمام فلاسفۂ وقت جو فلسفۂ حسی کے علمبردار ہیں' یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ عورت نے اس ظاہر فریب اور باطل آزادی سے نہ صرف ایک بڑا حصہ حاصل کیا' بلکہ وہ فطری سرحدوں سے باہر نکل گئی ہے۔ گزشتہ بیان میں ان مفکرین کے اقوال ثبوت میں پیش کر دیئے گئے ہیں۔

ہم پردہ کو اس لئے پسند نہیں کرتے کہ وہ ان کی عفت کا سامان ہے۔ اس مقصد کے لیے تو پردہ کا مطالبہ نہیں ہے۔ بلکہ ہم اس کو محض اس لئے پسند کرتے ہیں کہ وہ ایک مضبوط پناہ گاہ ہے جس میں عورتیں مردوں کے فاسد ارادوں اور ان کے گمراہ کن حملوں سے محفوظ اور بے خوف رہ سکتی ہیں' کیونکہ ان کو اعتماد ہے کہ ان کی جسمانی ترکیب و ساخت میں کوئی ایسی چیز نہیں کہ وہ کسی دن یا روزانہ بھی پردۂ عصمت کو چاک کر ڈالیں تو سر بازار رسوا ہو جائیں۔ اسی لیے ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ وہ ہر حیلہ و تدبیر اور ہر وسیلہ سے عورتوں کو ورغلانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ دنیا کے حوادث کا استقراء کرنے سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرد ہی عورت کے اغواء کا سبب ہے۔ یہاں تک کہ ''جریدۂ المقطم'' جس نے پردہ کی عمرانی پہلو سے مذمت کی ہے' 8 فروری 1501 کے پرچہ میں اس صریح حقیقت کی شہادت دیتے ہوئے کہتا ہے:

> ''ہر نظام جماعت کی تاریخ گواہ ہے کہ مرد ہی دامن عفت کو چاک کرنے والا اور عورت ہی اپنی عفت وعصمت کی مدافعت کرنے والی ہے۔''

عورت کی ترقی اور پردہ:

انسانی زندگی کے ہر دور میں ہم دیکھتے آئے ہیں کہ وہ جب کسی چیز سے محبت کرنے لگتا ہے تو اس کے حسن و جمال پر ہزاروں دلیلیں پیش کر دیتا ہے اور جب وہ کسی سے نفرت کرنے لگتا ہے تو اس کے قبح و فساد پر دنیا بھر کی برہانوں کو لا کھڑا کر دیتا ہے۔ اگر وجود کے درمیان کوئی شاہد عادل آڑ نہ ہوتا تو حقائق و واقعات اس دنیا میں انسان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتے۔ انسان ہر چیز کی بہ نسبت بے حد جدال پسند اور جھگڑالو واقع ہوا ہے۔

مصنف ''خاتون جدید'' کہتا ہے:

> ''پردہ کا نقصان یہ ہے کہ وہ عورت کو اس کی فطری آزادی سے محروم کر دیتا' اس کو اس کی نشو و نما اور تربیت کی تکمیل کرنے سے روک دیتا اور بوقت ضرورت اس کے کسب معاش میں حائل ہو جاتا ہے' نیز اس سے

Marfat.com

میاں بیوی عقلی وادبی زندگی کی لذت سے بے بہرہ ہو جاتے ہیں۔ ان ماؤں کا وجود اس کو راس نہیں آتا جو اپنی اولاد کی تربیت پر قدرت رکھتی ہیں۔ پردہ کی وجہ سے قوم ایک ایسے انسان کی طرح ہو جاتی ہے' جس کا ایک بازو مفلوج ہو گیا ہو۔''

سابقہ حسی برہانوں اور دلیلوں کی روشنی میں پردے کے فائدے یہ ہیں کہ وہ عورت کو اس کی حقیقی آزادی عطا کر ہے' عورت کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ آزادی کیا ہے۔ پردہ سے عورت اپنے آپ کو تربیت مادری کے لیے آراستہ کرنے کی قدرت رکھتی ہے' اس کی وجہ سے وہ مردوں کے ساتھ اشتراک عمل سے باز رہتی ہے۔ اسی کے ذریعے شوہر اور بیوی زندگی کی حقیقی لذت سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں' اسی کی بدولت اپنی اولاد کی تربیت پر قدرت رکھنے والی مائیں صحیح اسلامی تربیت دے سکتی ہیں' اسی کے وسیلہ سے قوم ایک ایسے تندرست انسان کی طرح ہوگی جس کے ظاہری اعضاء بھی ہیں اور باطنی بھی۔

مخالفین پردہ کہتے ہیں کہ پردہ میں درج ذیل تین اہم نقصانات ہیں جو عورت پر نہایت برے اثرات چھوڑتے ہیں۔:

1: پردہ عورت کی صحت کو کمزور کر دیتا، مختلف امراض و آفات کا نشانہ بنا دیتا اور اس کے اعصاب کو مضمحل کر دیتا ہے۔ جب اعصاب کمزور پڑ گئے تو جسمانی قوتوں کا نظام درہم برہم ہو گیا' اس بناء پر پردہ نشین عورت لامحالہ اپنی شہوات وخواہشات کی اسیر ہو جائے گی کیونکہ تندرست اعصاب ہی انسان کے ضبط کے لیے بہترین مددگار ہیں اور ان کے کمزور ہو جانے سے انسان اپنی خواہشات کے ہاتھ میں کھلونا اور شہوات نفسانی کا غلام ہو جاتا ہے۔

2: پردہ منگنی کرنے والی اپنی منگیتر کا چہرہ دیکھنے سے باز رکھتا ہے' یہی بڑا سبب ہے کثرت طلاق اور باہمی مخالفت کا۔

3: پردہ عورت کو تہذیب وشائستگی اور علم وفن حاصل کرنے سے روکتا ہے، نیز وہ تعلیمی گھرانوں میں عورت کو عقلی وادبی قوتوں کے نشوونما میں اپنے میلانات کی پیروی کرنے سے باز رکھتا ہے۔

ہم مخالفین کے مذکورہ بالا شکوک وشبہات کی اس طرح تردید کرتے ہیں کہ پردہ نشین عورتیں نہ بیمار ہیں اور نہ کمزور اعصاب کی بلکہ وہ مجموعی طور پر بے پردہ عورتوں کے مقابلہ میں زیادہ قوی اور تندرست ہیں۔ اس قضیہ کو ہر مشرقی مجرد نگاہ سے تسلیم کر سکتا ہے۔ مسلمان عورتوں پر چودہ سو سال گزر گئے کہ وہ پردہ نشینی میں اپنی عزت وآبرو کو محفوظ کیے ہوئے ہیں۔ اگر محض پردہ ان کے اندر کسی قسم کا ضعف واضمحلال رونما کرتا تو ضروری تھا کہ اس کو مرد اور عورتیں نسلاً بعد نسل موروثی طور پر پاتے' یہاں تک کہ آج مسلمان مرد اور مسلمان عورت کمزوری اور اضمحلال قوت کی ضرب المثل بن جاتے' کیونکہ عضویاتی اصول اسی کے متقاضی ہیں لیکن ہم اس کے برعکس مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ پردہ نشین عورتوں کے لڑکے بے پردہ عورتوں کے مردوں سے زیادہ قوی وتندرست ہیں' اس کے علاوہ از روئے صحت مردم شماری سے یہ نہیں ظاہر ہوتا کہ مرنے والوں میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ اگر پردہ صحت کے لیے مضر ہوتا تو طبعی طور پر مرنے والی عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہوتی، حالانکہ یہ بات مشاہدہ کے خلاف ہے۔

Marfat.com

مخالفین کا یہ قول کہ "پردہ نشین عورتیں اپنی خواہشات کی غلام ہوتی ہیں" عملی نفسیاتی نقطۂ نظر پر چسپاں نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ امر کسی انسان سے پوشیدہ نہیں کہ شہوتوں کی طرف شدت کا میلان انسان میں صرف اسی وقت پایا جاتا ہے جب کہ وہ محرکات نفسانی میں گرفتار ہو گیا ہو۔ جب بآسانی انسانی عقل اپنے مطلوب تک پہنچنے کا راستہ ڈھونڈھ لیتی ہے تو بے قابو ہو جاتی ہے۔ اب شہوتوں کی جولان گاہ دونوں عورتوں میں سے کون ہیں؟ پردہ نشین یا بے پردہ؟ اپنے شدید موروثی دینی غیرت کے جذبہ کے ساتھ مردوں کے اختلاط سے بالاتر عورت یا ان سے میل جول رکھنے والی؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ دوسری قسم کی عورت ہی شہوتوں کی آماجگاہ بن سکتی ہے؟ نفسیاتی اصول اس حقیقت پر بہت بڑے شاہد ہیں۔ یہ تصویر کا ایک رخ ہوا، جبکہ اس کا دوسرا رخ یہ ہے کہ انسان کے لیے جب اپنی خواہشات نفسانی تک پہنچنا آسان ہوتا ہے تو اس کے دل پر اس کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے، کیونکہ اس سے اس کی عقل پر پردہ پڑ جاتا اور غیرت وحمیت کا جذبہ کمزور ہو جاتا ہے۔ اس کو مثال کے ذریعہ سمجھانے کی ضرورت نہیں بلکہ ہمارے روبرو اس قسم کی بے شمار مثالیں اور شواہد موجود ہیں جو ہمارے اس دعویٰ پر بین دلیل ہیں۔

جب یہ ثابت ہو گیا تو پردہ نشین عورت ہی شہوتوں کی طرف بہت کم میلان رکھتی ہے اور دوسروں کی بہ نسبت یقینی طور پر اس کے دل و دماغ میں جذبات فاسدہ کا گزر بہت کم ہوتا ہے اس مسلمہ قضیہ میں بحث وجدل کی کوئی گنجائش نہیں۔

ضعف اعصاب اور اس کی وجہ سے عقلی قوتوں کے نظام میں عدم توازن کی زد سے دیکھا جائے تو میں کہوں گا کہ یہ مشرقی عورتوں کے مقابلہ میں مغربی عورتوں کے نزدیک زیادہ ہے' کیونکہ یہ عصبی کمزوری محض پردہ نشینی اور گوشہ گزینی سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کے بے شمار اسباب ہیں جن میں سے غم و ہم' فکر و تردد' بے جا زیادتی' فقر و فاقہ اور عشق و ہجر وغیرہ ہیں۔ جو شخص طبی رسالہ کی ورق گردانی کرے گا تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ بیماری مغربی عورتوں میں ایک معمولی چیز ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ کسی قوم میں کمزوری اعصاب کے لئے بے شمار علامات ہیں ان میں سب سے اہم کثرت خودکشی ہے۔ چنانچہ لومبروزو اور اس کے علاوہ دیگر محققین جرائم نے ثابت کر دیا ہے کہ انسان اپنی صحیح عقلی قوتوں کے ہوتے ہوئے ہرگز قتل یا خودکشی کے جرم کا ارتکاب نہیں کرتا' چونکہ عقلی قوتوں کی درستگی صحت اعصاب کے تابع ہے۔ اس لئے کثرت خودکشی ایک ایسی علامت ہو گی جو ہمیں اس امر کی طرف رہبری کر رہی ہے کہ کس دنیا کی عورتیں عصبی کمزوری میں مبتلا ہیں۔

مجلہ مجلات جلد نمبر 11 نے اطالیہ کی سرکاری مردم شماری سے ثابت کیا ہے کہ وہاں 1889ء سے 1899ء تک یعنی دس سال کی مدت میں 569 عورتوں نے خودکشی کر لی۔ عین اسی مدت میں فرانس میں 5869 عورتوں کی خودکشی کے واقعات پیش آئے' ان آثار و شواہد کے پیش نظر کیا اسلامی ممالک میں اس قدر خودکشی کے حادثات کبھی دیکھنے میں آتے ہیں؟ لہٰذا کثرت خودکشی اس امر کی بین حسی دلیل ہے کہ لامحالہ اس کا سبب نفسانی بزدلی اور ضعف اعصاب ہے۔ اس بناء پر اسلامی عورتیں مغربی عورتوں کے بالمقابل قوی الاعصاب ہیں اور ان کی بہ نسبت اپنے نفس پر قابو رکھنے اور

Marfat.com

خواہشات پر غلبہ پانے کی زیادہ قدرت رکھتی ہیں۔
مخالفین کا یہ قول کہ پردہ منگیتر کو دیکھنے مانع ہے جس کی وجہ سے کثرت طلاق اور گوناں گوں شکایات عورتوں ۔۔۔ متعلق کی جاتی ہیں، صریحاً غلط ہے کیونکہ کثرت طلاق اور مردوں کا عورتوں پر ظلم وستم مسلمانوں ہی کے ساتھ کچھ مخصو۔۔۔ نہیں بلکہ یہ اکثر و بیشتر ہم سے زیادہ متمدن ملکوں اور تہذیب یافتہ طبقات میں بھی پایا جاتا ہے۔
باقی رہا مخالفین کا یہ دعویٰ کہ پردہ عورت کو تہذیب و تعلیم حاصل کرنے سے باز رکھتا ہے، صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ لڑ۔۔۔ ابتدائی عمر سے لے کر بارہ سال تک مدارس میں جاسکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی عقل کو تہذیب وشائستگی کا ایک پا۔۔۔ درجہ حاصل کرنے کے لیے یہ پانچ برس کافی ہیں۔ امت کے غیور افراد کے لیے یہ امر مانع نہیں کہ وہ فوقانیہ مدارس ایج۔۔۔ کریں جن میں تمام معلمات عورتیں ہی ہوں۔ لڑکیاں بغیر نقاب کے اندرون رہیں اور جب مدرسہ سے باہر نکلیں اپنے چہرے پر نقاب اوڑھ لیں اور گھر جا کر اتار دیں۔ اگر وہ مدارس فوقانیہ یا اونچے درجے کی تعلیم کے لیے معلما۔۔۔ کے فقدان کا عذر کریں تو یہ بہانہ سازی میں شمار ہوگا کیونکہ کوئی چیز خلوص نیت سے کی جاتی ہے تو اس کے لیے ہمتیں او۔۔۔ عزائم بھی پختہ و بیدار ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ایک فضول سی بات ہے کہ ہم کسی کام کو وقت واحد ہی میں شرو۔۔۔ کر دیں۔ ہر کام آہستہ آہستہ انجام پاتا ہے، پہلے چھوٹے پیمانے پر کیا جاتا ہے اور پھر وہی رفتہ رفتہ نشوونما پا کر درجۂ کمال وتمام تک پہنچ جاتا ہے۔
جب یہ ثابت ہوگیا تو یہ کہنا بہت آسان ہے کہ پردہ نہ تو صحت کے لیے ضرر رساں ہے اور نہ اعصاب کو کمزو۔۔۔ کرنے والا، بلکہ یہ ایک مادی ڈھال ہے اور اکثر برائیوں اور برے ارادوں کے حملوں کی روک تھام کرتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ ساتھ پردہ پر علم وادب کے نقش ونگار بھی کر دیے جائیں تو یہ انسانی سوسائٹی کی بہت سی خرابیوں کو دور کر دے گا جو اس مادی تمدن کے جسم پر ایک مہلک زخم کی صورت میں نمودار ہو رہی ہیں۔

مخلوط تعلیم کا اثر عفت وعصمت پر:

ایک خاتون ان الفاظ میں اپنی دلسوزی کا اظہار کرتی ہیں:
"جو لڑکیاں مخلوط تعلیم کی پیداوار ہیں، ان کی اخلاقی سیرت کے متعلق یہ کہنا چاہتی ہوں کہ مخلوط تعلیم سے ان کی خلقی عصمت اور غیرت تباہ ہو جاتی ہے اور ان میں زیادہ سے زیادہ مردانہ اوصاف پیدا ہو کر انہیں زیادہ سے زیادہ خراب کر دیتے ہیں جس کے بعد گھریلو زندگی کے نظام سنبھالنے کے قابل نہیں رہتیں۔ موجودہ یونیورسٹیوں کی مخلوط تعلیم جو مغربی خطوط پر قائم ہے۔ ہماری لڑکیوں کے لیے بے سود اور غیر ضروری ہے۔"
جن ملکوں میں مخلوط تعلیم عام ہے ان کے واقعات ملاحظہ فرمائیے امریکہ کے متعلق وہاں کے جج لنڈ سے کا بیان ہے:
"ہائی اسکول کی کم عمر والی چار سو پچانوے لڑکیوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ ان کو لڑکوں سے جنسی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے۔"

Marfat.com

اسی جج لنڈسے کا بیان ہے:

"اندازہ ہے کہ ہائی اسکول کی کم از کم 45 فیصد لڑکیاں مدرسہ چھوڑنے سے پہلے خراب ہو چکی ہیں۔"

ایک مغربی خاتون مسز ڈون تھی ہال اپنے مضمون "عورتوں کی تعلیمی وقت" میں رقمطراز ہیں:

"آخر میں یہ امر قابل توجہ ہے کہ مخلوط طریقہ تعلیم میں اگرچہ دعویٰ کتنا بھی کیا جائے۔ ان جذباتی وقتوں کے ازالہ نہیں ہوتا جو نوجوانوں میں صنفی شعور کے آغاز سے پیدا ہو جاتی ہیں اور جو بعض طبائع کے لیے مطالعہ میں کامل انہماک کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرتی ہیں جو چودہ اور اٹھارہ برس کی درمیانی مدت میں ناگزیر ہیں۔ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے مابین روزمرہ کے اختلاط کے نتیجہ کے طور پر نہ صرف جذباتی تعلقات پیدا ہو سکتے ہیں بلکہ مطالعہ اور ضبط زندگی کے لیے اور بھی زیادہ تباہ کن یہ بات ہے کہ بعض اوقات شاگرد استادوں سے جذباتی وابستگی پیدا کر لیتے ہیں۔"

امتیازی لباس کا حکم:

عہد نبوی میں کچھ بدمعاش یہودی اور منافق اس طرح کے تھے جو عورتوں کو چھیڑا کرتے تھے اور دوسری قسم کی عورتوں کے ساتھ بعض پاکدامن شریف عورتیں بھی ان کی چھیڑ چھاڑ سے نہیں بچتی تھیں۔ دوپٹہ اور چادر بڑھا کر آپ نے لباس میں امتیاز پیدا کر دیا۔ اس امتیاز پیدا کر دینے کے بعد خود رب العالمین نے فرمایا:

"لئن لم ينته المنافقون والذين في قلوبهم مرض والمرجون في المدينة لنغرينك بهم ثم لا يجاورونك فيها الا قليلا" (سورة الاحزاب)

"اگر منافق اور جھوٹی خبریں مدینہ میں اڑانے والے باز نہ آئے تو پھر بلاشبہ ہم تم کو ان کے پیچھے لگا دینگے، پھر وہ تیرے ساتھ تھوڑے دنوں کے علاوہ شہر میں رہنے نہ پائیں گے۔"

اس امتیازی شان کے بعد بھی اگر کسی بدطینت نے کسی پاک دامن عورت کو چھیڑا تو اس کو معاف نہیں کیا جائے گا عہد نبوی میں ایسا ہی ہوا کہ یہودی جلاوطن ہوئے۔

عورت کے باہر جانے کے آداب واحکام:

کہنا یہ ہے کہ اولاً: تو قرآن مجید کا مطالبہ ہے کہ عورتیں بغیر ضرورت گھر سے باہر نہ پھریں، جیسا کہ قرآن مجید کی اس سلسلہ کی پہلی آیت (وقرن فی بیوتکن) میں صراحتاً حکم گزرا ہے۔

ثانیاً: قرآن مجید کا مطالبہ ہے کہ اگر ضرورت کی وجہ سے ان کو نکلنا ہی پڑے تو نگاہیں پست رکھیں اور شہوت کے کام سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔ پھر یہ کہ نکلیں تو ستر چھپا کر۔

ثالثاً: باہر نکلیں یا کسی کے سامنے آئیں تو چادر (دوپٹہ) اوپر سے ڈال لیں اور بدن کا تراش وخراش ظاہر نہ ہونے دیں جیسا کہ ابھی آیت گزری "یدنین من جلابیبھن" اور دوسری جگہ قرآن مجید نے اعلان کیا:

Marfat.com

''اور عورتیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال دیں۔''

دوپٹہ ڈالنے کا طریقہ:

خمار لغت میں اس دوپٹہ کو کہتے ہیں جس کو عورت اپنے سر پر ڈالتی ہے۔ سلف صالحین نے بیان کیا کہ سر پر لاکر سینوں پر اس طرح ڈالا جائے کہ جسم کے ابھار اور مواضع زینت میں سے کوئی حصہ نظر نہ آئے۔ اس طرح ہرگز نہ کہ دوپٹہ کا آنچل پیچھے کی طرف ڈال لیا جائے جس سے سینہ کا ابھار نہ چھپ سکے، بلکہ اس میں اور ابھار پیدا ہو جائے جیسا کہ جاہلیت کے دور میں رواج تھا اور جس کو اسلام مٹانے آیا تھا۔ یہاں یہ حکم ہے کہ قمیض کے اوپر دوپٹہ اس طرح ڈالا جائے کہ پوری ستر پوشی ہو سکے۔

ہمارے شعراء کرام کے یہاں جوبن کے ابھار کو جو جگہ حاصل ہے وہ کسی سے مخفی نہیں اور طبعاً نیز شعراء وغیرہ کا تازہ کردہ احساس بسا اوقات آدمی کو اس ابھار کی طرف متوجہ کر دیتا ہے، اس لئے موجودہ دور میں اور بھی ضرورت ہے کہ اس کی پوری ستر پوشی عمل میں لائی جائے۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں:

''یرحم النساء المهاجرات الاول لما انزل الله (ولیضربن الخ) شققن مروطهن فاختمرن بها''

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 113)

''اللہ اول ہجرت کرنے والی عورتوں پر رحم فرمائے جب دوپٹہ کا حکم نازل ہوا تو انہوں نے اپنی چادریں پھاڑ پھاڑ کر دوپٹہ بنا لیا۔''

رابعاً: نکلیں تو کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے جس سے زینت کا اظہار ہو یا دوسروں کی وجہ اس کی طرف کھنچے۔ ظاہری طور پر ایسی بات ہو اور نہ باطنی طریقہ پر بلکہ ہر طرح ظاہر و باطن پاک ہو۔ باطن کے متعلق تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''یعلم خائنة الاعین وما تخفی الصدور'' (سورة المومن)

''وہ آنکھوں کی چوری اور دلوں کے بھید کو جانتا ہے۔''

اور ظاہر کے متعلق ہدایت فرمائی:

''ولا یضربن بارجلهن لیعلم ما یخفین من زینتهن وتوبوا الی الله جمیعا ایها المومنون لعلکم تفلحون'' (سورة النور)

''اور عورتیں اپنے پاؤں کو زمین پر نہ ماریں کہ ان کی مخفی زینت جانی جائے اور اے ایمان والو! سب مل کر اللہ کی طرف توبہ کرو تاکہ تم بھلائی پاؤ۔''

عورتیں عموماً پاؤں میں مختلف اور متعدد زیورات پہنا کرتی ہیں۔ بعض زیور بنایا ہی اس طرح جاتا ہے کہ عورتیں اس کو پہن کر چلیں گی اس میں آواز پیدا ہوگی جیسے گھونگرو وغیرہ' اس طرح کے زیورات بالکل ممنوع

Marfat.com

شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ بعض زیور خود تو نہیں بجتے، ہاں دوسرے زیور سے ٹکرا کر آواز دیتے ہیں جیسے چھڑا اور کڑا وغیرہ۔ اس طرح کے زیورات کو پہننا جائز ہے، مگر احتیاط کا حکم ہے کہ چلنے میں ایک دوسرے سے ٹکرا کر آواز نہ پیدا کریں، پھر ان کو پہننے اور پہن کر چلنے میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ ان کی چمک و دمک دوسروں کی آنکھوں کو خیرہ نہ کر رہی ہوں کیونکہ آواز ہو یا چمک دمک بسا اوقات یہ بھی فتنہ و فساد بن جاتی ہے۔

اس سے یہ بات بھی بآسانی سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب زیورات کے اخفا کا حکم ہے اور ان کی آواز کے متعلق احتیاط اور ممانعت کا حکم ہے تو جن اعضاء میں یہ زیورات پہنے جاتے ہیں ان کے اخفا کا تو بدرجہ اولیٰ حکم ہوگا اور شریعت میں ان اعضاء کے ستر کا تاکیدی حکم ہے بھی۔ پس معلوم ہوا کہ زیورات اور ان کے اعضاء سب کی ستر پوشی کا حکم ہے۔

"لایضربن بارجلھن" کے ضمن میں بیضاوی کہتے ہیں یہ اس لئے منع کیا گیا ہے کہ یہ آواز مردوں میں عورتوں کی خواہش پیدا کرتی ہے۔ نیز فرماتے ہیں:

"یہ تعبیر اس سے زیادہ بلیغ ہے کہ اظہار زینت سے منع کیا جاتا اور بلند آوازی سے روکا جاتا، کیونکہ اس تعبیر میں یہ سب خود بخود داخل ہو گئے۔"

تفسیر کبیر میں ہے:

"انسانی فطرت ہے کہ جب مرد عورت کی پازیب کی آواز سنتا ہے تو اس کے جنسی میلان میں تلاطم پیدا ہونے لگتا ہے اور عورتوں کو دیکھنے کی خواہش میں زیادتی آجاتی ہے۔"

سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک آزاد کردہ لونڈی حضرت زبیر کی صاحبزادی کو حضرت عمر کی خدمت میں لے گئیں۔ جن کے پاؤں میں بجنے والا زیور تھا۔ حضرت عمر نے اسے کاٹ ڈالا اور فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

"مع کل جرس شیطان"

"ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔"

اسی طرح ایک دفعہ حضرت عائشہ کی خدمت میں ایک عورت بجنے والا زیور پہن کر جانے لگیں تو انہوں نے روک دیا اور فرمایا: اسے اُتار کر آؤ، اس لیے کہ حضور اکرم ﷺ کو فرماتے سنا:

"لاتدخل الملئکة بیتا فیه جرس"

"اس گھر میں فرشتہ داخل نہیں ہوتا جس میں گھنٹی ہوتی ہے۔"

خوشبو لگا کر نکلنے کی ممانعت:

اس آیت میں جو علت بیان کی گئی ہے اس سے معلوم ہوا کہ کوئی ایسی چیز نہ کی جائے کہ وہ دوسروں سے عورت کی باتوں کی چغلی کرتی ہو یا ان کو عورت کی طرف متوجہ کرتی ہو۔ لہٰذا معلوم ہوا خوشبو اور عطر اور سینٹ لگا کر گھر سے باہر نکلنا۔ حدیث میں عورتوں کے لیے مسجد کی اجازت مذکور ہے، مگر وہاں بھی گو وہ عبادت کے لیے خدا کے گھر میں حاضر ہو رہی ہیں، خوشبو مل کر نکلنے کی اجازت نہیں ہے، بلکہ ہدایت ہے کہ کپڑوں میں بھی چمک دمک نہ ہو۔ معمولی اور استعمال

Marfat.com

کے کپڑوں میں مسجد آئیں۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عورتوں کو اگر ضرورت کی وجہ سے نکلنے کی حاجت ہو تو طرح نکلیں کہ وہ دوسروں کے لیے جاذب نظر نہ ہوں۔ ایک حدیث ہے:

''کل عین زانیة والمرأة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا وکذایعنی زاینه''(تفسیر ابن کثیر)

''ہر آنکھ زانیہ ہے اور جو عورت خوشبو لگا کر مجلس پر گزرتی ہے وہ بھی زانیہ ہے۔''

حضرت ابوہریرہ کی ایک عورت سے ملاقات ہوگئی جس سے خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ دریافت فرمایا:

''مسجد سے آرہی ہو۔؟''

بی بی نے کہا:

''ہاں!''

فرمایا:

''خوشبو لگائی ہے۔؟''

انہوں نے کہا:

''جی ہاں!''

فرمایا:

''میں نے اپنے محبوب سرکار دو عالم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جو عورت خوشبو لگا کر مسجد میں آتی ہے اس کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔''

چنانچہ وہ پلٹی تو اپنے کپڑوں کو خوب اچھی طرح دھویا۔

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''الرافلة فی الزانیة فی غیر اھلھا کمثل ظلمة یوم القیامة لا نورلھا ترمذی باب ماجاء فی کراھیة خروج النساء فی الزانیة''

''اپنے اہل وعیال کے سوا دوسرے لوگوں میں بن سنور کر جانا ایسا ہے جیسے قیامت کے دن کی تاریکی جس کے لئے کوئی روشنی نہ ہو۔''

عام گزرگاہ سے اجتناب کا حکم:

اوپر جو آیت ذکر کی گئی اس سے یہ بھی کنایۃً معلوم ہوا کہ فتنہ سے بچنے کی خاطر صدر راستہ سے نہ گزریں جہاں مردوں کی ریل پیل ہو، بلکہ وہ کنارے سے ہو کر گزر جائیں۔ مسجد میں جہاں ان کو حاضری کی اجازت ہے وہیں ان کو حکم ہے کہ پچھلی صف میں ملیں۔ حدیث میں صراحت ہے:

''خیر صفوف النساء اکرھا وشرھا اولھا''

Marfat.com

(ریاض الصالحین:455)

"عورتوں کے لیے بہترین صف اس کی پچھلی صف ہے۔"

مردوں کے لیے اسی حدیث میں مذکور ہے کہ ان کے لیے بہترین صف پہلی صف ہے اور بدترین آخری۔ اسی …ح مسجد سے واپسی میں ہدایت تھی کہ عورتیں پہلے آجائیں تب مرد مسجد سے چلیں اور یہ کہ اگر مردوں کا ساتھ ہو جائے راستہ کے کنارے ہو جائیں۔ ایک دفعہ ایسا ہو گیا تو آپ نے فرمایا:

"استاخرن فانه لیس لکن ان تختضرج الطریق علیکن بحافات الطریق "(تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر 3، صفحه نمبر 286)

"عورتیں پیچھے ہو جائیں۔ عورتوں کے لیے ضروری ہے کہ راستہ کے کنارے سے چلیں۔"

اس حکم کے بعد عورتوں کا اسی پر عمل رہا، اسی طرح چلتی تھیں کہ ان کا کپڑا دیوار سے لگا ہوتا تھا۔

…لام میں احترام عفت:

آج کون ایسا عقلمند ہے جس کو دنیا کا تھوڑا بہت بھی تجربہ ہو اور وہ ان ہدایات کی حکمتوں کا انکار کر دے۔ جو قوم اور …اعت ان ہدایات کو نہیں برتا کرتی وہاں عفت و عصمت خطرہ میں پڑ جاتی ہے جس کی خبریں رات دن ہم اخباروں میں …ھتے ہیں۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ بغیر قصد و ارادہ بھی نوجوان تیر نظر کا شکار ہو جاتے ہیں اور ادائے جاناں پر فریفتہ ہو کر …ان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ اسلام نے فروع سے صرف نظر کیا ہے مگر اصل حقیقت کو خوب سمجھا ہے اور ان تمام راہوں …اپنی دیوار کھینچ دی ہے جن سے فتنوں کے داخلہ کا خطرہ ہو سکتا ہے اور اس طرح عفت و عصمت کے دامن کو داغدار …نے سے بچالیا ہے۔

…ت کرنے میں نرمی نہ ہو:

اسی حد تک بس نہیں ہے۔ اسلام نے اس کا حکم بھی دیا ہے کہ وہ اگر وہ کسی اجنبی مرد سے اپنے شوہر کے علاوہ مجبوراً …تیں کرے گو وہ پردہ کی اوٹ سے ہو تو بھی باتوں میں شیرینی پیدا نہ ہونے پائے، تاکہ کسی بدطینت کو شرارت کا موقع نہ …لے۔ ارشاد ربانی ہے:

"فلاتخضعن بالقول یطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولا معروفا"

(سورۃ الاحزاب)

"اور چبا کر باتیں نہ کرو کہ جس کے دل میں روگ ہے وہ لالچ کرے اور تم معقول بات کہو۔"

اپنے شوہر کے ساتھ بات کرنے کا جو طریقہ ہے وہ بس اسی کے لیے خاص ہے دوسروں کے لیے وہ طرز گفتگو …تیار نہیں کیا جا سکتا۔ غیر سے جو بات کی جائے وہ صاف اور بھلی ہو، عشوہ و ادا کے ساتھ ہرگز گفتگو نہ کی جائے اور گفتگو …ں لب و لہجہ کشک ہی رکھا جائے۔ لگی لپٹی باتیں جس سے مرد کے شیطانی نفس کو حیلہ کی راہ سوجھتی ہے اس سے بالکلیہ

Marfat.com

اجتناب ضروری ہے۔

فقہاء نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ عورت کی آواز ستر نہیں ہے ضرورت کے وقت وہ اجنبی سے بول سکتی ہے۔ ہاں! کچھ لوگوں نے لکھا ہے کہ عورت کی آواز بھی ستر ہے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ ایسی گفتگو جس میں لوچ ہو عورت کے لیے جائز نہیں ہے یا بغیر ضرورت مردوں سے بات چیت کی آزادی نہیں ہے۔

صاحب ردالمختار نے علامہ مقدسی کے حوالہ سے نقل کیا ہے:

''کوئی نا سمجھ صوت المرأۃ عورۃ (عورت کی آواز ستر ہے) کا مطلب یہ نہ سمجھے کہ بات چیت کو ہم ناجائز کہتے ہیں، بلکہ ہم تو بوقت ضرورت اجنبیوں کے لیے عورتوں سے کلام کو جائز کہتے ہیں۔ ہاں یہ جائز نہیں سمجھتے کہ عورتیں تیز آواز میں بولیں' لوچدار گفتگو کریں، آواز میں شیرینی اور جاذبیت پیدا کریں' جس سے مردوں کے دل ان کی طرف کھنچے چلے جائیں اور ان کے جنسی میلان میں تحریک پیدا ہو اور یہی وجہ ہے کہ ہم عورتوں کو اذان دینے کی اجازت نہیں دیتے کہ عموماً اس میں خوش آوازی سے کام لیا جاتا ہے۔''

محرم کے لیے رعایت:

اسلام نے اظہار زینت' بے پردگی' چبا کر بات چیت کرنے اور اس طرح کی دوسری چیزوں سے سختی کے ساتھ روکا ہے۔ البتہ اپنے ان خصوصی رشتہ داروں کے سامنے آنے کی اجازت دی ہے جن کو اپنے خصوصی رشتہ کی وجہ سے طبعاً عورت کے لیے خیر کی خواہش ہوتی ہے۔ جیسے باپ' اپنا خاص بھائی' اپنا لڑکا اور اپنا خاص بھتیجا وغیرہ۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے:

''ولایبدین زینتھن الا لبعولتھن او ابائھن او اباء بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نساء ھن او ماملکت ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربۃ من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا علی عورت النساء''(سورۃ النور)

''اور اپنی زینت عورتیں نہ کھولیں مگر اپنے خاوند کے لیے یا اپنے باپ کے آگے یا اپنے خاوند کے باپ کے یا اپنے خاوند کے بیٹے کے یا اپنے بھائی کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی عورتوں کے یا اپنی لونڈیوں کے یا خدمت میں مشغول رہنے والوں کے جو مرد کہ کچھ غرض نہیں رکھتے' یا لڑکوں کے جنہوں نے ابھی عورتوں کے بھید کو نہیں پہچانا۔''

اس آیت میں جہاں بھائی کا ذکر ہے اس سے صرف اپنا حقیقی' علاتی اور اخیافی بھائی مراد ہے۔ چچازاد بھائی ماموں زاد بھائی پھوپھازاد بھائی اور اس طرح کے دوسرے وہ بھائی مراد نہیں ہیں جن سے شادی جائز ہے۔ ان سے بھی پردہ اسی طرح ضروری ہے جس طرح غیروں سے۔

محرم اس کو کہتے ہیں جس سے کبھی بھی شادی درست نہ ہو اور ابداء زینت صرف انہی کے سامنے جائز ہے جو محرم ہیں۔

Marfat.com

جن کے سامنے ابداء زینت کی اجازت ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ خواہ مخواہ کیا ہی جائے۔ ہاں ان کے منے کسی وجہ سے ظاہر ہو جائے تو شرعاً مضائقہ بھی نہیں ہے، مگر جن حصوں کا کھولنا جائز ہے وہ ہتھیلیاں اور چہرہ ہے۔ یسا کہ قرآن مجید کی آیت گزر چکی ہے اور زیادہ سے زیادہ محرم کے سامنے وہ اعضاء بھی ضرورتاً کھولے جاسکتے ہیں جن ں زیور پہنے جاتے ہیں، میری مراد کان، بازو اور گردن وغیرہ سے ہے۔ ہاں! شوہر سے کسی حصہ کا اخفاء ضروری نہیں ہے۔ البتہ ادب یہ ہے کہ ایک دوسرے کی شرمگاہ نہ دیکھے۔

نث عورتوں میں نہ آئے:

مخنث کو بھی عورتوں میں آنے کی اجازت نہیں ہے۔ ابتداء میں اجازت تھی۔ ایک مخنث آنحضرت ﷺ کے گھر ں آتا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اس کو عورتوں کی ذات میں کوئی توجہ نہیں، مگر تجربہ سے یہ بات معلوم ہوتی کہ اس کو بھی ورتوں کے حسن و جمال سے مناسبت ہے۔ چنانچہ ایک دن وہ بیٹھا کسی عورت کی آمد کا نقشہ کھینچ رہا تھا۔ اس کی خبر جب نحضرت ﷺ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا:

"الا اری ھذا یعلم ماھھنا لایدخلن علیکم"

"یہ یہاں کی باتیں جانتا ہے اب یہ تمہارے پاس نہ آئے۔"

اور اس کے بعد اسے عورتوں میں آنے سے روک دیا گیا۔

راہق کے لیے ہدایت:

شریعت مطہرہ نے مراہق (قریب البلوغ) لڑکے کو بھی عورتوں میں آنے کی اجازت نہیں دی اور نہ عورتوں کو ان کے سامنے ابداء زینت کی۔ مراہق کے متعلق آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ایاکم والدخول علی النساء" (مشکوٰۃ، باب النظری المخطوبہ)

"عورتوں کے پاس آنے جانے سے پرہیز کرو۔"

وہر کے عزیز و اقارب سے اجتناب:

شوہر کے رشتہ داروں کے سامنے ہونے اور مذاق کرنے کا جو رواج ہے وہ بھی شریعت کی تعلیمات کے خلاف ہے۔ وہ شوہر کا بھائی ہو یا کوئی اور عزیز۔ محرم میں صرف شوہر کا باپ داخل ہے دوسرا کوئی نہیں۔ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے شوہر کے عزیز و اقارب (بھائی) کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"الحمو الموت" (مشکوٰۃ، باب النظر الی المخطوبہ)

"شوہر کے رشتہ دار عزیز (بھائی) موت ہیں۔"

ان سے تو اور بھی پرہیز کرنا چاہئے جو غیر محرم ہیں اور قرابت دار ہیں، ان کے نزدیک جانا بھی نہیں چاہئے، اس یے کہ اقارب سے فتنہ کا خوف بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے اور فتنہ میں پڑنے کا زیادہ امکان ہے کیونکہ یہ تو بے دھڑک

Marfat.com

پہنچیں گے۔

کسی مرد سے تنہائی میں نہ ملے:

اسلام ان تمام خطروں سے عفت وعصمت کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے جن سے عفت پر حرف آسکتا ہے۔ کسی مر
عورت سے تنہائی میں ملنا جس قدر خطرہ کا باعث ہوسکتا ہے وہ ظاہر ہے۔ پھر مزید اس سے تہمت جو خواہ مخواہ آئے گی
بھی پوشیدہ نہیں۔ اس لیے رحمت عالم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا: ارشاد نبوی ہے:

"لایخلفون رجل بامرأۃ الا کان ثالثها الشیطان" (مشکوٰۃ)

"کوئی مرد کسی عورت سے تنہائی میں نہیں ملتا ہے، مگر تیسرا شیطان موجود رہتا ہے۔"

ایسی حالت میں شیطان جانبین کی شہوت میں ابھار پیدا کرنے کی سعی کرتا ہے اور مرد و عورت دونوں کے دل میں
برائی کا وسوسہ ڈالتا ہے۔ یہاں کامیابی نہیں ہوتی تو کسی تیسرے کو بہکاتا ہے کہ ان کے حق میں سوء ظن کا اظہار کرے او
اس طرح ناکردہ گناہ میں کلنگ کا ٹیکہ لگوانا چاہتا ہے۔

اس مہذب زمانہ میں برائی کا سبب بہت کچھ یہی طریقہ ہے کہ عورتیں بے باکانہ تنہائی میں اجنبی مردوں سے ملتی
ہیں اور باتوں باتوں میں مرد عورت پر اپنی محبت کا غلط سکہ بٹھانا چاہتا ہے۔

جن کے شوہر گھر میں نہیں ان سے بچو:

ایک حدیث میں ہے کہ ان عورتوں کے پاس ملنے کے لیے نہ جایا کرو جن کے شوہر گھر میں نہیں ہیں اور اس
ممانعت کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ شیطان خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شہوت میں تحریک پیدا
کردے۔

"فات الشیطان یجری من احدکم بحری الدم" (مشکوٰۃ: 269)

"اس لیے کہ شیطان تم میں خون کے دوران کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔"

اسی حدیث میں ہے کہ راوی نے خود ذات بابرکت ﷺ کے متعلق استفسار کیا تو آپ نے فرمایا:

"میرا بھی یہی حال تھا، مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شیطان پر مجھے غلبہ حاصل ہوگیا اور اب اس سے ہر
طرح محفوظ ہوں۔"

ان حدیثوں کی روشنی میں مرد و عورت کی باہمی کشش کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ موجودہ دور میں جو کچھ فتنے پید
ہوتے رہتے ہیں ان سے بھی اس کی پوری تائید ہوتی ہے اور ہر ذی عقل حدیث کے اس نقطہ نظر کے ماننے پر مجبور ہے۔

ام المومنین صفیہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ معتکف تھے۔ میں ایک رات آپ ﷺ سے ملنے گئی۔ چنانچہ میں
نے آپ ﷺ سے بات چیت کی پھر اٹھی کہ واپس چلی چلوں۔ میرے ساتھ آنحضرت ﷺ بھی ہولیے تاکہ مجھے گھر
تک پہنچادیں۔ ہم دونوں جارہے تھے کہ دو انصاری بزرگ گزرے اور جب ان لوگوں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا

Marfat.com

اور جلدی سے چل دیئے۔ آپ ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا:
اطمینان سے جاؤ! یہ میرے ساتھ صفیہ بنت حی ہیں۔"
ان دونوں نے کہا:
"سبحان اللہ! یا رسول اللہ" یعنی کیا آپ کے متعلق بھی بدگمانی ہو سکتی ہے۔؟"
تو آپ ﷺ نے فرمایا:
"ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم وانی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شرا او قال شیئا"

(ریاض الصالحین، کتاب الملح والمنثورات، صفحہ نمبر 683)

"آدمی میں شیطان خون کی طرح دوڑتا پھرتا ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ تم دونوں کے دل میں کوئی بات نہ ڈال دے۔"

بے پردگی کا انجام:

اب تک اس باب میں قرآن مجید، احادیث اور عقل انسانی کی روشنی میں بحث کی گئی مگر کچھ لوگوں کو اس وقت تک تسکین نہیں ہوتی' جب تک وہ اہل یورپ کی رائے نہیں ملاحظہ کر لیتے۔ چنانچہ ایسے روشن خیال طبقہ کے لیے انسائیکلوپیڈیا وغیرہ کے حوالہ سے کچھ اقوال نقل کیے جاتے ہیں جن سے ہمارے مطمح نظر کی تائید ہوتی ہے:

رومن ایمپائر جو تمام یورپ کی ماں ہے اور جو حکومت تمدن وتہذیب کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھی' یہاں رومن ایمپائر میں بھی عروج وترقی کے زمانہ میں عورتیں پردہ ہی میں رکھی جاتی تھیں۔ ان کو باہر کے کاموں سے کوئی مناسبت نہ تھیں۔

انیسویں صدی کی انسائیکلوپیڈیا میں مذکور ہے:

"رومانیوں کی عورتیں بھی اسی طرح کام کاج پسند کرتی تھیں جس طرح مرد پسند کرتے ہیں اور وہ اپنے گھروں میں کام کرتی رہتی تھیں۔ ان کے شوہر اور باپ بھائی صرف میدان جنگ میں سرفروشی کرتے رہتے تھے۔ خانہ داری کے کاموں سے فراغت پانے کے بعد عورتوں کے اہم کام یہ بھی تھے کہ وہ سوت کا تیں اور اون کو صاف کر کے اس کے کپڑے بنائیں۔ رومانی عورتیں سخت پردہ کیا کرتی تھیں یہاں تک کہ ان میں جو عورت دایہ گری کا کام کرتی تھی وہ اپنے گھر سے نکلتے وقت بھاری نقاب سے اپنا چہرہ چھپا لیتی اور اس کے اوپر ایک موٹی چادر اوڑھتی جو ایڑی تک لٹکتی رہتی پھر اس چادر پر بھی ایک عبا اوڑھی جاتی جس کے سبب سے اس کی شکل کا نظر آنا تو کیا جسم کی بناوٹ کا بھی پتہ لگنا مشکل ہوتا تھا۔

اس دور میں اس ملک اور قوم کی ترقی وعروج کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ تمام شعبہائے زندگی میں سب سے فائق تھے۔ مگر ٹھیک یہی زمانہ تھا کہ ان کو عیش پرستی اور لہو ولعب کا شوق پیدا ہوا اور پھر اس سلسلہ میں مردوں نے اپنی ہر مجلس نشاط میں عورتوں کو شریک کرنا چاہا کہ ان کے بغیر مجلس سونی اور بے رونق معلوم ہو رہی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عورتوں کو

Marfat.com

پردہ کی قید سے باہر نکالا اور ان کے دامن عصمت کو داغدار کرنے کی سعی کی اور کچھ ہی دنوں میں ان کی عورتیں ناچ ورنگ کی محفلوں میں کھل کر آ گئیں۔ پھر رومانی حکومت کا کیا حشر ہوا؟ بربادی شروع ہوگئی اور ساری عظمت وشوکت کی عمارت زمین پر آ گئی اور بلاشبہ اس بربادی کا بڑا سبب عورتوں کی آزادی ہی تھی۔ تاریخ کی روشنی میں علامہ فرید وجدی تحریر فرماتے ہیں:

''مگر بات یہ ہوئی کہ جب انہیں بے پردہ بنایا گیا تو باقتضائے فطرت مرد اُن پر مائل ہونے لگے اور اس کے لیے آپس میں کٹنا مرنا شروع کر دیا۔ یہ ایک ایسی سیاسی حقیقت ہے جس کے ماننے میں کوئی شخص بحث ہی نہیں کر سکتا ہے۔''

علامہ لوئش پیرول نے ریویو آف ریویوز جلد 11 میں ''پولیٹکل فساد'' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے۔ اس میں کہتا ہے:

''اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی بنیادیں منہدم کرنے میں سب سے زبردست کارکن عورت ہی رہی ہے۔ رومانی جمہوری حکومت کے پچھلے دور میں مدبران سلطنت اور اعیان مملکت نازک مزاج اور عیش پسند عورتوں کی صحبت بہت پسند کرنے لگے تھے اور ایسی عورتیں ان دنوں بکثرت پائی جاتی تھیں۔''

پھر عورتوں کے بے پردہ ہونے اور آزادی پانے کے بعد ملک کی کیا حالت ہوئی؟ تاریخ میں پڑھیے عورتوں کی آزادی کی وجہ سے ملک کے اخراجات بہت زیادہ بڑھ گئے۔ فتنہ وفساد کے چشمے اُبلنے لگے' ان کے اخلاق واعمال نے تعفن پیدا کر دیا اور پھر ہوا یہ کہ:

عورت ومرد کے اس آزادانہ میل جول کہ وجہ سے روماوالوں میں جیسی کمینہ عادتیں اور گندہ خصلتیں پیدا ہوگئیں تھیں کہ میرا قلم ان کے لکھنے سے شرماتا ہے، جن سے ان کی ہمتیں مردہ ہوگئیں، ارادے پست ہوگئے اور طبیعتوں میں کمینہ پن آ گیا۔ پھر تو ان میں باہمی چشمک اور خوں ریزی وخانہ جنگی کا زور ہوا اور یہ فساد اس قدر بڑھا کہ انسانیت کا ان میں نام تک نہیں رہا۔''

یہ ایک تاریخی واقعہ تھا جو آپ نے سامنے پیش کیا گیا، مگر عرض یہ کرنا ہے کہ عورتوں کے متعلق حجاب کا جو خداوندی قانون ہے، تجربات کی روشنی میں اہل یورپ کے بڑے بڑے علماء نے بھی اس کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا ہے۔ چنانچہ فلسفہ حسی کا موسس گسٹ کونٹ اپنی مشہور تصنیف ''النظام السیاسیہ علی حسب الفلسفۃ الحیہ'' میں لکھتا ہے:

جس طرح ہمارے زمانہ میں عورتوں کی سوشل حالت کے متعلق خیالی گمراہیاں پیدا ہو رہی ہیں اسی طرح تغیر نظام تمدن اور آداب معاشرت کے ہر ایک دور میں پیدا ہوتی رہی ہیں، مگر وہ لاء آف نیچر جو جنس محب (عورت) کو منزلی زندگی کے لیے مخصوص رکھتا ہے' اس میں کبھی کوئی اہم تغیر واقع نہیں ہوا۔ یہ قانون الٰہی اس درجہ صحیح اور محقق ہے کہ گو اس کی مخالفت میں سینکڑوں باطل خیالات قائم ہوتے رہے، مگر یہ بغیر کسی نقصان یا تغیر کے سب پر غالب آتا رہا۔ مردوں کے مشاغل میں عورتوں کی کثرت سے جو خوفناک نتائج

Marfat.com

اور فساد پیدا ہو رہے ہیں ان کا علاج یہی ہے کہ دنیا میں جنس عامل (مرد) پر جنس محب (عورت) کے جو ابدی فرائض ہیں، ان کی حد بندی اور تعیین کر دی جائے۔ مرد پر واجب ہے کہ عورت کے تغذیہ کا انتظار کرے، یہی وہ قانون طبعی اور ناموس الٰہی ہے جو جنس محبّ کی اصلی زندگی کو منزلی دائرہ میں محدود کرتا ہے۔ یہی وہ قاعدہ ہے جو ہیئت اجتماعی کے خوفناک اور مہیب اشکال کو احسن و اکمل کر دیتا ہے۔ یہی وہ قانون ہے جو عورت کو اپنے طبعی جذبات سے ترقی نوع انسانی جیسے شریف فرض کی بجا آوری پر آمادہ کرتا ہے۔

علوم مادیہ کا ایک اور ماہر ژول سیمان اپنے ایک مضمون میں لکھتا ہے:

''عورت کو چاہیے عورت رہے۔ ہاں بے شک عورت کو چاہیے عورت رہے۔ اسی میں اس کے لیے فلاح ہے اور یہی وہ صفت ہے جو اس کو سعادت کی منزل تک پہنچا سکتی ہے۔ قدرت کا یہ قانون ہے اور قدرت کی یہ ہدایت ہے، اس لیے جس قدر عورت اس سے قریب ہوگی اس کی حقیقی قدر و منزلت بڑھے گی اور جس قدر دور ہوگی اس کے مصائب ترقی کریں گے۔ بعض فلاسفہ انسانی زندگی کو پاکیزگی سے خالی سمجھتے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ انسان کی زندگی دلفریب، پاک اور بے حد پاکیزہ ہے، بشرطیکہ ہر مرد اور ہر عورت اپنے ان مدارج سے واقف ہو جائے جو قدرت نے اس کے لیے قرار دیئے ہیں اور اپنے ان فرائض کو ادا کرے جو قدرت نے اس کے لیے قرار دیئے ہیں۔''

...عورت کی حالت:

اسلام نے ان راستوں پر بھی پہرہ بٹھا دیا ہے جو غیر محسوس طور پر عفت و عصمت کے لیے خطرناک ہیں۔ مثلاً ...مت عالم ﷺ نے فرمایا:

''عورت جب عورت سے ملے اور اسے دیکھے تو وہ جا کر دوسری عورت کا حال کھول کر اپنے شوہر سے بیان نہ کرے کہ ممکن ہے اس کے شوہر کے دل میں دوسری عورت کی خوبی اور اس کا حسن و جمال گھر کر جائے اور وہ اس کے پیچھے پڑ جائے۔''

...رد اپنی بیوی کا راز ظاہر نہ کرے:

اسی طرح رحمت عالم ﷺ نے مرد کو بھی منع کیا ہے کہ وہ اپنے باہمی راز کی بات کسی غیر مرد سے بیان کرے۔

عورت کو جس طرح دوسری عورت کی ہیئت جسمانی وغیرہ کے بیان سے روکا گیا ہے اسی طرح یہاں مرد کو روکا گیا ...ے کہ اپنی بیوی کے پرائیویٹ پہلو کو کسی کے سامنے بیان کرے۔ یہاں اور باتوں کے ساتھ ایک بات یہ ہے کہ ...وسرے کے جذبات کو برانگیختہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ انسانی شہوت کا حال یہ ہے کہ جہاں کہیں اس طرح کی کوئی بات ...تی ہے فطرتاً اس میں تلاطم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور تھوڑی ہی دیر کے لیے سہی انسانی دماغ کہاں کہاں کے چکر ...انے لگتا ہے، اس لئے عقل و شعور کا تقاضا یہ ہے کہ اس طرح کی بے ہودہ باتوں سے پرہیز کیا جائے اور شہوت انگیز ...توں سے مکمل اجتناب برتا جائے۔

Marfat.com

امام نووی فرماتے ہیں کہ بلا فائدہ مجملاً جماع کا تذکرہ بھی مکروہ ہے۔ وہاں ضرورت کی بات اور ہے جیسے کو
سمجھے کہ جماع پر اس کو قدرت نہیں ہے تو البتہ ایسے موقع پر جماع کا تذکرہ مکروہ نہ ہوگا اور تفصیل تو ہر حال میں حرا
بری چیز ہے۔

ہیجانی کیفیت پیدا کرنے والی باتوں سے اجتناب

شریعت نے اسی وجہ سے ہر اس طریقہ سے منع کیا ہے جو انسانی طاقت میں ہیجان پیدا کر سکتا ہے اور جس سے
فتنہ وفساد یا گناہ اور معصیت کا اندیشہ سامنے آسکتا ہے۔ سید الکونین ﷺ نے سارے دواعی پر کڑی نگرانی فرمائی۔
کوئی بھی داعیہ جو عقل وشعور میں معصیت کا موجب ہوسکتا ہے اس کو عمل میں لانے سے منع فرمادیا ہے۔ چنانچہ
ﷺ نے ایک مرتبہ فرمایا:

"لاینظر الرجل الی عورۃ الرجل ولا المرأۃ الی عورۃ المرأۃ"

(مشکوٰۃ، باب النظر الی المخطو

"کوئی مرد دوسرے مرد کا ستر نہ دیکھے اور نہ عورت ہی دوسری عورت کا ستر دیکھے۔"

انسانی فطرت ہے کہ ستر کے دیکھنے سے شہوت میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ مرد مرد کا ستر دیکھے یا عورت عورت کا
شکل ہو کہ مرد عورت کا ستر دیکھے اور عورت مرد کا ستر دیکھے۔ شہوت میں جب ہیجان پیدا ہوتا ہے تو خطرہ منڈلانے
ہے، انسانی طبیعت بے قرار ہو جاتی ہے اور پھر ایک غلط جذبہ اس کے دل میں گھر کر لیتا ہے، کبھی مرد کو مرد سے
ہو جاتا ہے اور طبیعت میں گندگی ہے تو موقع پا کر گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ کبھی اس کی شہوت کا زور اسے کسی اجنبی عور
کی طرف مائل کر دیتا ہے اور کم وبیش یہی حال عورت کا ہوتا ہے کہ کبھی وہ آپس میں عشق ومحبت کی داستان چھیڑ دیتی
اور کبھی کسی غیر مرد سے نظر لطف وکرم کی متمنی ہوتی ہے اور یہ دونوں ہی طریقے غلطی میں بلکہ معصیت میں مبتلا کر د
ہیں۔ پھر یہ بھی بات ہے کہ ستر پوشی اسلام میں ضروری ہے اور دیکھنا اس کے خلاف ہوتا ہے، یوں بھی رسم ورواج
ستر پوشی ایک ضروری چیز سمجھی جاتی ہے اور اس کے خلاف کرنا ذلت کی بات۔

ایک ساتھ دو مرد یا دو عورتیں نہ لیٹیں:

انسانی طبیعت اور اس کی قوت شہوت ہی کے پیش نظر اسلام نے اس بات سے بھی روکا ہے کہ دو مرد ایک
ایک کپڑے میں سوئیں یا لیٹیں۔ اسی طرح دو عورتیں ایک کپڑے میں لیٹیں یا سوئیں۔ اسی حدیث کا آخری حصہ ہے

"ولا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأۃ فی ثوب
واحد" (مشکوٰۃ، باب النظر الی المخطوبہ)

"کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اور نہ کوئی عورت ہی دوسری عورت کے ساتھ
ایک کپڑے میں سوئے یا لیٹے۔"

ایک ساتھ دو مرد یا دو عورت کا لیٹنا نفسیات نے بھی غلط ثابت کر دیا ہے، کیونکہ اس کا نتیجہ خوشگوار نہیں ہوتا

Marfat.com

…وت میں بہت ہیجان کا باعث ہو جایا کرتی ہے جس سے کبھی کبھی سحاق کی رغبت ہوتی ہے اور کبھی لواطت کی جو نہایت …موض فعل ہیں۔

…ورت تنہا سفر نہ کرے:

اسلام نے عفت وعصمت کو کہیں بھی بے سہارے نہیں چھوڑا ہر جگہ گنجائش پر اس کے تحفظ کی سعی کی ہے۔ زندگی …اگر کبھی عورت کو سفر کی ضرورت پیش آتی ہے تو اسلام سفر میں بھی اس کی عصمت کا سامان کرتا ہے۔ چنانچہ قانون الٰہی …ہے کہ عورت سفر میں اس وقت تک نہیں جا سکتی جب تک کوئی محرم اس کے ساتھ نہ ہو۔ حج جو عبادات میں داخل ہے اور …سلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے اس کی ادائیگی بھی وہ بغیر محرم کے نہیں کر سکتی۔ ظاہری احتیاط کو بھی اسلام …نے اس باب میں فراموش نہیں کیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"لایحل لامرأة تومن باللہ والیوم الاخر تسافر مسیرۃ یوم ولیلۃ الامع ذی محرم علیھا" (ریاض الصالحین)

"مومنہ عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بغیر محرم کو ساتھ لیے ایک دن اور ایک رات کی مسافت تنہا طے کرے۔"

محرم وہ شخص ہے جس سے کبھی بھی اس کی شادی جائز نہ ہو جیسے اپنا بھائی، باپ وغیرہ یا وہ شوہر کے ساتھ ہو۔ بغیر محر…کے تنہا عورت کا سفر حرام ہے۔ محرم کے علاوہ کوئی غیر محرم ساتھ ہو اس کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ عقل میں بھی …ت آتی ہے کہ گھر چھوڑ کر عورت جب باہر جاتی ہے تو اسے خطرات سے ہو کر راستہ طے کرنا پڑتا ہے۔ راستہ میں نیک …بد ہر طرح کے آدمیوں سے ہو کر راستہ طے کیا جاتا ہے۔ خلقتاً عورتیں کمزور ہوتی ہیں' جذبات کی نازک ہوتی ہیں' ان …کے عقل وشعور میں نسبتاً وہ پختگی نہیں ہوتی جو ہونی چاہیے، اس لیے ایسے موقع پر کسی خاص آدمی (جیسے شوہر، باپ، بھائی …غیرہ) ہی ساتھ ہونا ضروری ہے جو اس کی ہر موقع پر مناسب امداد کر سکے اور کبھی رفیق سفر سے امداد واعانت سے متاثر …ہو تو کوئی غلط جذبہ اُبھارنے والا نہ ہو۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"لایخلون رکل بامرأة الا ومعھا ذو محرم ولاتسافر المرأة الاذی محرم فقال رجل یارسول اللہ ان امرأتی خرجت حاجۃ وانی کنت فی غزوۃ کذاو کذاقال انطلق فحج مع امرأتك" (ریاض الصالحین:178)

"کوئی مرد کسی ایسی عورت سے نہ ملے جس کا محرم اس کے ساتھ نہ ہو اور کوئی عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ! میری بیوی حج کو جا رہی ہے اور میں نے غزوہ کی شرکت کا ارادہ کر لیا ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اپنی بیوی کے ساتھ حج کے لیے جا۔"

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے اس سے عورتوں کے متعلق قانون الٰہی کا اندازہ لگایا جا سکتا …ہے کہ ان کی عفت وعصمت اور دوسری ضروریات کا کتنا لحاظ اور پاس ہے۔ جہاد کے مقابلہ میں اس بات کو ترجیح دی گئی

Marfat.com

کہ مرد اپنی بیوی کے ساتھ سفر حج میں جائے' عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے۔ جہاد کی شرکت سے بھی ضروری اس و
عورت کے ساتھ جانا ہے۔

سفر میں جاتے ہوئے گھر کی حفاظت:

مرد سفر میں جاتا ہے تو وہاں بھی عورتوں کو فراموش نہیں کر سکتا۔ اپنی اور بیوی دونوں کی عفت و عصمت اور دوس
ضرورتوں کا لحاظ پاس کرنا ضروری ہے۔ سفر کے لیے گھر سے نکلتا ہے تو اس کے لیے مسنون طریقہ یہ ہے کہ ا
دعائیں پڑھے جس میں اپنے اور اپنے بال بچوں کے تحفظ اور آرام کی درخواست ہو۔ رحمت عالم ﷺ جب سفر
لیے نکلتے تو دعا پڑھتے جس کا ایک حصہ یہ ہے:

"اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفة فی الاھل اللھم انی اعوذبك وعثاء السفر وکابه المنظر وسوء المنقلب فی المال الاھل"

(ریاض الصالحین، باب مایقوله اذا رکب

"اے اللہ! تو سفر میں مالک ہے اور اہل و عیال میں خلیفہ۔ اے اللہ! میں تیری پناہ میں آتا ہوں کہ سفر کی مشقت، برے منظر اور اس سے کہ مال اور عیال میں برائی دیکھوں۔"

امت کو بھی یہ ہدایت ہے کہ نکلتے ہوئے یہ پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ تمام اور باتوں کے ساتھ رب
العزت تو میرے بال بچوں کی محافظت کرنا' الہ العالمین! اس بات پناہ مانگتے ہیں کہ سفر سے واپسی پر مال اور بال بچو
میں کوئی ناگوار بات دیکھنے میں آئے۔ گویا اس طرح وہ اپنے بال بچوں کو اللہ تعالیٰ کی خصوصی محافظت میں دیتا ہے یو
تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی محافظ ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جہاں سفر کی ضرورت پوری ہو جائے' فوراً اپنے بال
بچوں میں واپس آؤ۔ ارشاد نبوی ہے:

"السفرة قطعة من العذاب یمنع احدکم طعامه وشرابه ونومه فاذاقضی تمته من سفره فلیجعل الی اھله"

(ریاض الصالحین، باب استحباب تعجیل السفر)

"سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے۔ تم کو کھانے پینے اور سونے سے روک دیتا ہے۔ لہٰذا جوں ہی سفر کی ضرورت ختم ہو جلدی سے بال بچوں میں پلٹ آؤ۔"

مجاہدین کے گھروں کی عفت کا خیال:

مجاہدین اسلام کی بیویاں جو شوہروں کے جہاد میں چلے جانے کے بعد تنہا رہ جاتی ہیں' ان کے درجہ اور ان کی
حرمت کو عام مسلمانوں کی عورتوں سے بہت بڑھا کر رکھا گیا ہے۔ ان کو ماں کا درجہ دیا گیا ہے اور ان کی عفت و عصمت
کا لحاظ ہر مسلمان پر ضروری قرار دیا گیا ہے۔ رحمت عالم ﷺ فرماتے ہیں:

"حرمة نساء المجاھدین علی القاعدین کحرمة امھاتھم ما من رجل من القاعدین

Marfat.com

یخلف رجلا من المجاھدین فی اھلہ فیخونہ فیھم الا وقف لہ یوم القیامۃ فیاخذ من حسناتہ ماشاء حتی یرضی''

(ریاض الصالحین، باب تحریم الخلوۃ بالاجنبیۃ:665)

''مجاہدین کی بیویوں کی عزت گھر پر رہنے والوں کے لیے ان کی ماں کے برابر ہے کوئی گھر میں رہنے والا مجاہدین میں سے کسی کے اہل میں خیانت کا ارتکاب کرے گا تو قیامت کے دن اس مجاہد کو لایا جائے گا اور وہ اس خائن کی جتنی نیکیاں لے کر خوش ہوگا لے لے گا۔''

☆☆☆

فصل نمبر 25:

حکمِ اجازت

حصولِ اجازت کا حکم:

اسلام نے جہاں تمام جزئی وکلی اُمور کے لیے قوانین وضع کیے اور ضابطے مقرر کیے وہاں یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ گھروں کے داخلہ کے لیے کوئی باضابطہ دستور نہ بناتا۔؟ چنانچہ اس نے عفت وعصمت کے تحفظ اور دوسری حکمتوں کے پیش نظر یہ ضابطہ قرار دیا کہ کوئی غیر کے گھر میں اس کے مالک کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو اور پھر حصول اجازت کا طریقہ بھی بتایا کہ اسے عمل میں لا کر اجازت طلب کرے۔

مستثنیٰ جگہیں:

سوائے اس گھر کے جو رہن سہن کے لیے نہیں ہے، یا ہے، مگر وہ عام ہے، آنے کی کسی کو رکاوٹ نہیں، جیسے خانقاہ کا وہ حصہ جو عوام وخواص ہر ایک کے لیے ہے۔ مدرسہ جہاں کسی کو ممانعت نہیں۔ سرائے جو ہر شخص کے لیے برابر ہے۔ دروازہ اور دالان جو بنایا ہی عام لوگوں کے لیے گیا ہے، یا وہ گھر جس میں کوئی رہتا نہیں ہے، اس طرح کے گھر میں تو اشبہ بغیر حصول اجازت بھی آسکتا ہے کہ یہ اپنے وضع ہی کے اعتبار سے عام ہیں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونۃ فیھا متاع لکم و اللہ یعلم ما تبدون وما تکتمون''(سورۃ النور)

''اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان گھروں میں داخل ہو جس میں تمہارا سامان ہے اور اس میں کوئی رہتا بستا نہیں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے اور چھپاتے ہو اللہ کو معلوم ہے۔''

ہاں جن لوگوں کو ایسے عام گھروں سے روک دیا گیا ہے وہ البتہ نہیں جاسکتے ہیں۔

Marfat.com

لاتدخلوا:

بقیہ اور دوسرے گھروں کا حکم یہ ہے کہ بغیر اجازت داخل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"یاایھاالذین اٰمنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا و تسلموا علی اھلھا زلکم خیرلکم لعلکم تذکرون"

(سورۃ النور)

"اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا کسی گھر میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور اس گھر والے کو سلام نہ کرلو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے تاکہ تم یاد رکھو۔"

خواہ کیسا ہی گھر اور گھر والا ہو:

غیر کے گھر میں داخل ہونا چاہے تو پہلے شرعی طریقہ سے اجازت حاصل کرلی جائے۔ یہ گھر خواہ اس کی ملکیت ہو یا وہ کرایہ پر رہتا ہو یا وہ عاریۃً اس میں گزر بسر کرتا ہو۔ پھر اس گھر میں محارم ہوں یا غیر محارم۔ مرد رہتے ہوں یا عورتیں۔ تمام شکلوں میں جو مختار خانہ ہے اس سے اجازت لینی چاہیے، بغیر اس کے کوئی چارہ کار نہیں۔ خود گھر والا اجازت دے یا اس نے جس کو اجازت دینے کا اختیار دیا ہے وہ اجازت دے۔

حصولِ اجازت کا مسنون طریقہ:

حصولِ اجازت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ وہاں پہنچ کر سلام کرے اور پوچھے کیا میں اندر آؤں۔؟ آنے کی اجازت مل جائے تو اندر جائے، اجازت نہ ملے یعنی گھر کے مختار نے کہا کہ ابھی نہیں آسکتے تو ایسی حالت میں فوراً پلٹ آئے، اصرار نہ کرے اور نہ زبردستی کرے۔ اگر آواز دی جواب نہیں ملا تو تین مرتبہ اذن کے لیے شرعی طریقہ اختیار کرے۔ تیسری مرتبہ بھی کوئی جواب نہ ملے تو پلٹ آئے۔

جہاں شبہ ہے:

ایسا گھر جس کے متعلق صراحت کے ساتھ معلوم نہیں ہے کہ اس میں کوئی ہے یا نہیں تو اس طرح کی مشکوک حالت میں بھی بغیر اجازت اندر داخلہ کا حکم نہیں ہے۔ ارشاد رب العالمین ہے:

"فان لم تجدوافیھا احدافلا تدخلوھا حتی یوذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھوازکی لکم واللہ بما تعلمون علیم" (سورۃ النور)

"پھر اگر اس میں کسی کو نہ پاؤ تو اس میں داخل نہ ہو، جب تک تم کو اجازت نہ مل جائے اور اگر جواب دیا جائے کہ لوٹ جاؤ تو پھر جاؤ۔ اس میں تمہارے لئے پاکیزگی ہے اور جو تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔"

Marfat.com

جب صاحب خانہ کہہ دے کہ واپس چلے جاؤ:

فرض کرلیا جائے کہ گھر میں کوئی نہ ہو تو سوال ہے کہ دوسرے کے یہاں تم جانے کا کیا حق رکھتے ہو جب کہ وہ گھر ایسا ہے جہاں اذن عام نہیں اور گھر والے نے جب کھل کر کہہ دیا کہ واپس جایئے تو پھر کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس کے بعد زبردستی جانا کسی کو ایذا دینا ہے اور ایذا سخت جرم ہے۔ دوسرے اپنی رسوائی بھی ہے کہ خواہ مخواہ دوسرے کے یہاں جم گئے۔ اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ جب کہہ دیا گیا کہ واپس ہو جاؤ تو اجازت کے حصول کے لیے اصرار نہ کیا جائے۔ پردہ میں سہولت کا طالب نہ ہو اور نہ دروازہ پر کھڑے ہو کر انتظار کیا جائے، کیونکہ یہ ساری شکلیں کراہت سے خالی نہیں ہیں۔ نیز آداب حسنہ کے خلاف ہیں، بلکہ واپس پلٹ جائے، دروازہ پیٹنے کی اجازت نہیں ہے۔

استیذان واجب ہے..... طلب اجازت کے فوائد:

پھر طلب اذن میں بڑی حکمت اور بہت فائدے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ طلب اذن جس کو حدیث کی اصطلاح میں ''استیذان'' کہتے ہیں واجب ہے اور واجب پر عمل ضروری ہے۔

دوسرا یہ کہ کیا معلوم دفعۃً اندر جانا تمہارے لیے خود مضر ہو یا گھر والے کا اس سے نقصان ہو اور ان میں سے جو بھی صورت ہو ہر ایک سے اجتناب ضروری ہے۔

تیسرا یہ ہو سکتا ہے کہ دفعۃً یکبارگی جانے میں نظر ایسے محل پر پڑے جہاں دیکھنا ناگوار خاطر ہو خود جانے والے کے لیے بھی اور گھر والوں کے لیے بھی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دفعۃً کسی ناپسندیدہ یا ناجائز چیز پر نظر پڑ جانے سے زندگی کو روگ لگ جاتا ہے، اس لیے عقل وخرد کا تقاضا یہی ہے کہ کسی کے گھر میں اجازت حاصل کیے بغیر گھسنے کی جرأت نہ کی جائے۔

ایسی حویلی جس میں ایک باپ کی متعدد اولاد ہوں اور وہ سب یا کچھ ان میں سے شادی شدہ ہوں تو ایسی حالت میں بھی اپنا خیال ہے کہ اصول کے مطابق اجازت کے حصول کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ غیر محرم عورتیں ہیں یا کم از کم ایسی صورت اختیار کی جائے کہ گھر کی عورتیں داخل ہونے سے پہلے خبردار ہو جائیں اور وہ اپنے کو سنبھال لیں اور یہ طریقہ ہر زنانہ گھر میں جانے کے وقت اختیار کرنا چاہیے۔

طلب اجازت کے بارے میں حکم رسالت:

رحمت عالم ﷺ نے استیذان کی تعلیم عملی طور پر صحابہ کرام کو دی، اس لیے اس سے متعلق واقعات حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئے ہیں۔ طلب اذن کے باب میں حضرت ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''الاستیذان ثلاث فان اذن لك والا فارجع''

(ریاض الصالحین، باب الاستیذان)

Marfat.com

''طلب اذن تین مرتبہ ہے۔ اگر اجازت مل جائے تب تو خیر ورنہ واپس ہو جانا چاہیے۔''

سلام پہلے لے:

1: بنی عامر کے ایک شخص کا بیان ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ گھر کے اندر تھے دروازہ پر پہنچ کر درخواست کی کہ داخل ہونے کی اجازت ہے؟ رسول اکرم ﷺ کو یہ آواز پہنچی تو خادم سے فرمایا:

''باہر جو شخص آیا ہے اس کے پاس جاؤ اور اس کو اجازت طلب کرنے کا شرعی طریقہ سکھاؤ۔ اسے بتانا کہ تم اس طرح کہو: ''السلام علیکم'' کیا میں اندر آؤں۔؟''

دروازہ پر جو شخص آیا تھا اس نے آنحضرت ﷺ کی اس ہدایت کو جو آپ اندر اپنے خادم کو دے رہے تھے، سن لی اور آپ سے کہا:

''السلام علیکم' اندر حاضر ہو سکتا ہوں۔؟''

نبی کریم ﷺ نے جب شرعی طریقہ سے طلب اذن سنا تو آپ نے اس کو اجازت دے دی اور وہ شخص اندر آیا۔

2: حضرت کلدہ بن الحنبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور بغیر سلام کیے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ یہ دیکھ کر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''واپس جاؤ اور یہ کہو: ''السلام علیکم' کیا میں اندر آؤں۔؟''

ان حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اجازت جب لینی ہو تو پہلے سلام کیا جائے پھر اندر حاضر ہونے کی اجازت طلب کرے۔ بغیر سلام طلب اذن ناپسندیدہ طریقہ ہے۔ اوپر والی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اجازت کے لیے تین مرتبہ آواز دی جائے گی۔ تیسری مرتبہ بھی جب جواب نہ ملے تو واپس ہو جائے۔

تین مرتبہ اذن نہ ملنے پر پلٹ جائے:

1: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ کے یہاں تشریف لائے اور اجازت چاہی۔ تین مرتبہ سلام کے ساتھ اجازت طلب کی۔ جب کوئی جواب نہ ملا تو تیسری مرتبہ کے بعد واپس ہو گئے۔ اتنے میں حضرت سعد دوڑے آئے اور آپ ﷺ کو لے گئے۔

2: حضرت ابوموسیٰ اشعری حضرت عمر کی خدمت میں آئے۔ تین مرتبہ شرعی طریقہ کے مطابق اجازت طلب کی کوئی جواب نہ ملا تو پلٹ آئے۔ حضرت عمر کسی کام میں مصروف تھے۔ اطمینان ہوا تو فرمایا:

''اُن (ابوموسیٰ) کو بلالو۔''

آدمی ان کو بلانے باہر آیا تو دیکھا حضرت ابوموسیٰ جا چکے ہیں۔ جا کر حضرت عمر کو خبر دی۔ پھر دوبارہ کسی موقع پر حضرت ابوموسیٰ آئے تو حضرت عمر نے دریافت فرمایا:

Marfat.com

''اس وقت کیوں واپس ہو گئے۔؟''

جواب دیا کہ تین مرتبہ میں نے اجازت چاہی۔ اجازت کی آواز نہیں آئی تو چل دیا، کیونکہ رحمت عالم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

''ان استاذن احدکم ثلاثا فلم یوذن له فلینصرف''

(تفسیر ابن کثیر، جلد 3، صفحہ نمبر 278)

''تم میں سے کوئی تین بار طلب اذن کرے اور اس کو اجازت نہ دی جائے تو اس کو پلٹ آنا چاہئے۔''

تین مرتبہ اجازت میں راز:

استیذان میں تین سلام جو رکھے گئے ہیں ان کا مقصد یہی ہے کہ پہلا گھر والے سن لیں، دوسرے سلام کی آواز پر سنبھل جائیں اور تیسرے کی آواز پر اجازت دیں یا روک دیں۔

جھانکنا منع ہے:

اجازت کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ دفعتہً گھر والے کو دیکھ نہ لے۔ خود سید الکونین ﷺ ایک مرتبہ اپنے حجرہ میں بیٹھے ایک چھری لیے کھجلا رہے تھے کہ کوئی آیا اور جھانکنے لگا۔ آپ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو بہت خفا ہوئے اور فرمایا:

''اگر مجھے علم ہوتا تو اس کی آنکھیں پھوڑ ڈالتا۔ کیا اس کو معلوم نہیں ہے کہ دیکھ لینے ہی کی وجہ سے طلب اذن کا قانون بنایا گیا ہے۔''

(صحیح بخاری، باب الاستیذان من اجل البصر، جلد نمبر 4، صفحہ نمبر 60)

دروازہ کے مقابل کھڑا نہ ہو:

اصولی طور پر آدمی کو دروازہ سے علیحدہ ہو کر کھڑا ہونا چاہئے۔ دائیں بائیں جدھر مناسب ہو کھڑا ہو جائے۔ دروازہ کے بالکل مقابل نہ کھڑا ہو۔

حضرت عبداللہ بن بسر کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی دروازہ پر آتے تو دروازہ کے مقابل نہیں کھڑے ہوتے تھے، بلکہ دائیں جانب کھڑے ہوتے یا بائیں جانب اور فرماتے:

''السلام علیکم! السلام علیکم!''

راوی کا بیان ہے کہ عہد نبوی میں دروازوں پر پردہ لٹکانے کا رواج نہیں تھا۔ اس کا منشاء یہ ہے کہ اگر پردہ ہو تو دروازہ کے سامنے کھڑا ہونا بھی ناجائز نہیں ہے، مگر اصول کے پیش نظر اب بھی مناسب یہی ہے کہ دروازہ کے بالکل مقابل کھڑے ہو کر اجازت طلب نہ کی جائے، کیونکہ بسا اوقات پردہ اٹھا کر کوئی اندر سے نکلتا ہے تو سامنے سے گھر کے آدمی پر نظر پڑ جاتی ہے۔

ایک شخص آنحضرت ﷺ کے دروازہ پر حاضر ہوا اور اجازت طلب کی۔ وہ شخص دروازہ کے مقابل تھا۔ آپ

Marfat.com

ﷺ نے اشارہ سے فرمایا:

”ایسے (دائیں) یا ایسے (بائیں) کھڑے ہو۔ طلب اذن نگاہ ہی کی وجہ سے ہے۔“

تانک جھانک منع ہے:

دروازہ پر پہنچ کر تاک جھانک نہیں کرنی چاہیے۔ یہ تاک جھانک دروازہ کی دراز سے ہو یا کھڑکی وغیرہ سے، کیونکہ اس سے مقصد ہی فوت ہو جائے گا۔ پھر اس لیے کہ آپ ابھی پڑھ چکے کہ نگاہ ہی سے بچنے کے لیے یہ قاعدے وضع کیے گئے۔ رحمت عالم ﷺ نے اس سے سختی سے ممانعت کی ہے۔ صحیحین میں یہ روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لو ان امراء اطلع علیك بغير اذن فقذفته بحصاة ففقات ما كان علیك جناح“

”اگر کوئی بغیر اجازت تم کو جھانکے اور تم اس کو کنکری اٹھا کر مارو جس سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔“

جس جرم کی اتنی سخت سزا رحمت عالم ﷺ کی نگاہ میں ہو اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ فی نفسہ یہ جرم کتنا بڑا ہو گا۔

میں ہوں کا کیا مطلب ہے؟:

سلام کے بعد طلب اذن کے لیے جب آواز دے اور گھر سے کوئی پوچھے: ”تو کون ہے؟“ تو اجازت چاہنے والے کو اپنا مشہور نام بتانا چاہیے۔ جواب میں یہ نہیں کہنا چاہیے:

”میں ہوں۔“

اس لیے کہ اس سے پتہ نہیں چلتا کہ کون آیا ہے، تا کہ گھر والے کو اجازت دینے میں سہولت رہے۔ آنحضرت ﷺ نے مبہم جواب کو ناپسند فرمایا ہے۔

ایک دفعہ حضرت جابر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ آپ نے اندر سے فرمایا:

”کون ہیں۔؟“

حضرت جابر نے کہا:

”میں ہوں۔“

رحمت عالم ﷺ نے اس کو سن کر ناپسند فرمایا اور کہا:

”یہ ”انا انا“ (میں میں) کیا ہے۔؟“

طریقہ استیذان کی صحابہ کرام نے بھی تعلیم فرمائی، خود بھی برابر عمل کیا اور دوسروں کو بھی عمل کرنے کی تاکید کی۔

اپنے گھر میں بھی اجازت:

یہ استیذان اپنے لوگوں سے بھی چاہیے، یعنی اپنی ماں، بہن وغیرہ ہوں تو ان سے بھی اجازت لے کر اندر داخل

Marfat.com

ہونا چاہیے، بلکہ بڑی حد تک ضروری ہے۔ استیذان والی آیت کے شانِ نزول میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک انصاری عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئی اور شکوہ سنج ہوئی کہ کبھی میں اس حال میں ہوں کہ میں پسند نہیں کرتی کہ کوئی مجھے دیکھے، خواہ باپ ہو خواہ بیٹا اور تماشا یہ ہے اسی حال میں ہوتی ہوں اور گھر والے آتے جاتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

" لاتدخلوا بیوتا"

حضرت زینب کہتی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود جب کسی ضرورت سے اندر آتے تو پہلے دروازہ پر آ کر رک جاتے، کھانستے، تھوکتے اور اس کے بعد اندر آتے۔ دفعتہً بغیر اطلاع آنا پسند نہیں کرتے تھے۔ یہ زینب حضرت عبداللہ بن مسعود کی زوجہ محترمہ ہیں۔

'حضرت ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ جب گھر آتے تو اجازت طلب کرتے' دروازہ پر آ کر زور سے آواز دیتے۔

حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

"آدمی جب اپنے گھر میں داخل ہونے لگے تو دروازہ پر آ کر زور سے کھانسے یا زور سے اپنا جوتا پٹکے جس سے اندر خبر ہو جائے کہ مرد آ رہا ہے۔"

ماں سے اجازت:

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

"اپنی ماں سے بھی اجازت طلب کروں۔؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"ہاں! استیذان ماں سے بھی ہے۔"

اس نے کہا:

"میں تو ان کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں۔"

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ان سے بھی اجازت لے لیا کرو۔"

اس شخص نے کہا:

"میں ان کی خدمت کرتا ہوں یعنی اس وجہ سے برابر آنا جانا ہوتا ہے، پھر طلب اذن کی کیا ضرورت ہے۔ میرے لیے دشواری بڑھ جائے گی۔"

آنحضرت ﷺ نے سمجھا کر فرمایا:

"اپنی ماں کی خدمت میں بھی حاضر ہونا ہے تب بھی اجازت حاصل کر لیا کرو۔ کیا تم ماں کو ننگی دیکھنا پسند

Marfat.com

کرو گے۔؟"

اس نے کہا:

"نہیں!"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"تو پھر اسی وجہ سے تو کہتا ہوں کہ اجازت حاصل کر کے جاؤ۔"

ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"غیر کے گھر میں اذن حاصل کرنا ضروری ہے اور اپنا گھر ہو تو طلب اذن واجب نہیں ہے، مگر گھر میں اگر ماں بہن وغیرہ بھی رہتی ہوں تو جانے کے لیے کھانسے۔ اس کے بعد اندر داخل ہو اور دروازہ پر پہنچ کر پیر پٹکے جس سے اندر عورتوں کو آنے کی خبر ہو جائے، کیونکہ کبھی ماں بہن بھی ایسی حالت میں ہوتی ہیں کہ جس حالت میں دیکھنا ہم پسند نہیں کرتے۔"

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ماں بہن کی خدمت میں حاضر ہونا ہو تو بھی اجازت لے لی جائے۔"

حضرت ابن مسعود اور ابن عباس سے پوچھنے والوں نے بار بار پوچھا کہ اپنی ماں بہن جس گھر میں رہتی ہو اس میں بھی جائے تو اجازت لے لی جائے گی۔؟ آپ نے ہمیشہ فرمایا:

"ہاں لی جائے گی۔"

تکرار کرنے پر سمجھایا:

"کوئی بھی اپنی ماں بہن کو بے پردہ دیکھنا پسند نہیں کرتا' پھر تم کو خواہ مخواہ اصرار کیوں ہے؟

تین اوقات:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"یا ایھا الذین امنو الیستاذنکم الذین ملکت ایمانکم و الذین لم یبلغوا الحلم منکم ثلث مرت من قبل صلوٰۃ الفجر وحین تضعون ثیابکم من الظھیرۃ و من بعد صلوٰۃ العشاء ثلث عورت لکم لیس علیکم و لا علیھم جناح بعد ھن طوافون علیکم بعضکم علی بعض کذلک یبین اللہ لکم الایت و اللہ علیم حکیم" (سورۃ النور)

"اے ایمان والو! تم میں سے اجازت لے کر آئیں لونڈی اور غلام اور تم میں وہ جو بلوغ کو نہیں پہنچے ہیں تین وقت میں، فجر کی نماز سے پہلے اور جس وقت تم دوپہر میں اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تین وقت تمہارے لیے بدن کھلنے کے ہیں۔ ان وقتوں کے بعد نہ تم پر تنگی ہے اور نہ ان پر، کیونکہ تمہارے بعض بعض کے پاس آتے جاتے ہی رہتے ہیں۔ اللہ یونہی کھولتا ہے باتوں کو تمہارے لیے اور

Marfat.com

اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔"

اس آیت میں تین مخصوص وقتوں کا ذکر ہے:

ایک نماز فجر سے پہلے جو آدمی کے لئے خوشگوار وقت ہے اور سو کر بیدار ہونے کا وقت ہے۔ رات کی بے خبری میں عموماً اس وقت ستر کھلے رہ جاتے ہیں۔ گہری نیند کی وجہ سے ستر پوشی کا زیادہ اہتمام نہیں ہوتا۔

دوسرا وقت دوپہر کا بیان کیا گیا ہے، جس وقت آدمی دن کا کھانا کھا پی کر قیلولہ کرتا ہے اور تھوڑی دیر کھل کر آرام کرتا ہے۔ گرمی کے زمانہ میں عام طور پر لوگ اس وقت بے خبر اپنے کمروں میں سوتے ہیں اور بعض لوگ گرمی سردی دونوں زمانوں میں دوپہر میں سوتے ہیں، اس لیے کھلی بات ہے کہ نیند اور غفلت میں بے خبری کا غالب قرینہ ہے۔

تیسرا وقت نماز عشاء کے بعد۔ یہ بھی آرام کا وقت ہے۔ آدمی دن بھر کی تھکان لیے بستر پر آتا ہے اور یہ سمجھ کر کہ سب آرام کر رہے ہیں بہت بے پرواہ لیٹتا اور سوتا ہے۔

مزید یہ کہ ان تینوں وقتوں میں کم وبیش شادی شدہ اپنی بیوی سے وابستگی کرتا ہے۔ بوس وکنار کی نوبت آتی ہے، اس لئے حق ہے کہ بچے اور لونڈیاں بھی اطلاع دے کر اندر داخل ہوں، بغیر اجازت گھس جانے کی ہمت ہرگز نہ کریں، کیونکہ اگر موقع شرم وحیاء کا ہوا تو آدمی شرم وحیا سے گر جاتا ہے اور دلی رنگ وتکلیف محسوس کرتا ہے۔ لونڈی اور خادمہ چونکہ بالغ ہوتی ہے، اس لیے وہ خود بھی بعض موقعوں پر شرمندہ ہوئے بغیر نہ رہے گی۔ ان کے علاوہ وقتوں میں چونکہ یہ کیفیتیں عموماً نہیں ہوتیں اس لئے کوئی خاص پابندی نہیں ہے۔ پھر بچوں کا روکنا بھی مشکل ہے کہ وہ آنے جانے کے عادی ہوتے ہیں۔ یہی حال لونڈی اور خادمہ کا ہے کہ وہ کام کاج کے لیے آمدورفت پر مجبور ہے ان کو کہاں تک روکا جائے گا؟

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ پہلی آیتوں میں جو استیذان کا حکم آیا ہے وہ اجنبی اور غیروں کے لیے ہے اور اس آیت میں استیذان کا حکم قرابت داروں کے لیے ہے یعنی ان لوگوں کے لیے ہے جو محارم میں داخل ہیں۔

بعض علماء لکھتے ہیں کہ پہلی آیت میں استیذان کا حکم عام تھا اور عام لوگوں کے لئے تھا اور تمام وقتوں کے لیے تھا اور اس آیت میں خاص لوگوں کو طلب اذن کا حکم ہے اور خاص وقتوں میں ہے اور یہ صحیح ہے۔

اس آیت میں "ملکت" سے مراد صرف لونڈی ہے، کیونکہ عبد (غلام) غیر محرم میں داخل ہے۔ یہ مردوں میں آئیں گے، مگر عورتوں کے سامنے جانے کی ان کو اجازت نہیں ہے۔ پردہ کے خاص وقتوں میں ان پر بھی پابندی عائد کر دی گئی ہے جن کے آنے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ یہ احتیاطی تدابیر اختیار کی گئی ہے اور عقلاً بہت مناسب ہے۔

بالغ اجازت لے:

ان بالغ بچوں پر بھی بعد بلوغ اسلام نے عام وقتوں میں استیذان کی پابندی عائد کی ہے، جن پر بلوغ یا قریب بلوغ ہونے سے پہلے صرف مخصوص ہی وقتوں میں تھی۔ بلوغ سے پہلے والی آزادی باقی نہیں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا

Marfat.com

ہے:

"واذا بلغ الطفال منکم الحلم فلیستاذنوا کما استاذن الذین من قبلهم کذالك یبین الله

ایٰته واللہ علیم حکیم"(سورۃ النور)

"اور جب تم میں سے لڑکے بلوغ کی حد کو پہنچیں تو ان کو ایسی ہی اجازت لینی چاہیے جیسے تمہارے اگلے لیتے رہے ہیں۔ اللہ یوں کھول کر تم کو اپنی باتیں سناتا ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔"

اب تک ان بچوں کو تین ہی مخصوص وقتوں میں طلب اذن کا حکم تھا، مگر اب جب بالغ ہو چکے تو اب کسی وقت بغیر اجازت اندر نہ جائیں، جس طرح دوسروں کو استیذان کا حکم ہے ان کے لیے بھی استیذان ضروری ہے، کیونکہ عدم بلوغ کی وجہ سے پردہ کی باتوں کا ان کو علم نہ تھا، نہ خود ان کے لیے اپنے اندر کوئی کشش تھی اور نہ غیر کے لیے ان اندر کوئی کشش تھی، مگر اب ان کی حالت بدل چکی ہے۔ اب احساس پیدا ہو چکا ہے۔ خود یہ اپنے اندر ایک انقلا محسوس کرتے ہیں اور دل جذبات سے معمور پاتے ہیں اور دوسروں کو بھی ان کی طرف کشش ہو سکتی ہے، اس لئے قد حکم بدلنا بھی ضروری ہے۔

انتہائی بوڑھی عورتوں کا حکم:

جو بوڑھی عورتیں اپنی عمر کی انتہا کو پہنچ چکی ہیں وہ ان اعضاء کو کھلا رکھ سکتی ہیں۔ گو بہتر چھپانا ہی ہے۔ چنانچہ ارشا باری تعالیٰ ہے:

"والقواعد من النساء التی لایرجون نکاحا فلیس علیهن جناح ان یضعن ثیابهن غیر

متبرجات بزینة وان یستعففن خیر لهن واللہ سمیع علیم"(سورۃ النور)

"اور تمہاری عورتوں میں سے جو گھروں میں بیٹھ رہی ہیں جن کو نکاح کی کوئی توقع نہیں ان کو پردہ نہ کرنے میں گناہ نہیں، مگر اس طرح کہ اپنا سنگار دکھاتی نہ پھریں اور اس سے بچیں تو ان کے لیے بہتر ہے اور اللہ سب باتیں سنتا جانتا ہے۔"

چہرہ چھپانے کا حکم:

فقہائے کرام لکھتے ہیں کہ چہرہ گو ستر میں داخل نہیں ہے، مگر پھر بھی عورتوں کو لوگوں میں چہرہ کھولنے سے جائے گا، تاکہ کوئی فتنہ برپا نہ ہونے پائے۔ قدرت نے عورت کے چہرہ میں کچھ ایسی جاذبیت اور کشش رکھی ہے کہ عورت کے اس حصہ کو دیکھ کر اس کی طرف کھینچتے ہیں اور مردوں کے دل میں فطری شہوت کروٹیں لینے لگتی ہے۔

علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں:

"والمعنی تمنع من الکشف لخوف ان یری الرجال وجهها فتقع الفتنة لانه مع الکشف قد یقع النظر الیها بشهوة"

Marfat.com

(ردالمختار، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 284)

"عورت کو چہرہ کے کھولنے سے روکا جائے گا، تاکہ مرد دیکھنے نہ پائے، کیونکہ کھلنے کی صورت میں کبھی نگاہ شہوت کے ساتھ پڑتی ہے۔"

...ریک کپڑوں کی ممانعت:

آیت مبارکہ کے اس حصے "غیر متبرجات بزینة" سے یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ عورتیں اتنا باریک کپڑا ...ستعمال نہ کریں جو ساتر نہ ہو، بلکہ اس سے حسن چھنتا ہو۔

ابن العربی لکھتے ہیں:

"وامن التبرج ان تلبس المرأة ثوبا رقیقایصفها"

"تبرج میں سے یہ بھی ہے کہ عورت اتنا باریک کپڑا استعمال کرے جو چغلی کرتا ہو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"رب کاسیات عاریات مائلات ممیلات لایدخلن الجنة ولایجدون ریحها"

"بہت سی پہننے والی عورتیں ننگی کے حکم میں ہیں جو خود مائل ہوتی ہیں یا دوسروں کو مائل کرتی ہیں، لیکن ایسی عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی نہ اس کی بو پائیں گی۔"

اس حدیث میں "کاسیات" کے بعد "عاریات" اسی لیے فرمایا کہ وہ باریک کپڑا زیب تن کرتی ہیں۔

اتنا باریک کپڑا پہننا جس سے ستر کامل نہ ہو حرام ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے

"وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلیة الاولی"(سورة الاحزاب)

"اور عورتیں اپنے گھروں میں قرار پکڑیں اور جاہلیت کی زیبائش کے ساتھ نہ پھریں۔"

اُم علقمہ کہتی ہیں کہ حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن حضرت عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضرت ...حفصہ باریک دوپٹہ ڈالے ہوئے تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے جب دیکھا تو اُن سے دوپٹہ لے لیا، اُسے پھاڑ ڈالا ...ور اس کے بدلے ایک گاڑھے کپڑے کا دوپٹہ ان کو مرحمت فرمایا۔ یہ حفصہ حضرت عائشہ صدیقہ کی بھتیجی تھیں۔

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ اسماء بنت ابی بکر آنحضرت ﷺ کے یہاں تشریف لائیں۔ یہ باریک کپڑا اوڑھے ...ہوئے تھیں۔ ان سے اعراض فرماتے ہوئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یااسماء ان المرأة اذابلغت المحیض لن یصلح ان یری منها الاهذا وهذا اشارالی وجهه وکفیه"(مشکوٰة المصابیح، کتاب اللباس)

"اے اسماء! عورت جب بالغ ہو جاتی ہے تو اس کے چہرہ اور ہتھیلیوں کے سوا کسی عضو کو دیکھنا درست نہیں ہے۔"

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"خذعليك ثوبك و لاتمشوا عراة "(مشكوٰة، باب النظر المخطوبه)

"اپنے اوپر کپڑا لازم کرلو۔ ننگے مت پھرو۔!"

یہ اور اسی طرح کی دوسری روایتیں بتاتی ہیں کہ عورت و مرد دونوں کو ایسا کپڑا استعمال کرنا چاہیے جو بد ڈھانپ سکے اور آدمی کا حسن و جمال عام طرح سے رسوانہ ہو۔ جس کا بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ پاکدامنی اور عفت بے رہے گی اور حکماً یا حقیقۃً کوئی دھبہ دامن عصمت پر نہیں پڑ سکے گا۔

☆☆☆

فصل نمبر 26:

زبان کی حفاظت قرآن وحدیث کی روشنی میں

لغوی مفہوم:

"حفظ اللسان"، کا لغوی مفہوم ہے: زبان کا قابو میں رکھنا، زبان کی حفاظت کرنا۔

اصطلاحی مفہوم:

زبان کی حفاظت کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے:

"زبان سے ایسے کلمات نہ کہے جائیں کہ جو تعلیمات اسلام کے خلاف ہوں۔ نیز انسان اپنی زبان سے اچھی اچھی باتیں کرے اور یہ کہ برائی کی باتوں سے پرہیز کرے۔"

نجات و بربادی کا ذریعہ:

اللہ تعالیٰ نے انسان کے ساتھ دو فرشتے مقرر کر رکھے ہیں، جو انسان کے اعمال کو باقاعدہ لکھ رہے ہوتے ہیں انسان اپنے اعضائے جسم سے کوئی کام بھی سرانجام دیتا ہے خواہ وہ کام اچھا ہو یا برا، اس کے نامہ اعمال میں لکھ جاتا ہے۔ زبان بھی انسان کے جسم کا ایسا عضو ہے جس سے نہ چاہتے ہوئے بھی ایسے کام سرزد ہو جاتے ہیں جو اللہ تع کے ہاں ناپسندیدہ ہیں۔ زبان کی ہی وجہ سے انسان جنت اور دوزخ کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اس لئے انسان کو چاہیے زبان سے ایسے کلمات کا استعمال کرے جو خوش اخلاقی کا باعث ہوں۔ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ انسان کی مغفرت دے گا اور اس کے گناہوں کو بخش دے گا۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((يايها الذين امنوا اتقوا الله وقولوا قولاً سديداً يصلح لكم اعمالكم ويغفر لكم ذنوبكم))(سورة احزاب ، آيات 71-70)

Marfat.com

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو۔ اللہ تعالیٰ (اس کے صلہ میں) تمہارے اعمال کو قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا۔"

ہر بات لکھی جاتی ہے:

سورۃ ق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((ما یلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید))(سورۃ ق ، آیت 18)

"وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار ہے۔"

احسن کلام کرنے کا حکم:

ایک مہذب معاشرے کے قیام انسانیت کو اس کا اصلی مقام و مرتبہ مہیا کرتا ہے۔ اس کیلئے ضروری ہے کہ ایک دوسرے سے خوش اخلاقی سے برتاؤ کیا جائے اور مہذبانہ طریقہ زندگی اختیار کیا جائے۔ بہترین انسان وہی جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے زندگی گزارے اور دنیا والوں کو بھی راہ ہدایت کی دعوت دے۔

سورۃ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وقولوا اللناس حسنا))(سورۃ البقرہ، آیت 83)

لوگوں سے حسن کلام سے پیش آو۔ ان سے بدکلامی نہ کرو، یعنی ہمیشہ پیار ومحبت سے حق بات پہنچاتے رہو۔ حسن کلام یہ ہے کہ کلام حق بھی ہو اور مناسب طریقے سے کہا بھی جائے۔

مداہنیت یعنی محض کسی کو خوش کرنیکی خاطر غلط باتیں اور بے جا خوشامد کو احسن کلام نہیں کہا جاسکتا۔

اہل تقویٰ اور زبان:

انسان کو بیہودہ اور غلط قسم کی گفتگو سے بچنا چاہیے، زبان کی حفاظت نہ کرنے کی وجہ سے انسان کو آخرت میں عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ لہٰذا عذاب آخرت کو ذہن میں رکھتے ہوئے بیہودہ اور لغو قسم کی گفتگو سے پرہیز کیا جائے۔ اگر کوئی جاہل لغو اور بے ہودہ بات چیت کرے تو اس سے کنارہ کشی کر لینی چاہیے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((واذا سمعوا اللغوا اعرضوا عنه وقالوا لنا اعملنا ولكم اعمالكم سلام عليكم لا نبتغي الجهلين))

(سورۃ القصص، آیت 55)

"اور جب کوئی لغو بات سنتے ہیں تو اس کو ٹال جاتے ہیں اور (سلامت روی کے طور پر) کہہ دیتے ہیں کہ (ہم کچھ جواب نہیں دیتے) ہمارا کیا ہمارے سامنے آئے گا اور تمہارا کیا تمہارے۔ ہم تم کو سلام کرتے ہیں، ہم بے سمجھ لوگوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔"

Marfat.com

غصہ میں معافی دینا:

1: بری گفتگو سے بچنا اور زبان کی حفاظت بلاشبہ ہمت کا کام ہے، جب انسان کو کسی بات پر غصہ آجائے تو اس پر کنٹرول کرنا اور غصے کو پی جانا بھی حفاظت زبان سے ہے اور یہ بڑا احسن کام ہے۔ غصہ پی جانے والوں کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتا ہے:

((والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین))

(سورۃ آل عمران، 134

''اور مومن غصہ پی جانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہوتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔''

2: اسی صورت میں ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے:

((واذا ماغضبوا ھم یغفرون))(سورۃ الشوریٰ، آیت 37)

''اور جب مسلمان غضبناک ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔''

دوررس نتائج میں زبان کا کردار:

انسان کی اخلاقی زندگی کے جن پہلوؤں سے اس کو سب سے زیادہ واسطہ پڑتا ہے اور جن کے نتائج اور اثرات بہت دوررس ہوتے ہیں ان میں انسان کی زبان کی مٹھاس یا تلخی اور سختی یا نرمی بھی شامل ہے۔ اسی لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی اور شیریں گفتگو کی بہت زیادہ تاکید فرمائی ہے اور ناپسندیدہ گفتگو سے منع فرمایا ہے۔

زبان اور شرم گاہ کی حفاظت سے جنت کی ضمانت:

((عن سھل بن سعد قال قال رسول اللہ ﷺ من یضمن لی مابین لحییہ و ما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ))(صحیح بخاری)

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھ سے اس کا عہد کرے کہ وہ اپنے دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (زبان) اور اپنے دونوں پاؤں کے درمیانی چیز (شرم گاہ) کی حفاظت کرے گا تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

ایک بات کا وبال:

((عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ان العبد لیتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ لا یلقی لھا الا یرفع اللہ بھا درجات وان العبد لیتکلمہ بالکلمۃ من سخط اللہ لا یلقی لھا الا یھوی بھا فی جھنم))

(صحیح بخاری)

Marfat.com

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بندہ بعض وقت ایسی بات زبان سے کہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو جاتا ہے، لیکن وہ بندہ اس حیثیت سے وقف نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ اس بات کے بدلے میں اس کے درجات بلند کر دیتا ہے اور بعض اوقات بندہ ایسی بات کہتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور وہ اس سے واقف نہیں ہوتا اور وہ بات اس کو جہنم میں لے جاتی ہے اور ایک روایت ہے کہ وہ کلمہ اسے دوزخ میں اتنی دوری پر ڈال دیتا ہے جتنی کہ مشرق و مغرب میں دوری ہے۔''

الکلمۃ الطیبۃ صدقۃ:

بندۂ مومن ہر وقت اپنی زبان کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔ وہ بری گفتگو کرنے سے بچتا ہے، مومن آدمی نہ تو بدگوئی اور گالی گلوچ کرتا ہے اور نہ ہی لعن طعن کرتا ہے۔

((عن ابی هريرة عن النبی ﷺ الكلمة الطيبة صدقة))(صحيح بخاری)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھی اور میٹھی بات بھی ایک صدقہ ہے (نیکی کی ایک قسم ہے جس پر آدمی اجر کا مستحق ہوتا ہے)''

تکبرانہ گفتگو کرنے والے:

((عن جابر بن عبد الله ان رسول الله ﷺ ان من احبکم الی و اقربکم منی مجلساً يوم القيمة، احسنكم اخلاقاً الثرثارون و المتشدقون، و المتفيهقون))(سنن ترمذی)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن تم میں سے میرے نزدیک زیادہ محبوب اور زیادہ قریب مجلس والے وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق اچھے ہوں گے اور میرے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور دور رہنے والے وہ لوگ ہوں گے جو بتکلف زیادہ کلام کرنے والے، اپنے کلام کے ذریعے لوگوں پر فخر کا اظہار کرنے والے اور تکبراً منہ بھر کر کلام کرنے والے ہیں۔''

کم بولنا حکمت ہے:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''کم بولنا حکمت ہے، کم کھانا صحت ہے، کم سونا صحت ہے اور عوام سے کم ملنا عافیت ہے۔''

دل کی اصلاح زبان کی اصلاح پر موقوف ہے:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

''جب زبان کی اصلاح ہونے لگتی ہے تو دل کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے۔''

Marfat.com

قابلیت اور زبان:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں:

''آدمی کی قابلیت زبان کے نیچے پوشیدہ ہے۔ نیز اگر عقلمند آدمی خاموش رہے تو قدرت الٰہی میں فکر کرتا ہے اور جب نگاہ اٹھا کر دیکھتا ہے تو عبرت حاصل کرتا ہے۔''

نو حصے عبادت خاموشی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

''عبادت کے دس حصے ہیں جس میں سے نو حصے خاموشی میں ہیں۔''

حق بات کہنا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''جسے یہ بات پسند ہو کہ دوسرے لوگ اس کی عزت و اکرام کریں تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے اور حق بات کہے۔''

جاہل و عاقل اور زبان:

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''عقلمند انسان کی زبان اس کے دل کی تابعدار ہوتی ہے۔ جب وہ کوئی بات کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو پہلے اپنے دل کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اگر دل اجازت دیتا ہے تو بولتا ہے اگر بولنے سے کوئی نقصان پاتا ہے تو خاموش رہتا ہے۔ اس کے برعکس جاہل آدمی کا دل کی زبان کی نوک پر ہے۔ وہ بات کرتے وقت اپنے دل سے مشورہ نہیں کرتا بلکہ جو کچھ اس کی زبان پر آتا ہے کہہ دیتا ہے۔''

وعظ اور خاموشی:

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

''وعظ خالصۃ اللہ کا کر! ورنہ! تیرا خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔''

دل اور زبان جسم کے بہترین اور بدترین عضو:

حضرت لقمان حکیم سیاہ فام تھے۔ کسی نے ان کو اپنے غلام حبشی کے دھوکے میں خدمت گار بنالیا۔ آپ غلاموں کی طرح اپنے بادشاہ کی خدمت میں مشغول رہے۔ آقا نے حضرت لقمان حکیم سے کہا:

''ایک بکری ذبح کرو اور اس کے گوشت میں سے نہایت ہی عمدہ قسم کے دو ٹکڑے میرے لئے لے آؤ۔''

آپ نے بکری ذبح کی اور اس کا دل اور زبان تیار کر کے آقا کی خدمت میں لے گئے۔ آقا نے اس کی وجہ پوچھی تو جواب دیا:

Marfat.com

"جسم میں یہی دو ٹکڑے ہیں کہ اگر اچھی حالت پر رہیں تو ان سے بہتر کوئی ٹکڑا نہیں اور اگر خباثت کیساتھ زندگی بسر ہو تو جسم میں ان سے بدتر کوئی ٹکڑا نہیں ہے۔"

موشی کی خوبیاں:

بعض حکماء کے مطابق خاموش رہنے میں مندرجہ ذیل سات خوبیاں ہیں جن میں سے ہر خوبی ہزار نیکیوں کے ہے:

خاموشی ایسی عبادت ہے کہ جس میں جسم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔
خاموشی ایک ہیبت ہے جو بغیر دلیل اور محنت کے عیاں ہو جاتی ہے۔
خاموشی ایک ایسا قلعہ ہے کہ جس کی نگہبانی کی ضرورت نہیں پڑتی۔
خاموشی ایک آوائش وزینت ہے جس میں کوئی تکلیف نہیں۔
خاموشی انسان کے تمام عیبوں پر پردہ ڈال دیتی ہے۔
خاموشی کی بدولت کراما کاتبین آرام میں رہتے ہیں۔
خاموش رہنا ایسی بے نیازی ہے جس میں کسی سے عذر کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

حفاظت زبان کے فوائد وثمرات

حفاظت زبان کے بے شمار فوائد ہیں جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

پردہ پوشی۔ 2: اسلامی معاشرے کا قیام۔
اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت۔ 4: جذبہ محبت۔
جنت کا دخول۔

موشی باعث نجات ہے:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جس نے خاموشی اختیار کی وہ آفتوں سے بچ گیا۔"

مختصر یہ کہ زبان کی حفاظت ہر شعبہ ہائے زندگی میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اگر انسان اپنی زبان کی حفاظت ں کرتا تو حیوانیت کے درجے میں شمار ہونے لگتا ہے۔ اس لئے زبان کی حفاظت و نگرانی انتہائی ضروری ہے۔ انسان فتگو سے ہی اس کی شخصیت کا پتہ چلتا ہے۔ اچھی گفتگو اچھے خاندان کی پہچان ہوتی ہے اس لئے انسان کو اپنی یت کے اندر نکھار پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی زبان کا صحیح استعمال کرتے ہوئے اچھی اور پر اثر گفتگو رے۔

Marfat.com

پردہ پوشی:

زبان کی حفاظت انسان کی پردہ پوشی کرتی ہے۔

اسلامی معاشرے کا قیام:

حفاظت زبان سے اسلامی معاشرے کے قیام میں مدد ملتی ہے۔

اللہ اور رسول اللہ کی اطاعت:

زبان کی حفاظت کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کا باعث ہے۔

جذبہ محبت:

حفاظت زبان سے لوگوں میں باہم جذبہ محبت پیدا ہوتا ہے۔

جنت کی ضمانت:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

''جس نے مجھے زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت دی میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

زبان کی آفتیں

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت سی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ ان نعمتوں میں سے اسلام کے بعد زبان ایک عظیم نعمت ہے۔ یہ زبان دو دھاری تلوار کی مانند ہے۔ اگر اسے اللہ تعالیٰ کی اطاعت (مثلاً قرآن کریم کی تلاوت کرنے، نیکی کا حکم دینے، برائی سے روکنے مظلوم کی مدد کرنے وغیرہ) میں استعمال کیا جائے تو یہی وہ کام ہیں جو ہر مسلمان سے مطلوب ہیں اور اعمال خیر میں زبان کو استعمال کرنا ہی اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

زبان اور شرمگاہ کو ناجائز جگہ استعمال کرنے سے پرہیز کرنے والوں کو بھی جنتی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص مجھے دو جبڑوں کے درمیان والی چیز (زبان) کی اور دو ٹانگوں کے درمیان والی چیز (شرمگاہ) کی ضمانت دے دے (کہ ان کو غلط استعمال نہ کرے گا تو) میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، جلد 2، عربی صفحہ 958)

اگر زبان کو شیطان کی اطاعت، مسلمانوں کے درمیان تفریق، جھوٹ، بہتان تراشی، غیبت، چغلی اور مسلمانوں کی عصمتوں کو پامال کرنے وغیرہ میں استعمال کیا جائے تو یہ اس عظیم نعمت کی ناشکری ہے اور یہ وہ کام ہیں جو ہر مسلمان پر حرام ہیں۔ زبان کی دو بڑی آفتیں ہیں:

1: ناحق کلام کرنا۔ 2: اظہار حق سے خاموش رہنا۔

جب کسی شخص کو جان ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہو پھر بھی وہ حق بات کے اظہار سے خاموش رہے تو وہ دین

Marfat.com

غافل، ریاکار، اللہ کا نافرمان اور گونگا شیطان ہے۔ جبکہ باطل کلام کرنے والا، ناحق بات کہنے والا بھی اللہ کا نافرمان اور بولنے والا شیطان ہے۔ اکثر لوگ کلام کرنے اور خاموش رہنے کے معاملے میں راہ حق سے دور ہیں، جبکہ میانہ روی اختیار کرنیوالے اپنی زبانوں کو باطل سے روکتے اور حق کے راستے میں استعمال کرتے ہیں۔

زبان کی آفات انسان کے لئے انتہائی خطرناک ہیں، کیونکہ اس کے لئے حرام کھانے، ظلم، زنا، چوری، ڈاکہ اور شراب خوری وغیرہ گناہوں سے بچنا آسان ہے، لیکن زبان کے شر سے بچنا اس کے لئے مشکل ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات نیک، صالح اور زاہد انسان لاپرواہی سے اللہ کو ناراض کر دینے والا کوئی ایسا جملہ منہ سے ادا کر بیٹھتا ہے جس کی وجہ سے وہ ستر سال کی مسافت کے برابر آگ کی گہرائی میں جا گرتا ہے۔ قابل افسوس بات ہے کہ بہت سے متقی اور پرہیزگار لوگ جو ظلم، برائی اور بے حیائی سے تو مکمل اجتناب کرتے ہیں مگر ان کی زبانیں بڑی بے فکری و لاپرواہی سے زندوں اور مردوں کی توہین و تحقیر میں لگی رہتی ہیں۔ اب زبان کے ان افعال کا تذکرہ پڑھئے جن سے بچنے کا نام حفاظت زبان ہے اور ان سے بچنے والے کو ہی حدیث مذکور میں جنت کی خوش خبری عطا فرمائی گئی ہے:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص مجھے دو جبڑوں کے درمیان والی چیز (زبان) کی اور دو ٹانگوں کے درمیان والی چیز (شرمگاہ) کی ضمانت دے دے (کہ ان کو غلط استعمال نہ کرے گا تو) میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

(الصحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، جلد 2، عربی صفحہ 958)

زبان کی فحش گوئی:

1: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

"لاخیر فی کثیر من نجواھم الأمن امر بصدقة اومعروف او اصلاح بین الناس و من یفعل ذالك ابتغاء مرضات اللہ فسوف نوتیه اجرا عظیما"

(سورۃ النساء:114)

"لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں اکثر و بیشتر کوئی بھلائی نہیں ہوتی۔ ہاں اگر کوئی پوشیدہ طور پر صدقہ و خیرات کی تلقین کرے یا کسی نیک کام کے لئے یا لوگوں کے معاملات میں اصلاح کرنے کے لئے کسی سے کچھ کہے تو البتہ بھلی بات ہے اور جو کوئی اللہ کی رضا جوئی کے لئے ایسا کرے گا اسے ہم بڑا اجر عطا کریں گے۔"

2: اللہ ذوالجلال نے فرمایا:

"لایحب اللہ الجهر بالسوء من القول الا من ظلم و کان اللہ سمیعا علیما"

(سورۃ النساء:148)

"اللہ پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے الا یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو۔ اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

Marfat.com

اللہ تعالیٰ بے ہودہ گوئی اور زبان سے ایذ ارسانی کو پسند نہیں کرتا۔ البتہ مظلوم ظالم پر بددعا یا اس کی برائی اعلانیہ ذکر کر سکتا ہے۔

3: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اللہ یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی آدمی دوسرے پر بددعا کرے۔ البتہ مظلوم ظالم پر بددعا کر سکتا ہے۔''(صفوۃ التفاسیر للصابونی: 314/1)

4: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''مایلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید''(سورۃ ق 18)

''کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا مگر اسے محفوظ کرنے کے لئے ایک نگران ہر وقت موجود رہتا ہے۔''

5: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''ان ربك لبالمرصاد''(سورۃ الفجر 14)

''حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔''

6: ''عن ابی موسیٰ اشعری قال: قلت یارسول اللہ ای المسلمین افضل قال: من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ''

(صحیح بخاری 9/1 و صحیح مسلم: 65/1)

''سیدنا ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کونسا مسلمان افضل ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہیں۔''

7: ''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان العبد لیتکلم بالکلمۃ مایتبین فیھا یھوی بھا فی النار ابعد مابین المشرق والمغرب''

(صحیح بخاری: 148/7 و صحیح مسلم: 2290/4)

''سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بندہ سوچے سمجھے بغیر ایسی بات کر دیتا ہے جس کی وجہ سے مشرق و مغرب کے درمیان مسافت سے بھی زیادہ دور جہنم کی آگ میں جا گرتا ہے۔''

8: ''عن ابی ھرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ لایری بھا باسا فیھوی بھا فی نار جھنم سبعین خریفا''

(سنن ابن ماجہ: 1313/2 صحیح ابن ماجہ: 358/2)

''سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ لاپرواہی سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دینے والی بات کو معمولی جانتے ہوئے کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں ستر برس کے لئے جہنم کی آگ میں

Marfat.com

جا گرتا ہے۔"

9: "عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان العبدلیتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ لا یلقیٰ لھا بالا یرفع اللہ بھا درجات وان العبدلیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ لا یلقیٰ لھا بالایھوی بھا فی جھنم" (صحیح بخاری:185/7)

"سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انسان لاپرواہی سے اللہ کی رضا کا ایک کلمہ بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے کئی درجات بلند فرما دیتا ہے اور کبھی انسان لاپرواہی سے اللہ کی ناراضگی کا ایک کلمہ بولتا ہے اور اس کی وجہ سے جہنم کی آگ میں جا گرتا ہے۔"

10: "عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیرا اولیصمت ومن کان یومن باللہ والیوم الآخر فلایوذجارہ ومن کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ" (صحیح بخاری:184/7 وصحیح مسلم:68/1)

"سیدنا ابوہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کرے ورنہ خاموش رہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت افزائی کرے۔"

11: "عن سھل بن سعد رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من یضمن لی مابین لحییہ ومابین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ"

(صحیح بخاری:184/7)

"سیدنا سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھے اپنی زبان اور عصمت کی حفاظت کرنے کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

12: "عن المغیرۃ رضی اللہ عنہ قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھی عن قیل وقال وکثرۃ السوال واضاعۃ المال ومنع وھات وعقوق الامھات واد البنات" (صحیح بخاری:183/7)

"سیدنا مغیرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ادھر ادھر کی باتوں، زیادہ سوال کرنے، مال کے ضیاع، بخل وطمع، والدین کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔"

13: "عن بلال بن الحارث رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ ماکان یظن ان تبلغ مابلغت یکتب اللہ بھا

Marfat.com

رضوانه الی یوم یلقاه وان الرجل لیتکلم بالکلمة من سخط اللّٰہ ما کان یظن ان تبلغ مابلغت یکتب له بها سخطه الی یوم یلقاه“

(صحیح بخاری: 185/7 و موطا مالک: 85/2

”سیدنا بلال بن حارث سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی اللہ کی خوشنودی کی بات کرتا ہے جس کی اہمیت کا اسے اندازہ نہیں ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک اس کے لئے اپنی رضامندی مقرر کر دیتا ہے۔ اور ایک شخص اللہ کی ناراضگی کی بات کرتا ہے اور اسے اس کے (نقصان) کا اندازہ نہیں ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک اس کے لئے اپنی ناراضگی تحریر کر دیتا ہے۔“

1 : 4 ”عن سفیان بن عبداللّٰہ رضی اللّٰہ عنه قال قلت یارسول اللّٰہ حدثنی بامر اعتصم به قال :قل ربی اللّٰہ ثم استقم قال قلت یارسول اللّٰہ ما اخوف ماتخاف علی؟ فاخذ بلسان نفسه ثم قال: ”هذا“

(صحیح مسلم 65/1 و مسند احمد: 1/3

”سیدنا سفیان بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی ایسی بات بتایئے جسے میں مضبوطی سے تھام لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اقرار کر کہ میرا رب اللہ ہے اور اس پر قائم رہ۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے لئے سب سے خطرناک چیز کیا ہے۔؟ آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا یہ (سب سے خطرناک چیز ہے)۔“

15 : ”وعن عمر انه دخل علی ابی بکر وهو یجبذ لسانه فقال له عمر مه غفر اللّٰہ لك فقال ابوبکر ان هذا اوردنی الموارد“

(موطا مالک: 88/2

”سیدنا عمر بیان کرتے ہیں کہ وہ ابوبکر کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے تو انہوں نے کہا: ٹھہریئے! اللہ آپ کو معاف فرمائے (آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟) تو ابوبکر صدیق نے فرمایا: اسی نے ہی مجھے مصائب و مشکلات میں گرفتار کرایا ہے۔“

16 : ”عن جندب ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم حدث ان رجلا قال: واللّٰہ لا یغفر اللّٰہ لفلان وان اللّٰہ تعالیٰ قال: من ذا الذی یتالی علی ان لا اغفر لفلان فانی قد غفرت لفلان واحبطت عملك“

(صحیح مسلم: 2023/4

”ویذکر ان اباهریرة قال والذی نفسی بیده لتکلم بکلمة اوبقت دنیاه وآخرته“ (مسند احمد 328/2) (سنن ابی دائود: 4901)

Marfat.com

"سیدنا جندب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں شخص کو معاف نہیں کرے گا (اس پر) اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کون ہے جو مجھ پر (اتنی جرأت سے) قسم اٹھاتا ہے کہ فلاں کو معاف نہ کروں گا۔؟ بلاشبہ میں نے اسے معاف کر دیا ہے اور تیرے عمل برباد کر دیئے ہیں۔"

بیان کیا جاتا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ نے فرمایا:

"اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ایک کلمہ بولنے کی وجہ سے اس کی دنیا و آخرت برباد ہوگی۔"

17: "عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ عیہ وسلم: لاتکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ فان کثرہ الکلام بغیر ذکر اللہ تعالیٰ قسوۃ للقلب وان ابعدالناس من اللہ تعالیٰ القلب القاسی"

(سنن الترمذی: 607/4) (اذکار للنووی تحقیق الارنووط: 285)

"سیدنا عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ذکر کے بغیر زیادہ باتیں نہ کرو، کیونکہ اللہ کے ذکر سے خالی گفتگو کی کثرت دلوں میں سختی پیدا کرتی ہے اور لوگوں میں سے سنگدل انسان اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہوگا۔"

"عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا اصبح ابن آدم فان الاعضاء کلھا تکفر اللسان فتقول: اتق اللہ فینا فانما نحن بک فان استقمت استقمنا وان اعوججت اعوججنا"

(سنن الترمذی: 615/4) (صحیح الترمذی: 287/2)

"سیدنا ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جب ابن آدم صبح اٹھتا ہے تو اس کے تمام اعضاء زبان کے سامنے عاجزی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے بارے میں اللہ سے ڈر جا، ہم تیرے ساتھی ہیں، اگر تو درست رہے گی تو ہم بھی درست رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی تیرے ساتھ ہی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔"

9 "عن معاذ رضی اللہ عنہ فی حدیثہ الطویل وفی عجزہ الااخبرک بملاک ذالک کلہ؟ قلت بلی یارسول اللہ فاخذ بلسانہ ثم قال: کف علیک ھذا قلت یارسول اللہ وانا لمواخذون بما نتکلم بہ؟ فقال ثکلتک امک وھل یکب الناس فی النار علی وجوھھم الاحصائد السنتھم"

(سنن ترمذی 11/5 وقال حدیث حسن صحیح)

Marfat.com

''سیدنا معاذ کی ایک طویل حدیث کے آخر میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تجھے ان سب کا خلاصہ نہ بتادوں؟ میں نے عرض کیا: ضرور بتایئے! آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا: اسے قابو میں رکھو۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا ہماری گفتگو پر بھی مواخذہ ہوگا۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے تمہاری ماں گم پائے! لوگوں کو اوندھے منہ آگ میں گرانے والی ان کی زبانوں کی کمائی ہی تو ہے۔''

20: ''عن عائشة رضی اللہ عنها عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: ان ابغض الرجال الی اللہ الالد الخصم''

(صحیح بخاری:100)(صحیح مسلم:2054/4)

''ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے ناپسندیدہ سخت جھگڑالو انسان ہے!''

21: ''عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیه و آله وسلم عن اکثر مایدخل الناس الجنة قال: تقوی اللہ وحسن الخلق وسئل عن اکثر مایدخل الناس النار قال: الفم والفرج''(سنن الترمذی:363/4 وصحیح الترمذی 194/2)

''سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ جنت میں داخل ہونے کا سبب کونسی چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ اور اچھا اخلاق۔ پھر سوال کیا گیا کہ جہنم میں داخلے کا سب سے بڑا سبب کونسی چیز ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ زبان اور شرمگاہ۔''

ستاروں کے ذریعے بارش طلب کرنا:

''سیدنا زید بن خالد الجہنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر رات کی بارش کے بعد ہمیں صبح کی نماز پڑھائی نماز سے فراغت کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا:

''کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا۔؟''

لوگوں نے عرض کیا:

''اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آج صبح میرے کچھ بندے میرے ساتھ ایمان لانے والے اور کچھ کفر کرنے والے بن گئے۔ جس نے کہا: ہمیں اللہ کے فضل وکرم سے بارش نصیب ہوئی وہ مومن ہے اور وہ ستاروں کی تاثیر کا منکر ہے اور جس نے کہا: فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش برسی تو وہ میرے ساتھ کفر کرنے والا اور ستاروں کے ساتھ ایمان لانے والا ہے۔''

Marfat.com

غیر اللہ کی قسم اٹھانا:

1: "عن بریدہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف بالامانۃ فلیس منا"

(ابوداؤد:223/3)(صحیح الجامع:282/5)

"سیدنا بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے امانت کی قسم اٹھائی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

2: "عن عمر قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ ینھا کم ان تحلفوا بابائکم فو اللہ ماحلفت بھامنذ سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذاکرا ولا اثرا"

(صحیح بخاری:221/7)(صحیح مسلم:1266/3)

"سیدنا عمر فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں آباؤ اجداد کے ناموں کی قسمیں اٹھانے سے منع فرماتا ہے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے تو میں نے کسی کا ذکر کرتے ہوئے اور کسی سے نقل کرتے ہوئے کبھی غیر اللہ کی قسم نہیں اٹھائی۔"

3: "عن ابن عمر رضی اللہ عنہ انہ ادرک عمر بن الخطاب فی رکب وھو یحلف بابیہ فناداہ رسول اللہ ﷺ الاان اللہ ینھا کم ان تحلفوا بابائکم فمن کان حالفا فلیحلف باللہ اولیصمت"

(صحیح بخاری:98/7)(صحیح مسلم:1267/3)

"سیدنا عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عمر کو لوگوں کی ایک جماعت میں دیکھا کہ وہ اپنے باپ کی قسم اٹھا رہے ہیں تو آپ ﷺ نے انہیں بلا کر فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں آباء واجداد کی قسمیں اٹھانے سے منع کرتا ہے لہٰذا جس نے قسم اٹھانی ہے تو وہ صرف اللہ کی قسم اٹھائے ورنہ خاموش رہے۔"

4: "عن ابن عمر رضی اللہ عنہما انہ سمع رجلا یقول لا والکعبۃ فقال ابن عمر: لایحلف بغیر اللہ فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من حلف بغیر اللہ فقد کفر او اشرک"

"سیدنا عبداللہ بن عمر سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو کعبۃ اللہ کی قسم اٹھاتے ہوئے سنا تو فرمایا: "غیر اللہ کی قسم نہیں اٹھائی جاتی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے غیر اللہ کی قسم اٹھائی اس نے کفر کیا یا آپ نے فرمایا کہ اس نے شرک کیا۔"

5: "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حلف فقال

Marfat.com

فی حلفه واللات والعزی فلیقل لا اله الا اللہ ومن قال لصاحبه تعال اقامرك فلیتصدق"

"سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مسلمان لات اور عزیٰ کی قسم اٹھاتا ہے وہ لا الہ الا اللہ پڑھے اور جس نے اپنے ساتھی کو کہا آؤ جوا کھیلیں وہ صدقہ کرے۔"

جھوٹی قسم اور احسان جتلانا:

1: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یاایھا الذین امنوا لاتبطلوا صدقتکم بالمن والاذی کالذی ینفق ماله رئآء الناس ولا یومن باللہ والیوم الآخر" (سورة البقرة آیت:264)

"اے اہل ایمان! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور دکھ دے کر اس شخص کی طرح خاک میں نہ ملاؤ جو اپنا مال محض لوگوں کے دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔"

2: سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین قسم کے آدمیوں کی طرف نہیں دیکھے گا، نہ انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا: وہ شخص جس کے پاس ضرورت سے زائد پانی ہے اور وہ مسافروں کو استعمال نہیں کرنے دیتا، وہ انسان جو حصول دنیا کی خاطر حاکم وقت کی بیعت کرتا ہے، اگر اسے مال مل جائے تو خوش ہوتا ہے اور اگر نہ ملے تو ناراض ہو جاتا ہے اور تیسرا وہ شخص جو عصر کے وقت (اپنا سامان مہنگے داموں بیچنے کے لئے) اللہ کی قسم اٹھاتا ہے کہ اس کے مال کے بدلے اسے اتنی رقم ملتی ہے (لیکن اس نے بیچا نہیں) گاہک اسے سچا سمجھ لیتا ہے (اور مہنگے داموں سامان خرید لیتا ہے)"

پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"ان الذین یشترون بعهد اللہ و ایمنهم ثمنا قلیلا اولئك لا خلاق لهم فی الآخرة ولا یکلمهم اللہ ولا ینظر الیهم یوم القیمة ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم"

(سورۃ آل عمران:77)(صحیح بخاری:75/3)(صحیح مسلم:103/1

"جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اللہ قیامت کے روز ان سے بات کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا، بلکہ ان کے لئے سخت دردناک عذاب ہے۔"

3: "عن ابی ذر رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال ثلاثة لایکلمهم اللہ یوم القیامة ولا ینظر الیهم ولا یزکیهم ولهم عذاب الیم قال قراها رسول صلی اللہ علیه وسلم ثلاث مرار قال ابو ذر خابوا وخسروا من هم یا رسول اللہ صلی اللہ علیه

Marfat.com

وسلم ؟ قال المسبل ازاره والمنان والمنفق سلعته بالحلف الكاذب"
(صحیح مسلم:102/1)

"سیدنا ابوذر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین قسم کے لوگوں سے کلام نہیں فرمائے گا' نہ ان کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھے گا اور نہ ہی انہیں پاک کرے گا اور ان کے لئے تکلیف دہ عذاب ہوگا۔ آپ نے اس بات کو تین مرتبہ دہرایا۔ ابوذر نے عرض کیا: وہ لوگ تو ناکام ونامراد ہو گئے۔ اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی چادر ٹخنوں سے نیچے رکھنے والا، احسان کر کے جتلانے والا اور جھوٹی قسم کے ذریعے مال فروخت کرنے والا۔"

4: "عن ابی هريرة رضی الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول :الحلف منفقة للسلعة ممحقة للبركة"
(صحیح بخاری:12/3)(صحیح مسلم:1688/3)

"سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (جھوٹی) قسم سامان فروخت کروا دینے والی اور برکت ختم کر دینے والی ہے۔"

شہنشاہ نام رکھنا:

"عن ابی هريرة رضی الله عنه قال :قال رسول الله صلی الله عليه وسلم :اخنع الاسمآء عندالله رجل تسمى بملك الاملاك"
(صحیح بخاری:119/7)(صحیح مسلم:1688/3)

"سیدنا ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے گھٹیا اور ذلیل نام شہنشاہ (بادشاہوں کا بادشاہ) ہے۔"

زمانے کو گالی دینا:

"عن ابی هريرة رضی الله عنه قال :قال رسول الله صلی الله عليه وسلم:قال الله عزوجل:يوذينی ابن آدم يسب الدهر وانا الدهر بيدی الامر اقلب الليل النهار"
(صحیح بخاری:40/6)(صحیح مسلم:1762/4)

"سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ابن آدم زمانے کو گالی دے کر مجھے تکلیف دیتا ہے، کیونکہ میں ہی زمانہ ہوں' میرے ہاتھ میں تمام معاملہ ہے (اور) میں ہی رات دن کو پھیرتا ہوں۔"

Marfat.com

نوحہ کرنا:

1: ”عن ام عطیة رضی اللہ عنہا قالت احذعلینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم عندالبیعة ان لا ننوح فماوفت منا امراۃ غیرخمس نسوۃ ام سلیم وام العلآء وابنة ابی بن سبرۃ امراۃ معاذوامراتین اوابنة ابی سبرۃ وامراۃ معاذوامراۃاُخری“

(صحیح بخاری:82/2)(صحیح مسلم:645/2)

”سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیعت لیتے وقت ہم سے عہد لیا تھا کہ ہم نوحہ نہ کریں گی، لیکن ہم میں سے صرف پانچ عورتوں نے یہ عہد پورا کیا ام سلیم، ام العلاء، معاذ کی بیوی (ابوسبرہ کی بیٹی) اور دو دیگر عورتیں یا (ام عطیہ نے) کہا: معاذ کی بیوی اور ابوسبرہ کی بیٹی اور ایک دوسری عورت۔“

2: ”عن ابی مالک الاشعری رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اربع فی امتی من امر الجاھلیة لایترکونھن: الفخر فی الاحساب والطعن فی الانساب والاستسقاء بالنجوم، والنیاحة وقال النائحة اذالم تتب قبل موتھا تقام یوم القیامه وعلیھا سربال من قطران ودرع من جرب“(صحیح مسلم 644/2)

”سیدنا ابومالک اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں جاہلیت کی چار باتیں ہیں جنہیں یہ نہ چھوڑیں گے: (اپنے) حسب ونسب پر فخر (دوسرے کے) نسب پر طعن، ستاروں کے ذریعے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا (بین کرنا)۔ مزید فرمایا: نوحہ کرنے والی عورت نے موت سے قبل توبہ نہ کی تو روز قیامت اس حال میں اٹھائی جائے گی کہ اس پر گندھک کی قمیض اور خارش کی چادر ہو گی۔“

3: سیدنا ابوموسیٰ پر شدید تکلیف کے باعث غشی طاری ہو گئی تو ان کے اہل خانہ میں سے بعض نے نوحہ کرنا شروع کر دیا، لیکن غشی کی وجہ سے وہ انہیں روک نہ سکے۔ جب انہیں افاقہ ہوا تو فرمایا:

”انابریء ممن منه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بریء من الصالقة والحالقةوالشاقة“

”میں ان لوگوں سے بری ہوں جن سے رسول اللہ ﷺ نے برأت کا اظہار کیا اور رسول اللہ ﷺ نوحہ کرنے والی، سر مونڈنے والی اور گریبان پھاڑنے والی سے بری ہیں۔“

(صحیح بخاری:83/2)(صحیح مسلم:99/1)

4: ”عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منامن ضرب الخدودوشق الجیوب ودعابدعوی الجاھلیة“

(صحیح بخاری:83/2)(صحیح مسلم:99/1)

Marfat.com

"سیدنا عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے رخسار پیٹے' گریبان پھاڑے اور جاہلیت والی باتیں کیں تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

بولی (قیمت) بڑھانا:

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لاتلقوا الرکبان ولایبع بعضکم علی بیع بعض ولاتناجشوا ولایبع حاضر لباد ولاتصروا الغنم ومن ابتاعھا بخیر النظرین بعد ان یحتلبھا ان رضیھا امسکھا وان سخطھا ردھا وصاعا من تمری"

(صحیح بخاری: 26/3)(صحیح مسلم: 1154/3)

"سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: باہر سے سامان لانے والے قافلہ سے راستے میں نہ ملو اور دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرو' قیمت نہ بڑھاؤ' شہری دیہاتی کا مال نہ بیچے' جانوروں کا دودھ نہ روک رکھو' جو شخص کوئی ایسا جانور خریدے تو دودھ دوہنے کے بعد اسے اختیار ہے چاہے تو اسے رکھ لے ورنہ وہ جانور اور اس کے ساتھ ایک صاع (تقریباً اڑھائی کلو) کھجور واپس کر دے۔"

خلاف حقیقت مدح:

1: "عن ابی بکر رضی اللہ عنہ قال اثنی رجل علی رجل عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: ویلک قطعت عنق صاحبک قطعت عنق صاحبک مرارا ثم قال: من کان منکم مادحا اخاہ لا محالۃ فلیقل: احسب فلانا واللہ حسیبہ ولا ازکی علی اللہ احدا احسبہ کذاوکذا ان کان یعلم ذلک منہ"

(صحیح بخاری: 158/3)(صحیح مسلم: 2296/4)

"سیدنا ابوبکر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے دوسرے کی تعریف شروع کر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تجھ پر افسوس ہے تو نے اپنے ساتھی کی گردن توڑ دی۔ آپ ﷺ نے یہ کلمات کئی بار دہرانے کے بعد فرمایا: اگر کوئی لازماً (ضرورت کے تحت) اپنے بھائی کی تعریف کرنا چاہتا ہے تو یوں کہے کہ میں فلاں کو ایسا سمجھتا ہوں اور اللہ ہی اس کا حساب لینے والا ہے۔ میں اللہ کے مقابلے میں کسی کی صفائی بیان نہیں کرتا البتہ میں اس کو ایسا ایسا آدمی سمجھتا ہوں' لیکن یہ بات بھی اسی وقت کرے جب اس کے بارے میں یہ جانتا ہو۔"

2: "عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ قال: سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا یثنی علی رجل ویطریہ فی مدحہ فقال: اھلکتم او قطعتم ظھر الرجل"

Marfat.com

(صحیح بخاری: 158/3) (صحیح مسلم: 2297/4)

''سیدنا ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو سنا وہ دوسرے کی تعریف کرتے ہوئے اسے بڑھا رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے ہلاک کر دیا' یا آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اس کی کمر توڑ دی ہے۔''

4: ابن ابطال نے فرمایا:

''مدح کرنے سے منع کا مقصد یہ ہے کہ ممدوح کی مبالغہ بھری مدح سے اس میں خود پسندی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اور وہ اپنی صفات و تعریفات پر اعتماد کرتے ہوئے عمل ضائع اور نیکی کے جذبے کو ختم کر دے گا۔ اس لئے علماء نے اس حدیث (مداحین کے منہ میں مٹی ڈالو) کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ جو شخص لوگوں کے سامنے کسی کی تعریف میں مبالغہ کرتا ہے تو اس کے منہ میں مٹی ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ورنہ حقیقت پر مبنی مدح اور خصوصاً جس سے ممدوح میں خیر و صلاح اور بہتری کی توقع ہو تو وہ مدح جائز ہے۔ سیدنا عمرؓ نے ایسی ہی ناجائز تعریف کے بارے میں فرمایا کہ تعریف کرنا ممدوح کو ذبح کر دینے کے مترادف ہے۔''

5: ہمام بن حارث فرماتے ہیں:

''ایک شخص نے مجلس میں حضرت عثمان کی تعریف شروع کر دی تو حضرت مقداد نے اپنے گھٹنوں کے بل اوپر اوٹھ کر اس (مداح کرنے والے) کے چہرے پر کنکریاں پھینکی۔ سیدنا عثمان نے فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ تو سیدنا مقداد نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مداحین کے چہروں پر مٹی ڈالنے کا حکم دیا ہے۔''

جو مدح بے موقع، غلو والی اور ممدوح کے بگاڑ کا باعث ہو تو وہ یقیناً زبان کے لئے آفت ہے' البتہ جو غلو سے خالی اور فتنہ کا باعث نہ ہو تو وہ درست ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمان بھائی کی کسی اچھی صفت پر اس کی تعریف کرنے والے شخص کے باب میں فرمایا ہے:

''سیدنا سعد فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عبداللہ بن سلام کے سوا کسی شخص کے متعلق نہیں سنا کہ وہ اہل جنت میں سے ہے۔''

(صحیح بخاری: 87/7)

اس حدیث میں سیدنا سعد نے دیگر صحابہ کے اہل جنت میں سے ہونے کے بارے میں اپنی معلومات کی نفی فرمائی ہے، جبکہ دوسرے صحابہ سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عشرہ مبشرہ اور بعض دیگر صحابہ کے جنتی ہونے کی شہادت دی ہے۔

6: ''عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین

Marfat.com

ذکر فی الازار ماذکر قال ابوبکر یارسول اللہ ان ازاری یسقط من احد سقیہ قال انک لست منھم"(صحیح بخاری:87/7)

"سیدنا عبداللہ عمر سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے ٹخنوں سے نیچے چادر لٹکانے کی مذمت بیان کی تو حضرت ابوبکر نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میری چادر ایک جانب سے لٹک جاتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر تو ان (تکبر کرنے والوں) میں سے نہیں ہے۔"

اس طرح کی مدح درست اور زبان کی آفت میں شامل نہیں ہے۔ جائز مدح کا اصول یہ ہے کہ وہ بے موقع نہ ہو اور اس سے ممدوح میں خود پسندی اور بگاڑ پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ فضائل صحابہ اور ان کے اوصاف جمیلہ سے متعلقہ تمام احادیث اس قسم کی مدح کے درست ہونے کی دلیل ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر فاروق کو فرمایا:

"تم جس راستے پر چل رہے ہو تو شیطان اسے چھوڑ کر دوسری راہ پر چلتا ہے۔"

(صحیح بخاری مع الفتح:489/10)(صحیح مسلم:1864/4)

ممدوح میں پائی جانے والی خوبی پر اس کی تعریف ممنوع نہیں اس لئے کہ اشعار اور خطبوں میں رسول اللہ ﷺ کی مدح کی جاتی تھی اور آپ مداحوں کے چہروں پر مٹی ڈالتے تھے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بخاری و مسلم میں بہت سی احادیث ممدوح کی موجودگی میں اس کی تعریف کرنے سے متعلق آئی ہیں۔ علماء نے ان احادیث میں اس طرح موافقت پیدا کی ہے کی ممدوح کے سامنے تعریف سے منع کرنے والی احادیث بے موقع، غلو پر مشتمل اور ممدوح کو بگاڑنے والی مدح کے ناجائز ہونے کے متعلق ہیں اور جس شخص کے کمال تقویٰ، صاحب عقل اور جہاں دیدہ ہونے کی وجہ سے بگڑنے کا خدشہ نہ ہو اور مدح بھی حقیقت پر مبنی ہو تو اس کے سامنے تعریف جائز ہے' خصوصاً جب اس تعریف سے کوئی دینی مصلحت' مثلاً اعمال صالحہ میں سبقت' ان پر دوام اور ان کے کرنے میں رغبت و رشک دلانا مقصود ہو تو یہ پسندیدہ عمل ہے۔"

(شرح نووی علی مسلم:شرح نووی علی مسلم:126/18)

ذاتی عیوب کا اظہار:

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: کل امتی معافی الاالمجاھرین وان من المجانۃ ان یعمل الرجل باللیل عملاثم یصبح و قد سترہ اللہ فیقول: یافلان عملت البارحۃ کذاوکذاوقدبات یسترہ ربہ ویصبح یکشف ستراللہ عنہ ولفظ مسلم وان من الاجھار والمجانۃ عدم المبالاۃ بالقول و الفعل"

(صحیح مسلم:2291/4)

Marfat.com

''سیدنا ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: کھلے عام گناہ کرنے والوں کے سوا میری تمام امت معاف کردی جائے گی اور اظہار گناہ یہ بھی ہے کہ آدمی رات کو کوئی گناہ کرے اور صبح لوگوں سے کہے کہ میں نے رات یہ کام کیا ہے' حالانکہ اللہ نے پوری رات اس پر پردہ ڈالے رکھا اور یہ صبح اللہ کا پردہ اپنے آپ سے اتار دیتا ہے۔ اور صحیح مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں: اعلان یہ ہے کہ آدمی اپنے قول و فعل کی پرواہ نہ کرے۔''

مشیت الٰہی میں غیر کا شرک:

1: ''عن حذيفة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: لاتقولوا ماشآء الله وشآء فلان ولكن قولوا ماشآء الله ثم شآء فلان''

(سنن ابی داؤد: 290/4 ومسند احمد: 384/5)

''سیدنا حذیفہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ نہ کہو کہ جو اللہ چاہے اور فلاں چاہے (وہی ہوگا) بلکہ یوں کہو کہ جو اللہ چاہے، پھر فلاں چاہے۔''

کسی بات کو اللہ عزوجل کی مرضی کے ساتھ جوڑنے کے تین مرتبے ہیں:

☆: جو اکیلا اللہ چاہے وہی ہوگا یا اکیلا اللہ نہ ہوتا تو یہ کام ایسے ہو جاتا۔ یہ سب سے افضل مرتبہ ہے۔

☆: جو اللہ چاہے، پھر فلاں چاہے وہی ہوگا یا اگر اللہ نہ ہوتا، پھر فلاں نہ ہوتا تو کام نہ ہوسکتا' یہ مرتبہ جائز ہے۔

☆: جو اللہ اور فلاں چاہے وہی ہوگا یا اگر اللہ تعالیٰ اور فلاں نہ ہوتے تو یہ کام نہ ہوسکتا' یہ مرتبہ ناجائز ہے۔

معاملات کو اللہ کے سپرد نہ کرنا:

''عن ابى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المومن القوى خير من المومن الضعف وفى كل خير احرص على ما ينفعك واستعن بالله ولا تعجز وان اصابك شىء فلا تقل لو انى فعلت كذا كان كذا وكذا ولكن قل: قدر الله وماشآء فعل فان لو تفتح عمل الشيطان''(صحيح مسلم: 2062/4)

''سیدنا ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: طاقت ور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے، جب کہ دونوں میں بھلائی موجود ہو۔ اپنے اندر اچھے کاموں کا شوق پیدا کرو' جو چیز تمہیں نفع دے اس پر حرص کرو' اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو، عاجز نہ بنو اور اگر کوئی تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو: اگر میں ایسا کرتا تو اس سے بچ جاتا' بلکہ یوں کہو: اللہ نے یہی مقدر کیا تھا اور اس نے چاہا کر دیا کیونکہ اگر مگر کہنے سے شیطان کو اپنا کام کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔''

Marfat.com

یہ کہنا کہ لوگ برباد ہو گئے:

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال :اذقال الرجل ھلك الناس فھو اھلکھم"(صحیح مسلم:2024/4)

"سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کوئی آدمی یہ کہتا ہے۔لوگ ہلاک ہو گئے تو وہ خود ان سے زیادہ ہلاک ہوا۔"

اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ اس حدیث میں اس شخص کی مذمت کی گئی ہے جو لوگوں کو حقیر اور ان کے اعمال کو کم تر اور اپنے آپ کو ان سے افضل سمجھتے ہوئے کہتا ہے کہ لوگ برباد ہو گئے' البتہ جو شخص خود اپنی ذات میں اور دوسروں میں دین پر عمل کرنے میں غفلت اور سستی پر افسوس کرتے ہوئے ایسی بات کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس حدیث کا مفہوم اس طرح بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آدمی مسلسل لوگوں کی برائیوں اور خامیوں کا تذکرہ کرتا رہتا ہے تو اس طرح ان کی غیبت کرنے اور خود پسندی' تکبر وغیرہ گناہوں کی وجہ سے دوسروں سے زیادہ ہلاکت اور بربادی کا مستحق بن جاتا ہے۔

گانا بجانا اور حرام اشعار:

1: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذھا ھزوا اولئك لھم عذاب مھین واذاتتلی علیہ ایتنا ولی مستکبرا کان لم یسمعھا کان فی اذنیہ وقرافبشرہ بعذاب الیم"

(سورۃ لقمان:706)

"اور بعض لوگ لغو باتوں کو خریدتے ہیں، تا کہ بے علمی کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہکائیں اور اسے مذاق بنائیں ایسے لوگوں کے لئے رسوا کرنیوالا عذاب ہے۔جب اس کے سامنے ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو تکبر کرتا ہوا اس طرح منہ پھیر لیتا ہے، گویا اس نے سنا ہی نہیں، گویا اس کے دونوں کانوں میں (بہرے پن) کا بوجھ ہے۔پس آپ اسے دردناک عذاب کی نشاندہی سنا دیجئے۔"

2: صحابہ کرام قرآن کریم کا مطلب ومفہوم بہتر سمجھتے ہیں اسی لئے سیدنا عبداللہ بن مسعود اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اللہ کی قسم "لھو الحدیث" سے مراد گانا ہے۔"

انہوں یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔(تفسیر ابن کثیر:442/3)

3: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

"لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحرو الحریرو الخمرو المعارف افمن ھذاالحدیث تعجبون وتضحکون ولاتبکون وانتم سمدون"

(سورۃ النجم:61,59)(صحیح بخاری مع الفتح:51/10)

"میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا' ریشم' شراب اور گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے۔"

پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"کیا تم قرآن کو سن کر تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو روتے نہیں اور تم غفلت میں پڑے ہوئے ہو۔؟"

اشعار کی دو قسمیں ہیں:

جس میں اسلام' مسلمانوں' حق اور اہل حق کی مدح ہے۔ان اشعار کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جس میں ناجائز طور پر لوگوں کی تعریف یا مذمت کی گئی ہے یا اس میں کسی پر جھوٹ اور بہتان باندھا گیا ہے تو یہ قسم حرام ہے اور زبان کی بہت بڑی تباہ کاری ہے۔

3: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"والشعراء یتبعھم الغاوٗن الم ترانھم فی کل واد یھیمون وانھم یقولون مالایفعلون الاالذین اٰمنوا وعملوا الصلحت وذکروااللہ کثیرا وانتصروا من بعدماظلموا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون"(سورۃ الشعراء:227,224)

"شاعروں کی پیروی وہ لوگ کرتے ہیں جو بہکے ہوئے ہوں' کیا آپ نے انہیں نہیں دیکھا کہ وہ (شعراء) ہر وادی (بیابان) میں سر ٹکراتے پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں' لیکن جو (شعراء) ایمان لائے' نیک عمل کیے اور بکثرت اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا اور اپنی مظلومی کے بعد انتقام لیا (وہ ان جاہل شعراء سے مختلف ہیں) اور ظالم جلد ہی اپنا ٹھکانہ جان لیں گے۔"

جھوٹا وعدہ:

1: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"منافق کی تین نشانیاں ہیں: جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا اور امانت میں خیانت کرنا۔"

(صحیح بخاری مع الفتح:89/1، صحیح مسلم:78/1)

2: آپ ﷺ نے فرمایا:

"اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا ومن کانت فیہ خصلۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا اذااتمن خان واذاحدث کذب اذاعاھد غدرو اذاخاصم فجر"

(صحیح بخاری مع الفتح:89/1، صحیح مسلم:18/1)

"جس میں چار نشانیاں پائی گئیں وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک نشانی پائی گئی تو اس

Marfat.com

میں نفاق کا چوتھا حصہ ہوگا، یہاں تک کہ اسے ترک کر دے۔ امانت میں خیانت کرنا' جھوٹ بولنا' وعدہ خلافی کرنا' جھگڑتے ہوئے گالی بکنا۔"

دوسروں کو نصیحت خود میاں فصیحت:

"عن اُسامة بن زيد رضي الله عنه قيل له لو اتيت فلانا فكلمته قال: انكم لترون انى لاكلمه الا اسمعكم انى اكلمه في السر دون ان افتح بابا لا اكون اول من فتحه ولا اقول لرجل ان كان على امير انه خير الناس بعد شيء سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم قالوا: وما سمعته يقول؟ قال سمعته يقول: يجآء بالرجل يوم القيامة فيلقى في النار فتندلق اقتابه فيدور كما يدور الحمار برحاه فيجمع اهل النار عليه فيقولون: اى فلان ما شانك اليس كنت تامرنا بالمعروف وتنهانا عن المنكر؟ قال: كنت امركم بالمعروف ولا آتيه وانهاكم عن المنكر وآتيه" (صحيح بخارى: 90/4) (صحيح مسلم: 2290/4)

"سیدنا اسامہ بن زید سے لوگوں نے کہا: اگر آپ فلاں کو نصیحت کریں تو کیا ہی اچھا ہو' تو انہوں نے جواب دیا: میں تمہیں سنانے کے لئے اس سے بات کر کے برائی کا دروازہ نہیں کھولنا چاہتا۔ البتہ میں اسے علیحدگی میں سمجھاؤں گا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سننے کے بعد اپنے کسی حکمران کو یہ نہیں کہا کہ وہ سب سے بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لا کر آگ میں جھونکا جائے گا تو اس کی انتڑیاں پیٹ سے باہر لڑھک جائیں گی اور وہ ان کے گرد یوں چکر لگا رہا ہوگا جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے' جہنم والے اس کے گرد جمع ہو کر کہیں گے: اے فلاں! تو تو دنیا میں ہمیں نیکی کا حکم کرتا اور برائی سے روکتا تھا' تیرا یہ کیا حال بنا ہوا ہے۔؟ تو یہ جواب دے گا: میں تمہیں نیک اعمال کرنے کا حکم دیتا تھا، مگر خود نہ کرتا تھا اور برے اعمال سے منع کرتا، مگر خود ان سے باز نہ آتا تھا۔"

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ آدمی اپنے کمال کو پہنچنے تک نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے روکنے کا فریضہ سرانجام دے۔ اگر حدیث کا یہی مطلب ہوتا کہ صرف کامل لوگوں نے ہی یہ فریضہ ادا کرنا ہے تو چند افراد کے سوا کوئی بھی یہ ذمہ داری ادا نہ کرتا۔

حدیث کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان پر دو چیزیں واجب ہیں:

☆: انسان خود اپنی ذات کو اعمال صالحہ کا حکم دے' برے اعمال سے روکے اور کتاب و سنت کے مطابق عمل کرے۔

☆: علم و حکمت اور بصیرت کے ساتھ دوسروں کو اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔

جب آدمی اخلاص نیت کے ساتھ ایک فریضہ ادا کرے گا تو اس نے آدھی ذمہ داری ادا کر دی اور آدھی باقی رہ گئی'

Marfat.com

اگر پہلا واجب ادا نہ کرنے کی وجہ سے دوسرا بھی ادا نہ کرے گا تو اللہ کے نزدیک دوہرا مجرم ٹھہرے گا۔واللہ اعلم۔!

خاوند یا بیوی کے راز ظاہر کرنا:

"قال علیه الصلوٰة والسلام ان من اشر الناس عنداللہ منزلة یوم القیامة الرجل یفضی الی امراته وتفضی الیه ثم ینشر سرها"

(صحیح مسلم:1020/2)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: روز قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے برا انسان وہ ہوگا جو اپنی بیوی سے ہم بستری کرتا ہے، پھر اس کے راز پھیلا دیتا ہے۔"

اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی قسم اٹھانا:

"عن ثابت بن الضحاك عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: من حلف علی ملة غیر السلام کاذبا فھو کما قال ولیس علی ابن آدم نذرفیھا لایملك ومن قتل نفسه بشیء عذب به فی نار جھنم ومن لعن مومنا فھو کقتله من قذف مومنا بکفر فھو کقتله"

(صحیح بخاری مع فتح الباری: 464/1)(مسلم 105/1)

"سیدنا ثابت بن ضحاک سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین کی جھوٹی قسم اٹھاتا ہے وہ ایسا ہی ہوجاتا ہے جیسا اس نے کہا۔ انسان جس چیز کا مالک نہیں اس کی نذر پوری کرنا اس پر ضروری نہیں اور جو آدمی کسی چیز یا آلہ سے خودکشی کرتا ہے اسی کے ساتھ جہنم میں اسے عذاب دیا جائے گا۔ مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کی مانند ہے۔ ایسے ہی کسی مومن کو کافر کہنا بھی اس کے قتل کے مترادف ہے۔"

فاسق کو سردار بنانا:

"عن بریدہ رضی اللہ عن قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لاتقولو اللمنافق سید فانه ان یك سید فقد اسخطتم ربکم عزوجل"

(سنن ابی داؤد 295/4)(مسند احمد: 346/3)(صحیح الجامع: 170/6)

"سیدنا بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی منافق کو سردار نہ کہو کیونکہ اگر تم نے اسے سردار بنایا تو تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کر دیا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی منافق وفاسق کو سردار بنانا تو دور کی بات ہے اسے زبان سے سردار کہنا بھی جائز نہیں ہے۔

Marfat.com

بخار کو گالی دینا:

”عن جابر بن عبداللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی ام السائب اوام المسیب فقال بمالك یاام السائب اوام المسیب تزفزفین قالت: الحمی لابارك اللہ فیھا فقال: لاتسبی الحمی فانھا تذھب خطایابنی آدم کما یذھب الکیر خبث الحدید“

(مسلم: 1993/4)

”سیدنا جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ام سائب یا ام میتب کے پاس گئے تو پوچھا: اے سائب یا میتب کی ماں! تو کیوں کانپ رہی ہے۔؟ اس نے کہا: مجھے بخار ہے۔ اللہ اس میں برکت نہ دے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے گالی نہ دو، کیونکہ یہ اولاد آدم کے گناہوں کو اس طرح ختم کرتا ہے جیسی بھٹی لوہے کا زنگ اتار دیتی ہے۔“

زبان کی حفاظت فرض ہے:

1: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ہر عقل مند بالغ مسلمان پر فضول باتوں سے زبان کی حفاظت کرنا فرض ہے جس کسی بات کا نفع ونقصان برابر ہو تو ایسی بات کرنے سے باز رہنا مسنون ہے' کیونکہ کبھی جائز کلام انسان کو حرام یا مکروہ بات تک پہنچا دیتی ہے، بلکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔“

(الاذکار: 284)

2: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”من حسن اسلام المرء ترکه مالایعنیه“

(ترمذی: 558/4)(ابن ماجہ: 1316/2)(صحیح ترمذی: 269/6)

”کسی انسان کا فضول باتوں کو ترک کر دینا اس کے اچھے مسلمان ہونے کی علامت ہے۔“

3: شاعر نے کیا خوب کہا:

”احفظ لسانك ایھا الانسان
لایلدغنك انه ثعبان
کم فی المقابر من قتیل لسانه
کانت تھاب لقاءه الشجعان

”اے انسان! اپنی زبان کی حفاظت کر یہ اژدھا ہے کہیں تجھے ڈس نہ لے۔ اپنی زبان کے ڈسے ہوئے کتنے ہی ایسے لوگ قبرستان میں پہنچ چکے ہیں کہ جس کا سامنا کرنے سے بہادر بھی گھبراتے تھے۔“

Marfat.com

4: دوسرا شاعر یوں آفات زبان کی قباحت بیان کرتا ہے:

''انسان اپنی زبان کی لرزش سے مر سکتا ہے' جب کہ پاؤں پھسلنے سے اس کی موت واقع نہیں ہوتی (اور) زبان کی لرزش اس کا سر کاٹ دیتی ہے، جب کہ پاؤں کی لرزش سے آنے والا زخم کچھ عرصہ میں صحیح ہو جاتا ہے۔''

اس لئے کسی مسلمان کو اپنے منہ سے کوئی فضول لفظ نہ نکالنا چاہیے صرف وہی بات کرے جس سے دین میں کو فائدہ کی امید ہو۔ ہر مرتبہ بولنے سے پہلے یہ دیکھے کہ میں جو بات کرنا چاہتا ہوں اس میں کوئی فائدہ ہے یا نہیں۔ اگ فائدہ نہیں تو بات کرنے سے باز رہے اور اگر فائدہ ہے تو یہ دیکھے کہ کیا اس بات کی وجہ سے زیادہ مفید اور اہم بات سے محروم تو نہیں ہو رہا' اس لئے کم نفع والی بات کی وجہ سے اہم بات کو ضائع نہ کرنے اور زبان کی حرکت کے ذریعے دل کی کیفیت معلوم کی جا سکتی ہے۔

5: یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''دل ہنڈیا کی مانند ہیں اور زبانیں دلوں کے چمچے کی طرح ہیں۔ جب آدمی کلام کر رہا ہوتا ہے تو زبان اس کے دل کا ذائقہ بیان کر دیتی ہے اور اس چمچے کے ذریعے دل کا ذائقہ معلوم ہو جاتا ہے جس طرح ہنڈیا میں موجود کھانے کا ذائقہ زبان کے ساتھ چکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔''

6: تعجب کی بات تو یہ ہے کہ انسان کے لئے حرام خوری' زنا' ظلم' چوری' ڈاکہ' شراب نوشی وغیرہ سے بچنا تو آسان ہے، مگر زبان کی حرکت سے بچنا مشکل ہے۔ حتیٰ کہ ایک آدمی دین' زہد و تقویٰ اور عبدیت میں کمال کو پہنچا ہوتا ہے، مگر لاپرواہی سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی بات کہہ دیتا ہے' جس کی وجہ سے جہنم کی گہرائی میں جا گرتا ہے۔ اس کی دلیل صحیح مسلم کی حدیث ہے:

''سیدنا جندب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ فلاں آدمی کو معاف نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کون ہے جو میرے متعلق ایسی جرأت کر کے کہتا ہے کہ میں فلاں کو معاف نہیں کروں گا۔؟ میں نے اسے بخش دیا اور تیرے اعمال کو برباد کر دیا ہے۔'' (مسلم:2023/4)

اب دیکھئے کہ اس عابد و زاہد نے ایک عرصہ تک اللہ کی عبادت کی، مگر ایک صرف جملے نے اس کی تمام عبادت کو برباد کر دیا۔ ایسے کتنے ہی ظلم و ستم برائی اور بے حیائی سے بچنے والے متقی اور پرہیزگار لوگ ہیں کہ جن کی زبانوں سے زیادہ فوت شدہ انسانوں کی عزتیں محفوظ نہیں ہیں۔

7: سلف صالحین اکثر اپنا محاسبہ کیا کرتے تھے' ایک بزرگ عالم کو خواب میں دیکھا گیا کہ اس سے سوال ہوا:

''تیرا کیا حال ہے۔؟''

تو اس نے جواب دیا:

Marfat.com

''میں ایک جملے کی وجہ سے روک دیا گیا ہوں۔ میں نے کہا تھا کہ لوگ کس قدر بارش کے محتاج ہیں تو اللہ کی طرف سے مجھے کہا گیا: تجھے معلوم نہیں کہ میں اپنے بندوں کی مصلحت کو بہتر سمجھتا ہوں۔''

ایک صحابی نے اپنی لونڈی سے کہا:

''دستر خوان لاؤ! ہم اس کے ساتھ کھیلیں۔''

پھر فرمایا:

''میں اللہ سے بخشش چاہتا ہوں' میں ہر بات کرنے سے پہلے اسے لگام ڈالتا ہوں، لیکن یہ بات بغیر لگام ڈالے مجھ سے نکل گئی ہے۔''

(الجواب الکافی لابن قیم: 281)

سیدنا ابن بریدہ فرماتے ہیں:

''میں نے عبداللہ بن عباس کو دیکھا کہ وہ اپنی زبان کو پکڑ کر کہہ رہے تھے: تجھ پر افسوس ہے! اچھی بات کہہ کر نفع حاصل کرے یا برائی سے خاموشی اختیار کر کے سلامت رہ۔ ورنہ تجھے بہت جلد ندامت اٹھانی پڑے گی۔''

(جامع العلوم والحکم لابن رجب: 241)

سیدنا عبداللہ بن مسعود اللہ کی قسم اٹھا کر فرماتے تھے:

''اس زمین پر میری زبان سب سے زیادہ قید کیے جانے کی مستحق ہے۔''

(جامع العلوم والحکم: 242)

اعضائے انسانی میں سب سے آسان حرکت زبان کی ہے، مگر بندے کے لئے یہی سب سے زیادہ نقصان دہ

سلف وخلف میں سے اکثر علماء اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ انسانوں کے منہ سے نکلنے والی تمام باتیں لکھی جاتی ہیں۔ اگرچہ بعض علماء صرف نیکی اور برائی تحریر کیے جانے کے قائل ہیں۔ زبان کی دو بڑی مصیبتیں ہیں۔ اگر ایک سے نجات پا جائے تو دوسری سے نہیں بچ سکتا:

کلام کرنے کی آفت۔

خاموش رہنے کی آفت۔

موقع کی مناسبت سے ان میں سے ہر ایک کا گناہ دوسری مصیبت سے بڑا ہوتا ہے' حق بات کو ظاہر کرنے کے موقع پر خاموش رہنے والا دین سے لاپرواہ' ریاکار' اللہ کا نافرمان اور گونگا شیطان ہے۔ باطل کا اظہار کرنے والا بھی اللہ کا نافرمان اور بولنے والا شیطان ہے۔

بہت سے لوگ اپنے بولنے اور خاموش رہنے کے معاملے میں احتیاط سے کام نہیں لیتے، جب کہ بہترین اور صراط

Marfat.com

مستقیم پر چلنے والے وہی لوگ ہیں جو باطل سے زبانوں کو محفوظ رکھتے ہیں اور مفاد اخروی کی خاطر کلام کرتے ہیں۔ آ
ان میں سے کسی کو بھی فضول گوئی کرنے والا نہیں پائیں گے' کہاں یہ کہ وہ آخرت میں نقصان دینے والی بات کریں۔

12: قیامت کے روز ایک شخص پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئے گا، لیکن وہاں پہنچ کر احساس ہوگا کہ اس کی زبا
نے ان سب کو برباد کر دیا ہے اور دوسرا شخص پہاڑوں کے برابر گناہ لے کر حاضر ہوگا، مگر وہاں پہنچ کر اسے معلو
ہوگا کہ اس کی زبان نے ذکر اللہ کی کثرت اور اظہار حق کے باعث ان گناہوں کو اس سے مٹا دیا ہے اس لئے مخت
سی نصیحت چاہنے والے کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ہر نماز کو زندگی کی آخری نماز سمجھ کر ادا کرو۔ وہ بات نہ کہو جس سے کل معذرت کرنا پڑے اور لوگوں سے
ناامید ہو جاؤ۔''

(صحیح ابن ماجہ:405/2)(مسند احمد:412/5

13: یہ ایسی تین نصیحتیں ہیں جو بھی اس پر عمل کرے گا فلاح پا جائے گا۔ اسی لئے سیدنا عقبہ بن عامر نے جب سوال کیا
''کامیابی کیا ہے۔؟''
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''اپنی زبان کو روک کر رکھو، اپنے گھر میں رہو اور اپنے گناہ پر رویا کرو۔''

(جامع الترمذی:605/4)(صحیح الجامع:1388

14: ان تمام گناہوں سے بچنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ گھر ہو یا بازار' دفتر ہو یا فیکٹری ہر مقام پر اپنی نگاہ کی حفاظت
کی جائے اور فلمیں' ڈرامے وغیرہ دیکھنے سے بچا جائے، کیونکہ جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل
بہکتا ہے تو ستر بہک جاتا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
''قل للمومنين يغضوا من انصارهم ويحفظوا فروجهم ذالك ازكى لهم ان الله خبير بما
يصنعون وقل للمومنت يغضضن من ابصارهن ويحفظن فروجهن۔''
''مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے بہت
ستھرا ہے۔ بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے اور مسلمان عورتوں کو حکم دو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور
اپنی پارسائی کی حفاظت کریں۔''

(سورۃ النور، آیت نمبر:30،31)

Marfat.com

...ل نمبر 27:

مذمت غیبت

...بت کا معنی و مفہوم:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اہل علم نے غیبت کی مختلف تعریفیں کی ہیں:

امام راغب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''غیبت یہ ہے کہ انسان کسی کے عیوب بلاضرورت ذکر کرے۔''

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے غیبت کی تعریف یوں کی ہے:

''کوئی اپنے مسلمان بھائی کا تذکرہ ایسے انداز سے کرے جو اسے معلوم ہونے پر پسند نہ آئے۔''

امام ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''النہایہ'' میں فرماتے ہیں:

''کسی انسان کی غیر موجودگی میں اس کا ذکر برے انداز سے کرنا خواہ وہ برائی اس میں موجود ہو، غیبت ہے۔''

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ ''الاذکار'' میں امام غزالی کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''کسی انسان کا ایسے انداز سے تذکرہ کرنا جس کو وہ ناپسند کرے غیبت کہلاتا ہے۔ مثلاً کسی کی بدنی' دینی، دنیوی' شخصی' اجتماعی حالت یا اس کی اخلاقی و مالی حالت' اس کی حرکات وسکنات' خوشی و غمی کی کیفیت یا اس کی اولاد' بیوی' خادم وغیرہ اس کے متعلقہ امور و افراد کو ناپسندیدہ انداز سے ذکر کرنا خواہ زبان سے ہو یا اشارہ کنایہ سے یہ سب باتیں غیبت ہیں۔''

امام ابن التین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کسی کی غیر موجودگی میں اس کا تذکرہ اس طرح کرنا جسے وہ پسند نہ کرے، غیبت ہے۔''

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''بعض فقیہ کسی مسئلہ میں دوسرے عالم کی تردید کرتے ہوئے بسا اوقات یوں لکھ دیتے ہیں کہ: بعض مدعیان علم نے یوں کہا' بعض نیکی وتقویٰ کے دعویداروں نے اس طرح کہا وغیرہ تو اس قسم کی باتیں بھی غیبت ہی میں ہیں جن سے پڑھنے والے کو اصل مقصود شخص کا علم ہو جائے۔ اور کچھ لوگوں کا کسی کا ذکر کرتے ہوئے کہنا کہ: اللہ ہمیں معاف فرمائے' یا اللہ ہم پر رحمت فرمائے یا ہم اللہ سے سلامتی کے طالب ہیں وغیرہ بھی غیبت میں داخل ہے۔''

(فتح الباری، شرح صحیح بخاری، جلد نمبر 10، صفحہ نمبر 469)

غیبت کا تعلق صرف زبان سے ہی نہیں بلکہ اشارہ' کنایہ' چٹکی' تحریر' تصویر وغیرہ تمام ذرائع جن سے غیبت کرنے

Marfat.com

کا مقصد حاصل ہو لوگ بات کا مقصد سمجھ لیں اور متعلقہ شخص کو جان لیں غیبت میں داخل ہیں۔ مثلاً چلنے تا بولنے میں کی نقالی بھی غیبت ہے، بلکہ غیبت سے بھی بڑا گناہ ہے، کیونکہ نقالی اس کے عیب کی منظر کشی اور مطلب بیان کرنے میں زبان کے ساتھ بولنے سے واضح ہے۔

غیبت اور چغلی میں فرق:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اہل علم کے ہاں غیبت اور چغلی کے بارے میں یہ اختلاف ہے کہ آیا یہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں یا ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ راجح قول یہ ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ایک شخص کا حال اس کی مرضی کے بغیر اختلاف ڈالنے کی غرض سے دوسروں کے سامنے بیان کرنا چغلی ہے جبکہ غیبت یہ ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اس کا تذکرہ ایسے انداز سے کرنا جسے وہ پسند نہ کرے۔ چغلی میں اختلاف ڈالنے شر و فساد کو ہوا دینے کا ارادہ ہوتا ہے جبکہ غیبت میں ایسا نہیں ہوتا اور غیبت کسی شخص کی غیر موجودگی میں کی جاتی ہے۔

(فتح الباری:473/10)

غیبت کا حکم:

غیبت کے حرام ہونے پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور اس کی حرمت پر کتاب و سنت اور اجماع امت سے بے شمار واضح دلائل ہیں۔

غیبت کی مذمت اور وعید قرآن مجید کی روشنی میں:

1: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''لایحب اللہ بالسوء من القول الا من ظلم و کان اللہ سمیعا علیما''

(النساء:148)

''اللہ تعالیٰ یہ پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے، مگر یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

2: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

''یا ایھا الذین أمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم و لاتجسسوا و لا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرھتموہ و اتقوا اللہ ان اللہ تواب رحیم''(الحجرات:12)

''اے اہل ایمان! بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو۔ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ تجسس نہ کرو اور تم

Marfat.com

میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تمہارا کوئی ایسا ہے جو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا؟ دیکھو تم خود اس سے گھن کھاتے ہو اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا توبہ قبول کرنے والا رحیم ہے۔"

3: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"ویل لکل همزة"(الهمزة:1)

"تباہی ہے ہر اس شخص کے لئے جو لوگوں پر طعن (کرنے) اور پیٹھ پیچھے برائیاں کرنے کا خوگر ہو۔"

4: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"مایلفظ من قول الا لدیه رقیب عتید"(ق:18)

"کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا مگر اسے محفوظ کرنے کے لئے ایک نگران ہر وقت موجود رہتا ہے۔"

5: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"ولاتقف مالیس لك به علم ان السمع والبصر والفواد كل اولئك كان عنه مسئولا"(الاسراء:36)

"کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے۔"

غیبت احادیث کی روشنی میں:

زبان کی آفات میں سے غیبت ایک خطرناک آفت ہے جیسا کی احادیث مبارکہ میں ہے:

1: "عن ابی هریرة رضی الله عنه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اتدرون ماالغیبة؟ قالوا الله ورسوله اعلم قال: ذكرك اخاك بمایكره قیل: افرأیت ان كان فی اخی مااقول: قال: ان كان فیه ماتقول فقد اغتبته وان لم یكن فیه فقد بهته"(صحیح مسلم:2000/4)

"سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے غیبت کسے کہتے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں تو آپ نے فرمایا: تمہارا اپنے کسی مسلمان بھائی کو ایسے انداز سے ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہو (غیبت ہے) عرض کیا گیا: اگر واقعی اس میں وہ عیب پایا جاتا ہو؟ تو آپ نے فرمایا: اگر حقیقتاً اس میں وہ خامی ہے تو یہ غیبت ہے۔ اگر وہ خامی اس میں نہیں پائی جاتی تو یہ اس پر بہتان ہے۔"

2: "عن ابی حذیفة عن عائشة رضی الله عنها قالت للنبی صلی الله علیه وسلم حسبك من صفیة كذاوكذاتعنی قصیرة فقال: لقدقلت كلمة لومزجت بماء

Marfat.com

البحر لمزجته قالت: وحکیت له انسانا فقال: انی حکیت انسانا وان لی کذا وکذا"

(سنن ابی داؤد: 269/4) (صحیح الجامع: 1/5

"سیدنا ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نبی ﷺ کے سامنے اظہار کیا کہ صفیہ تو پست قد والی ہے آپ ﷺ نے فرمایا: عائشہ! تو نے ایسی (خطرناک) بات کی ہے اگر اسے سمندر میں ملا دیا جائے تو وہ بھی کڑوا ہو جائے گا (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مزید) فرماتی ہیں: ایک مرتبہ میں نے آپ کے سامنے کسی کی نقل اتاری تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں تو کثیر مال و دولت کے عوض بھی کسی کی نقالی پسند نہیں کرتا۔"

3: "عن انس بن مالك رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه واله وسلم لما عرج لی مررت بقوم لهم اظفار من نحاس یخمشون وجوههم وصدورهم فقلت: من هولاء یاجبریل؟ قل هولاء الذین یاکلون لحوم الناس ویقعون فی اغراضهم"

(سنن ابی داؤد: 269/4) (صحیح الجامع: 8/5

"سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے چہرے نوچ رہے تھے۔ میں نے کہا: جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ اس نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں دوسروں کا گوشت کھاتے اور ان کی عزتوں پر حملہ آور ہوتے تھے۔"

4: "عن ابی هریرة رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: المسلم اخو المسلم لایخونه ولایکذبه ولایخذله کل المسلم علی المسلم حرام: عرضه وماله ودمه التقوی هاهنا بحسب امری ء من الشران یحقرا کاه المسلم"

(صحیح مسلم: 1984/4) (سنن ابی داؤد: 273/4

"سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے وہ نہ اس سے خیانت کرتا ہے نہ اس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ ہی اس کا تعاون ترک کرتا ہے۔ ہر مسلمان کی عزت، مال اور خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ تقویٰ دل میں ہوتا ہے۔ کسی کے برے ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ دوسرے کسی مسلمان کو حقیر سمجھے۔"

5: "عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: لا تحاسدوا ولا تناجشوا ولا تباغضوا ولاتدابروا ولابیع بعضکم علی بیع بعض وکونوا عباداللہ اخوانا المسلم اخو المسلم لایظلمه ولایخذله ولا یحقره التقوی هاهنا ویشیر الی صدره ثلاث مرات بحسب امریء من الشر ان یحقر اخاه المسلم کل

Marfat.com

المسلم علی المسلم حراما دمه وماله وعرضه"

(صحیح مسلم:1986/4' سنن الترمذی:325/4)

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم باہم حسد نہ کرو۔ جب چیز خریدنے کا ارادہ نہ ہو تو دوسروں کو خواہ مخواہ نقصان پہنچانے کے لئے چیزوں کی قیمتیں نہ بڑھاؤ۔ کسی سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو۔ نہ ہی کوئی دوسرے کی خرید و فروخت کے معاملے میں ناجائز مداخلت کرے۔ اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن کر رہو۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے جو اس پر ظلم نہیں کرتا، اس کی مدد چھوڑتا ہے، نہ ہی اسے حقیر جانتا ہے۔ آپ نے تین مرتبہ سینہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: تقویٰ دل میں ہوتا ہے' کسی انسان کے برا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ ہر مسلمان کا خون' اس کا مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔"

6: "عن عائشة عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال اذامات صاحبکم فدعوه ولاتقعوافیه"

(سنن ابی داؤد:675/4' صحیح الجامع:279/1)

"ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے فوت شدہ ساتھی کی عزت پر حملہ آور ہونے سے باز رہو۔"

7: "عن ابی برزة الاسلمی رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم: یا معشر من امن بلسانه ولم یدخل الایمان قلبه لاتغتابوا المسلمین ولا تتبعوا عوراتهم فانه من یتبع عوراتهم یتبع اللہ عورته ومن یتبع اللہ عورته یفضحه ولو فی بیته"

(سنن ابی داؤد:270/4)(مسند احمد:421/4)(صحیح الجامع:308/6)

"سیدنا ابوبرزہ اسلمی سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ایمان کے دعویدارو! مسلمانوں کی غیبت مت کرو اور نہ ہی ان کے عیبوں کا پیچھا کرو، کیونکہ جو ان کی خامیوں کے درپے ہوگا اللہ اس کے عیوب کا پیچھا کرے گا اور جس کے عیوب کا پیچھا اللہ تعالیٰ کرے اسے اس کے گھر کے اندر بھی رسوا کردے گا۔"

مذکورہ احادیث سے مندرجہ ذیل مسائل ثابت ہوتے ہیں:

☆: مسلمان کی غیبت کرنا منافق کی علامت ہے۔

☆: اس میں مسلمان کی لغزشوں کا تعاقب کرنے والوں کے لئے وعید ہے کہ اللہ ان کی خامیاں لوگوں پر واضح کردے گا۔

☆: اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگوں کی غیبت کرنے والوں کو ان کے برے عمل کا بدلہ دنیا میں بھی دیا جائے

Marfat.com

گا۔

8: ’’عن المستوردبن شدادرضی اللہعنی ان النبی صلی اللہعلیہ وسلم قال من اکل برجل مسلم اکلة فان اللہیطعمہ مثلھا من جھنم ومن کسی ثوبابرجل مسلم فان اللہیکسوہ مثلہ من جھنم ومن قام برجل مقام سمعة ورياء فان اللہیقوم بہ مقام سمعة وریآء یوم القیامة‘‘

(سنن ابی داؤد:270/4)(مسند احمد:229/4)(سلسلۃ الصحیحۃ:632/2

’’سیدنا مستوردبن شداد بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کی اہانت کرکے کھانا کھایا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں جہنم کی آگ سے اسی قدر لقمے اسے کھلائے گا۔اور جس نے کسی مسلمان کی توہین کرکے لباس حاصل کیا اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ سے اسی قدر لباس پہنائے گا اور جس نے دنیا میں کسی آدمی کا شہرت اور ریا کاری کی غرض سے ساتھ دیا اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں شہرت وریا کاری کے مقام پر کھڑا کرے گا۔‘‘

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ:

☆: جو شخص کسی سے مسلمان کی غیبت‘اہانت‘ایذاء رسانی کے عوض کھانا یا لباس حاصل کرے اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ سے کھانا کھلائے گا اور آگ کے کپڑے پہنائے گا،کیونکہ اصول یہ ہے: جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

☆: اہل علم نے شہرت وریا کاری کے کھڑے ہونے کے دومعانی ذکر کیے ہیں:

پہلا یہ کہ باء متعدی بنانے کے لئے ہے یعنی جو کسی شخص کو کھڑا کرکے اس کی نیکی وتقویٰ کی تعریف کرتا ہے اور اس کی انوکھی کرامات لوگوں کے سامنے بیان کرکے اسے ذاتی اغراض اور دنیاوی مفاد کے حصول کا ذریعہ بناتا ہے آخرت میں اللہ تعالیٰ اسے عذاب دے گا اور فرشتوں کو حکم کرے گا کہ وہ اس سے ویسا ہی سلوک کریں اور اس کے جھوٹ کو ظاہر کریں۔

دوسرا یہ کہ باء سببیہ کے لئے ہے یعنی جو کسی مالدار اور عظیم المرتبت آدمی کے پاس اپنے آپ کو بڑا متقی،پرہیز گار اور صالح آدمی ظاہر کرتا ہے تاکہ اسے عزت حاصل ہو اور وہ اسے نیک سمجھ کر مال عطا کرے اور اس کا معتقد بن جائے تو اللہ تعالیٰ اسے ریا کاروں کے ساتھ کھڑا کرکے رسوا کرے گا اور انہی جیسا عذاب دے گا۔

9: ’’عن اسامہ من شریك رضی اللہعنہ :قال شھدت الاعراب یسالون النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعلینا خرج فی کذا؟ اعلینا حرج فی کذا؟ لاشیاء لیس بھا باس فقال لھم:عباداللہوضع اللہالحر الا من قترض من عرض اخیہ شیئا فذلك الذی حرج وھلك‘‘

(مسند احمد:178/4)(ابوداؤد:211/2)(ابن ماجہ:1137/2)(صحیح ابن ماجہ:252/2)

Marfat.com

”سیدنا اسامہ بن شریک بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ بدو رسول اللہ ﷺ سے معمولی معمولی باتوں کے متعلق پوچھ رہے تھے کہ کیا اس چیز میں کوئی حرج ہے؟ کیا اس کام میں کوئی گناہ ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے معمولی گناہوں کو ختم کر دیا ہے۔ البتہ! جو کسی مسلمان کی عزت پر حملہ کرتا ہے وہ گنہگار اور برباد ہو گیا۔“

10: ”عن سعید بن زید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من اربی الربا الاستطالة فی عرض المسلم بغیر حق“

(سنن ابوداؤد: 269/4) (مسند احمد: 190/1) (صحیح الجامع: 442/2)

”سعید بن زید سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑا سود (گناہ) کسی مسلمان کی عزت پر ناحق زبان درازی ہے۔“

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کی تحقیر، اس پر تہمت لگانا، لعنت ملامت، گالی گلوچ بہت بڑا سود گناہ اور سخت جرم ہے، کیونکہ انسان کو اپنی عزت مال سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔

آپ ﷺ نے سود کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں:

معروف سود: وہ مال جو مقروض سے اصل زر پر زائد وصول کیا جاتا ہے۔

غیر معروف سود: کسی مسلمان کی عزت پر ناحق زبان درازی کرنا بھی سود ہے۔ سود کی یہ قسم انجام کے لحاظ سے زیادہ خوفناک اور سخت حرام ہے۔

11: سیدنا ابو ہریرہ کی حدیث میں سیدنا ماعز بن مالک کا قصہ مذکور ہے کہ جب ان سے زنا کا ارتکاب ہوا تو (بے) حد نادم ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں آ کر نہ صرف اپنے جرم کا بار بار اقرار کیا، بلکہ یہ درخواست بھی کی کہ مجھ پر حد جاری کر کے اس گناہ سے پاک فرمائیں تو آپ ﷺ نے تحقیق کے بعد رجم کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ انہیں رجم کر دیا گیا۔ بعد ازاں نبی ﷺ نے سنا کہ ایک شخص اپنے دوسرے ساتھی کو ماعز کے متعلق کہہ رہا تھا:

”دیکھو اللہ نے اس کے عیب پر پردہ ڈالا تھا، مگر وہ نفس کے بہکاوے میں آ کر کتے کی موت مر گیا۔“

آپ ﷺ یہ سن کر چلتے رہے، یہاں تک کہ بدبودار مردہ گدھے کے قریب سے گزرے تو فرمایا:

”فلاں فلاں کہاں ہیں۔؟“

جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

”یہ مردار کھاؤ۔“

انہوں نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ! کیا یہ حرام نہیں۔؟“

آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

"تم ابھی اپنے بھائی کے بارے میں جو باتیں کر رہے تھے اس کا گناہ مردار کھانے سے زیادہ شدید ہے۔
اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے! ماعز جنت کی نہروں میں غوطہ زن ہے۔"

(بیہقی:227/8)(قال ابن کثیر اسنادہ صحیح:216/4)

12: "عن جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ قال :سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول :من سمع سمع اللہ به یوم القیامة قال :من شاق شقق اللہ علیه یوم القیامة فقالوا: اوصنا فقال:ان اول ماینتن من الانسان بطنه فمن استطاع ان لایاکل الا طیبا فلیفعل ومن استطاع ان لایحال بینه وبین الجنة بملء کف من اهراق دمه فلیفعل"

(صحیح بخاری مع الفتح:128/13)

"سیدنا جندب بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص محض شہرت کے لئے کوئی کام کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے ویسا ہی سلوک کرے گا اور جو کسی پر سختی کرتا ہے اللہ تعالیٰ آخرت میں اس پر سختی کرے گا۔ لوگوں نے عرض کیا: ہمیں وصیت فرمائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: انسانی جسم میں سب سے پہلے اس کا پیٹ متعفن ہوگا، اس لیے صرف رزق حلال کھاؤ اور جو یہ چاہتا ہے کہ جنت اور اس کے درمیان اس کا بہایا ہوا چلو بھر خون بھی حائل نہ ہو تو اسے اس کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔"

☆: اس حدیث میں مومنوں کے متعلق بے ہودہ گفتگو کرنے اور ان کی کوتاہیوں اور لغزشوں کے اظہار سے منع کیا گیا ہے۔

☆: مسلمانوں کو اہل ایمان کے طریقے اختیار کرنے اور ان کے ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ کیا گیا ہے۔

☆: اس حدیث میں لوگوں کو اہل ایمان پر سختی کرنے اور ان کی ایذاء رسانی سے روکا گیا ہے۔

(فتح الباری:130/13)

☆: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللهم من ولی من امتی شیئا فشق علیهم فاشقق علیه ومن ولی من امر امتی شیئافرفق بهم فارفق به"

"اے میرے اللہ! میری امت میں سے جو شخص میری امت کے معاملات میں سے کسی چیز کا ذمہ دار بنے اور وہ ان پر سختی کرے تو تو بھی اس پر سختی فرما اور جو میری امت کے معاملات میں سے کسی چیز کا ذمہ دار بنے اور وہ ان سے نرمی کرے تو تو بھی اس پر نرمی فرما۔"

مسلمان کی غیبت سننے والے کا فرض:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

"جب کسی کے سامنے دوسرے مسلمان کی غیبت کی جائے تو اس کا فرض ہے کہ اس کی تردید کرے اور اسے منع کرے۔ اگر وہ باز نہیں آتا تو اسے ہاتھ سے روکے ورنہ خود اس مجلس سے اٹھ کر چلا جائے۔ اگر اپنے کسی استاذ محسن یا کسی صالح انسان کی غیبت سنے تو اسے روکنے کی بھرپور کوشش کرے۔" (الاذکار للنووی:294)

سیدنا عتبان ایک طویل حدیث روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو لوگوں سے پوچھا: مالک بن الدخیشن کہاں ہے۔؟ بعض نے جواب دیا کہ وہ منافق ہے۔ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کہو وہ کلمہ گو اور رضائے الٰہی کا طالب ہے۔ ایک شخص نے کہا: ہمیں تو وہ منافقوں کا ہمدرد اور خیر خواہ نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جو رضائے الٰہی کے حصول کے لئے "لا الہ الا اللہ" پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جہنم حرام کردی ہے۔"
(صحیح بخاری:110/1) (صحیح مسلم:455/1)

2: عن ابن عبداللہ وابی طلحۃ (رضی اللہ عنہم) قالا :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: مامن امرئ یخذل امرء مسلما فی موضع تنتہک فیہ حرمتہ وینتقص فیہ من عرضہ الا خذلہ اللہ فی موطن یحب فیہ نصرتہ ومامن امرئ ینصر مسلما فی موضع ینتقص فیہ من عرضہ وینتہک فیہ من حرمتہ الا نصرہ اللہ فی موطن یحب نصرتہ"
(سنن ابی داود:271/4) (مسند احمد:30/4) (صحیح الجامع الصغیر:160/5)

"سیدنا جابر بن عبداللہ اور ابوطلحہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کی مدد ایسے مقام پر ترک کردے جہاں اس کی عزت وحرمت پامال کی جارہی ہو اور اس کے خلاف باتیں کی جارہی ہوں تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے مقام پر اس کی مدد چھوڑ دے گا جہاں وہ اللہ کی مدد (کے حصول) کو پسند کرے گا۔ جو کسی مسلمان کی اہانت اور اس کی عزت وحرمت کی پامالی کے موقع پر اس کا تعاون کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے مقام پر اس کی مدد فرمائے گا جہاں وہ اللہ کی مدد (کے حصول) کو پسند کرے گا۔"

3: "عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من رد عن عرض اخیہ رد اللہ عن وجہہ النار یوم القیامۃ"
(مسند احمد:450/6) (سنن الترمذی:327/4) (صحیح الجامع الصغیر:295/5)

"سیدنا ابودرداء سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کی عزت کا دفاع کرتا ہے آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ آگ سے محفوظ رکھے گا۔"

4: "عن اسماء بنت یزید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: من ذب عن لحم اخیہ بالغیبۃ کان حقا علی اللہ ان یعتقہ من النار"

Marfat.com

(مسند احمد:461/6)(صحیح الجامع:290/5)

''سیدہ اسماء بنت یزید کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی غیر موجودگی میں اس کا دفاع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ وہ اسے جہنم کی آگ سے آزاد کر دے۔''

5: '' عن كعب بن مالك رضي الله عنه في حديثه الطويل في قصة توبته قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم وهو جالس في القوم في تبوك: مافعل كعب بن مالك؟ فقال: رجل من بني سلمة: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم جسه ردآءه والنظر في عطفيه فقال له معاذ بن جبل: (رضي الله عنه) (بئس ماقلت: والله مارسول الله ماعلمنا عليه الاخيرا) فسكت رسول الله صلى الله عليه وسلم''

(صحیح بخاری:130/5)(صحیح مسلم:2122/4)

''سیدنا کعب بن مالک اپنی توبہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے تبوک میں ایک موقع پر مجلس میں دریافت فرمایا: کعب بن مالک کس وجہ سے پیچھے رہ گیا ہے۔؟ بنو سلمہ قبیلے کے ایک آدمی نے کہا: اسے اس کی دو چادروں (کی خوبصورتی نے) اور اپنے کندھوں کو بار بار دیکھنے نے روک لیا ہے (اسے دنیاوی زیب و زینت میں مشغولیت نے روک لیا ہے) یہ سن کر سیدنا معاذ بن جبل نے کہا: تو نے بری بات کہی۔ اللہ کی قسم! ہم تو اس کے بارے میں اچھا ہی جانتے ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔

غیبت کے اسباب:

جب ایک باشعور مسلمان غیبت اور چغلی کے اسباب پر غور کرتا ہے تو اسے کئی چیزیں معلوم ہوتی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

☆: غیبت کرنے والے کے دل میں دوسرے شخص کے متعلق بغض و عداوت اور غصہ ہوتا ہے اور وہ ذاتی انتقام اور غصہ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اس پر بہتان تراشی، اس کی غیبت اور چغلی کرتا ہے۔

☆: ذاتی فضیلت و شرف کا اظہار اور دوسرے کی تحقیر کرنا۔ مثلاً: گفتگو کرتے ہوئے کسی کے متعلق یوں کہنا فلاں جاہل ہے، وہ بات سمجھ نہیں سکتا یا عمدہ گفتگو نہیں کر سکتا وغیرہ، اس طرح کی باتوں سے وہ لوگوں پر اپنی فضیلت و شرف خامیوں سے براءت اور دوسرے کو کمتر ظاہر کرنا چاہتا ہے، یہ وہی خود پسندی ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے انسان کو ہلاک کرنے والی چیزوں میں شمار کیا ہے۔

☆: دوست احباب کو راضی کرنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی اور گناہ کی مجالس میں شرکت کرنا خواہ اس کام سے اللہ ناراض ہو جائے یہ ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔

☆: اہل علم و اصحاب رائے کی کوتاہیوں پر تعجب کا اظہار کرنا، مثلاً: کسی کا نام لے کر کہنا کہ فلاں سے بہتر کسی کو

Marfat.com

ں دیکھا مگر تعجب ہے کہ وہ عالم صاحب عقل یا بزرگ ہونے کے باوجود اس طرح کی غلطیاں کرتا ہے البتہ کسی کو ں کیے بغیر صرف غلطی پر اظہار تعجب درست ہے۔

☆ دوسروں کے ساتھ ہنسی مذاق کرنا اور انہیں کم تر ظاہر کرنا۔

☆ گناہوں کا ارتکاب کرنے والے کسی شخص پر اللہ کے لئے غصے کا اظہار کرنا' مثلاً: کسی کا نام لے کر یوں کہنا: سے اللہ سے حیا نہیں آتی' ایسے کام کرتے ہوئے وہ اللہ کا خوف نہیں محسوس کرتا وغیرہ اور ایسے اس کی توہین اور غیبت وع کر دے۔

☆ حسد: ایک آدمی کے سامنے لوگ جب کسی کی تعریف کرتے ہیں تو وہ اس سے حسد کرنے لگتا ہے' پھر حاسد اس مداحوں کی نظر میں اس کا مرتبہ و مقام کم کرنے کے لئے اس کی غیبت شروع کر دیتا ہے تو ایسا شخص اپنی شخصیت اور سوچ کے سے بڑا گندہ اور کمینہ انسان ہوتا ہے۔

"سیدنا عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: صاف دل اور سچا انسان۔ صحابہ نے عرض کیا: سچے انسان کو ہم جانتے ہیں مگر صاف دل کون ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ پرہیزگار اور صاف باطن کا مالک جس کے دل میں گناہ' بغاوت' بغض اور حسد نہیں ہے۔"

(سنن ابی ماجہ، رقم: 4216) (صحیح ابن ماجہ: 411/2)

☆ لوگوں کے ساتھ مصنوعی ہمدردی اور مہربانی کا اظہار کرنا' مثلاً: کسی کے متعلق دوسروں سے کہے کہ میں اس رے کے متعلق بہت پریشان ہوں کہ وہ کس طرح گناہوں سے آلودہ ہوتا جا رہا ہے مجھے اس پر بہت رحم آتا ہے مرہ۔

☆ بناوٹ' دل لگی، مذاق اور ہنسی کرنے والا بدبخت انسان مجلس میں دوسروں کی خامیاں اس طرح بیان کرتا ہے کہ لوگ اس سے ہنستے اور خوش ہوتے ہیں اور یہ جھوٹ، غیبت اور خود پسندی میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔ ایسے ہی شخص پر ول اللہ ﷺ کا یہ فرمان صادق آتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"ویل للذی یحدث بالحدیث لیضحک به القوم فیکذب ویل له ویل له"

"جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے اس کے لئے ہلاکت' بربادی اور تباہی ہے۔"

(جامع ترمذی: 557/4) (صحیح الترمذی: 268/2)

☆ کسی پر گناہ کا الزام لگا کر خود اس سے بری ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں نے یہ کام کیا ہے۔ اس کی ذمہ ی اور عیب دوسرے پر ڈال کر خود کو خامیوں سے بری ظاہر کرتا ہے۔

☆ یہ تصور و گمان کہ شاید فلاں اس کے دوستوں یا کسی عظیم آدمی یا حکمران کے پاس اس کے خلاف گواہی دینا ہتا ہے یا اس کی توہین کرنا چاہتا ہے اس لئے یہ اس سے پہلے ان کے پاس جا کر اس کی غیبت کرتا ہے تاکہ اس کا مرتبہ

Marfat.com

ومقام اور اعتبار ان کی نظر میں ختم ہو جائے۔

غیبت سے بچنے کا طریقہ:

غیبت سے بچنے کے دو طریقے ہیں:

1: انسان اپنے آپ کو یہ سمجھائے کہ وہ غیبت کر کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے غصے کا نشانہ بن جائے گا جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

''ایک شخص اللہ کا پسندیدہ کلمہ بولتا ہے اور اسے اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہوتا' اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس کلمہ کے بدلے قیامت تک کے لئے اپنی رضا مندی لکھ دیتا ہے اور ایک شخص اللہ کی ناراضگی کا کلمہ بولتا ہے، لیکن اسے اس کی قباحت کا اندازہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے قیامت تک اپنی ناراضگی تحریر کر دیتا ہے۔''

(جامع ترمذی:559/4)(سنن ابن ماجہ:469/2)(صحیح ترمذی:269/2)

☆: یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ کسی کی غیبت کرنے کی وجہ سے آخرت میں اپنی نیکیاں دینا پڑیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو اس کے گناہ اپنے سر لینا پڑیں گے۔ پھر صرف ایک نیکی کی کمی یا ایک گناہ کی زیادتی کے باعث گناہوں کا پلڑا بھاری ہونے کی وجہ سے اسے جہنم کی آگ میں داخل کر دیا جائے گا۔ اللہ عزوجل کے سامنے جھگڑے' لوگوں کے مطالبے' سوال و جواب اور محاسبے کی ذلت کے علاوہ صرف نیکیوں میں کمی ہی بہت بڑی سزا ہے۔

☆: جب ایک مسلمان غیبت کی وعید سے متعلقہ احادیث کی حقانیت پر یقین رکھے اور کما حقہ ان پر غور کرے، نیز اپنی لغزشوں اور کوتاہیوں کی فکر کرے تو اس کی زبان سے کبھی کسی کی غیبت نہ نکلے گی۔ اسے لوگوں کے عیوب دیکھنے اور ان پر طعن کرنے کی بجائے اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔ ندار د شخص کو اپنے گناہوں پر اللہ عالم الغیب سے حیاء کرنی چاہئے اور اسے چاہئے کہ اپنے بھائی کے لئے عذر اور گنجائش تلاش کرے' اسے گناہوں میں ملوث ہونے پر اسی طرح عاجز سمجھے جس طرح وہ خود گناہوں میں ملوث نہ ہونے سے عاجز ہے۔ اگر کسی کی مذمت جسمانی عیب کی وجہ سے کر رہا ہے تو گویا وہ خود خالق کی مذمت کر رہا ہے' کیوں کہ صنعت کا عیب صانع کے عیب دار ہونے کی دلیل ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اپنی خامیوں کی اصلاح کرنی چاہئے اور یہ بڑا اچھا مشغلہ ہے۔

2: انسان غیبت پر آمادہ کرنے والے اسباب پر غور کرے، کیونکہ بیماری کا مکمل علاج اس کے معاون اسباب ختم کرنے سے ہی ممکن ہے۔ اگر کسی کی غیبت کرنے کا سبب اس پر غصہ اور ناراضگی ہے تو اسے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر میں غیبت کر کے اس پر اپنا غصہ ٹھنڈا کروں گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی غیبت کرنے کی وجہ سے میرے اوپر اپنا غصہ نکال سکتا ہے، کیونکہ اللہ نے مجھے اس کام سے منع کیا ہے اور میں اس کی نافرمانی کر کے اس کے حکم کا مذاق اڑا رہا ہوں اور اس کے غضب کو دعوت دے رہا ہوں۔

☆: اگر غیبت کرنے کا سبب دوست احباب کی موافقت اور رضا مندی ہے تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس طرح وہ

Marfat.com

کی رضامندی سے اللہ کی ناراضگی کا متلاشی بن کر اس کے غضب کو بھڑکا رہا ہے۔ وہ شخص کتنا بدنصیب ہے جو محتاج و عاجز مخلوق کی خوشی کے لئے اپنے مالک اور خالق کو ناراض کر رہا ہے۔؟

☆: اگر غیبت کا سبب اللہ کے لئے کسی سے ناراضگی ہے تو اس کا تذکرہ کسی شرعی ضرورت کے بغیر نہ کرے، عام لوگوں کو اس کے شر سے بچانا مقصود ہو۔

☆: اگر غیبت کا باعث اپنی پاک دامنی اور دوسروں کی خامیوں کا اظہار ہے تو وہ غیبت کر کے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر رہا ہے اور اپنی پاک دامنی کے تقاضوں کے برعکس غیبت جیسے گناہ کا کام کر رہا ہے۔ اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی مخلوق کی ناراضگی سے بہت سخت ہے اور جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے مخلوق کو خوش کرنے کی کوشش کرتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کو غصہ آتا ہے اور مخلوق بھی اس سے راضی نہیں ہوتی۔

☆: اگر کسی کی غیبت سے مقصود اپنی نیکی و تقویٰ اور فضیلت و شرف کا ثبوت مہیا کرنا ہے تو اس طرح اللہ کے ہاں پہلے اگر اس کا کوئی مقام ہے تو وہ بالکل ختم ہو جائے گا اور غیبت کی وجہ سے لوگوں میں بھی مرتبہ کمتر بلکہ ختم ہو کر رہ جائے گا۔ اگر لوگ احترام کرتے رہیں تب بھی اس کا اللہ کے ہاں کوئی فائدہ نہیں ہوگا' کیونکہ لوگوں کے دل اللہ عزوجل کی انگلیوں کے درمیان ہیں وہ انہیں جس طرف چاہتا ہے پھیر دیتا ہے۔ اس لئے انسان کو ظاہر پر اعتماد کر کے دھوکے میں نہ رہنا چاہیے، بلکہ عزت و ذلت پر اثر انداز ہونے والے ان مخفی امور پر بھی غور کرنا چاہیے۔

☆: اگر غیبت کسی سے حسد کی بنا پر کر رہا ہے تو اس نے دنیا و آخرت کے دونوں عذاب جمع کر لئے ہیں، کیونکہ وہ اس دنیا میں تنگ دلی' غم اور پریشانی کا شکار رہتا ہے۔ دوسروں کے مال و دولت عزت و شرف کو رکھ کر مسلسل جلتا ہے اور آخرت میں بھی عذاب سے دوچار ہوگا۔ حاسد درحقیقت لاعلمی کی وجہ سے محسود (جس سے وہ حسد کر رہا ہو) کا دوست ہوتا ہے' کیونکہ آخرت میں اس کی نیکیاں اسے دی جائیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو یہ اس کی برائیاں اپنے سر لے لے گا۔ مزید یہ کہ حاسد کے حسد اور غیبت سے جس پر حسد کیا جائے اس کا کوئی نقصان نہیں ہوتا، بلکہ بسا اوقات یہ اس کے فضل و شرف کی شہرت کا ذریعہ بنتا ہے۔

☆: اگر غیبت کا سبب کسی کی تحقیر اور مذاق اڑانا ہے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ دوسروں کا مذاق اڑانے والا درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کے سامنے خود اپنے آپ کو رسوا کر رہا ہے اور یہی اصل خسارہ ہے۔

☆: اگر غیبت کا سبب کسی کے ساتھ ہمدردی و مہربانی کا جذبہ ہے تو پھر بھی یہ کوئی پسندیدہ اور اچھا طریقہ نہیں' کیونکہ اس طرح وہ دوسرے کے ساتھ ہمدردی کر کے خود ایک حرام کام (غیبت) کا ارتکاب کر رہا ہے۔ اگر وہ اس کی خیر خواہی میں مخلص ہوتا تو تنہائی میں اسے نصیحت کرتا اور صحیح کام کی طرف راہنمائی کر کے اپنی ہمدردی و خیر خواہی کا حق ادا کرتا۔ جبکہ اس نے دوسروں کے سامنے غیبت شروع کر کے اپنا ہی نقصان کر لیا ہے۔

☆: اگر غیبت کسی صاحب علم و عمل یا کسی صاحب مال و جائیداد پر اظہار تعجب کے لئے ہے تو سب سے پہلے اسے اپنے آپ پر تعجب کرنا چاہئے کہ وہ کس طرح دوسرے کے دینی و دنیاوی کمال کی وجہ سے اپنے دین کا خسارہ اور

Marfat.com

آخرت کی بربادی کر رہا ہے۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کے عیوب سے پردے چاک کر کے اسے دنیا میں ہی ذلیل و رسوا نہ کر دے اور یہ لوگوں کے لئے نشانِ عبرت بن کر رہ جائے' جس طرح آج یہ دوسروں پر اظہار تعجب کر رہا ہے' کل کوئی اس پر بھی تعجب کرے گا۔

جب کوئی ذی شعور و صاحب عقل غیبت کے اسباب پر غور کرے پھر ہمارا تجویز کردہ نسخہ استعمال کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ! وہ غیبت کے نقصان سے بچ سکتا ہے اور جلد ہی وہ ایسا آدمی بن سکتا ہے جو دوسروں کی خامیوں کی بجائے اپنے کردار پر غور کرے' بری' گھٹیا اور غلط بات سے اپنی زبان کی حفاظت کرے۔ اس طرح وہ دنیا و آخرت کی بھلائیاں جمع کر لے گا۔

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حق بات کہنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔!

غیبت سے توبہ کا طریقہ:

غیبت کرنے والے نے اگر کسی مسلمان کی غیبت کی ہے تو جس وقت جھگڑے' فساد اور مزید کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو اس کے سامنے اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اس سے معافی کی درخواست کرے۔ اگر متعلقہ شخص کے سامنے اعتراف کرنے سے کسی فتنہ کا اندیشہ ہو تو جن مجالس میں اس کی غیبت کرتا رہا ہے وہاں اس کا اچھا تذکرہ کرے' اس کی نیکیاں اور خوبیاں بیان کرے' اس کے لئے دعائے خیر کرے اور اس کا دفاع کرے۔ توبہ کی دوسری شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے بساط بھر غیبت کو روکنے کی کوشش کرے تو اس کے یہ کام سابقہ اعمال بد کا کفارہ بن جائیں گے۔ انشاء اللہ!

غیبت کی جائز صورتیں:

1: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لایحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم و کان اللہ سمیعا علیما" (سورۃ النساء، آیت نمبر 148)

"اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے' مگر یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو۔ یقیناً اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

2: "عن عایشۃ رضی اللہ عنھا قالت ھندام معاویۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اباسفیان رجل شحیح فھل علی جناح ان اخذ من ماملہ سرا؟ قال خذی انست و بنوك مایکفیك بالمعروف"

(صحیح بخاری مع الفتح: 405/4)

"ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ ابوسفیان بخیل شخص ہے۔ اگر میں خفیہ طریقے سے اس کے مال میں سے کچھ لے لوں تو اس

Marfat.com

میں کوئی حرج ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اور تیرے بچے اس کی حیثیت کے مطابق حسب ضرورت لے سکتے ہو۔"

3: سیدہ فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

"میرے خاوند ابو عمرو بن حفص نے مجھے اپنے وکیل کے ذریعے تیسری طلاق بھیجی اور خرچ کے لئے کچھ جو دیئے۔ میں ان کو کم سمجھ کر ناراض ہوئی تو اس نے کہا: تو مجھ سے کچھ بھی لینے کی حقدار نہیں ہے۔ میں نبی کریم ﷺ کے پاس گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے خرچہ لینے کا حق نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے مجھے ام شریک رضی اللہ عنہا کے ہاں عدت گزارنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا: اس کے پاس صحابہ بکثرت جاتے رہتے ہیں تو عبداللہ بن ام مکتوم (جو نابینا صحابی ہیں) کے ہاں عدت گزار اور جب عدت پوری ہو جائے تو مجھے اطلاع دینا۔ چنانچہ میں عدت گزار کے آپ کے پاس گئی اور بتایا کی معاویہ بن ابی سفیان اور ابو جہم نے مجھ نکاح کا پیغام دیا ہے۔ (اس کے جواب میں) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابو جہم عورتوں کو بہت مارتا ہے' جبکہ معاویہ مفلس آدمی ہے' تو اسامہ بن زید سے شادی کر لے' میں نے انہیں ناپسند کیا' لیکن آپ ﷺ نے دوبارہ یہی فرمایا تو میں نے اسامہ سے شادی کر لی۔ اللہ نے مجھے اس شادی میں اس قدر برکت دی کہ لوگ مجھ پر رشک کرتے تھے۔"

(صحیح مسلم:1114/2)

4: "عن عروة بن الزبير رضى الله عنه ان عائشة رضى الله عنها اخبرته قالت: اساذن رجل على رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: ائذنوا له بئس اخو العشيرة او ابن العشيرة۔ فلما دخل الان له الكلام قلت يارسول الله قلت الذى قلت ثم النت له الكلام قال: اى عائشة ان شر الناس من تركه الناس او ودعه الناس اتقاء فحشه"

(صحیح بخاری:86/7' صحیح مسلم:2002/4)

"سیدنا عروۃ بن زبیر ام المومنین سیدہ عائشہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: اسے اجازت دے دو یہ اپنے قبیلے کا برا آدمی ہے۔ جب وہ اندر آیا تو آپ نے اس سے نرم گفتگو کی۔ اس کے جانے کے بعد سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ پہلے تو آپ ﷺ اسے برا کہہ رہے تھے، لیکن آپ نے اس سے کلام میں نرمی اختیار کی ہے۔؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے برا انسان وہ ہے جس کے شر سے بچنے کے لئے لوگ اس سے کنارہ کش ہو جائیں۔"

5: امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس طرح باب کا عنوان قائم کیا ہے:

"لوگوں کا کسی طویل یا پستہ قد کہنا جائز ہے یا نہیں' نبی ﷺ نے ایک موقعہ پر دریافت فرمایا: "ذوالیدین

Marfat.com

(لمبے ہاتھوں والا) کیا کہتا ہے؟'' اور ایسے الفاظ کا بیان جن سے کسی کی عیب جوئی مقصود نہ ہو۔''
(صحیح بخاری: 5/7

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ شرعی مقاصد کے لئے چھ اسباب کی بنیاد پر ان کی غیبت کرنا جائز ہے:

۱۔ مظلومیت کا اظہار۔ مظلوم کے لئے حکمران' قاضی یا کسی حکومتی عہدے دار کے سامنے شکایت کرنا جائز ہے کہ میرے ساتھ فلاں نے اس طرح ظلم وزیادتی کی ہے۔

۲۔ برائی سے روکنے اور سرکش کی اصلاح کرنے پر تعاون حاصل کرنے کے لئے بھی غیبت جائز ہے۔ جو شخص برائی سے روکنے یا کسی کی اصلاح کرنے پر قدرت رکھتا ہے اسے کہا جائے کہ فلاں یہ برا کام کر رہا ہے تو اسے روک اس کی اصلاح کرو وغیرہ۔

۳۔ فتویٰ طلب کرنے کے لئے بھی غیبت مباح ہے۔ مثلاً: مفتی کو کہے کہ زید' بکر یا میرے باپ بھائی یا بیوی خاوند وغیرہ نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ کیا اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے اور میرے لئے اس سے بچنے کا طریقہ ہے، اگرچہ اس میں بھی بہتر یہی ہے کہ کسی کو خاص (نامزد) نہ کرے۔

۴۔ عام مسلمانوں کو کسی کے شر سے بچانے کے لئے بھی غیبت کی جاسکتی ہے اور اس کی کئی اقسام ہیں۔

☆: ناقابل اعتماد راویوں' گواہوں اور مصنفوں پر جرح کرنا۔ اس کام کے جائز ہونے پر تمام مسلمان متفق ہیں بلکہ شریعت اسلامیہ کی حفاظت کے لئے یہ کام واجب ہے۔

☆: جب کوئی کسی کے متعلق مشورہ طلب کرے تو اسے اس کی خامی کی اطلاع دینا۔

☆: جب کوئی شخص کسی عیب دار چیز کو خرید رہا ہو تو خریدار کو خیر خواہی کے نقطہ نظر سے عیب کی اطلاع دینا' البتہ ایذا رسانی کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً: کوئی شراب خور یا چور غلام یا زانیہ لونڈی خرید رہا ہے تو اس کا عیب خیر خواہی کے لئے بتلانا جائز ہے' ایسے ہی چیز فروخت کرنے والے کے متعلق خبر دینا بھی جائز ہے۔

☆: جب کوئی طالب علم کسی فاسق یا بدعتی سے علم حاصل کر رہا ہو اور اسے اس نقصان کا علم نہ ہو تو خیر خواہی کے ارادے سے اسے نصیحت کرنا ضروری ہے۔

☆: ایک شخص حکومتی عہدے دار ہے، لیکن نا اہلی یا فاسق ہونے کی وجہ سے اپنی ذمہ داری ٹھیک طریقے سے نہیں کر سکتا تو اس کے متعلقہ افسر کے سامنے اس کی حالت بیان کرنا، تاکہ معاملات درست انداز سے انجام پاسکیں (یہ) بھی جائز ہے۔

۵۔ کوئی شخص اعلانیہ گناہ کا ارتکاب کر رہا ہے یا اپنی بدعت کو عام کر رہا ہے تو اس کے اعلانیہ کئے جانے والے کاموں کا ذکر کرنا درست ہے۔ البتہ اس کے دوسرے امور کا بلاوجہ تذکرہ مناسب نہیں ہے۔

۶۔ تعارف کرانے کے لئے کسی کے ایسے عیب یا لقب کو ذکر کرنا جس کے ساتھ وہ مشہور ہے جیسے لنگڑا' اندھا' چندھا' کانا' لمبا' چھوٹا' موٹا وغیرہ تو یہ بھی جائز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ کسی اور طرح سے تعارف کرایا جائے' البتہ تحقیر (کے)

Marfat.com

لئے کسی کے عیب یا لقب کا ذکر کرنا حرام ہے۔

(شرح النووی:142/16)(والاذکار للنووی:296)

☆: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں باب ذکر کیا ہے:

"شک وشبہ اور فتنہ وفساد کے عام کرنے والے کی غیبت کے جواز ہونے کا بیان۔"

☆: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب کے بعد فرمایا:

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعلانیہ فتنہ وفساد کو ہوا دینے والے اور کھلے عام گناہ کرنے والے کی غیبت حرام نہیں ہے۔"

☆: مزید فرمایا:

"اہل علم کے ہاں شرعی طور پر ہر صحیح کام کے لئے غیبت جائز ہے جیسا کہ اظہار مظلومیت' برائی کے خاتمے کے لئے تعاون حاصل کرنا' فتویٰ معلوم کرنا' عوام الناس کو کسی کے شر سے بچانا' حاکم وقت کو اس کے ماتحتوں کے کردار سے خبردار کرنا' نکاح یا خرید وفروخت کے معاملات میں کسی کو مشورہ دینا ایسے ہی کسی طالب علم کو بدعتی اور فاسق کے پاس حصول علم کے لئے جانے سے منع کرنا وغیرہ۔"

(فتح الباری:471/10)

☆☆☆

فصل نمبر 28:

چغلی کی مذمت

چغلی کا معنی ومفہوم:

1: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک طویل اقتباس نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

"محفل میں کسی کے متعلق کوئی بات سن کر متعلقہ شخص کو جا کر بتا دینا چغلی ہے۔"

2: اس کی جامع تعریف یوں ہے۔

"کسی شخص کی کوئی بات یا کام خواہ وہ عیب ہو یا خوبی جس کا اظہار اسے ناپسند ہو کوئی دوسرا اسے لوگوں کے سامنے بیان کر دے تو یہ بھی چغلی ہے، یہاں تک کہ اگر کوئی اپنی مالی حالت ظاہر نہیں کرنا چاہتا اور کوئی دوسرا اسے ظاہر کر دے تو یہ بھی چغلی میں شامل ہے۔"(فتح الباری:473/10)

(الاذکار للنووی:298)

3: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''ایک روایت میں ''نمام'' اور دوسری میں ہے کہ ''قتات'' جنت میں داخل نہ ہوگا۔ یہ دونوں لفظ چغل خور کے بارے میں استعمال کیے جاتے ہیں۔

4: جوہری نے کہا ہے کہ لوگ فساد اور شر پھیلانے کی نیت سے ایک دوسرے سے جو باتیں کریں، وہ اہل علم کے ہا[ں] چغلی کہلاتی ہیں۔'' (شرح النووی علی مسلم :112/2)

5: کچھ علماء نے ''قتات'' اور ''نمام'' کے درمیان یہ فرق کیا ہے کہ ''نمام'' اسے کہتے ہیں جو خود مجلس میں موجود ہو[کر] بات سن کر بغرض فساد آگے نقل کرے، جبکہ ''قتات'' وہ ہے جو خود تو مجلس میں موجود نہ ہو، لیکن کسی سے سن کر با[ت] دوسروں کے سامنے بیان کرے۔

(فتح الباری :473/10)

6: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک باب کا عنوان اس طرح ذکر کیا ہے:
''کونسی چغلی ناپسندیدہ ہے۔''

7: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:
''امام بخاری یہاں سمجھانا چاہتے ہیں کہ کافر کی بات بغرض فساد کو رفع کرنے کے لیے نقل کرنا جائز ہے' جیسا کہ کفار کے علاقے میں جاسوسی کرنا اور ان کی قوت کو نقصان دینے والی باتیں نقل کرنا (جائز ہے)۔''

(فتح الباری :472/1)

چغلی کا حکم:

چغلی کے حرام ہونے پر پوری امت متفق ہے اور اس کی حرمت پر کتاب وسنت اور اجماع امت سے بے شمار دلائل موجود ہیں:

قرآن مجید میں چغلی کی وعید:

1: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
''ولا تطع کل حلاف مہین ٥ ھماز مشاء بنمیم ٥ مناع للخیر معتد اثیم ٥'' (القلم :12,11,10)۔
''اور ہرگز کسی ایسے شخص کے دباؤ میں نہ آؤ جو بہت قسمیں کھانے والا، بے وقعت آدمی ہے، طعنے دیتا ہے' چغلیاں کھاتا پھرتا ہے' بھلائی سے روکتا ہے' ظلم وزیادتی میں حد سے گزر جانے والا ہے اور سخت بد اعمال ہے۔''

2: اللہ جل جلالہ کا فرمان ہے:
''ویل لکل ھمزة لمزة'' (الھمزة :1)

Marfat.com

"تباہی ہے ہر اس شخص کے لئے جو لوگوں پر طعن (کرنے) اور پیٹھ پیچھے برائیاں کرنے کا خوگر ہے۔"

غلی کے بارے میں احادیث مبارکہ:

1: "عن حذیفة قال: سمعت النبی صلی اللہ علیہ و سلم یقول: لایدخل الجنة قتات"

"سیدنا حذیفہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا:

"چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔"

☆: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"چغل خور کے جنت میں نہ جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ پہلے گروہ کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ جیسا کہ اس جیسے دوسرے گنہگار لوگ ہیں۔"

(فتح الباری:473/10)

اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے کہ گناہ کو گناہ جانتے ہوئے اس کا ارتکاب کرنے والا کافر نہیں، مگر یہ کہ اس بارے میں کوئی خاص دلیل موجود ہو۔

2: "عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال ان محمد صلی اللہ علیہ و سلم قال: الاانبئکم ماالعضه؟ هي النميمة القالة بين الناس"

(صحیح مسلم:2012/4)

"سیدنا عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں بتاؤں "العضہ" کیا ہے؟ یہ لوگوں کے درمیان کی جانے والی چغلی ہے۔"

☆: ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ امام یحییٰ بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ چغل خور اور جھوٹا ایک گھنٹے میں اتنا فساد پھیلا دیتے ہیں جتنا جادوگر ایک سال میں نہیں پھیلا سکتا۔ چغلی بھی جادو کی قسم ہے، کیونکہ چغلی اور جادو دونوں سے لوگوں کے درمیان اختلاف، دوست احباب کے دلوں میں نفرت اور شر و فساد پیدا کیا جاتا ہے۔

3: "عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال مر رسول اللہ ﷺ علی قبرین فقال: انهما ليعذبان في كبير وفي رواية انه لكبير اما هذا فكان لايستنزه من بوله، واما هذا فكان يمشي بالنميمة ثم دعا بعسيب رطب فشقه باثنين فغرس على هذا واحدا وعلى هذا واحدا ثم قال لعله يخفف عنهما مالم ييبسا" (صحیح بخاری:75/7)

"سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: انہیں معمولی کام کرنے کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا ہے۔ البتہ انجام کی ہولناکی کے لحاظ سے یہ بڑے کام ہیں: ان میں سے ایک پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کیا کرتا تھا۔" پھر آپ ﷺ نے کھجور کی ایک چھڑی منگوا کر اسے درمیان سے چیرا اور دونوں قبروں پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا، پھر

Marfat.com

فرمایا: امید ہے ان کے خشک ہونے تک اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں کمی کر دے گا۔

جس کے پاس چغلی کی جائے اس کی ذمہ داری:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جس کے پاس چغلی کی جائے کہ فلاں تیرے متعلق ایسے کہہ رہا تھا یا تیری نقل اتار رہا تھا تو اسے درج ذیل چھ باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:

1: چغل خور کی بات کی تصدیق نہ کرے، کیونکہ وہ فاسق ہے اور فاسق کی خبر بلا تحقیق قبول کرنا جائز نہیں ہے۔

2: اسے چغلی کرنے سے منع کرے، اس کی قباحت واضح کرے اور نصیحت کرے۔

3: ایسے شخص کو اللہ کے لئے ناپسند کرے، کیونکہ وہ اپنی اس حرکت کی وجہ سے اللہ کے ہاں ناپسندیدہ ہوا اس لیے اُسے ناپسند کرنا واجب ہے۔

4: اپنے غیر موجود بھائی (جس کی بات نقل کی جا رہی ہے) کے بارے میں برا گمان نہ کرے۔

5: اس چغلی کی وجہ سے تجسس اور کرید شروع نہ کر دے۔

6: جس کام سے چغل خور کو منع کر رہا ہے خود وہ کام نہ کرے اور نہ ہی اس کی چغلی آگے نقل کرے کہ فلاں نے ایسا کہا ہے، کیونکہ اس طرح وہ خود چغل خور بن جائے گا۔''

(شرح النووی علی مسلم: 113/2' نقلاً عن الغزالی' الاذکار للنووی 299)

ذوالوجہین:

1: ''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان شر الناس ذوالوجھین الذی یاتی ھولاء بوجہ وھولاء بوجہ''

(صحیح بخاری مع فتح الباری: 526/6و 170/13)(صحیح مسلم: 2511/4)

''سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: سب سے برا دورخا انسان ہے جو ایک فریق کے پاس آکر ان کی حمایت کرتا ہے اور دوسرے کے پاس جا کر ان کا ساتھی بن جاتا ہے۔''

☆: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''دورخا پن بھی چغلی کی قسم ہے اور ایسا شخص سب سے برا ہے، کیونکہ یہ بھی منافق کی طرح لوگوں کے درمیان فساد پھیلانے کے لئے جھوٹ اور باطل کو اختیار کیے رکھتا ہے۔ ہر فریق کے پاس جا کر یہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ ان کا ساتھی اور دوسروں کا مخالف ہے۔ یہی جھوٹ' دھوکہ ان کے راز معلوم کرنے اور منافقت کا کام ہے۔ البتہ جو اصلاح کرنے کے لئے ان کے پاس جا کر ہر ایک کو ایسی بات کہتا ہے جس میں دوسرے کا فائدہ ہو اور دوسرے فریق کا عذر ان کے ہاں بیان کرتا ہے ان کی ناپسندیدہ باتوں کو چھپاتا اور

Marfat.com

خیر سگالی کے جذبات دوسروں تک پہنچاتا ہے تو اس کا یہ کام پسندیدہ اور اچھا عمل ہے۔'' (فتح الباری: 475/10)

2: ''عن عمار رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ وسلم من کان لہ وجھان فی الدنیا کان لہ یوم القیمۃ لسانان من نار''

(سنن ابی داؤد: 278/4) (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: 889)

''سیدنا عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کے دنیا میں دو رخ ہیں آخرت میں اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔''

چغلی کے اسباب:

چغلی اور غیبت کے اسباب مشترک ہیں، ان کا ذکر غیبت کے اسباب میں گزر چکا ہے۔ ان کے علاوہ چند اسباب درج ذیل ہیں:

1: جس کی چغلی کر رہا ہے اس کے ساتھ عداوت اور ناپسندیدگی۔

2: جس کے پاس چغلی کر رہا ہے اس کا تقرب حاصل کرنا۔

3: فتنوں کو ہوا دینا، افراد اور معاشرے کے درمیان اختلاف اور نفرت وعداوت پیدا کرنا۔

جائز چغلی کی جائز صورتیں:

1: امام نووی رحمۃ علیہ فرماتے ہیں:

''شرعی ضرورت کے تحت کسی کی شکایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ کسی کو یہ بتلانا کہ فلاں تیرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے یا تیری عزت پر حملہ آور ہونا یا تیرا مال لوٹنا چاہتا ہے، اس طرح جس کام میں عمومی نقصان کا اندیشہ ہو تو حاکم وقت یا سرکاری اہلکار کو خبر دینا کہ فلاں یہ کام کرتا ہے یا کرنا چاہتا ہے تو اسے اس خبر کی تحقیق کر کے ازالے کی کوشش کرنی چاہئے اور اس جیسی دیگر شکایات حرام نہیں ہیں، بلکہ ان میں سے کچھ تو معاملے کی اہمیت کے پیش نظر پسندیدہ اور واجب ہیں۔''

(شرح النووی علی مسلم: 113/2)

2: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح باب کا عنوان ذکر کیا ہے:

''دوست کے متعلق کی گئی بات کی اسے اطلاع دینے کا باب۔''

اس باب کے تحت انہوں نے درج ذیل حدیث نقل کی ہے:

''عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسمۃ فقال رجل: من الانصار واللہ ما اراد محمد بھذا وجہ اللہ فاتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم فاخبرته فتمعر وجهه وقال: رحم الله موسیٰ لقد اوذی باکثر من هذا فصبر"
(صحیح بخاری: 78/7)

''سیدنا عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے مال تقسیم کیا تو کسی انصاری نے کہا کہ آپ ﷺ نے اللہ کی رضامندی کے لئے یہ مال تقسیم نہیں کیا۔ میں نے آپ کو اس کی اطلاع دی۔ یہ سن کر آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور فرمایا: اللہ عزوجل موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں اس سے زیادہ تکلیف دی گئی، لیکن انہوں نے صبر کیا۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اپنے کسی دوست کے متعلق کی گئی بات کی اسے اطلاع دینے میں کوئی مصلحت ہو اور اس سے شر و فساد پھیلنے کا اندیشہ نہ ہو تو اسے مطلع کیا جا سکتا ہے۔

اختلاف ڈالنے اور شر و فساد کو ہوا دینے کے لئے چغلی کرنا حرام ہے، البتہ جھوٹ اور ایذا رسانی سے بچتے ہوئے اصلاح اور خیر خواہی کے جذبے سے کسی کی شکایت درست ہے۔ بہت سے لوگ ان دو قسموں میں فرق نہیں کر سکتے، اس لئے بہتر اور سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ کسی کی چغلی شکایت سے مکمل اجتناب کیا جائے تا کہ حرام کام اور حرام کے شبے سے بھی دور رہ سکے، ورنہ حرام کام کے مرتکب ہو جانے کا خدشہ رہے گا۔

☆☆☆

فصل نمبر 29:

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ پر جھوٹ باندھنے کی مذمت

جھوٹ:

کسی چیز کے متعلق خلاف حقیقت خبر دینے کو جھوٹ کہتے ہیں، خواہ یہ خبر لاعلمی کی وجہ سے غلط ہو یا جان بوجھ کر غلط دی گئی ہو۔ البتہ لاعلمی کی وجہ سے خبر غلط ہونے پر گناہ نہیں، جبکہ قصداً غلط خبر دینے پر انسان مجرم ہو گا۔

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ پر جھوٹ کی وعید...... آیات کی روشنی میں:

1: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ عام لوگوں پر جھوٹ بولنے سے بڑا گناہ اور گھناؤنا جرم ہے۔ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے:

''فمن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا لیضل الناس بغیر علم ان اللہ لایھدی القوم الظلمین''(سورۃ الانعام، آیت نمبر :144)

''پھر اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہے جو اللہ کی طرف منسوب کر کے جھوٹی بات کہے، تا کہ علم کے بغیر لوگوں کی غلط راہنمائی کرے۔ یقیناً اللہ ایسے ظالموں کو راہ راست نہیں دکھاتا۔''

Marfat.com

2: اللہ سبحانہ نے فرمایا:

"ولاتتبع اھواء الذین کذبوابایاتنا والذین لایومنون بالآخرۃ وھم بربھم یعدلون"(سورۃ الانعام، آیت نمبر:10)

"اور ہرگز ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلنا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اور آخرت کے منکر ہیں اور جو دوسروں کو اپنے رب کا ہمسر بناتے ہیں۔"

3: ارشادِ الٰہی ہے:

"یاایھاالذین اٰمنوالم تقولون مالاتفعلون۔ کبر مقتاعنداللہ ان تقولوامالاتفعلون"(سورۃ الصف، آیت نمبر 2)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔ اللہ کے نزدیک یہ سخت ناپسندیدہ حرکت ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم کرتے نہیں ہو۔"

4: اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

"ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباوکذب بایاتہ انہ لا یفلح الظالمون"(الانعام:21)

"اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان لگائے یا اللہ کی نشانیوں کو جھٹلائے۔ یقیناً ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پاسکتے۔"

5: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"فمن اظلم ممن کذب بایت اللہ وصدف عنھا سنجزی الذین عن آیاتنا سوء العذاب بما کانوایصدفون"(الانعام:158)

"اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہے جو اللہ کی آیات کو جھٹلائے اور ان سے منہ موڑے جو لوگ ہماری آیات سے منہ موڑتے ہیں انہیں اس روگردانی کی پاداش میں ہم بدترین سزا دے کر رہیں گے۔"

6: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"قل ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لایفلحون"(الانعام:144)

"اے نبی! کہہ دو جو لوگ اللہ پر جھوٹے افتراء باندھتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پاسکتے۔"

7: اللہ ذوالجلال کا فرمان ہے:

"انمایفتری الکذب الذین لایومنون بایات اللہ واولئك ھم الکاذبون"

(النحل:105)

"جھوٹ وہی لوگ گھڑتے ہیں جو اللہ کی آیات کو نہیں مانتے۔ وہی حقیقت میں جھوٹے ہیں۔"

Marfat.com

8: حکم الٰہی ہے:

”و لا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال و ھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون متاع قلیل و لھم عذاب الیم“(النحل:117,116)

”اور جو تمہاری زبانیں احکام لگایا کرتی ہیں کہ یہ چیز حلال ہے اور وہ حرام تو اس طرح کے حکم لگا کر اللہ پر جھوٹ نہ باندھو۔ جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پایا کرتے۔ دنیا کا عیش چند روزہ ہے آخر کار ان کے لئے دردناک سزا ہے۔“

9: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”و من اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او قال اوحی الی و لم یوح الیہ شیء و من قال سانزل مثل ما انزل اللہ و لو تری اذ الظلمون فی غمرات الموت و الملئکۃ باسطوا ایدیھم اخرجوا انفسکم الیوم تجزون عذاب الھون بما کنتم تقولون علی اللہ غیر الحق و کنتم عن آیاتہ تستکبرون“(الانعام:93)

”اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان گھڑے یا کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے دراں حالانکہ اس پر کوئی وحی نازل نہ کی گئی ہو یا جو اللہ کی نازل کردہ چیز کے مقابلہ میں کہے کہ میں بھی ایسی چیز نازل کر کے دیکھادوں گا۔ کاش! تم ظالموں کو اس حالت میں دیکھ سکوں جب کہ وہ سکرات موت میں ڈبکیاں کھا رہے ہوتے ہیں اور فرشتے ہاتھ بڑھا بڑھا کر کہہ رہے ہوتے ہیں۔ لاؤ نکالو اپنی جان۔ آج تمہیں ان باتوں کی پاداش میں ذلت کا عذاب دیا جائے گا جو تم اللہ پر تہمت رکھ کر ناحق بکا کرتے تھے اور اس کی آیات کے مقابلے میں سرکشی دکھاتے تھے۔“

10: اللہ ذوالجلال نے فرمایا:

”قل انما حرم ربی الفواحش ما ظھر منھا و ما بطن و الاثم و البغی بغیر الحق و ان تشرکوا باللہ ما لم ینزل بہ سلطانا و ان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون“(الاعراف:33)

”اے نبی! ان سے کہو کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ تو یہ ہیں بے شرمی کے کام، خواہ کھلے ہوں یا چھپے اور گناہ اور حق کے خلاف زیادتی اور یہ کہ اللہ کے ساتھ تم کسی ایسے کو شریک کرو جس کے لئے اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور یہ کہ اللہ کے نام پر تم کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق تمہیں علم نہ ہو۔“

اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ پر جھوٹ باندھنے کی وعید...... احادیث کی روشنی میں:

1: ”عن علی قال قال النبی صلی اللہ علیہ و سلم لا تکذبوا علی فانہ من کذب علی فلیلج

Marfat.com

النار" (صحیح بخاری 35/1) (صحیح مسلم:9/1)

"سیدنا علی سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میری طرف جھوٹ گھڑ کر منسوب نہ کرو، کیونکہ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ آگ میں داخل ہوگا۔"

2: سیدنا عبداللہ بن الزبیر فرماتے ہیں:

"میں نے اپنے والد زبیر بن العوام سے دریافت کیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے اس قدر احادیث بیان نہیں کرتے جتنی فلاں فلاں صحابہ بیان کرتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا ہوں، لیکن آپ سے سنے ہوئے فرمان (کہ جس نے میرے اوپر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کی آگ میں بنالے) کی وجہ سے ڈرتا ہوں کہ کہیں کوئی غلط بات آپ کی طرف منسوب ہو جائے اور اس کی پاداش میں میں سزا کا مستحق بن جاؤں۔" (صحیح بخاری: 35/1)

3: "قال انس: انه لیمنعني ان احدثکم حدیثا کثیرا ان النبي صلی اللہ علیه وسلم قال: من تعمد علی کذبا فلیتبوا مقعده من النار"

(صحیح بخاری: 35/1) (صحیح مسلم: 10/1)

"سیدنا انس فرماتے ہیں کہ مجھے زیادہ احادیث بیان کرنے میں آپ ﷺ کا یہ فرمان رکاوٹ ہے کہ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کی آگ بنالے۔"

4: "عن ابي هريرة رضی اللہ تعالیٰ عنه عن النبي صلی اللہ علیه واله وسلم قال: تسموا باسمي ولا تکتنوا بکنيتي ومن رانی في المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل في صورتي ومن کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من الغار" (صحیح بخاری: 36/1)

"سیدنا ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے نام کے مطابق اپنے نام رکھو، لیکن میری کنیت اختیار نہ کرو اور جس نے خواب میں مجھے دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا ہے، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا اور جس نے عمداً میری طرف غلط بات منسوب کی تو وہ اپنا مقام جہنم کی آگ میں بنالے۔"

5: "عن سلمة بن الاکوع قال سمعت النبي صلی اللہ علیه وسلم یقول من یقل علی مالم اقل فلیتبوا مقعده من النار"

(صحیح بخاری: 35/1)

6: وفي مسلم من حدث عني بحدیث یری انه کذب فهو احد الکاذبین

(مقدمہ صحیح مسلم: 9/1)

"سیدنا سلمہ بن اکوع کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا کہ جس نے مجھ پر وہ بات کہی جو

Marfat.com

میں نے نہیں کہی تو اس کا مقام جہنم کی آگ ہے۔"
صحیح مسلم کی ایک روایت اس طرح ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
"جو شخص مجھ سے کوئی ایسی بات نقل کرے جسے وہ جھوٹ سمجھتا ہے تو وہ خود بھی جھوٹوں میں سے ایک ہے۔"

7: "عن المغيرة بن شعبة قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ان كذبا علي ليس ككذب على احد فمن كذب علي متعمدا فليتبوا مقعده من النار"
(صحیح بخاری: 81/8) (مقدمہ مسلم: 11/1)

"سیدنا مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ بولنا عام آدمی پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے، کیونکہ جس نے مجھ پر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔"

8: "عن واثلة بن الاسقع رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال: ان من اعظم الفرى ان يدعي الرجل الى غير ابيه او يرى عينه مالم تراو يقول على رسول الله صلى الله عليه وسلم مالم يقل"
(صحیح بخاری مع الفتح: 540/6)

"سیدنا واثلہ بن الاسقع سے روایت ہے: سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کی بجائے کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے، خواب دیکھنے کا جھوٹا دعویٰ کرے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف وہ بات منسوب کرے جو آپ کا فرمان نہیں۔"

9: "عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كفى بالمرء كذبا يحدث بكل ماسمع"
(مقدمہ صحیح مسلم: 10/1)

"سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے آپ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات آگے بیان کردے۔"

10: سیدنا عبداللہ بن مسعود کا قول ہے:
"جو بات لوگوں کے فہم سے بالاتر ہو اس کو بیان نہ کرو، ورنہ وہ کچھ لوگوں کے لئے گمراہی کا ذریعہ بن جائے گی۔" (مقدمہ صحیح مسلم: 11/1)

11: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:
"ہر سنی ہوئی بات کو آگے بیان کردینا کسی شخص کے جھوٹا ہونے کی کافی دلیل ہے۔"
(مقدمہ صحیح مسلم: 11/1)

Marfat.com

12: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
"جو شخص ہر سنی ہوئی بات آگے نقل کر دے وہ بچ نہیں سکتا اور نہ ہی کبھی امام بن سکتا ہے۔"

13: امام عبدالرحمٰن بن معدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"کوئی شخص بھی اپنی سنی ہوئی کچھ باتوں کو بیان کرنے سے باز آئے بغیر امام نہیں بن سکتا۔"

رسول اللہ پر جھوٹ کا حکم اور اس کی سزا:

1: جمہور اہل علم کے نزدیک رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا عظیم گناہ اور بڑی تباہی کا سبب ہے، لیکن جھوٹ بولنے والا جب تک اس کام کو جائز سمجھ کر نہ کرے دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوگا۔

2: بعض اہل علم رسول اللہ ﷺ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولنے والے کو کافر قرار دیتے ہیں، کیونکہ کسی حرام چیز کو حلال کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ اس حرام کو حلال سمجھتا ہے اور کسی حرام کو حلال کرنا کفر کا کام ہے اس لئے کفر پر آمادہ کرنے والا کام بھی کفر ہے۔ امام نووی اور حافظ حجر نے جمہور اہل علم کی رائے کو ترجیح دی ہے۔

3: حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنا گناہ کبیرہ اور دوسروں پر جھوٹ بولنا صغیرہ گناہ ہے خود نبی کریم ﷺ نے بھی ان دونوں میں فرق کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:
"ان كذبا علي ليس ككذب على احد۔"
"میری طرف جھوٹ منسوب کرنا عام آدمی پر جھوٹ بولنے سے مختلف ہے۔"
اس لئے ان دونوں کی سزا ایک نہیں ہوسکتی۔
رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان:
"جس نے میری طرف جھوٹ منسوب کیا وہ اپنا مقام جہنم میں بنالے۔"
اس بات کی دلیل یہ ہے کہ آپ پر جھوٹ بولنے والا لمبی مدت یا ہمیشہ کے لئے آگ میں رہے گا، جبکہ قوی دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ جہنم میں دائمی قیام صرف کفار کے لئے ہے، اس لئے آپ پر جھوٹ بولنے والا ابدی جہنمی نہ ہوگا، بلکہ لمبی مدت تک جہنم میں رہے گا۔ واللہ اعلم۔!

(فتح الباری: 302/1)

4: جس شخص نے ایک حدیث میں بھی قصداً آپ ﷺ پر جھوٹ بولا وہ فاسق بن گیا اور اس کی تمام روایات مردود اور نا قابل احتجاج ہو جائیں گی۔

5: رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ در حقیقت اللہ تعالیٰ پر جھوٹ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
"وما ینطق عن الھوی ان ھو لای وحی یوحی" (سورۃ النحم، آیت نمبر 3 اور 4)

Marfat.com

''اور وہ رسول اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے، اس کی ہر بات وحی ہے جو اس پر اتاری جاتی ہے۔''

اس لئے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ کا حکم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق ہوگا:

''قل یا ایھا الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون'' (یونس:79)

''اے نبی! فرما دیجئے جو لوگ اللہ پر جھوٹے افتراء باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 30:

عام لوگوں پر جھوٹ باندھنے کی مذمت

جھوٹ حرام ہے:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جھوٹ کے حرام ہونے پر کتاب وسنت میں بہت سے دلائل موجود ہیں اور اس کے حرام ہونے پر پوری امت کا اجماع ہے۔ جھوٹ ناپسندیدہ گناہ اور برا عیب ہے اس سے نفرت دلانے کے لئے سیدنا ابو ہریرہ کی یہی روایت کافی ہے۔''

(الاذکار للنووی:324)

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیۃ المنافق ثلاث اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اوتمن خان''

(صحیح بخاری:14/1) (صحیح مسلم:78/1)

''سیدنا ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔''

عام جھوٹ کی وعید:

1: اللہ عزوجل نے فرمایا:

''ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا''

''کبھی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو، یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے۔''

2: ''عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ قال: علیکم بالصدق فان الصدق یھدی الی البر وان البر یھدی الی الجنۃ ومایزال الرجل یصدق ویتحری الصدق حتی یکتب

Marfat.com

عند الله صدیقا و ایاکم و الکذب فان الکذب یھدی الی الفجور و ان الفجور یھدی الی النار و مایزال الرجل یکذب و یتحری الکذب حتی یکتب عند الله کذابا"

(سورۃ الاسراء: 36)

"سیدنا عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سچائی اختیار کرو کیونکہ سچ نیکی کی طرف راہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت میں لے جاتی ہے۔ آدمی سچ بولتا ہے اور سچ کا متلاشی رہتا ہے حتی کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سچا انسان لکھا جاتا ہے۔ اور جھوٹ سے پرہیز کرو، کیونکہ جھوٹ گناہ کی راہ دکھاتا ہے اور گناہ جہنم کی آگ میں داخل کرتے ہیں۔ آدمی مسلسل جھوٹ بولتا اور جھوٹ کا متلاشی رہتا ہے حتی کہ وہ اللہ کے ہاں بڑا جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔"

امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس طرح باب کا عنوان ذکر کیا ہے:

"خرید و فروخت میں جھوٹ اور سامان کی حقیقت مخفی رکھنے کے نقصان کا باب"

اس عنوان کے تحت امام صاحب نے یہ روایت نقل کی ہے:

"عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: البیعان بالخیار مالم یتفرقا فان صدقا و بینا بورک لھما فی بیعھما و ان کتما و کذبا محقت برکۃ بیعھما"

(صحیح بخاری: 11/3)

"سیدنا حکیم بن حزام نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: خرید و فروخت کرنے والے جب تک اپنی جگہ سے جدا نہ ہوں انہیں سودا واپس لینے اور دینے کا اختیار ہوتا ہے۔ اگر وہ سچ بولیں گے اور چیز کی حقیقت واضح کر دیں گے تو انہیں برکت مٹا دی جائے گی۔"

4: "عن بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ویل للذی یحدث بالحدیث لیضحک بہ القوم فیکذب ویل لہ ویل لہ"

(جامع ترمذی: 557/4) (صحیح ترمذی: 268/2)

"بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اس کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹی بات کہتا ہے اس کے لئے ہلاکت ہے، اس کے لئے تباہی و بربادی ہے۔"

سیدنا سمرۃ بن جندب کی ایک طویل حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ کے خواب کا ذکر ہے' آپ فرماتے ہیں: آج رات (اس رات سے مراد معراج کی رات ہے) میرے پاس دو آدمی آئے، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مقدس زمین کی طرف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا اس کے ساتھ کھڑا ہوا ہے جس کے ہاتھ میں لوہے کی کنڈی ہے جو اس بیٹھے ہوئے شخص کے منہ میں داخل کر کے اس گدی تک چیر ڈالتا ہے۔ پھر

Marfat.com

دوسری طرف سے منہ میں ڈال کر گدی تک چیرتا ہے۔اتنی دیر میں پہلی جانب درست ہو جاتی ہے وہ پھر اس کے ساتھ یہی سلوک کرتا ہے۔میں نے پوچھا: یہ کیا ہے۔؟انہوں نے کہا: آگے چلیں۔اس حدیث کے آخر میں آپ نے فرمایا: تم نے آج رات مجھے بہت سیر کرائی ہے' میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے متعلق بتائیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔؟انہوں نے کہا: جس شخص کی باچھیں چیری جارہی تھیں وہ جھوٹ بولتا تھا اور اس کی بات نقل ہو کر دنیا کے کونے کونے میں پہنچی تھی۔اس کے ساتھ قیامت تک یہی سلوک کیا جائے گا۔"

(صحیح بخاری مع الفتح 251/3)

6: صحیح بخاری کی ایک روایت اس طرح ہے:

"نبی کریم ﷺ کو بتایا گیا کہ جس شخص کی باچھیں' نتھنے اور آنکھیں گدی تک چیری جارہی تھیں وہ جھوٹ بولا کرتا تھا اور اس کا جھوٹ دنیا میں پھیل جاتا تھا۔

(صحیح بخاری مع الفتح: 439/12)

7: "عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم انه قال آية المنافق ثلاث اذاحدث كذب واذاوعداخلف واذااوتمن خان"

(صحیح بخاری: 95/7 و 14/1)(صحیح مسلم: 78/1)

"سیدنا ابوہریرۃ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولتا ہے' جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے۔"

جھوٹے خواب بیان کرنا:

"عن ابن عباس رضی الله عنهما عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: من تحلم بحلم لم يره كلف ان يعقد بين شعيرتين ولن يفعل ومن استمع الى حديث قوم وهم له كارهون اويفرون منه صبت فی اذنه الانك يوم القيمة ومن صور صورة عذب وكلف ان ينفخ فيها الروح وليس بنافخ"

(صحیح بخاری مع الفتح: 427/12)

"سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے من گھڑت خواب بیان کیا اسے دو جو (گندم کی قسم) باہم جوڑنے کا پابند کیا جائے گا اور وہ یہ کام نہ کر سکے گا اور جو خفیہ طور پر ان لوگوں کی باتیں سنتا ہے جو اسے ناپسند کرتے ہیں یا اس سے دور بھاگتے ہیں آخرت میں اس کے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔اور جو تصویر بناتا ہے اسے عذاب دیا جائے گا اور تصویر میں روح پھونکنے کا پابند کیا جائے' مگر وہ ایسا نہ کر سکے گا۔"

Marfat.com

...نا جھوٹ جائز ہے:

1: "عن ام کلثوم بنت عقبة انها سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس فینمی خیرا او یقول خیرا" (صحیح بخاری:3/166) (صحیح مسلم:4/2011)

2: "وفی روایة لمسلم عنها ولم اسمعه یرخص فی شیء مما یقول الناس الا فی ثلاث: الحرب والاصلاح بین الناس وحدیث الرجل امرأته وحدیث المرأة زوجها" (صحیح مسلم:4/2012)

"سیدہ ام کلثوم بنت عقبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے لئے اچھی بات پہنچاتا ہے۔ اچھی بات کہتا ہے وہ جھوٹا نہیں۔"

صحیح مسلم میں سیدہ ام کلثوم کی ایک روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے سنا: لوگ جن باتوں کو جھوٹ قرار دیتے ہیں ان میں سے آپ ﷺ نے صرف تین باتوں کی اجازت دی اور وہ جنگ، لوگوں کے درمیان صلح اور مرد کی اپنی بیوی سے اور عورت کی اپنے خاوند سے گفتگو ہیں۔

ان تین معاملات میں ضرورت کے تحت اگر کوئی جھوٹ بولا جائے تو شرعا اس پر مواخذہ نہ ہوگا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مصلحت کے لئے بعض مواقع پر خلاف حقیقت بات کے درست ہونے کے بارے میں یہ حدیث واضح دلیل ہے۔ اہل علم نے مصلحت کی خاطر کذب کی جائز اقسام کو جمع کیا ہے۔ اس سلسلے میں سب سے جامع بات امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔ گفتگو حصول مقاصد کا ذریعہ ہے۔ ہر اچھا مقصد جو سچ اور جھوٹ دونوں سے حاصل ہو سکتا ہو اس میں جھوٹ بولنا حرام ہے، کیونکہ اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ البتہ بلا ضرورت جھوٹ بولنا حرام ہے۔ اگر اچھے مقصد کا حصول سچائی کے ذریعے ممکن نہ ہو تو اگر وہ کام جائز ہے تو جھوٹ بولنا جائز ہوگا۔ اگر وہ مقصد واجب کی حیثیت رکھتا ہے تو اس میں جھوٹ بولنا بھی واجب ہوگا۔ مثلاً: کوئی مسلمان کسی ظالم کے ڈر سے چھپا ہوا ہے وہ اس کے متعلق دریافت کرتا ہے تو ایسے موقعہ پر اسے چھپانے کے لئے جھوٹ بولنا واجب ہوگا اسی طرح اگر کسی کے پاس امانت ہے اور اس کے متعلق کوئی ظالم و جابر سوال کرے تو اسے چھپانے کے لئے جھوٹ بولنا واجب ہے اور اگر وہ اس سے قسم اٹھانے کا مطالبہ کرے تو اس پر قسم اٹھانا بھی لازم ہے۔ البتہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ وہ قسم اٹھاتے ہوئے توریہ کر لے۔ توریہ کا مقصد یہ ہے کہ جن الفاظ سے وہ قسم اٹھا رہا ان کا صحیح مفہوم مراد لے جو اس کے نزدیک سچ ہو، خواہ ظاہر الفاظ میں وہ بات دوسروں کے ہاں غلط ہو۔ (مثلاً ڈاکو کسی کو لوٹنے کے لئے کہتے

Marfat.com

ہیں کہ اپنی رقم نکالو۔ اس کے پاس رقم روپوں کی صورت میں چھپی ہوئی موجود ہے۔ اب یہ قسم اٹھالیتا ہے کہ میرے پاس ایک پیسہ نہیں، تو یہ توریہ ہے کیونکہ اس کے پاس واقعۃً پیسے نہیں، بلکہ روپے ہیں، یہ قسم اس کے نزدیک درست ہے، جبکہ عرف عام کے مطابق غلط ہے۔)

(الاذکار للنووی: 326

اور اگر وہ یہ تکلف بھی نہ کرے اور صاف جھوٹ بول دے، تب بھی ایسے موقع پر حرام نہیں ہے۔ اسی طرح جب بھی کسی صحیح مقصد کے حصول کا انحصار جھوٹ پر ہو تو اس کے لئے جھوٹ بولنا جائز ہے، بلکہ بعض اوقات واجب ہوجاتا ہے۔ جیسے کوئی ظالم یا حکمران کسی شخص کو پکڑ کر نقصان پہنچانے کے لئے یا اس کے مال یا مخفی راز یا کسی مسلمان بھائی کے متعلق اس سے پوچھے تو اس کے لئے اس سے انکار جائز ہے۔ مجبور انسان کے جھوٹ اور سچ کی وجہ سے ہونے والے نقصان کا موازنہ کرنا چاہئے۔ اگر سچ بولنے سے نقصان زیادہ ہے تو جھوٹ درست ہے اور اگر سچ بولنے کا نقصان نہیں ہے یا معمولی سا ہے تو پھر جھوٹ حرام ہے۔

4: امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے سلف سے منقول بعض ذو معنی کلام جس کے ذریعے انہوں نے کئی مصائب و مشکلات سے نجات حاصل کی ذکر کئے ہیں۔

5: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ذو معنی کلام (دو معنوں والے الفاظ) میں آدمی کے لئے جھوٹ سے بچنے کی گنجائش ہوتی ہے۔''

6: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے:

''میں کلام میں تعریفیں (ذو معنی الفاظ بولنے) کی خداداد صلاحیت کے عوض سرخ اونٹوں کی دولت لینا پسند نہیں کرتا۔

7: اسلاف میں سے بعض اہل علم کا قول ہے:

''وہ کلام کے ذریعے مصائب اور سزا سے بچا کرتے تھے۔''

8: رسول اللہ ﷺ کو سفر میں مشرکین کا ایک دستہ ملا۔ اس وقت آپ صحابہ کرام کے ساتھ ایک جگہ تشریف فرما تھے۔ مشرکین نے آپ سے پوچھا کہ آپ کس قبیلے سے ہیں؟ آپ نے جواب دیا: ہم ''ماء'' پانی سے ہیں۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ ''ماء'' ان کے قبیلے کا نام ہے۔ ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر کہنے لگے: ''یمن میں بہت سے قبائل آباد ہیں۔ شاید یہ انہی سے ہوں گے، لہٰذا وہ چلے گئے، جبکہ نبی ﷺ نے سورۃ الطارق کی اس آیت کا مفہوم مراد لیا تھا:

''خلق من ماء دافق''

''انسان اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔''

9: حماد رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب کوئی ایسا آدمی آتا جسے وہ ملنا نہ چاہتے تو اپنا ہاتھ داڑھ پر رکھ کر کہتے ''میری داڑھ

Marfat.com

وہ آدمی یہ سمجھ کر کہ شاید ان کی داڑھ میں درد ہے واپس چلا جاتا۔
احمد سے مروزی کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کہاں ہے؟ مروزی احمد کے پاس اندر بیٹھا ہوا تھا اور احمد اسے باہر نہ بلانا چاہتے تھے اس لئے اپنی انگلی دوسرے ہاتھ پر رکھ کر کہا: مروزی یہاں نہیں ہے۔ اس کا یہاں کیا کام ہے۔؟

...ہ کی اقسام:

اس طرح کے اور کئی واقعات بیان کرنے کے بعد امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے حیلہ کی تین اقسام ذکر کی ہیں:
حیلہ کی ایک قسم اللہ کے قرب اور اس کی اطاعت کا ذریعہ ہے اور یہ اللہ کے ہاں سب سے بہتر عمل ہے۔
حیلہ کی دوسری قسم جائز اور مباح ہے، جسے اختیار کرنے والا گنہگار نہیں ہوتا، مصلحت کے مطابق اس کا اختیار کرنا یا ترک کرنا راجح قرار دیا جائے گا۔
حیلہ کی تیسری قسم حرام ہے، اس میں اللہ تعالیٰ اس کے رسول سے دھوکہ کی کوشش ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کے احکامات اس کی شریعت کو باطل کرنے اور ان کی حرام کردہ اشیاء کو حلال کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جیسا کہ زکوۃ نہ دینے اور چوری کرنے کے حیلے تراشنا وغیرہ ہیں۔ آئمہ نے اسی قسم کو حرام قرار دیا ہے۔

☆☆☆

...ل نمبر 31:

جھوٹی گواہی کی مذمت

...زور کی تعریف:

...سی چیز کو خوبصورت بنانے اور حقیقت سے ہٹ کر اس کی صفات ذکر کرنے کو "الزور" کہتے ہیں، تاکہ دیکھنے اور ...نے والا اسے حقیقت کے برعکس ایسا ہی خیال کرے۔
کبھی شرک بھی "الزور" میں شامل ہوتا ہے، کیونکہ یہ بھی اپنے ماننے والوں کے لئے خوبصورت حتی کہ وہ اسی کو حق ...جھتے ہیں۔
گانا بھی اس ضمن میں آجاتا ہے کیونکہ گلوکار اچھی آواز سے اسے مزین کر دیتا ہے اور سننے والا اسے درست سمجھنے ...تا ہے۔
لہٰذا زور کی جامع تعریف یہ ہوئی ہے کہ جھوٹ' گانا' شرک اور اس جیسے تمام باطل کام اور کلام جن پر یہ لفظ ...ا جاسکتا ہے زور ہیں"۔ اللہ عزوجل نے بھی اپنے بندوں کی صفت بیان کرتے ہوئے اس لفظ کو عام استعمال کیا ہے ...ند رحمٰن کے بندے زور پر حاضر نہیں ہوتے' اس لئے بلا وجہ اس لفظ کو کسی ایک باطل کام کے ساتھ خاص کرنا درست نہیں ...ہے۔

Marfat.com

جھوٹی شہادت کی وعید:

1: اللہ جل جلالہ نے فرمایا:

''یاایھاالذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم او الوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولیٰ بھما فلاتتبعوا الھویٰ ان تعدلوا وان تلووا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا''

(النساء:135)

''اہل ایمان! انصاف کے علمبردار اور خدا واسطے کے گواہ بنو، اگر چہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑھتی ہو۔ فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے، لہٰذا اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ ہو اور اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اس کی خبر ہے۔''

2: اللہ ذوالجلال نے فرمایا:

''یاایھاالذین امنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولایجرمنکم شنئان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون''(المائدہ:8)

''اے اہل ایمان! اللہ کی خاطر خدا ترسی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ' عدل کرو! یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر کام کرتے رہو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

3: ''والذین ھم بشھدٰتھم قائمون۔ والذین ھم علی صلاتھم یحافظون اولئک فی جنت مکرمون''(المعارج:35,34,33)

''جو لوگ اپنی گواہیوں میں راست بازی پر قائم رہتے ہیں اور اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں یہ لوگ عزت کے ساتھ جنت کے باغوں میں رہیں گے۔''

4: اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

''والذین لایشھدون الزور واذا مروا باللغو مروا کراماo''

(الفرقان:283)

''(رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو جھوٹ کے گواہ نہیں بنتے اور کسی لغو چیز پر انکا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔''

Marfat.com

5: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ولا تکتموا الشهادة ومن يكتمها فانه آثم والله بما تعملون عليم"

(البقرة:283)

"اور شہادت (گواہی) ہرگز نہ چھپاؤ جو گواہی چھپاتا ہے اس کا دل گناہ میں آلودہ ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔"

6: اللہ عزوجل نے فرمایا:

"ومن اظلم ممن كتم شهادة عنده من الله وما الله بغافل عما تعملون"

(البقرة:140)

"اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جس کے ذمے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک گواہی ہو اور وہ اسے چھپائے۔ تمہاری حرکات سے اللہ تعالیٰ غافل تو نہیں ہے۔"

7: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

"واقيموا الشهادة لله ذالكم يوعظ به من كان يومن بالله واليوم الآخر ومن يتق الله يجعل له مخرجا"

(الطلاق:2)

"اور اے گواہ بننے والو! گواہی ٹھیک اللہ کے لئے ادا کرو۔ یہ باتیں جن کی نصیحت کی جاتی ہے ہر اس شخص کے لئے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو جو کوئی اللہ سے ڈرتے ہوئے کام کرے گا تو اللہ اس کے لئے مشکلات سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کر دے گا۔"

8: اللہ ذوالجلال نے فرمایا:

"ذالك ومن يعظم حرمات الله فهو خير له عن ربه واحلت لكم الانعام الا مايتلى عليكم فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور"

(الحج:30)

"یہ تھا (تعمیر کعبہ کا مقصد) اور جو کوئی اللہ کی قائم کردہ حرمتوں کا احترام کرے تو اس کے رب کے نزدیک خود اسی کے لئے بہتر ہے اور تمہارے لئے مویشی جانور حلال کیے گئے، ماسوائے ان چیزوں کے جو تمہیں بتائی جا چکی ہیں۔ پس بتوں کی گندگی سے بچو۔ اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔"

9: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ولا تقف ماليس لك به علم ان السمع والبصر والفواد كل اولئك كان عنه مسئولا" (الاسراء:36)

Marfat.com

"کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو۔ یقیناً آنکھ کان اور دل سب ہی کی بازپرس ہونی ہے۔"

10: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

"قل انما حرم ربی الفواحش ماظهر منها ومابطن والاثم والبغی بغیر الحق وان تشرکو اباللہ مالم ینزل به سلطانا وان تقولوا علی اللہ مالا تعلمون" (الاعراف:33)

"اے نبی ﷺ! ان سے کہو کہ میرے رب نے جو چیزیں حرام کی ہیں وہ تو یہ ہیں: بے شرمی کے کام خواہ کھلے یا چھپے اور گناہ اور حق کے خلاف زیادتی اور یہ کہ اللہ کے ساتھ تم کسی ایسے کو شریک کرو جس کے لئے اس نے کوئی دلیل نازل نہیں کی اور یہ کہ اللہ کے نام پر کوئی ایسی بات کہو جس کے متعلق علم نہ ہو (کہ وہ حقیقت میں اس نے فرمائی ہے)۔"

11: امام عبدالرحمٰن بن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ (وان تقولوا علی اللہ مالا تعلمون) عا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین کے متعلق شک کی بناء پر کوئی بھی بات کرنا حرام ہے۔ (زادالمسیر فی ع التفسیر:192/3)

12: "عن ابی بکرة قال قال النبی صلی اللہ علیه وسلم الاانبئکم باکبر الکبائر ثلاثاقالوا: بلی یارسول اللہ قال: الاشراك باللہ وعقوق الوالدین وجلس وکان متکا فقال: الاوقال الزور فما زال یکررها حتی قلنا لیته سکت" (صحیح بخاری:151/3) (صحیح مسلم:91/1)

"سیدنا ابوبکرہ کی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں بڑے بڑے گناہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کیا: ضرور بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا۔ پہلے آپ سہارا لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: جھوٹی بات اور اسے بار بار دہراتے رہے، حتی کہ ہم نے تمنا کی کہ آپ خاموش ہو جائیں۔"

13: "عن خزیم بن فاتك انصرف الاسدی قال: صلی صلی اللہ علیه وسلم الصبح فلما انصرف قام قائما فقال عدلت شهادة الزور بالاشراك باللہ عزوجل ثم تلاهذه الایة فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور حنفاء للہ غیر مشرکین" (مسنداحمد:321/4)

"سیدنا خزیم بن فاتک الاسدی کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو کھڑے ہو کر فرمایا: (یاد رکھو) جھوٹی گواہی شرک کے برابر بنا دی گئی۔ آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: بتوں کی گندگی سے بچو، جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو یکسو ہو کر اللہ کے بندے بنو اور اس کے ساتھ کسی

Marfat.com

کو شریک نہ کرو۔"

14: "عن انس قال: سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الکبائر قال: الاشراك باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس وشہادۃ الزور"

(صحیح بخاری: 151/3، صحیح مسلم: 92/1)

"سیدنا انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کبیرہ گناہ کون سے ہیں۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا' والدین کی نافرمانی کرنا قتل کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔"

15: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں ایک باب کا عنوان اس طرح ذکر کیا ہے:

"اگر ظلم وزیادتی پر گواہ بنایا جائے تو گواہی نہ دے۔"

اس کے تحت انہوں نے نعمان بن بشیر کی درج ذیل حدیث نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"میری والدہ نے میرے والد سے مطالبہ کیا کہ وہ کچھ مال میرے نام ہبہ کردے۔ چنانچہ اس نے ہبہ کردیا۔ میری والدہ نے پھر تقاضا کیا کہ وہ اس پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ بنائے۔ میں ابھی بچہ تھا۔ میرا والد مجھ ساتھ لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حاضری کا مقصد بیان کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا اس کے علاوہ بھی تیرے بچے ہیں؟ میرے والد نے کہا: جی ہاں! میرے اور بھی بچے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے ظلم پر گواہ نہ بناؤ۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔" (صحیح بخاری: 151/3)

16: "عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہما قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: خیرکم قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم قال عمران: لا ادری اذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد قرنین او ثلثة قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان بعد کم قوما یخونون ولا یوتمنون ویشھدون وینذرون ولا یوفون ویظھر فیھم السمن"

(صحیح بخاری: 151/3)

"سیدنا عمران بن حصین سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں اور پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے۔" سیدنا عمران فرماتے ہیں: مجھے یاد نہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے زمانے کے دو زمانوں کا ذکر کیا تھا یا تین کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر وہ لوگ آئیں گے جو امانتوں میں خیانت کریں گے' آگے بڑھ چڑھ کر گواہیاں دیں گے' نذر پوری نہیں کریں گے اور ان کے جسموں پر موٹاپا ظاہر ہوگا۔"

17: "عن عبداللہ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خیر الناس قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یجیء اقوام تسبق شھادۃ احدھم یمینہ ویمینہ

Marfat.com

شهادته"(صحیح بخاری:151/3)

"سیدنا عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر وہ لوگ جوان کے بعد آئیں گے پھر وہ لوگ جوان کے بعد آئیں گے۔ پھر ان کے بعد کچھ لوگ آئیں گے جو بہت زیادہ گواہیاں دیں گے اور قسمیں اٹھائیں گے۔"

18: ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"صحابہ کرام ہمیں گواہیاں دینے اور وعدہ کرنے پر سزا دیتے تھے۔"

19: "عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما قال: جآء اعرابی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ ماالکبائر؟ قال الاشراك باللہ قال: ثم ماذا؟ ثم عقوق الوالدین قال ثم ماذا؟ قال: الیمین الغموس قلت وماالیمین الغموس؟ قال: الذی یقتطع مال امریء مسلم هو فیها کاذب"(صحیح بخاری مع الفتح:555/11)

"سیدنا عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا کہ کبیرہ گناہ کون سے ہیں۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ اس نے کہا: پھر کون سا گناہ بڑا ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: والدین کی نافرمانی۔ اس نے کہا: پھر کون سا گناہ بڑا ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ڈبو دینے والی قسم۔ تو میں نے پوچھا: ڈبو دینے والی قسم کیا ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایسی جھوٹی قسم جس کے ذریعے کسی مسلمان کا ناحق طور پر مال غصب کیا جائے۔"

قسم کو ڈبو دینے والی اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ قسم اٹھانے والے کو پہلے گناہ میں پھر جہنم کی آگ میں ڈبو دیتی ہے ایسی قسم کا کفارہ نہیں ہوتا، کیونکہ یہ ثابت ہی نہیں ہوتی۔ میرے نزدیک ایسی قسم میں کوئی خیر نہیں ہے۔

20: "عن ابی هریرة رضی اللہ عنه' ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: من لم یدع قول الزور والعمل به والجهل فلیس للہ حاجة ان یدع طعامه وشرابه"(صحیح بخاری:87/7)

"سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے (روزہ رکھ کر) جھوٹی بات کہنے' اس کے مطابق عمل کرنے اور جہالت کو ترک نہ کیا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔"

مذکورہ آیات واحادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جھوٹی گواہی حرام قرار دی ہے، کیونکہ یہ کسی کا حق ضائع کرنے کا سبب بنتی ہے اور اسی طرح سچی گواہی چھپانا بھی حرام ہے۔ اس لئے کہ یہ بھی دوسروں کا حق مارنے کا ذریعہ ہے۔

Marfat.com

وٹی گواہی کی وجہ سے پیدا ہونے والے جرائم:

جھوٹی گواہی انتہائی خطرناک اور نقصان دہ جرم ہے، کیونکہ یہ کئی دوسرے جرائم کی بنیاد ہے جن میں سے چند درج ل ہیں:

جھوٹی گواہی قاضی کو حق سے پھسلانے اور غلط فیصلہ کرانے کا سبب ہے، کیونکہ فیصلے کا دارومدار گواہیوں اور دلائل پر ہوتا ہے۔ جب گواہی جھوٹی ہوگی تو ظاہر ہے فیصلہ بھی غلط ہوگا اور اس غلط فیصلے کا تمام تر گناہ جھوٹے گواہ پر ہوگا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"وانما انابشروانکم تختصمون الی ولعل احدکم الحن بحجتہ من الآخر فاقض لہ نحو مااسمع" (صحیح بخاری مع الفتح 288/5:)

"میں بشر ہوں اور تم میرے پاس فیصلے کے لئے اپنے مسائل پیش کرتے ہو۔ ممکن ہے کوئی شخص چرب زبانی سے اپنے دلائل پیش کرے تو میں دلائل سن کر اس کے حق میں فیصلہ کردوں گا۔"

2: جھوٹی گواہی جس کے حق میں دی گئی ہے اس پر بھی ظلم ہے، کیونکہ گواہ نے جھوٹی گواہی کے ذریعے اسے دوسرے سے حق چھین کر دیا ہے، اس طرح دوسرے کا مال ناحق غصب کرنے کی وجہ سے اس کے لئے آگ واجب ہوگئی۔

جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"انکم تختصمون الی ولعل بعضکم الحن بحجتہ بعض فمن قضیت لہ بحق اکیہ شیئا یقولہ فانما اقطع لہ قطعة من النار فلا یاخذھا"

(صحیح بخاری مع الفتح 288/5:)

"تم فیصلہ کروانے کے لئے اپنے معاملات میرے سامنے پیش کرتے ہو۔ ممکن ہے تم میں سے کوئی دوسرے کی بنسبت اپنے دلائل پیش کرنے میں ماہر ہو اور میں سماعت کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ کردوں تو وہ خبردار رہے کہ میں اسے جہنم کی آگ کا ایک حصہ کاٹ کردے رہا ہوں۔ وہ اس مال کو اپنے لئے حلال جان کر قبول کرنے سے باز رہے (وہ مال اس کے لئے قطعاً حلال نہیں ہے)۔"

3: جن کے خلاف جھوٹی گواہی دی گئی ہے ان پر بھی ظلم ہے، کیونکہ اس کے ذریعے ناجائز طریقے سے اس کا مال چھینا گیا ہے تو اس طرح گواہی دینے والا مظلوم کی بددعا کا مستحق بن گیا ہے اور مظلوم کی بددعا رد نہیں کی جاتی۔ اس کی دعا اور اللہ عزوجل کے درمیان کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ثلاثة لاتردد دعونھم......وذکرمنھم دعوة المظلوم یرفعھا اللہ فوق الغمام وتفتح لھا ابواب السماء ویقول الرب وعزتی وجلالی لانصرنك ولوبعد حین" (ابو داؤد

Marfat.com

الترمذی:5/578)

”تین آدمیوں کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ان میں آپ نے مظلوم کی دعا کا ذکر کیا۔اسے اللہ تعالیٰ بادلوں سے بلند کرتا ہے۔اس کے لئے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔رب تعالیٰ فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت اور بزرگی کی قسم! میں ضرور تیری مدد کروں گا خواہ کچھ دیر بعد ہی کروں۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”من اقتطع حق امرىء مسلم بيمينه فقد اوجب له النار وحرم عليه الجنة فقال له رجل :وان كان شيئا يسيرا يارسول الله وقال ان كا قضيبا من اراك“(صحيح مسلم:1/122)

”جس نے جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا حق چھینا اللہ نے اس کے لئے جہنم کی آگ واجب کردی اور جنت حرام کردی۔ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اگر وہ معمولی سی چیز ہو تب بھی اس پر جنت حرام ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: خواہ وہ پیلو کے درخت کی ایک چھڑی ہی کیوں نہ ہو۔“

4: جھوٹی گواہی مجرموں کو سزا سے بچانے اور لوگوں کو جرائم پر آمادہ کرنے کا ذریعہ بنے گی۔

5: جھوٹی گواہی عزتوں کی پامالی' معصوم انسانوں کے قتل اور ناجائز طریقے سے لوگوں کا مال کھانے کا سبب ہے۔قاضی اور جھگڑے کے دونوں فریق آخرت میں اللہ عزوجل کے سامنے جھوٹی گواہی دینے والے کے مخالف ہوں گے۔

6: جس کے حق میں گواہی دی گئی ہو جھوٹی گواہی کے ذریعے اس کی صفائی بیان کی جاتی ہے، حالانکہ وہ مجرم صفائی کا اہل نہیں اور جس کے خلاف گواہی دی گئی ہو اس پر جرح ہوتی ہے، حالانکہ وہ مظلوم ہے' تو گویا کہ جھوٹی گواہی دینے والا ظالم کی صفائی بیان کرتا ہے اور مظلوم پر جرح کرتا ہے، جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے' اس طرح جھوٹا گواہ بیک وقت تین جرائم کا ارتکاب کرتا ہے۔جھوٹی گواہی۔مظلوم پر جرح۔ظالم کا تزکیہ۔

7: جھوٹی شہادت اللہ کے دین کے متعلق ناحق اور جہالت کی بناء پر بات کرنے کا سبب بنتی ہے اور یہ بہت بڑا فتنہ اللہ کی راہ سے روکنے کا خطرناک ذریعہ اور لوگوں کی گمراہی کا بڑا بے ہودہ سبب ہے۔اللہ کے سامنے یہ بہت بڑی جرأت کا کام ہے اور بات کرنے والے کی جہالت یا نفاق اور بے دینی کی واضح دلیل ہے۔خصوصاً جب وہ حق معلوم ہونے پر بھی باطل سے رجوع نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”ولاتقولوا لماتصف السنتكم الكذب هذاحلال و هذاحرام لتفتروا على الله الكذب ان الذين يفترون على الله الكذب لايفلحون متاع قليل ولهم عذاب اليم“(النحل:116/117)

Marfat.com

"اور یہ جو تمہاری زبانیں جھوٹے الزام لگایا کرتی ہیں کہ یہ چیز حلال اور وہ حرام۔ تو اس طرح کے حکم لگا کر اللہ پر جھوٹ نہ باندھو اور جو لوگ اللہ پر جھوٹے افتراء باندھتے ہیں وہ ہرگز فلاح نہیں پایا کرتے۔ دنیا کا عیش چند روزہ ہے آخر کار ان کے لئے دردناک سزا ہے۔"

جھوٹی شہادتیں اور وہ لوگ جو اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں آج کس قدر پھیل چکے ہیں؛ جبکہ علم کے باوجود حق چھپانے والے، باطل کا اظہار کرنے والا اور اسے مزین کر کے لوگوں کو اس طرف دعوت دینے والے ان سے بھی زیادہ خطرناک ہیں؛ ایسے لوگوں کے انجام سے اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا وہ آخرت میں سلامت رکھے۔ آمین!

☆☆☆

...صل نمبر 32:

تہمت کی مذمت

...قذف کا معنی:

عربی لغت میں کسی چیز کو قوت کے ساتھ پھینکنے کو قذف کہتے ہیں۔ اصطلاح میں اس کا استعمال زنا کی تہمت لگانے پر کیا جاتا ہے۔

تہمت کی وعید:

1: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولاتقبلوا لهم شهادة ابدا واولئك هم الفاسقون"

(النور: 4)

"اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ پیش نہ کریں ان کو اسی (80) کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔"

2: اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

"والذین یرمون ازواجهم ولم یکن لهم شهدآء الاانفسهم فشهادة احدهم اربع شهادات باللّٰه انه لمن الصدقین والخامسة ان لعنة اللّٰه علیه ان کان من الکذبین ویدرئوا عنها العذاب ان تشهد اربع شهدات باللّٰه انه لمن الکاذبین والخامسة ان غضب اللّٰه علیها ان کان من الصدقین"

(النور: 6 تا 9)

Marfat.com

''اور جولوگ اپنی بیویوں پر الزام لگائیں اوران کے پاس خود اپنی ذات کے سوا دوسرے کوئی گواہ نہ ہوں تو ان میں ایک شخص کی شہادت (یہ ہے کہ) چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ (اپنے الزام میں) سچا ہے اور پانچویں بار کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ (اپنے الزام میں) جھوٹا ہو۔ عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر شہادت دے کہ یہ شخص (اپنے الزام میں) جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ (وہ عورت) کہے کہ اس (عورت) پر اللہ کا غضب ٹوٹے اگر وہ (مرد اپنے الزام میں) سچا ہو۔''

3: اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

''ان الذین یرمون المحصنت الغافلات المومنات لعنوا فی الدنیا و الآخرۃ ولھم عذاب عظیم یوم تشھد علیھم السنتھم و ایدیھم و ارجلھم بما کانوا یعملون''(النور 24,23)

''جولوگ پاک دامن بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔ وہ اس دن کو بھول نہ جائیں جبکہ ان کی اپنی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کے کرتوتوں کی گواہی دیں گے۔''

4: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ان الذین جاء و ابالافك عصبة منکم لاتحسبوہ شرالکم بل ھو خیرلکم لکل امرء منھم مااکتسب من لاثم والذی تولیٰ کبرہ منھم له عذاب عظیم''(النور 11)

''جولوگ بہتان گھڑلاتے ہیں وہ تمہارے ہی اندر کا ایک ٹولہ ہیں۔ اس واقعے کو اپنے حق میں شر نہ سمجھو، بلکہ یہ بھی تمہارے لئے خیر ہی ہے۔ (اور) جس نے اس میں جتنا حصہ لیا اس نے اتنا ہی گناہ سمیٹا اور جس شخص نے اس کی ذمہ داری کا بڑا حصہ لیا اس نے اتنا ہی بڑا گناہ سمیٹا اور جس شخص نے اس کی ذمہ داری کا بڑا حصہ اپنے سر لیا اس کے لئے تو عذاب عظیم ہے۔''

5: ''عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال: اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یارسول اللہ بماھن؟ قال: الشرك باللہ والسحر وقتل النفس التی حرم االابالحق واکل الربا واکل مال الیتیم والتولیٰ یوم الزحف وقذف المحصنات المومنات الغافلات''

(صحیح بخاری 190/3)(صحیح مسلم 92/1)

''سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سات مہلک کاموں سے بچو۔ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک، جادو، ناحق قتل، سود، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا اور پاک دامن بے خبر مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔''

Marfat.com

6: سیدنا عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

''جانتے ہو آج کونسا دن ہے۔؟''

صحابہ نے عرض کیا:

''اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔''

آپ نے فرمایا:

''یہ محترم مہینہ ہے۔''

پھر فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے خون' تمہارے مال اور عزتیں تم پر اس طرح حرام کردی ہیں جیسا کہ آج کا دن اس ماہ اور شہر میں قابل احترام ہے۔''

(صحیح بخاری:83/7)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس حدیث کو بیان کرنے کا مقصد عزتوں کی پامالی کو حرام قرار دینا ہے، کیونکہ انسان کی تعریف و مذمت عزت کی بنیاد پر ہی کی جاتی ہے۔''

(فتح الباری:464/10)

7: ''عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم انه قال: کل المسلم علی المسلم حرام دمه وعرضه وماله''

(صحیح مسلم:1976/4)

''سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان کا خون' مال اور اس کی عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔''

8: ''عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنه قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول من قذف مملوکه وهو بریء مما قال جلد یوم القیمة الا ان یکون کما قال''

(صحیح بخاری:35/8)(صحیح مسلم:1282/3)

''سیدنا ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے غلام پر جھوٹی تہمت لگائی آخرت میں اسے کوڑے لگائیں جائیں گے' البتہ اگر وہ اپنے الزام میں سچا ہو تو سزا سے بچ سکتا ہے۔''

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 33:

تنازعات اور بحث مباحثہ کی ممانعت

دو اقسام:

جدال کی دو قسمیں ہیں:

1: پسندیدہ بحث۔ 2: ناپسندیہ بحث۔

پسندیدہ بحث:

ہر وہ بحث ہے جو نیک نیتی اور احسن انداز سے حق کی تائید یا حق بات سمجھنے کے لئے کی جائے۔

1: اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

"اُدع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن"

(النحل:125)

"اے نبی! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ، اور ان لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقے پر جو بہترین ہو۔"

2: اللہ ذوالجلال نے فرمایا:

"ولاتجادلوا اهل الکتب الا بالتی هی احسن الا الذین ظلموا منهم"

(العنکبوت:46)

"ظالموں کے سوا باقی اہل کتاب کے ساتھ عمدہ طریقے (اچھے انداز) سے بحث کرو۔"

پسندیدہ بحث وہی ہوسکتی ہے جو علم، بصیرت، حسن خلق، نرمی شفقت اور عمدہ طرز تخاطب سے کی جائے۔ اس میں حق بات کی دعوت، اس کی خوبی کا ثبوت، باطل کی تردید اور اس کی خرابیوں کو مناسب انداز سے واضح کیا گیا ہو۔ نیز اس میں اپنی عظمت و بڑائی کا ثبوت اور جیت کے نظریہ کی بجائے عوام الناس کی ہدایت اور اظہار حق کا ارادہ ہونا چاہیے۔

ناپسندیدہ بحث:

ہر وہ بحث جو جہالت (لاعلمی) اور عدم بصیرت کی بناء پر کی جائے اور اس سے باطل کی تائید اور اس کی طرف دعوت دینا مقصود ہو ناپسندیدہ ہے۔ یہی بحث زبان کی آفات میں سے ایک خطرناک آفت ہے۔

1: اللہ عزوجل نے فرمایا:

"ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ویتبع کل شیطن مرید کتب علیه انه من تولاه فانه یضله ویهدیه الی عذاب السعیر" (الحج:4,3)

Marfat.com

"بعض لوگ ایسے ہیں جو علم کے بغیر اللہ کے بارے میں بحثیں کرتے اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرنے لگتے ہیں، حالانکہ اس کے تو نصیب ہی میں یہ لکھا ہے کہ جو اس کو دوست بنائے گا وہ اسے گمراہ کرکے چھوڑے گا اور جہنم کا راستہ دکھائے گا۔"

2: اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

"ومن الناس من يجادل في الله بغير علم ولا هدى ولا كتب منير ۔ ثاني عطفه ليضل عن سبيل الله له في الدنيا خزي ونذيقه يوم القيمة عذاب الحريق" (الحج: 908)

"کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو کسی علم، ہدایت اور روشنی بخشنے والی کتاب کے بغیر گردن اکڑائے ہوئے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں، تاکہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں تو ایسے شخص کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اسے آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔"

3: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

"ويجادلون الذين كفروا بالباطل ليدحضوا به الحق واتخذوا ايتي وما انذروا هزوا" (الكهف: 56)

"کافروں کا حال یہ ہے کہ وہ باطل کے ہتھیار لے کر حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں اور انہوں نے میری آیات اور تنبیہات کو جو انہیں کی گئی تھیں مذاق بنالیا ہے۔"

4: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فلا رفث ولا فسوق ولا جدال في الحج" (البقرة: 197)

"حج کے دوران اس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی بدعملی اور کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو۔"

5: "عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال: ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا تعلموا العلم لتباهوا به العلماء ولا لتماروا به السفهاء ولا لتخيروا به المجالس فمن فعل ذالك فالنار النار"

(سنن ابن ماجہ: 93/1 وصحیح ابن ماجہ: 46/1)

"سیدنا جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس لئے علم حاصل نہ کرو کہ اس کی وجہ سے تم علماء پر فخر کرو گے اور کم عقلوں سے بحث کرو گے اور نہ ہی اس لئے کہ من پسند مجالس میں شرکت کرو گے۔ پس جس شخص نے ان مقاصد کے لئے علم حاصل کیا تو اس کے لئے آگ ہی آگ ہے۔"

6: سیدنا عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

"کم عقلوں سے جھگڑنے، اہل علم سے بحث کرنے اور لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے علم حاصل نہ کرو۔ اپنی گفتگو کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اجر کے طالب رہو، کیونکہ یہ دائمی یا باقی رہنے والا ہے اور اس

Marfat.com

کے علاوہ سب کچھ ختم ہو جانے والا ہے۔" (سنن دارمی: 80/1)

7: "عن ابی امامة الباهلی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ماضل قوم بعد هدی کانوا علیه الا اوتوا الجدال ثم تلا: ماضربوه لك الاجدلا بل هم قوم خصیمون"

(جامع ترمذی: 378/5) (ابن ماجہ: 19/1) (صحیح جامع الترمذی: 103/3)

"سیدنا ابوامامہ باہلی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہدایت کے بعد جو قوم بھی گمراہ ہوئی وہ بحث ومباحثہ میں مشغول ہو جاتی ہے۔ پھر آپ نے (بطور دلیل) یہ آیت تلاوت فرمائی: یہ بات انہوں نے محض جھگڑے کی غرض سے بیان کی ہے بلکہ (درحقیقت) وہ جھگڑالو قوم ہیں۔" (الزخرف: 58)

8: جس نے اللہ کی خاطر ناحق (باطل) بحث ومباحثہ ترک کر دیا تو اس کے لئے نبی کریم ﷺ نے جنت میں گھر کی ضمانت دی ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"انا زعیم ببیت فی ربض الجنة لمن ترك المرآء وان کان محقا وببیت فی وسط الجنة لمن ترك الكذب وان کان مازحا وببیت فی اعلی الجنة لمن حسن خلقه" (سنن ابی دائود: 253/4)

"جس نے حق پر ہونے کے باوجود بحث ومباحثہ اور جھگڑا ترک کر دیا تو میں اس کے لئے جنت کے گردونواح میں گھر کا ضامن ہوں اور جس نے بطور مزاح بھی جھوٹ بولنا چھوڑ دیا تو میں اس کے لئے جنت کے وسط میں گھر کا ضامن ہوں اور جس کا اخلاق اچھا ہے تو میں اس کے لئے جنت کے اعلیٰ مقام میں گھر کا ضامن ہوں۔"

اسباب جدال:

ناحق جدال کے کئی اسباب ہیں جس میں سے چند درج ذیل ہیں:

1: غرور وتکبر۔ 2: علم وشرف کا اظہار۔

3: کسی کی خامی کا اظہار اور ایذا رسانی کے لئے اس پر زیادتی کرنا۔

ان اسباب کا علاج اللہ عزوجل کی طرف توبہ اور رجوع ہے۔ اپنے علم وشرف کے اظہار پر آمادہ کرنے والے تکبر اور دوسرے کی تحقیر پر آمادہ کرنے والی عداوت کو ختم کرنا ہے۔

جھگڑے اور تنازعات:

1: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

”ومن الناس من یعجبك قوله فی الحیوۃ الدنیا ویشهد اللہ علی ما فی قلبه وهو الد الخصام واذا تولی سعی فی الارض یفسد فیها ویهلك الحرث والنسل واللہ لا یحب الفساد واذا قیل له اتق اللہ اخذته العزۃ بالاثم فحسبه جهنم ولبئس المهاد“(البقرۃ:2.5,2.4)

”انسانوں میں کوئی تو ایسا ہے جس کی باتیں دنیا کی زندگی میں تمہیں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور اپنی نیک نیتی پر وہ بار بار اللہ کو گواہ بناتا ہے، مگر حقیقت میں وہ حق کا بدترین دشمن ہوتا ہے اور جب اسے اقتدار حاصل ہو جائے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے، حالانکہ اللہ فساد کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اس سے ڈر تو اس کو اپنے وقار کا خیال گناہ پر جما دیتا ہے، ایسے شخص کے لئے تو بس جہنم ہی کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔

2: ”عن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان ابغض الرجال الی اللہ الالد الخصیم“

(صحیح بخاری مع الفتح:106/5)(صحیح مسلم:2054/4)

”ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے ناپسندیدہ سخت جھگڑالو شخص ہے۔“

”الد الخصم“ ایسے شخص کو کہتے ہیں جو ساتھیوں سے بہت جھگڑا کرے، ناحق حجت بازی کرے اور حق بات قبول نہ کرے۔

3: ”عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان الشیطان قد ایس من ان یعبده المصلون فی جزیرۃ العرب ولکن فی التحریش بینهم“(صحیح مسلم:2166/4)

”سیدنا جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان اس بات سے ناامید ہو چکا ہے کہ جزیرۃ العرب کے نماز پڑھنے والے اس کی پرستش کریں گے۔ البتہ وہ ان کے درمیان فتنہ وفساد کو ہوا دینے کی کوشش کرتا ہے۔“

اب شیطان نمازیوں کو لڑائی، جھگڑے، بغض وعداوت، فتنہ وفساد اور گناہوں پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔

4: ”عن ابی هریرۃ رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان اللہ یبغض کل جعظری، جواظ، سخاب فی الاسواق، جیفة باللیل، حمار والم بامر الدنیا، جاهل

Marfat.com

بامر الآخرۃ"

(سنن الکبریٰ بیہقی:194/10)(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ:251/1

"سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر تند خو متکبر' مال جمع کرنے اور خرچ نہ کرنے والے' بہت شور مچانے والے' جھگڑالو' رات کو مردار کی طرح بے حس ہو کر سونے والے' دن کو گدھے کی طرح کام کرنے والے' امور دنیا (جو اللہ سے دور کرنے والے ہیں) میں ماہر اور امور آخرت (جو وہاں اس کی کامیابی کے لئے ضروری ہیں) سے جاہل کو ناپسند کرتا ہے۔"

5: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"ان اللہ لایحب الفاحش المتفحش"

(صحیح بخاری مع الفتح:452/10)(صحیح مسلم:2002/4)(سنن ابی داود:251/4

"اللہ تعالیٰ بے ہودہ گوئی کرنے والے اور کوشش کر کے بے ہودگی کو اختیار کرنے والے کو ناپسند کرتا ہے۔"

6: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"ھلك المتنطعون "قالھا ثلاثا"(صحیح مسلم:2055/4)

"اپنے قول افعال میں غلو اور کرید کرنے والے ہلاک ہو گئے۔"

یہ الفاظ آپ نے تین مرتبہ دہرائے۔

7: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ان اللہ یبغض البلیغ من الرجال الذی یتخلل بلسانہ کما تتخلل البقرۃ بلسانھا"

(جامع ترمذی:141/5)(مسند احمد:165/2)(صحیح الترمذی:375/2

"یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے بلیغ شخص کو جو دوران گفتگو گائے کی طرح اپنی زبان کو حرکت دے پسند نہیں کرتا۔"

بلیغ سے مراد وہ شخص ہے جو کسی عظیم آدمی کی تحقیر یا کسی حقیر کی تعظیم یا کسی پر اپنی بڑائی کے اثبات کے لئے وضاحت کا اظہار کرے اور حصول اقتدار کے لئے اسے وسیلہ بنائے' یا باطل کو حق کی شکل میں مزین کر کے پیش کرے یا حق کو باطل بنا کر پیش کرے یا حکمرانوں کے سامنے اپنی عظمت و بڑائی یا سفارش کی قبولیت کے لئے وضاحت کا اظہار کرے۔

اسے گائے کے ساتھ تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح گائے چارہ کھاتے ہوئے اپنی زبان کو حرکت دیتی ہے اسی طرح یہ دوران گفتگو اپنی زبان دانتوں اور ہونٹوں پر پھیرتا ہے۔

غصہ اور تنازعات کا علاج:

غصہ کا علاج مسنون دعاؤں کے ساتھ دو طرح ممکن ہے:

پرہیز:

بلاشبہ پرہیز علاج سے بہتر ہے اور غصہ سے پرہیز یہ ہے کہ اس کے اسباب سے اجتناب کیا جائے۔ غصہ آنے کے

Marfat.com

اسباب میں سے چند درج ذیل ہیں جن سے ہر مسلمان کو پرہیز کرنا ضروری ہے۔

تکبر، خود پسندی، دوسروں پر فخر کا اظہار، حرص و طمع، غرور، نامناسب مذاق اور دوسروں کی تحقیر وغیرہ۔

علاج:

جب غصہ آجائے تو اس کا علاج چار چیزوں سے کیا جاتا ہے:

1: شیطان کے شر سے اللہ عزوجل کی پناہ طلب کرنی چاہیے یعنی جب انسان کو غصہ آجائے تو اسے ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' پڑھنا چاہیے۔

(سورۃ الاعراف:200 وصحیح بکاری مع الفتح:518/10 وصحیح مسلم:2015/4)

2: اگر کسی کو غصہ آجائے تو اسے وضو کر لینا چاہیے، تاکہ پانی کے استعمال کرنے سے اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے۔

(سنن ابی داؤد:249/4 وقال الشیخ عبد العزیز بن باز اسنادہ جید)

3: غصے والے شخص کو اپنی حالت تبدیل کر لینی چاہیے۔ مثلاً: کھڑا ہے تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہے تو لیٹ جائے یا اس جگہ سے باہر چلا جائے یا کلام کرنے سے رک جائے وغیرہ۔

(مسند احمد:152/5 وسنن ابی داؤد:249/4)

4: غصے پر قابو پانے کی فضیلت اور ثواب نیز غصہ کے نتیجہ میں جلد ہی یا دیر سے ہونے والی بات رسوائی (ندامت) کو یاد کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''من کظم غیظا وھو قادر علی ان یھفذہ دعاہ اللہ عزوجل علی رئوس الخلائق یوم القیمۃ حتی یخیرہ من الحور ماشآء''

(سنن ابو داؤد:248/4 وجامع الترمذی:606/4 وصحیح الترمذی:305/2)

''جو شخص غصہ نکالنے پر قدرت رکھنے کے باوجود اپنے غصہ پر قابو پالیتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے تمام مخلوقات کے سامنے بلا کر فرمائے گا کہ جنت کی حوروں میں سے جسے تو چاہے پسند کر لے۔''

☆☆☆

فصل نمبر 34:

گالی گلوچ اور مومنوں سے مذاق کرنا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یاایھا الذین امنوا لایسخر قوم من قوم عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم و لانسآء من نسآء عسیی ان یکن خیرا منھن و لاتلمزوا انفسکم و لاتنابزوا بالالقاب بئس لاسم الفسوق بعد الایمان و من لم یتب فاولئک ھم الظالمون''(سورۃ الحجرات:11)

Marfat.com

''اے اہل ایمان! مرد دوسرے مردوں کا مذاق نہ اڑائیں، ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ کسی کو برے لقب سے پکارو۔ ایمان کے بعد فسق برا نام ہے اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں۔''

2: ''عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لا تسبوا اصحابی فوالذی نفسی بيده لو ان احدكم انفق مثل احد ذهبا ما ادرك مد احدهم ولا نصيفه'' (صحيح مسلم: 1967/4)

''سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو پھر بھی وہ صحابہ کے ایک مد یا نصف مد (تقریباً آدھے کلو یا ایک پاؤ) صدقہ کا اجر حاصل نہیں کر سکتا۔''

3: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''خبردار! صحابہ کو گالی دینا حرام اور کبیرہ گناہ ہے' خواہ وہ اپنے زمانے میں ظاہر ہونے والے فتنوں میں شریک رہے ہوں یا نہ' کیونکہ انہوں نے ان جنگوں میں شریک ہونے یا نہ ہونے کا اجتہاد کیا تھا اور اجتہاد کرنے والا اگر غلطی کرے تو پھر بھی اسے ایک اجر حاصل ہوتا ہے۔'' (شرح نووی علی مسلم: 93/16)

4: ''عن ابی ذر رضی الله عنه انه سمع النبی صلی الله عليه وسلم يقول: لا يرمی رجل رجلا بالفسق ولا يرميه بالكفر الا ارتدت عليه ان لم يكن صاحبه كذالك'' (صحيح بخاری مع الفتح: 464/10)

''سیدنا ابو ذر نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص کسی پر گناہ یا کفر کا الزام لگاتا ہے اور وہ اس سے بری ہے تو یہ الزام خود اسی (الزام لگانے والے) کی طرف لوٹ آتا ہے۔''

5: ''عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه ان النبی صلی الله عليه وسلم قال: سباب المسلم فسوق وقتاله كفر''

(صحیح بخاری: 17/1 و صحیح مسلم: 18/1)

''سیدنا عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مسلمان کو گالی دینا گناہ اور اس سے لڑائی کرنا کفر ہے۔''

6: ''عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: ايما امریء قال لاخيه يا كافر فقد بآء بها احدهما ان كان كما قال والا رجعت عليه'' (صحيح بخاری 9/7) (صحيح مسلم: 73/1)

Marfat.com

''سیدنا عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مسلمان بھائی کو اے کافر کہہ کر پکارتا ہے تو ان میں سے ایک کافر ہو جاتا ہے۔ اگر مخاطب واقعتاً کافر ہے تو بجا' ورنہ کہنے والا (خود) کافر ہو جاتا ہے۔''

7: ''عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال المستبان ماقالا فعلی المبتدیء منهما مالم یعتد المظلوم''

(سنن ابی داؤد: 274/4)

''سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو گالی بکنے والے جو بھی کہتے ہیں اس کا گناہ آغاز کرنے والے پر ہے' جب تک مظلوم زیادتی نہ کرے۔''

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دو گالی دینے والوں میں سے ہر ایک دوسرے کو گالی دیتا ہے لیکن اس کا گناہ گالی کا آغاز کرنے والے پر ہوگا جب تک مظلوم زیادتی نہ کرے یعنی پہلے شخص سے زیادہ بیہودہ گالی نہ دے، ورنہ زیادتی کا گناہ دوسرے شخص پر اور باقی گناہ ابتداء کرنے والے پر ہوگا۔

8: ''عن ابی ذر رضی اللّٰه عنه انه سمع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقول: لیس من رجل ادعیٰ لغیر ابیه وهو یعلمه الا کفر ومن ادعیٰ مالیس له فلیس منا ولیتبوا مقعده من النار ومن دعا رجلا بالکفر اوقال عدو اللّٰه ولیس کذالك الا حار علیه'' (صحیح مسلم: 80/1)

''سیدنا ابوذر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جان بوجھ کر اپنی نسبت باپ کی بجائے دوسرے شخص کی طرف کی تو وہ کافر ہو گیا۔ جس نے کسی دوسرے کی چیز پر ملکیت کا دعویٰ کیا وہ ہم میں سے نہیں اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جس نے کسی کو کافر یا اللہ کا دشمن کہہ کر مخاطب کیا اور وہ شخص حقیقت میں ایسا نہیں ہے تو کہنے والا خود اس حالت پر آ جاتا ہے۔''

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''علماء نے اسے مشکل احادیث میں شمار کیا ہے' کیونکہ اس کا ظاہری حکم مراد نہیں ہے۔ اس لئے کہ اہل حق کسی مسلمان کو قتل وزنا وغیرہ کبیرہ گناہوں کی وجہ سے کافر نہیں قرار دیتے۔ ایسے ہی کسی مسلمان کا دوسرے مسلمان کو کافر کہنا کبیرہ گناہ ہے۔

اس عقیدہ کی وجہ سے حدیث کی تفسیر میں علماء کے کئی اقوال ہیں:

☆: حدیث میں مذکورہ وعید ان گناہوں کو حلال اور جائز سمجھنے والے کے لئے ہے۔

☆: آدمی کا اپنے بھائی پر عیب گیری اور اسے کافر قرار دینے کا گناہ خود اسی کی طرف پلٹ آئے گا (اور وہ گنہگار بن جائے گا البتہ وہ دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوگا)۔

Marfat.com

☆: حدیث میں مذکورہ گناہوں کی وعید خوارج کے لئے ہے جو مومنوں کو کافر قرار دیتے ہیں، لیکن یہ رائے ہے' کیونکہ محققین دیگر اہل بدعت کی طرح خوارج کو بھی کافر نہیں کہتے۔

☆: اس وعید سے مراد یہ ہے کہ ان گناہوں کو اختیار کرنے والا آخر کار کفر تک پہنچ جاتا ہے، کیونکہ گناہ کفر تک پہنچنے کے اسباب ہیں اور کثرت سے ایسے گناہ کرنے والے کے بارے میں خدشہ ہے کہ اس کا انجام کفر ہو جائے۔

☆: اپنے مسلمان بھائی کو کافر کہنے والے کا فتویٰ اسی کی طرف لوٹ آئے گا۔ گویا کہ خود اس نے اپنے آپ کو کافر قرار دیا ہے، کیونکہ اس نے اپنے ہی جیسے ایک مسلمان کو کافر کہا ہے یا اس نے ایسے شخص پر کفر کا الزام لگایا ہے جسے کوئی دین اسلام کا منکر اور کافر ہی یہ الزام دے سکتا ہے۔

☆: رسول اللہ ﷺ کے فرمان:

''جو شخص اپنے باپ کی بجائے دوسرے کی طرف اپنا نسب نامہ منسوب کرتا ہے وہ کافر ہے۔''

کی دو تفسیریں ہیں۔

یہ دھمکی اس کے متعلق ہے جو اس حرام کام کو حلال جانتے ہوئے کرے۔

حدیث کے لفظ ''کفر'' سے مراد احسان' نعمت' اللہ تعالیٰ اور اپنے باپ کے حق کا انکار ہے۔ وہ کفر مراد نہیں جس کے ارتکاب سے انسان دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے، بلکہ وہی کفر ہے جو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے کثرت سے آگ میں داخل ہونے کا سبب ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''تکثون اللعن وتکفرون العشیر''

''تم زیادہ لعن طعن کرتی ہو اور خاوند کا کفر کرتی ہو۔''

پھر وضاحت فرمائی اس کفر سے مراد احسان فراموشی اور خاوند کی نافرمانی ہے۔''

(شرح نووی علی صحیح مسلم: 49/1)

☆: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

''غیر ارادی طور پر کثرت سے استعمال ہونے والے ناپسندیدہ الفاظ میں سے کسی کا اپنے مخالف کو گدھا' سانڈ' بکرا' کتا وغیرہ کہنا دو لحاظ سے قابل مذمت ہے۔ یہ جھوٹ ہے۔ اس سے مسلمان کو تکلیف پہنچتی ہے۔'' (الاذکار للنووی: 314)

9: جانوروں، پرندوں اور دیگر حیوانات کو گالی گلوچ کرنا بھی ممنوع ہے۔

''عن زید بن خالد قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا الدیك فانه یوقظ للصلاۃ''

(سنن ابی داود: 327/4 و صحیح الجامع: 161/6)

Marfat.com

''سیدنا زید بن خالد سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مرغے کو گالی نہ دو، کیونکہ یہ تو نماز کے لئے بیدار کرتا ہے۔''

10: عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنهما ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: من الکبائر شتم الرجل والدیه قالوا: یارسول اللہ هل یشتم الرجل والدیه؟ نعم یسب ابا الرجل فیسب اباه ویسب امه فیسب امه''

(صحیح بخاری: 69/7 وصحیح مسلم: 92/1)

''سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی کا اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا کوئی اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! یہ کسی کے باپ کو گالی دے گا تو وہ اس کے باپ کو گالی دے گا اور یہ کسی کی ماں کو گالی دے گا تو وہ اس کی ماں کو گالی دے گا۔''

گویا اس نے خود ہی اپنے ماں باپ کو گالی دی، کیونکہ یہ ان کو گالی دینے کا ذریعہ بنا ہے۔

☆☆☆

فصل نمبر 35:

لعنت کی مذمت

لعنت کا مفہوم:

لعنت کے معنی اللہ کی رحمت سے دور کرنا ہے۔ مومن کی صف لعنت، ملامت، بد خلقی اور بے ہودہ گوئی نہیں ہے، بلکہ یہ چیزیں کمزور ایمان والے فاسقوں کی عادات ہیں۔

لعنت کے بارے میں احادیث:

1: ''عن ثابت الضحاک رضی اللہ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لعن المومن کقتله''

(صحیح بخاری: 223/7 وصحیح مسلم: 104/1)

''سیدنا ثابت بن ضحاک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کے مترادف ہے۔''

2: ''عن ابی هریرة رضی اللہ عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال: لا ینبغی لصدیق ان یکون لعانا''

Marfat.com

(صحیح مسلم:2005/4وسنن الترمذی:371/4)

''سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لعنت کرنا سچے انسان کو زیب نہیں دیتا۔''

3: ''عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایکون اللعانون شفعآء ولاشہدآء یوم القیامۃ''.

(صحیح مسلم:2006/4)(سنن ابی داؤد:278/4)

''سیدنا ابودرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لعنت کرنے والے آخرت میں سفارشی اور گواہ نہیں ہوں گے۔''

4: ''عن سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:- لاتلاعنوابلعنۃ اللہ ولابغضبہ ولابالنار''

(سنن الترمذی:350/4وقال حسن صحیح)(سنن ابی داؤد:277/4)

''سیدنا سمرہ بن جندب بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے کو اللہ کی لعنت، اس کے غضب اور آگ کے عذاب کی بددعا نہ دو۔''

5: عن ابی مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس المومن بالطعان ولااللعان ولاالفاحش ولاالبذیء''

(سنن الترمذی وحسنہ:350/4)

''سیدنا عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن لعنت وملامت کرنے والا، بداخلاق اور بیہودہ گو نہیں ہوتا۔''

6: ''عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان العبد اذا لعن شیئا صعدت اللعنۃ الی السماء فتغلق ابواب السماء دونہاثم تہبط الی الارض فتغلق ابوابہا دونہا۔ ثم تاخذیمیناو شمالافاذالم تجذ مساغارجعت الی الذی لعن فان کان لذالک اھلا والارجعت الی قائلھا''(سنن ابی دائود:277/4)

''سیدنا ابودرداء ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے۔ پس آسمان کے دروازے اس کے لئے بند کردیئے جاتے ہیں۔ پھر وہ زمین کی طرف اترتی ہے تو زمین کے دروازے بھی اس کے لئے بند کردیئے جاتے ہیں۔ پھر وہ دائیں بائیں جاتی ہے، لیکن جب اسے کسی طرف راستہ نہیں ملتا تو ملعون (جس پر لعنت کی گئی ہے) اگر اس کا حق دار ہو تو اس کی طرف چلی جاتی ہے، ورنہ وہ لعنت کرنے والے کی طرف واپس آجاتی ہے۔''

Marfat.com

7: "عن ابن عباس رضی اللہ عنهما ان رجلا لعن الريح عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال صلی اللہ علیہ وسلم: لا تلعن الريح فانها مامورة وانه من لعن شيئا ليس له باهل رجعت اللعنه عليه"

(سنن ابی داود 278/4)(سنن الترمذی: 351/4)(صحیح ترمذی: 189/2)

"سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں ہوا پر لعنت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہوا پر لعنت نہ کرو، کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے حکم دی گئی ہے اور جو کسی چیز پر لعنت کرتا ہے اور وہ اس کا مستحق نہیں ہوتا تو یہ لعنت کرنے والے کی طرف واپس پلٹ آتی ہے۔"

8: "عن عمران بن حصين رضی اللہ عنهما قال: بينهما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بعض اسفاره وامراة من الانصار علی ناقة فضجرت فلعنتها فسمعها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: خذوا ما عليها ودعوها فانها ملعونة قال عمران: فكانی اراها الان تمشی فی الناس مايعرض لها احد"(صحيح مسلم: 2004/4)

"سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک موقعہ پر رسول اللہ ﷺ محو سفر تھے کہ ایک انصاری عورت کی اونٹنی بدک گئی تو اس نے اونٹنی پر لعنت کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس پر جو سامان ہے وہ اتار لو اور اسے چھوڑ دو، کیونکہ یہ ملعون ہے۔ عمران فرماتے ہیں: گویا کہ میں اب بھی اس اونٹنی کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ لوگوں کے درمیان چل رہی ہے اور کوئی بھی اسے نہیں پکڑتا۔"

9: "عن ابی برزة رضی اللہ عنہ قال بينما جرية علی ناقة عليها بعض متاع القوم اذبصرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتضائق بهم الجبل فقالت حل اللهم العنافقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لا تصاهبنا ناقة عليها لعنة وفی رواية لاتصاحبنا راحلة عليها لعنةمن الله"(صحيح مسلم: 2005/4)

"سیدنا ابو برزہ فرماتے ہیں: ایک لونڈی اونٹنی پر سوار ہو کر جا رہی تھی کہ تنگ پہاڑی راستہ آ گیا تو اس نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر کہا: حلال ہو جائے۔ اے اللہ! اس اونٹنی پر لعنت فرما۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "ہمارے ساتھ ایسی اونٹنی نہ چلے جس پر اللہ کی لعنت ہے۔"

غیر معین کفار اور فاسقوں پر لعنت کا جواز:

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اہل اسلام اس بات پر متفق ہیں کہ صالح مسلمان پر لعنت کرنا حرام ہے۔ البتہ بری صفات کے حامل لوگوں پر لعنت کرنا جائز ہے۔ مثلاً: یوں کہنا کہ اللہ ظالموں پر لعنت فرمائے کافروں اور یہود و نصاریٰ پر

Marfat.com

لعنت فرمائے' اللہ فاسقوں اور مصوروں پر لعنت فرمائے اس کے بعد امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر معین افراد پر لعنت کرنے کے بہت سے دلائل ذکر کیے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

1: "لعن اللہ الیہود و النصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد"

(صحیح مسلم:376/1)(صحیح بخاری:90/2)

"اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ پر لعنت فرمائے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔"

2: رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ ولعن اللہ من آویٰ محدثا ولعن اللہ من لعن والدیہ ولعن اللہ من غیر المنار وفی راویۃ منار الارض"

(صحیح مسلم:1567/3)

"اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے والے' بدعتی کو پناہ دینے والے' والدین پر لعنت کرنے والے اور زمین کی حدود کے نشانات میں تبدیلی کرنے والے پر۔"

3: سیدنا جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک گدھا دیکھا جس کی پیشانی کو گرم لوہے سے داغ دیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"لعن اللہ الذی وسمہ"(صحیح مسلم:1673/3)

"اللہ تعالیٰ اسے داغ دینے والے پر لعنت فرمائے۔"

4: "قولہ صلی اللہ علیہ وسلم :اللھم العن رعلا وذکوان وعصیۃ عصیت اللہ ورسولہ"(صحیح مسلم:1953/4)

"رسول اللہ ﷺ کی بددعا: اے اللہ! رعل اور ذکوان قبائل پر لعنت فرما اور عصیہ قبیلہ اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان ہے۔"

یہ تینوں عرب کے قبیلے ہیں۔

معاصی کا ارتکاب کرنے والے خاص شخص مثلاً: یہودی' عیسائی' ظالم' زانی' مصور' چور' سودخور وغیرہ پر لعنت احادیث کے ظاہری مفہوم کے مطابق حرام نہیں ہے۔ البتہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ایسے شخص پر بھی لعنت کے حرام ہونے کے قائل ہیں، ماسوائے اس شخص کے جس کی موت کفر پر واقع ہوئی ہے۔ جیسے ابولہب' ابوجہل' فرعون' ہامان وغیرہ' کیونکہ لعنت کا معنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا ہے اور ہمیں اس خاص وفاسق کے خاتمے کا علم نہیں کہ اس کی موت کس حال میں واقع ہوئی ہے، کسی انسان کے لئے بددعا کرنا بھی لعنت کے قریب قریب ہے۔ خواہ وہ ظالم ہی کیوں نہ ہو جیسے یوں کہنا کہ اللہ تعالیٰ اس کا جسم ٹھیک نہ کرے وغیرہ۔(الاذکار للنووی:303)

Marfat.com

مولف کتاب فرماتے ہیں:

"بہتر بات وہی ہے جسے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے کہ معاصی کا ارتکاب کرنے والے خاص شخص پر لعنت جائز نہیں ہے۔ ماسواء اس آدمی کے جس کے متعلق ہمیں یقین ہو کہ اس کی موت کفر کی حالت میں ہوئی ہے، کیونکہ بہت سے لوگوں کے متعلق ہم نے سنا ہے کہ وہ گناہوں سے آلودہ رہے یا وہ کفار تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت دی اور ان کا انجام اچھا ہوا اور وہ حق کے معاون و مددگار بن گئے۔"

5: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لاتسبوا الاموات فانهم قدافضوا الی ماقدموا"

(صحیح بخاری مع الفتح: 258/3)

"مردوں کو گالی نہ دو، کیونکہ وہ اپنے انجام کو پہنچ چکے ہیں۔"

6: "عن المغيرة بن شعبة عن النبي صلى الله عليه وسلم: لاتسبوا الاموات فتوذوا الاحياء"

(سنن الترمذی: 353/4 وصحیح الترمذی: 190/2)

"سیدنا مغیرہ بن شعبہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ فوت شدگان کو گالی نہ دو کیونکہ اس سے تم (ان کے) زندہ (عزیز و اقارب) کو تکلیف پہنچاؤ گے۔"

☆☆☆

...ل نمبر 36:

جہنم میں دخول کا سبب بننے والے اعمال

...باب دخول جہنم:

جنت اور جہنم پر ایمان لانا فرض ہے۔ قرآن مجید کی صدہا آیات میں جہنم اور اس کے عذاب کا تذکرہ ہے۔ دنیا میں دو چیزیں ہیں شر اور خیر۔ خیر کی جائے پناہ جنت ہوگی اور شر کی جہنم۔ شر فقط کفر و شرک اور نفاق ہی نہیں، بلکہ ...ی بھی شر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی رُو سے کئی ایسے گناہ ہیں جن کو 'اسباب دخول جہنم' کا نام ...جا سکتا ہے۔ ویسے تو ہر گناہ ہی برا اور سبب دخول جہنم ہے، لیکن بعض ایسے گناہ ہیں کہ ان کے مرتکب کو خود نبی کریم ...لی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ کی ہے۔ ان گناہوں کی تفصیل یہ ہے:

Marfat.com

شرک اور ریا کاری کرنا:

1: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"مشرک کی بخشش نہیں ہوگی۔"

2: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"قیامت میں ریا کار حافظوں' شہیدوں اور دولتمندوں کو حاضر کیا جائے گا اور سب سے پہلے جہنم کا ایندھن بنایا جائے گا۔" (صحیح مسلم) (سنن نسائی)

3: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
"آخرت کے کام میں دنیا کی شہرت کا طالب ذلیل اور رسوا ہے اس کا نام دوزخ میں لکھ دیا جاتا ہے' اس کا چہرہ بگاڑ دیا جاتا ہے اور اس کا ذکر مٹا دیا جاتا ہے۔ (سنن طبرانی)

4: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
ریا کار جہنم کی اس وادی میں عذاب دیئے جائیں گے جس کا نام جب الحزن ہے۔"
(سنن ترمذی)

وضو صحیح طور پر نہ کرنا:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"وضو میں کوئی عضو بھی خشک نہیں رہنا چاہیے۔ اگر انگلیوں میں پانی نہ پہنچے تو خلال کر لینا چاہیے۔ جن لوگوں نے انگلیوں کے درمیان خلال نہیں کیا اور انگلیاں خشک رہ گئیں تو ان انگلیوں میں (جہنم کی) آگ داخل کی جائے گی۔" (سنن طبرانی)

2: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جو ایڑیاں وضو میں سوکھی رہ جاتی ہیں ان کے لئے خرابی اور جہنم کی آگ ہے۔"
(طبرانی' ابن خزیمہ)

جماعت میں حاضر نہ ہونا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جو شخص دن کو روزہ رکھتا ہے رات کو قیام کرتا ہے مگر جمعہ اور جماعت میں نہیں آتا وہ دوزخ میں ہے۔"
(سنن ترمذی)

پہلی صف سے پیچھے رہنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''بعض لوگ ہمیشہ پہلی صف سے پیچھے رہتے ہیں، یہاں تک کہ اس تاخیر کے باعث دوزخ میں داخل کردیئے جاتے ہیں۔''

جمعہ کے دن صفیں پھلانگنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص جمعہ کے دن (صفیں) پھلانگتا ہوا آگے بڑھے گا قیامت میں اس کو جہنم میں جانے والا پل بنایا جائے گا۔'' (ابن ماجہ) (ترمذی)

شلوار اور چادر کا ٹخنوں کے نیچے لٹکانا:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو پاجامہ ٹخنوں کے نیچے ہوگا وہ آگ میں ہے۔'' (بخاری و مسلم)

2: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن خدا تعالیٰ تہبند لٹکانے والے کی طرف نظر کرم بھی نہ کرے گا اور اس کو دردناک عذاب ہوگا۔'' (ابوداؤد)

3: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی چادر کو ٹخنوں سے نیچے (لٹکتا ہوا) دیکھ کر فرمایا:

''یہیں سے آگ دی جائے گی۔''

مردوں کا ریشمی لباس پہننا:

1: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جبہ دیکھا جس میں ریشم کی جیب لگی ہوئی تھی، فرمایا:

''قیامت میں یہ آگ کا طوفان ہوگا۔'' (سنن طبرانی)

2: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے ریشمی کپڑا پہنا قیامت میں اللہ تعالیٰ اس کو نارِ جہنم کا کپڑا پہنائے گا۔''

(سنن طبرانی)

ریشمی کپڑا مردوں کے لئے حرام ہے اور عورتوں کو پہننا جائز ہے۔

سونے کی انگوٹھی پہننا:

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا تو اس کے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر پھینک دی اور فرمایا:

''تم میں بعض لوگ نارِ جہنم کی چنگاری ہاتھ میں لئے پھرتے ہیں۔'' (صحیح مسلم)

سونے کا استعمال مردوں کے لیے حرام ہے۔

Marfat.com

سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو شخص سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھاتا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں آگ ڈالتا ہے۔'' (مسلم، ابن ماجہ)

2: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو شخص چاندی کے برتن میں پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں آگ ڈالتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

شہرت کا لباس پہننا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جس نے شہرت اور ناموری کا کپڑا پہنا خدا تعالیٰ اس کو قیامت میں وہی کپڑا پہنائے گا لیکن اس میں دوزخ کی آگ بھڑک رہی ہوگی۔ (یہ ممانعت مرد اور عورت دونوں کے لئے ہے)''

مال کی زکوٰۃ نہ دینا:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو شخص سونے چاندی کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا اس کے مال کی تختیاں بنا کر اس سے اس شخص کی پیشانی اور پہلوؤں کو داغ دیا جائے گا۔ جب یہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی تو پھر سے گرم کر لی جائیں گی اور قیامت کے پچاس ہزار برس کے دن میں اس کو یہی عذاب ہوتا رہے گا۔'' (بخاری، مسلم، طبرانی)

2: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''مال کو سانپ بنا دیا جائے گا، وہ سانپ اس کو ڈستا رہے گا اور سانپ گنجا ہوگا۔''
(صحاح ستہ)

3: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''تین شخص سب سے پہلے جہنم میں داخل ہوں گے۔ ایک وہ حاکم جو ناحق طور پر جائز حاکم کو شکست دے کر مسلط ہو گیا ہو، دوسرا وہ مالدار جو اللہ کا حق ادا نہیں کرتا یعنی زکوٰۃ نہیں دیتا اور تیسرا فقیر متکبر۔'' (سنن طبرانی)

4: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''بخیل جنت سے دور اور لوگوں سے دور ہے، مگر جہنم سے قریب ہے۔'' (سنن ترمذی)

5: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنے اوپر واجب کر لی ہے کہ وہ سخی کو جنت میں اور بخیل کو جہنم میں بھیجے گا۔''

Marfat.com

جو شخص صدقات واجبہ (زکوۃ ،فطرانہ اور قربانی وغیرہ) اور نفقات واجبہ (بیوہ اور نابالغ اولاد وغیرہ کا خرچ) ادا کرتا رہتا ہے وہ بخیل نہیں ہوگا، اگر چہ نفلی خیرات نہ بھی کرے۔

ٹیکس چوری کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"صاحب المکس آگ میں ہے۔" (سنن طبرانی)

صاحب المکس وہ لوگ ہیں جو حکومت کے لئے ظلم ستم کر کے زکوۃ اور ٹیکس وصول کرتے ہیں اور ان میں خیانت کرتے ہیں۔

صدقہ جتلانا، شراب پینا اور والدین کی نافرمانی کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تین شخصوں سے آگ کو کوئی نہیں روک سکتا: صدقہ کر کے احسان جتلانے والے سے، ماں باپ کے نافرمان سے اور دائمی شراب خور سے۔" (مستدرک حاکم)

حرام مال سے صدقہ خیرات کرنا:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کسی نے حرام ذریعے سے مال جمع کیا، پھر اس میں سے صدقہ دیا، راہ خدا میں خرچ کیا، رشتہ داروں پر خرچ کیا یا اس مال سے غلام آزاد کیا تو بجائے اجر کے وبال ہوگا اور یہ شخص جہنم میں ڈالا جائے گا۔" (سنن ابی داؤد)

2: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ بدی کو بدی سے دور نہیں کرتا اور نہ غیبت سے غیبت کو مٹاتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی حرام مال سے خیرات کرتا ہے تو جہنم میں اپنا ٹھکانا بناتا ہے اور اس کے مال میں برکت نہیں ہوتی۔" (مسند امام احمد)

3: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو گوشت پوست اور جسم مال حرام سے بنا ہے اور اس نے حرام سے پرورش پائی ہے وہ جنت میں داخل نہ ہوگا، اس کا ٹھکانا آگ ہی ہے۔"

(سنن ترمذی) (مسند ابو یعلی) (سنن طبرانی)

دھوکہ اور فریب کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

"دھوکہ اور فریب جہنم میں ہے۔" (سنن طبرانی)

غلہ میں گرانی کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص غلہ میں گرانی کی کوشش کرتا ہے اور نرخ میں دخل دے کر غلہ کا بھاؤ مہنگا کرتا ہے ایسا شخص اس قابل ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو جہنم کی تہ میں ڈال دے۔"

سود کھانا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو لوگ صرافہ کرتے ہیں (چاندی سونے کی خرید و فروخت کرتے ہیں) اور اس میں احتیاط نہیں کرتے یعنی چاندی کے بدلے زائد چاندی اور سونے کے بدلہ میں زائد سونا لیتے ہیں ان کو دوزخ کی خوشخبری ہے۔" (سنن طبرانی)

بیوی کا مہر اور ادھار کی چیز واپس نہ کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص نے کسی عورت کا مہر مقرر کیا اور نیت یہ ہے کہ مہر ادا نہیں کروں گا تو جس دن مرتا ہے زانی ہو کر مرتا ہے۔ جس نے کوئی چیز قرض خریدی اور نیت یہ ہے کہ قیمت ادا نہیں کروں گا تو وہ خائن ہو کر مرتا ہے اور ان دونوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔"

(سنن طبرانی)

کیونکہ حق مہر بیوی سے صحبت کا ایک قسم کا معاوضہ ہے جو بغیر ادا کئے ایک طور پر زنا کے حکم میں آجاتا ہے' لیکن چونکہ نکاح کر لیا تھا اس لئے حقیقی طور پر نہ تو زنا ہوگا اور نہ اس پر حد زنا قائم ہوگی، صرف حق مہر ادا نہ کرنے کا گناہ ہوگا۔

ہمسایہ سے بدسلوکی کرنا:

ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

"فلاں عورت نماز پڑھتی ہے' صدقہ دیتی ہے' روزے رکھتی ہے، لیکن پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ستاتی رہتی ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایسی عورت جہنم میں ہے۔"

اسی طرح دوسری عورت کا ذکر کیا گیا کہ اس کا نماز روزہ کم ہے، صدقہ بھی کم ہے، لیکن اس کے پڑوسی اس امن میں ہیں۔

Marfat.com

فرمایا:

"وہ جنت میں ہے۔" (مسند امام احمد) (مسند بزار)

جھوٹی قسم اُٹھانا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص جھوٹی قسم کھائے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔"

(مستدرک حاکم) (سنن ابن ماجہ)

جھوٹی گواہی دینا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے مسلمان پر ایسی گواہی دی جس کا وہ اہل نہیں تو گواہی دینے والے نے اپنی جگہ جہنم میں بنالی۔"

(مسند احمد)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جھوٹے گواہ کے پاؤں قیامت میں حرکت نہ کرسکیں گے جب تک کہ اس پر جہنم نہ واجب کردی جائے۔"

(سنن ابن ماجہ) (مستدرک حاکم)

مرتے وقت ظالمانہ وصیت کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایک شخص ستر برس تک برابر اچھے عمل کرتا ہے، لیکن مرتے وقت کوئی ایسی وصیت کرتا ہے جو ظلم کو شامل ہوتی ہے تو اس کا خاتمہ شر پر ہوتا ہے اور وہ دوزخ میں ڈال دیا جاتا ہے۔" (مسند احمد) (سنن ابن ماجہ)

وصیت نہ کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وصیت ترک کرنا دنیا میں عار ہے اور آخرت میں نار (آگ) ہے۔" (سنن طبرانی)

غیروں کو مولا بتانا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے خدا کے علاوہ غیروں کو اپنا آقا اور مولا بتایا وہ اپنی جگہ دوزخ میں مقرر کرلے۔" (صحیح ابن حبان)

جھوٹ بولنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''جھوٹ سے دور رہو! یہ گناہ کے ساتھ دوزخ میں ہے۔'' (صحیح ابن حبان)

2: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جھوٹا آدمی جہنم میں جائے گا۔'' (مسند امام احمد)

زبان اور شرمگاہ کی حفاظت نہ کرنا:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سب سے زیادہ جو گناہ انسان کو جہنم کا مستحق بناتے ہیں وہ زبان اور شرمگاہ کے گناہ ہیں۔'' (صحیح بخاری مسلم)

2: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم عن اکثر مایدخل الناس الجنۃ قال: تقوی اللہ وحسن الخلق و سئل عن اکثر مایدخل الناس النار قال: الفم و الفرج''

(سنن الترمذی:363/4 وصحیح الترمذی:194/2)

''رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ جنت میں داخل ہونے کا سبب کونسی چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا تقویٰ اور اچھا اخلاق۔ پھر سوال کیا گیا کہ جہنم میں داخلے کا سب سے بڑا سبب کونسی چیز ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''زبان اور شرمگاہ۔''

زنا کرنا:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''(بدکار لوگ) زانیوں کے منہ جہنم کی آگ سے جلائے جائیں گے جس سے ان کے منہ بھڑکتے ہوں گے۔'' (سنن طبرانی)

2: جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''میں نے خواب میں دیکھا کہ کچھ لوگ ایک تنگ تنور کے منہ تک آتے ہیں۔ جب آگ نیچی ہوتی ہے تو وہ بھی نیچے گر جاتے ہیں۔ اس میں مرد اور عورتیں دونوں ہیں، مگر دونوں برہنہ ہیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ یہ میری امت کے زنا کار ہیں۔'' (صحیح بخاری)

3: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ساتوں آسمان اور زمین بوڑھے زنا کار پر لعنت کرتے ہیں۔ زانیوں کی شرمگاہ سے ایسی بدبو آتی ہوگی جس سے دوزخیوں کو بھی تکلیف ہوگی۔'' (بخاری و مسلم)

4: منقول ہے کہ شیطان اپنے لشکر زمین میں پھیلا دیتا ہے اور انہیں کہتا ہے:

Marfat.com

"تم میں جو کسی مسلمان کو گمراہ کرے گا' میں اس کے سر پر ایک تاج پہناؤں گا۔"

چنانچہ ان میں جو زیادہ فتنہ باز ہوتا ہے' وہ مرتبے کے لحاظ سے شیطان سے اتنا ہی نزدیک ہوتا ہے۔ جب وہ لوٹتے ہیں تو ان میں ایک کہتا ہے:

"میں نے فلاں کو اس وقت تک نہ چھوڑا' جب تک اس نے اپنی بیوی کو طلاق نہ دے دی۔"

شیطان اسے جواب دیتا ہے:

"تو نے کوئی بڑا کام نہیں کیا' قریب ہے کہ وہ شخص کسی دوسری سے شادی کرلے۔"

پھر دوسرا آتا ہے اور کہتا ہے:

"میں فلاں کے ساتھ اس وقت تک رہا' جب تک اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان جدائی نہ کروا دی۔"

شیطان اسے بھی یونہی کہتا ہے:

"تو نے کوئی بڑا کام نہیں کیا' عنقریب وہ اس سے صلح کرلے گا۔"

پھر ایک اور آتا ہے اور کہتا ہے:

"میں فلاں کے ساتھ رہا حتی کہ اس نے زنا کرلیا۔"

یہ سن کر شیطان کہتا ہے:

"ہاں تو نے کام کیا ہے۔"

پھر اسے خود سے قریب کرلیتا ہے اور تاج اس کے سر پر رکھ دیتا ہے۔

(کتاب الکبائر، صفحہ نمبر: 58)

5: نفس و شیطان کے بہکاوے میں آکر وقتی لذت کی خاطر زنا کا ارتکاب کرنے والے مرد یا عورت اگر غیر شادی شدہ ہوں تو ان کی شرعی سزا یہ ہے کہ انہیں کسی نرمی کے بغیر اعلانیہ طور پر 100 کوڑے مارے جائیں گے' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة ولاتاخذكم بهما رافة في دين الله ان كنتم تومنون بالله واليوم الاخر وليشهد عذابهما طائفة من المومنين۔

"جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں اگر تم ایمان لاتے ہو اللہ اور پچھلے دن پر اور چاہئے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ حاضر ہو۔" (سورۃ النور، آیت نمبر: 2)

6: اور اگر کوئی شادی شدہ مرد یا عورت اس فعل میں مبتلا ہو جائیں تو بالاجماع اسے سنگسار کردیا جائے گا۔ البحر الرائق میں ہے: "اگر زنا کرنے والا شادی شدہ ہو تو اسے کسی کھلی جگہ میں پتھر مارے جائیں حتی کہ مر جائے۔"

Marfat.com

(البحرالرائق' کتاب الحدود' جلد نمبر 5' صفحہ نمبر: 13)

7: مذکورہ بالا سزاؤں کا تعلق دنیاوی زندگی سے ہے اگر ایسا شخص بغیر توبہ کے مر گیا تو اسے انتہائی دردناک عذابات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

چنانچہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھانے کے بعد ہماری جانب متوجہ ہوکر فرمایا:

''آج رات میں نے دیکھا کہ میرے پاس دو شخص آئے اور مجھے زمین مقدس کی طرف لے گئے۔ ہم ایک تنور کی مثل گڑھے کے پاس پہنچے' جس کا اوپر کا حصہ تنگ اور نیچے سے کشادہ تھا۔ اس میں آگ بھڑک رہی تھی اور اس آگ میں کچھ مرد اور عورتیں برہنہ ہیں۔ جب آگ کا شعلہ بلند ہوتا تو وہ لوگ اوپر آجاتے ہیں تو شعلے کے ساتھ وہ بھی اندر چلے جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا: ''یہ کیا ہے؟ ان دونوں نے جواب دیا: ''یہ لوگ زنا کرنے والے ہیں۔''

(بخاری' کتاب الجنائز' رقم 1386، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 467)

8: علامہ شمس الدین ذہبی علیہ الرحمۃ نقل فرماتے ہیں کہ زبور شریف میں ہے:

''بے شک زنا کرنے والوں کو ان کی شرمگاہوں کے ذریعے آگ میں لٹکا دیا جائے گا اور انہیں لوہے کے کوڑوں سے مارا جائے گا۔ جب وہ مار کے سبب فریاد کریں گے تو عذاب کے فرشتے کہیں گے: ''یہ آواز اس وقت کہاں تھی جب تم ہنستے تھے' خوش ہوتے تھے اور اتراتے تھے' نہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے اور نہ اس سے حیاء کرتے تھے۔'' (کتاب الکبائر: صفحہ: 55)

9: حضرت مکحول دمشقی تابعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''دوزخیوں کو شدید بدبو محسوس ہوگی تو وہ کہیں گے: ''ہم نے اس سے گندی بدبو کبھی محسوس نہیں کی۔'' تو انہیں بتایا جائے گا کہ ''یہ زانیوں کی شرمگاہوں کی بدبو ہے۔''

(کتاب الکبائر: صفحہ 57)

10: منقول ہے:

''جہنم میں ایک وادی ہے جس میں سانپ اور بچھو ہیں۔ ہر بچھو خچر کے برابر موٹا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے ستر ڈنک ہیں اور ہر ڈنک میں ایک زہر کی تھیلی ہے۔ یہ زانی کو ڈنک ماریں گے اور اپنا زہر اس کے بدن میں چھوڑ دیں گے' زانی اس کے درد کی تکلیف کو ہزار سال تک محسوس کرے گا۔ پھر اس کا گوشت زرد پڑ جائے گا اور اس کی شرمگاہ سے پیپ اور زرد پانی بہنے لگے گا۔'' (کتاب الکبائر: صفحہ: 59)

11: کتاب الکبائر میں ہے:

''جس نے کسی ایسی عورت کو شہوت کے ساتھ چھوا جو اس کے لئے حلال نہ تھی تو وہ قیامت کے دن اس

Marfat.com

حال میں آئے گا کہ اس کا ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھا ہوگا۔ اگر اس نے اس عورت کا بوسہ لیا ہوگا تو اس کے ہونٹوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جائے گا۔ اگر اس کے ساتھ زنا کیا ہوگا تو اس کی ران بروز قیامت اس کے خلاف گواہی دے گی اور کہے گی: ''میں حرام کام کے لئے سوار ہوئی تھی۔'' یہ سن کر اللہ تعالیٰ اس شخص کی جانب نگاہ غضب سے دیکھے گا تو اس کے چہرے کا گوشت جھڑ جائے گا۔ یہ شخص زنا کا انکار کرتے ہوئے کہے گا: ''میں نے تو زنا نہیں کیا۔''

مگر اس کی زبان اس کے خلاف گواہی دے گی: ''میں نے اس کے ساتھ کلام کیا تھا جو حلال نہ تھی۔'' اس کے ہاتھ کہیں گے: ''ہم حرام کے لئے بڑھے تھے۔'' اس کی آنکھیں کہیں گی: ''ہم نے حرام کو دیکھا تھا۔'' اس کے پیر کہیں گے: ''ہم حرام کی جانب چلے تھے۔'' اس کی شرمگاہ کہے گی: ''میں نے زنا کیا تھا۔'' اعمال لکھنے والے فرشتوں میں سے ایک کہے گا: ''میں نے سنا تھا۔'' دوسرا کہے گا: ''اور میں نے لکھا تھا۔''

اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میں اس کے کام پر مطلع تھا اور میں نے اس پر پردہ رکھا تھا۔'' پھر فرمائے گا: ''اے میرے فرشتو! اسے پکڑ لو اور میرا عذاب اسے چکھاؤ۔ بے شک اس پر میرا عذاب شدید ہوتا ہے' جو مجھ سے شرم و حیاء میں کمی کرتا ہے۔''

(کتاب الکبائر' صفحہ 59)

12: حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوران سفر ایک آگ کے پاس سے گزرے جو ایک مرد پر جل رہی تھی۔ آپ نے اس آگ کو بجھانے کے لئے اس پر پانی ڈالا۔ اچانک اس نے ایک لڑکے کی صورت اختیار کرلی اور وہ مرد آگ بن گیا۔ آپ کو اس سے بہت تعجب ہوا اور آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی: ''اے میرے رب! ان دونوں کو ان کے دنیاوی حال پر لوٹا دے تاکہ میں ان سے ان کے بارے میں پوچھ سکوں۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ فرمادیا۔ آپ نے دیکھا کہ وہ ایک مرد اور ایک لڑکا تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا: ''تم دونوں کو کیا معاملہ ہے؟'' مرد نے جواب دیا: ''اے روح اللہ! میں دنیا میں اس لڑکے کی محبت میں گرفتار ہوگیا تھا' شہوت نے مجھے ابھارا کہ میں اس سے برا کام کروں پھر جب میں اور یہ لڑکا مر گئے' تو یہ آگ بن گیا' جو مجھے جلاتا ہے اور میں بھی آگ بن کر اسے جلاتا ہوں۔ پس ہمارا یہ عذاب قیامت تک جاری رہے گا۔'' (کتاب الکبائر' ص 66)

چغلی کھانے اور گالی دینے والا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''چغلخوری' گالی اور جاہلانہ عصبیت (ناحق طرف داری کرنا) جہنم میں ہیں۔'' (سنن طبرانی)

ان صفات کے حامل افراد بھی دوزخ میں جائیں گے۔

Marfat.com

عیب جوئی کرنا:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس نے کسی شخص پر ایسا عیب لگایا جو اس میں نہیں ہے تو خدا اس عیب لگانے والے کو دوزخ میں قید رکھے گا یہاں تک کہ وہ اپنے کئے کی سزا پائے۔“ (سنن طبرانی)

2: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس نے کسی پر عیب لگایا وہ جہنم میں لایا جائے گا اور اس کو اہل دوزخ کا پیپ اور لہو پلایا جائے گا۔“ (سنن ابی داؤد)

تصویر کشی کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ہر مصور (فوٹوگرافر وغیرہ) آگ میں ہے۔ ہر تصویر کو ایک زندگی عطا کی جائے گی اور یہ تصویر اپنے مصور کو دوزخ میں عذاب دے گی۔“ (صحیح بخاری و مسلم)

شوہر کی ناراض ہونا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”عورت کے لئے اس کا شوہر جنت اور دوزخ کا حکم رکھتا ہے۔“

مطلب یہ ہے کہ اگر شوہر خوش ہے تو عورت کے لئے جنت ہے اور اگر ناراض ہے تو عورت کا ٹھکانا جہنم ہے۔

خلیفہ برحق کی بیعت توڑنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت میں کوئی سوال نہ کیا جائے گا اور بغیر سوال و جواب ہی جہنم میں بھیج دیئے جائیں گے۔ ایک وہ شخص جو مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو گیا اور امام کی بیعت کو توڑ دیا۔ دوسرا وہ غلام جو آقا سے چھپ کر بھاگ گیا اور اسی حالت میں مر گیا۔ تیسری وہ عورت جس کا خاوند موجود نہ تھا اور اس نے اس کی عدم موجودگی میں اس کے حق کی خیانت کی۔“ (صحیح ابن حبان)

مسلمان پر ہتھیار اُٹھانا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”کسی مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ بھی نہ کرو! تمہیں کیا خبر کہ شیطان تمہارے ہاتھ سے اس ہتھیار کو مشار الیہ (جس پر ہتھیار سے اشارہ کیا گیا ہے اس) تک پہنچا دے اور تم جہنم کے گڑھوں میں سے کسی گڑھے میں جا پڑو۔“ (بخاری و مسلم)

Marfat.com

مسلمان کی اہانت کرنا:

سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"من اکل برجل مسلم اکلة فان اللہ یطعمه مثلها من جهنم ومن کسی ثوبا برجل مسلم فان اللہ یکسوه مثله من جهنم ومن قام برجل مقام سمعة ورياء فان اللہ یقوم به مقام سمعة ورياء یوم القیامة"

(سنن ابی داؤد: 270/4)(مسند امام احمد: 229/4)(سلسلة الصحیحه: 632/2)

"جس نے کسی مسلمان کی اہانت کر کے کھانا کھایا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں جہنم کی آگ سے اسی قدر لقمے اسے کھلائے گا اور جس نے کسی مسلمان کی توہین کر کے لباس حاصل کیا اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی آگ سے اسی قدر لباس پہنائے گا اور جس نے دنیا میں کسی آدمی کا شہرت اور ریاکاری کی غرض سے ساتھ دیا اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں شہرت وریاکاری کے مقام پر کھڑا کرے گا۔"

رسول اللہ ﷺ کی جانب وہ بات منسوب کرنا جو آپ نے نہ کہی ہو:

1: "عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللہ علیه واله وسلم قال: تسموا باسمی ولا تکتنوا بکنیتی ومن رانی فی المنام فقد رانی فان الشیطان لا یتمثل فی صورتی ومن کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعده من النار" (صحیح بخاری: 36/1)

"سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرے نام کے مطابق اپنے نام رکھو، لیکن میری کنیت (ابو القاسم) اختیار نہ کرو اور جس نے خواب میں مجھے دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا ہے، کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا اور جس نے عمداً میری طرف غلط بات منسوب کی تو وہ اپنا مقام جہنم کی آگ میں بنالے۔"

2: "عن علی قال قال النبی صلی اللہ علیه وسلم لا تکذبوا علی فانه من کذب علی فلیلج النار" (صحیح بخاری: 35/1 وصحیح مسلم: 9/1)

"سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری طرف جھوٹ گھڑ کر منسوب نہ کرو کیونکہ جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا وہ آگ میں داخل ہوگا۔"

سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"میں نے اپنے والد زبیر بن العوام سے دریافت کیا کہ آپ رسول اللہ ﷺ سے اس قدر احادیث بیان نہیں کرتے جتنی فلاں فلاں صحابہ بیان کرتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا ہوں، لیکن آپ سے سنے ہوئے فرمان (کہ جس نے میرے اوپر جھوٹ بولا اپنا ٹھکانہ جہنم کی آگ

Marfat.com

میں بنالے) کی وجہ سے ڈرتا ہوں کہ کہیں کوئی غلط بات آپ کی طرف منسوب ہوجائے اور اس کی پاداش میں میں سزا کا مستحق بن جاؤں۔" (صحیح بخاری: 35/1)

3: "قال انس انه ليمنعني ان احدثكم حديثا كثيرا ان النبي صلى الله عليه وسلم قال: من تعمد على كذبا فليتبوا مقعده من النار"

(صحیح بخاری: 35/1 وصحیح مسلم: 10/1)

"سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے زیادہ احادیث بیان کرنے میں آپ ﷺ کا یہ فرمان رکاوٹ ہے: جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا اپنا ٹھکانہ جہنم کی آگ بنالے۔"

ان احادیث کا یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ دوسرے صحابہ احادیث روایت کرنے میں غیر محتاط اور غلط باتیں آپ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ ہم اس معاملہ میں بہت زیادہ احتیاط کرتے ہیں اور آپ کی طرف غلط بات منسوب ہوجانے کے خدشہ کی وجہ سے خاموش رہتے ہیں، کیونکہ انسان سے غلطی ممکن ہے، جبکہ دوسرے صحابہ اپنے یقین کی بنیاد پر احادیث بیان کر دیتے ہیں تاکہ کتمان علم (علم کے چھپانے) کے جرم سے بچ سکیں۔ اس لئے دونوں فریق اپنی اپنی رائے اور عمل کے لحاظ سے حق بجانب ہیں۔

4: "عن سلمة بن الاكوع قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول من يقل على مالم اقل فليتبوا مقعده من النار"

(صحیح بخاری: 35/1)

"سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے مجھ پر وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی تو اس کا مقام جہنم کی آگ ہے۔"

5: "عن المغيرة بن شعبة قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ان كذبا على ليس ككذب على احد فمن كذب على متعمدا فليتبوا مقعده من النار" (صحیح بخاری: 81/8 ومقدمہ مسلم: 11/1)

"سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ بولنا عام آدمی پر جھوٹ بولنے کی طرح نہیں ہے، کیونکہ جس نے مجھ پر جھوٹ بولا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔"

مسلمان کا حق چھیننا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

"من اقتطع حق امریء مسلم بیمینه فقد اوجب له النار وحرم علیه الجنة فقال له رجل: وان کان شیئا یسیرا یارسول اللہ وقال ان کا قضیبا من اراك"(صحیح مسلم:122/1)

"جس نے جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا حق چھینا اللہ نے اس کے لئے جہنم کی آگ واجب کر دی اور جنت حرام کر دی۔ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر وہ معمولی سی چیز ہو تب بھی اس پر جنت حرام ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: خواہ وہ پیلو کے درخت کی ایک چھڑی ہی کیوں نہ ہو۔"

جاہلانہ بحث ومناظرہ اور فضول گفتگو کرنا:

ہر وہ بحث جو جہالت (لاعلمی) اور عدم بصیرت کی بناء پر کی جائے اور اس سے باطل کی تائید اور اس کی طرف دعوت دینا مقصود ہو ناپسندیدہ ہے۔یہی بحث زبان کی آفات میں سے ایک خطرناک آفت ہے۔

1: چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

"ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ویتبع کل شیطن مرید کتب علیه انه من تولاہ فانه یضله ویهدیه الی عذاب السعیر"

(سورۃ الحج، آیت نمبر:4,3)

"بعض لوگ ایسے ہیں جو علم کے بغیر اللہ کے بارے میں بحثیں کرتے اور ہر سرکش شیطان کی پیروی کرنے لگتے ہیں، حالانکہ اس کے تو نصیب ہی میں یہ لکھا ہے کہ جو اس کو دوست بنائے گا وہ اسے گمراہ کر کے چھوڑے گا اور جہنم کا راستہ دکھائے گا۔"

2: اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

"ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ولاهدولا کتب منیر ثانی عطفه لیضل عن سبیل اللہ له فی الدنیا خزی ونذیقه یوم القیمة عذاب الحریق"(سورة الحج)

"کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو کسی علم ہدایت اور روشنی بخشنے والی کتاب کے بغیر گردن اکڑائے ہوئے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں، تاکہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بھٹکا دیں تو ایسے شخص کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن ہم اسے آگ کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔"

3: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

"ویجادلون الذین کفروا بالباطل لیدحضوا به الحق واتخذوا ایتی وماانذروا هزوا"(سورة الکهف، آیت نمبر:56)

"کافروں کا حال یہ ہے کہ وہ باطل کے ہتھیار لے کر حق کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتے ہیں اور انہوں نے

Marfat.com

میری آیات اور تنبیہات کو جو انہیں کی گئی تھیں مذاق بنا لیا ہے۔"

4: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فلارفث ولافسوق ولاجدال فی الحج"

(سورۃ البقرۃ، آیت نمبر:197)

"حج کے دوران اس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی بدعملی اور کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو۔"

5: "عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما قال :ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: لاتعلموا العلم لتباھوا بہ العلماء ولالتماروا بہ السفہاء ولالتخیروا بہ المجالس فمن فعل ذالک فالنار النار"

(سنن ابن ماجہ:93/1 وصحیح ابن ماجہ:46/1)

"سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اس لئے علم حاصل نہ کرو کہ اس کی وجہ سے تم علماء پر فخر کرو گے اور کم عقلوں سے بحث کرو گے اور نہ ہی اس لئے کہ من پسند مجالس میں شرکت کرو گے، پس جس شخص نے ان مقاصد کے لئے علم حاصل کیا تو اس کے لئے آگ ہی آگ ہے۔"

6: "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ انہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان العبد لیتکلم بالکلمۃ مایتبین فیھا یھوی بھا فی النار ابعدمابین المشرق والمغرب"

(صحیح بخاری:148/7 وصحیح مسلم:2290/4)

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: بندہ سوچے سمجھے بغیر ایسی بات کر دیتا ہے جس کی وجہ سے مشرق و مغرب کے درمیان مسافت سے بھی زیادہ دور جہنم کی آگ میں جا گرتا ہے۔"

7: "عن ابی ھرۃ رضی اللہ عنہ قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الرجل لیتکلم بالکلمۃ من سخط اللہ لایری بھا باسا فیھوی بھا فی نار جھنم سبعین خریفا"

(سنن ابن ماجہ:1313/2 صحیح ابن ماجہ:358/2)

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ لاپرواہی سے اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دینے والی بات کو معمولی جانتے ہوئے کر دیتا ہے جس کے نتیجے میں ستر برس کے لئے جہنم کی آگ میں جا گرتا ہے۔"

8: "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال :ان العبدلیتکلم بالکلمۃ من رضوان اللہ لا یلقیٰ لھا بالا یرفع اللہ بھا درجات وان العبدلیتکلم بالکلمۃ

Marfat.com

من سخط اللہ لا یلقیٰ لھا بالا یھوی بھا فی جھنم" (صحیح بخاری:185/7)

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: انسان لاپرواہی سے اللہ کی رضا کا ایک کلمہ بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے کئی درجات بلند فرمادیتا ہے اور کبھی انسان لاپرواہی سے اللہ کی ناراضگی کا ایک کلمہ بولتا ہے اور اس کی وجہ سے جہنم کی آگ میں جا گرتا ہے۔"

قتل کرنا:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قاتل و مقتول جب ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں تو دونوں دوزخی ہیں۔"

کسی نے عرض کیا:

"مقتول کا کیا قصور ہے۔؟"

فرمایا:

"وہ بھی اپنے مقابل کے قتل کا ارادہ کرتا تھا۔ یہ اتفاقی امر ہے کہ وہ بجائے قتل کرنے کے خود قتل ہو گیا۔" (مشکوۃ المصابیح)

2: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا::

"اگر سارے زمین و آسمان والے مل کر کسی بے گناہ مسلمان کو قتل کریں گے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان سب کو اوندھے منہ دوزخ میں ڈالے گا۔"

(سنن طبرانی)

3: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت میں مقتول کا سر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور دوسرے ہاتھ میں وہ قاتل کا گریبان پکڑے ہوئے ہوگا۔ مقتول کی رگوں سے تازہ خون بہہ رہا ہوگا۔ یہ اسی حالت میں عرش کے نزدیک پہنچ کر عرض کرے گا: الٰہی! مجھے اس نے قتل کیا ہے۔ حضرت حق تعالیٰ کی طرف سے قاتل کو پیغام ہلاکت سنایا جائے گا اور دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔" (ترمذی)

خودکشی:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس نے اپنی جان کو ہلاک کیا تو قیامت میں اس کو یہی عذاب دیا جائے گا کہ وہ اپنی جان کو ہلاک کرتا رہے گا۔ پھر جس طرح سے اپنی جان کو دنیا میں ہلاک کیا ہے اسی طرح دوزخ میں بھی ہلاک کرتا رہے گا۔ جس نے اپنے آپ کو دنیا میں پہاڑ سے گرایا ہوگا وہ پہاڑ سے گرایا جاتا رہے گا' جس نے زہر پیا وہ زہر پلایا جاتا رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو چھری سے قتل کیا وہ چھری سے ذبح ہوتا رہے گا۔"

Marfat.com

(صحیح بخاری و مسلم)

مطلب یہ ہے کہ جس نے جس فعل سے دنیا میں خودکشی کو واقع کیا ہے دوزخ میں اسی طریقہ سے اسے سزا دی جائے گی۔

2: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے اپنا گلا گھونٹا اس کا دوزخ میں گلا گھونٹا جائے گا اور جس نے اپنے آپ کو زخم لگایا وہ زخم لگایا جائے گا۔'' (صحیح بخاری)

3: ایک مسلمان مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ کفار سے جہاد کر رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا:

''ہماری جماعت میں یہ جہنمی ہے۔''

لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کلام پر تعجب ہوا کہ ایک مسلمان جو جہاد میں شریک ہے جہنمی کیسے ہوگا؟ چنانچہ ایک شخص نہایت خاموشی کے ساتھ اس کی نگرانی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ شخص زخموں سے چور ہو کر گر پڑا اور زخموں کی تکلیف برداشت نہ کرتے ہوئے اپنی تلوار سے خود ہی اپنی گردن کاٹ ڈالی تو وہ جو نگرانی کر رہا تھا بھاگا ہوا سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''آدمی تمام عمر اچھے کام کرتا ہے، لیکن آخر وقت میں اس سے ایسا فعل سرزد ہو جاتا ہے جس کے باعث جہنم میں جھونک دیا جاتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

4: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن دوزخ میں ایک گردن نمودار ہوگی جو میدان حشر کی مخلوق کو خطاب کرتے ہوئے کہے گی: میں اس لئے مقرر کی گئی ہوں کہ تین قسم کے آدمیوں کو گھسیٹ کر جہنم میں لے جاؤں۔ ایک مشرک کو، دوسرے سرکش متکبر کو، تیسرے اس قاتل کو جس نے ناحق کسی انسان کا قتل کیا۔'' (مسند امام احمد)

قاضی اور حکمران کا عدل نہ کرنا:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قاضی تین قسم کے ہوتے ہیں: جس نے جان بوجھ کر ناانصافی کی وہ قاضی دوزخی ہے، جس نے قانون سے ناواقفیت کے باعث ناانصافی کی وہ بھی دوزخی ہے اور جس نے حق کو پہچانا اور حق کے موافق حکم دیا صرف وہ جنتی ہے۔''

(سنن ابوداؤد) (سنن ترمذی) (سنن ابن ماجہ)

2: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''امارت (سربراہی) کی ابتداء ملامت ہے، آگے چل کر ندامت ہے اور آخر میں دوزخ کا عذاب ہے، مگر جس نے انصاف کیا، لیکن قرابتداری اور رشتہ داری میں کون انصاف کرتا ہے۔'' (مسند بزار) (سنن

Marfat.com

طبرانی)

3: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کوئی شخص اگر دس آدمیوں پر بھی والی مقرر ہوا تو قیامت کے دن خدا کے سامنے اس طرح آئے گا کہ اس کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہوگا۔ اس کی نیکیوں نے یا تو اس کو نجات دلا دی ہوگی یا اس کے گناہوں نے اس کو ہلاک کر دیا ہوگا۔ سربراہی کی ابتداء ملامت' درمیان میں ندامت اور آخر میں قیامت کی رسوائی اور عذاب الیم (جہنم) ہے۔" (مسند امام احمد)

4: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص مسلمانوں کے کسی امر کا والی مقرر ہوا تو قیامت کے دن اس کو جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا' اگر منصف تھا تو نجات ہو جائے گی اور اگر گناہگار تھا تو پل ٹوٹ جائے گا اور یہ ستر سال کے فاصلہ پر نیچے گرا دیا جائے گا۔" (سنن طبرانی)

5: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت میں ظالم حاکم سے اس کی رعایا جھگڑا کرے گی اور حجت و دلائل اور بحث و مباحثے سے اس پر غالب آجائے گی تو اس ظالم کو حکم ہوگا کہ جاؤ جہنم میں ایک جگہ تمہارے لئے خالی ہے اسے پر کرو۔" (مسند بزار)

6: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص میری امت میں سے کسی جماعت کا امیر بنا۔ وہ جماعت قلیل تھی یا کثیر۔ پھر اس حاکم نے انصاف نہیں کیا تو خدا اسے اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔"

(سنن طبرانی) (مستدرک امام حاکم)

7: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جہنم میں ایک جنگل کا نام "ہب ہب" ہے۔ اس جنگل میں ظالم مجسٹریٹ عذاب کئے جائیں گے۔ اللہ کو یہ حق ہے کہ ہر ظالم کو اس جنگل میں عذاب دے۔"

(سنن طبرانی)

8: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص کسی کو محض اپنی قرابت اور رشتہ داری کے باعث کسی محکمہ کا افسر بناتا ہے تو اس پر خدا کی لعنت ہے (وہ خدا کی رحمت سے دور رہے گا) اس کا فرض اور نفل کچھ قبول نہیں ہوتا اور وہ جہنم میں داخل کیا جاتا ہے۔"

(مستدرک امام حاکم)

Marfat.com

حقوق کی ادائیگی نہ کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا:

''مفلس کون ہے۔؟''

لوگوں نے عرض کیا:

''جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو۔''

فرمایا:

''وہ مفلس نہیں، بلکہ مفلس وہ ہے جو قیامت میں روزہ' نماز اور زکوٰۃ کا ڈھیر لے کر آئے، لیکن اس نے دنیا میں کسی پر ظلم کیا تھا' کسی کو گالی دی تھی' کسی پر تہمت لگائی تھی' کسی کو قتل کیا تھا یا وہ کسی قسم کی تکلیف پہنچائی تھی تو قیامت میں اس کی تمام نیکیاں مظلوم کو دلوادی گئیں اور مظلوم کے گناہ اس کی گردن پر رکھ دیئے گئے اور پھر اس کو جہنم میں ڈال دیا گیا۔ حقیقی مفلس یہ ہے اور اس سے بڑھ کر کون مفلس ہو سکتا ہے۔''

(صحیح مسلم)(سنن ترمذی)

رشوت لینا دینا اور دلوانا:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''رشوت دینے والا اور لینے والا جہنم میں ہے۔''(سنن طبرانی)

2: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''رشوت دینے والا' لینے والا' دلوانے والا تینوں دوزخ میں ہیں۔''

(مسند احمد)(مسند بزار)(سنن طبرانی)

3: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص کسی قسم کا والی اور قاضی مقرر ہوا وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں پیش ہوگا کہ اس کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہوگا' پھر اگر وہ رشوت خور نہ تھا اور اس کے تمام فیصلے حق پر مبنی تھے تو وہ آزاد کر دیا جائے گا، لیکن اگر وہ رشوت خور تھا اور مال لے کر فیصلہ حق کے خلاف کرتا تھا تو اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور وہ پانچ برسوں کی راہ کے مثل گہرائی میں جا پڑے گا۔''(سنن طبرانی)

شراب پینا:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تین آدمی جنت میں نہیں جا سکتے۔ ایک شراب کا عادی' دوسرا قاطع رحم' تیسرا جادو کی تصدیق کرنے والا۔ جو شراب سے توبہ کئے بغیر مر جائے گا اس کو قیامت میں ''غوطہ'' کا پانی پلایا جائے گا۔''

Marfat.com

کسی نے دریافت کیا:
''غوطہ کیا ہے۔؟''
فرمایا:
''غوطہ'' ایک نہر ہے جس میں زانیوں کی شرمگاہ کا پیپ ملا لہو بہتا ہے۔ شرابیوں کی اس قدر بدبو ہو گی کہ اس سے اہل دوزخ بھی پریشان ہو جائیں گے۔''

(مسند امام احمد) (مسند ابویعلی) (صحیح ابن حبان)

2: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ نے یہ عہد کیا ہے کہ شرابی کو 'طینۃ لخبال' پلائے گا۔''
کسی نے پوچھا:
''طینہ الخبال کیا ہے۔؟''
فرمایا:
''دوزخیوں کے زخموں سے نکلا ہوا پیپ ملا لہو اور پسینہ۔''

3: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''اگر کوئی شراب پی کر اسی حالت میں مر گیا تو جہنم میں گیا۔'' (صحیح ابن حبان)

مال غنیمت میں خیانت کرنا:

1: ''کرکرہ'' نامی شخص کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''وہ جہنم میں ہے۔''
لوگ اس کی وجہ تلاش کرنے نکلے تو معلوم ہوا کہ اس نے مال غنیمت سے ایک عبا (جبہ) کی خیانت کی تھی۔''
(صحیح بخاری)

2: خیبر کی جنگ میں جو لوگ شہید ہوئے تھے ان کے متعلق صحابہ آپس میں ذکر کر رہے تھے کہ فلاں فلاں شخص شہید ہو گیا اور فلاں فلاں آدمی شہید ہو گئے۔ شہدائے میں سے ایک شخص کے نام پر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''نہیں وہ تو شہید نہیں ہوا۔ میں نے تو اس کو جہنم میں دیکھا ہے۔''
صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس پر سخت حیرت ہوئی تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''تمہیں معلوم نہیں اس نے مال غنیمت میں سے ایک چادر ایک عبا چھپائی تھی۔''
پھر فرمایا:
''لوگوں میں یہ اعلان کر دو کہ جنت میں سوائے ایمان والوں کے کوئی دوسرا نہ جائے گا۔'' (صحیح مسلم)
(سنن ترمذی)

Marfat.com

اکثر اہل دوزخ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے دوزخ میں دیکھا تو مالداروں اور عورتوں کو بہت زیادہ پایا۔'' (مسند امام احمد)

تعظیم طلب کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اس بات کی آرزو کرتا ہے کہ لوگ اس کے سامنے ہاتھ باندھے ہوئے کھڑے رہیں یا اس کی تعظیم کریں تو وہ اپنی جگہ جہنم میں بناتا ہے۔'' (سنن ابوداؤد)

پیٹ کے بل سونا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''پیٹ کے بل سونا اہل جہنم کا سونا ہے۔'' (سنن ابن ماجہ)

غصہ اور حسد کرنا:

1: حدیث مبارکہ میں ہے:

''جہنم میں ایک دروازہ ہے اس سے وہ لوگ داخل ہوں گے جن کا غصہ کسی گناہ ہی کے بعد ٹھنڈا ہوتا ہے۔'' (ابن ابی الدنیا)

2: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''چھ آدمی ایسے ہیں جو بغیر حساب ایک سال پیشتر جہنم میں داخل کر دیئے جائیں گے۔''

کسی نے دریافت کیا:

''یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں۔؟''

فرمایا:

''امراء وسلاطین ظلم کے سبب سے، اہل عرب عصبیت (قومی تفاخر) کے سبب سے، دہقان تکبر کے سبب سے، تاجر لوگ خیانت کے سبب سے، گاؤں کے لوگ جہالت کے سبب سے اور علماء حسد کے سبب سے۔'' (زواجر ابن حجر مکی)

ان میں سے جو ظالم، فاخر، متکبر، خائن، جاہل اور حاسد نہیں وہ مستثنیٰ ہیں۔

تکبر کرنا:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہے وہ جنت میں نہ جائے گا۔''

Marfat.com

(صحیح مسلم)(سنن ابی داؤد)(سنن ترمذی)(سنن ابن ماجہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"متکبر قیامت میں چیونٹیوں کے مثل ہوں گے، ان کو اہل محشر روندتے ہوں گے' آگ ان کو چاروں طرف گھیر لے گی' جہنم کے ایک خاص قید خانہ میں ان کو عذاب دیا جائے گا جس کا نام "بولس" ہے۔ ان پر "نارالانہار" یعنی نہایت تیز آگ جلائی جائے گی اور ان کو دوزخیوں کے زخموں سے نکلا ہوا۔ ریشہ اور کچا لہو پینے کو دیا جائے گا۔"

(سنن ترمذی)

3: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"کیا تم کو اہل جہنم سے مطلع نہ کردوں؟ ہر وہ شخص جس کا دل سخت ہو' حرام ہو' حرام مال سے موٹا ہو گیا ہو' تکبر کا عادی ہو۔ یاد رکھو! جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی غرور و تکبر ہوگا تو اس کو اللہ تعالیٰ اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔"

(صحیح بخاری)(صحیح مسلم)

خدا سے بدظنی رکھنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ کوئی بندہ اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان نہ کرے۔" (سنن ابن ماجہ)

بدعت کو فروغ دینا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"ہر بدعت جو اسلام میں پھیلائی جائے وہ گمراہی ہے اور گمراہی کا انجام جہنم ہے۔"

(سنن ابی داؤد)(سنن ترمذی)

علم پر عمل نہ کرنا:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جس شخص نے علم دین اس لئے حاصل کیا کہ دین سے دنیا کمائے تو اس کو جنت کی ہوا بھی نہ لگے گی۔"

(ابوداؤد)(ابن ماجہ)

2: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"جس نے علم اس لئے حاصل کیا کہ علماء سے مناظرہ اور مقابلہ کرے، جہلاء کو شک میں ڈالے اور اپنی چرب زبانی اور خوش بیانی سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں داخل کرے

Marfat.com

گا۔'' (سنن ترمذی) (ابن ابی الدنیا)

3: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس سے علم دین کی کوئی بات دریافت کی گئی یا کوئی مسئلہ پوچھا گیا لیکن اس نے دنیاوی مصالح کی بنا پر اس کو چھپایا تو یہ عالم قیامت میں ایسی حالت کے ساتھ آئے گا کہ اس کے منہ میں آگ کی لگام ہوگی۔''

(ترمذی۔ابن ماجہ)

4: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو عالم لوگوں کو نصیحت نہیں کرتا اس کے ہونٹ جہنم کی قینچی سے کاٹے جائیں گے۔'' (صحیح مسلم)

5: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت میں ایک شخص دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ اس کا پیٹ پھٹ کر انتڑیاں باہر نکل پڑیں گی۔ وہ ان آنتوں کے چاروں طرف اس طرح گھوم رہا ہوگا جس طرح چکی کا گدھا چاروں طرف گھوما کرتا ہے۔ اہل دوزخ اس کے پاس جمع ہو جائیں گے اور تعجب کے ساتھ دریافت کریں گے: یہ کیا بات ہے؟ تو تو دنیا میں بہت بڑا عالم تھا۔ ہم کو نصیحت کیا کرتا تھا' وعظ سنایا کرتا تھا اور آج تیری یہ حالت ہے۔؟ وہ کہے گا: میں تم کو نصیحت کیا کرتا تھا، لیکن خود عمل نہ کرتا تھا۔''

(صحیح بخاری) (صحیح مسلم)

6: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے عمل عالم کی مثال ایسی ہے جیسے چراغ کہ یہ دوسروں کو تو روشنی پہنچاتا ہے، لیکن اپنے آپ کو جلاتا ہی رہتا ہے۔''

7: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''عالم بے عمل جب جہنم میں داخل ہوگا تو اس میں اس قدر بدبو ہوگی کہ اہل دوزخ کا دماغ چکرا جائے گا۔ لوگ اس سے دریافت کریں گے: تو کون ہے؟ تو یہ نہایت حسرت کے ساتھ کہے گا: میں ایسا عالم ہوں جس نے اپنے علم سے نفع حاصل نہیں کیا۔'' (مسند احمد) (سنن بیہقی)

8: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے مجھ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) پر قصداً جھوٹ بولا تو اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔''

(صحیح بخاری) (صحیح مسلم)

فحش اور فضول گفتگو کرنا:

1: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کوئی شخص اپنے مسخرے پن سے لوگوں کو ہنساتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر غصہ ہوتا ہے اور جب تک اس کو

Marfat.com

جہنم میں داخل ہونے کا فیصلہ نہ کردے راضی نہیں ہوتا۔"

(صحیح بخاری)(صحیح مسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بعض دفعہ انسان کے منہ سے کوئی بات بے پروائی سے نکل جاتی ہے اور اس کو جہنم کی انتہائی گہرائی کا مستحق بنادیتی ہے۔" (صحیح بخاری)(صحیح مسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بدزبانی ظلم ہے اور ظلم جہنم میں ہے۔حیا ایمان ہے اور ایمان جنت میں ہے۔

(مسند امام احمد)(سنن ترمذی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فحش اور بدگوئی کا تعلق شیطان سے ہے۔ یہ دونوں آگ سے قریب اور جنت سے دور ہوتے ہیں۔"

(سنن طبرانی)

درود نہ پڑھنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہ پڑھا تو وہ جنت کے راستہ سے بھٹک گیا۔" (سنن طبرانی)

پیشاب سے پرہیز نہ کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"دوزخ میں ایک شخص اپنی انتڑیوں کو کھینچتا ہوگا۔اہل دوزخ اس سے پریشان ہوکر دریافت کریں گے: تو دنیا میں کیا عمل کرتا تھا۔؟ وہ کہے گا: میں پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور بے پروائی سے ہر جگہ پیشاب کرنے بیٹھ جاتا تھا۔"

(طبرانی کبیر)(ابن ابی الدنیا)

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 37:

جنت میں دخول کا سبب بنے والے اعمال

جنت میں دخول کا سبب بننے والے اعمال قرآنی آیات کی روشنی میں

مالک ارض وسماء نے قرآنِ مجید میں ان اعمالِ صالحہ کے حاملین کو جنت میں داخل کرنے اور جہنم سے محفوظ کرنے کا مژدہ جان افزا سنایا ہے۔

ایمان اور نیک اعمال:

اللہ رحمٰن ورحیم کا ارشاد گرامی ہے:

''وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ''

﴿القرآن المجید، پارہ 1، سورۃ نمبر 2 (البقرۃ)، آیت نمبر 25﴾

''اور خوشخبری دے انہیں جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ان کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں رواں (ہیں)۔''

اللہ سے ڈرنا:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

''اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّھِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝''

﴿القرآن المجید، پارہ 29، سورۃ نمبر (القلم)، آیت نمبر 34﴾

''بیشک ڈرنے والوں کے لیے ان کے رب کے پاس چین کے باغ ہیں۔''

دین پر استقامت اختیار کرنا:

فرمانِ الٰہی ہے:

''اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا جَزَآءً بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝''

﴿القرآن المجید، پارہ 26، سورۃ نمبر 46 (الاحقاف)، آیت نمبر 13-14﴾

''بیشک وہ جنہوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر ثابت قدم رہے۔ نہ ان پر خوف نہ ان کو غم۔ ۝ وہ جنت والے ہیں۔ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ یہ ان کے اعمال کا انعام (ہے)۔ ۝''

اللہ ورسول کی اطاعت کرنا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

"وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○"

﴿القرآن الجید، پارہ 4، سورۃ نمبر 4 (النساء)، آیت نمبر 13﴾

"اور جو حکم مانے اللہ اور اللہ کے رسول کا تو اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں رواں، ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ ○"

سچی توبہ کرنا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○"

﴿القرآن الجید، پارہ 28، سورۃ نمبر 66 (التحریم)، آیت 8﴾

"اے ایمان والو! اللہ کی طرف ایسی توبہ کرو جو آگے کو نصیحت ہو جائے، قریب ہے کہ تمہارا رب تمہاری برائیاں تم سے اتار دے اور تمہیں باغوں میں لے جائے جن کے نیچے نہریں بہیں، جس دن اللہ رسوانہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ کے ایمان والوں کو، ان کا نور دوڑتا ہوگا ان کے آگے اور ان کے دہنے، عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہمارے لیے ہمارا نور پورا کر دے اور ہمیں بخش دے۔ بیشک تجھے ہر چیز پر قدرت ہے۔ ○"

ہجرت کرنا اور جان و مال کے ذریعے جہاد کرنا:

اللہ ارحم الراحمین کا فرمان ہے:

"اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ○ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○"

﴿القرآن الجید، پارہ 10، سورۃ التوبۃ 9، آیت نمبر 20 تا 22﴾

"وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے۔ اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے۔ ○ ان کا رب انہیں خوشی سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا کی اور ان باغوں کی جن میں ان کے لیے دائمی نعمت ہے۔ ○ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ بیشک اللہ کے پاس بڑا ثواب

Marfat.com

ہے۔o"

مومن ہونا، نماز میں گڑگڑانا، زکوۃ ادا کرنا، بیہودہ باتوں سے اجتناب کرنا، شرم گاہوں کی حفاظت کرنا، وعدہ کو پورا کرنا اور نمازوں کی نگہبانی کرنا:

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے:

"قَدْ اَفْلَحَ الْمُوْمِنُوْنَ o الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ o وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ o وَالَّذِیْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ o وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ o اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ o فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ o وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ o وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ o اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ o الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ o"

﴿القرآن المجید، پارہ 18، سورۃ نمبر 23 (المومنون)، آیت نمبر 1 تا 11﴾

"بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے o جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں o اور جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے o اور وہ کہ زکوۃ دینے کا کام کرتے ہیں o اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں o مگر اپنی بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو اُن کے ہاتھ کی مِلک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں o تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والا ہے o اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی رعایت کرتے ہیں o اور وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔o یہی لوگ وارث ہیں o کہ فردوس کی میراث پائیں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔o"

صلہ رحمی کرنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، تکالیف پر صبر کرنا، برائی کا جواب بھلائی سے دینا اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَیَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ o وَالَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً وَّیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ o جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ o سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ o"

﴿القرآن المجید، پارہ 13، سورۃ نمبر 13 (الرعد)، آیت نمبر 21 تا 24﴾

"اور وہ کہ جوڑتے ہیں اسے جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور حساب

Marfat.com

کی برائی سے اندیشہ رکھتے ہیں۔ o اور وہ جنہوں نے صبر کیا اپنے رب کی رضا چاہنے کو اور نماز قائم رکھی اور ہمارے دیئے سے ہماری راہ میں چھپے اور ظاہر کچھ خرچ کیا اور برائی کے بدلے بھلائی کر کے ٹالتے رہے، انہیں کے لیے پچھلے گھر کا نفع ہے۔ o بسنے کے باغ جن میں وہ داخل ہوں گے اور جو (داخل ہونے کے) لائق ہوں (گے) ان کے باپ دادا اور بیبیوں اور اولاد میں (سے) اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر یہ کہتے آئیں گے۔ o سلامتی ہو تم پر تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ملا۔ o"

آہستہ چلنا، جاہلوں سے کنارہ کشی کرنا، رات کو نماز پڑھنا، اللہ تعالیٰ سے جہنم کی پناہ مانگتے رہنا، خرچ میں اعتدال کرنا، اللہ کے علاوہ کسی کو نہ پوجنا اور کسی کو ناحق قتل نہ کرنا:

ارشادِ الٰہی ہے:

"وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا o وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا o وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا o اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا o وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا o وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ"

﴿القرآن المجید، پارہ 19، سورۃ نمبر 25 (الفرقان)، آیت نمبر 63 تا 68﴾

"اور رحمٰن کے وہ بندے کہ زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں بس سلام۔ o اور وہ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے لیے سجدے اور قیام میں o اور وہ جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے پھیر دے جہنم کا عذاب، بیشک اس کا عذاب گلے کا غل ہے o بیشک وہ بہت ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے اور وہ کہ جب خرچ کریں نہ حد سے بڑھیں اور نہ کنجوسی کریں اور ان دونوں کے بیچ اعتدال پر رہیں o اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جس کی اللہ نے حرمت رکھی ناحق نہیں مارتے اور بدکاری نہیں کرتے۔"

جھوٹی گواہی نہ دینا، اپنی عزت بچانا، آیاتِ الٰہی سے نصیحت پکڑنا اور اپنے گھر والوں کے لیے اچھی دعائیں مانگنا:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

"وَالَّذِیْنَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا o وَالَّذِیْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا o وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا o اُولٰٓئِكَ یُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَیُلَقَّوْنَ فِیْهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا

Marfat.com

○خٰلِدِیْنَ فِیْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا○"

﴿القرآن المجید، پارہ 19، سورۃ 25 (الفرقان)، آیت نمبر 72 تا 76﴾

"اور جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب بیہودہ بات و کام پر گزرتے ہیں تو اپنی عزت سنبھالے گزر جاتے ہیں○ اور وہ جب کہ انہیں ان کے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں تو ان پر بہرے، اندھے (ہو کر) ہرگز نہیں گرتے○ اور وہ جو عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دے ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا○ ان کو جنت کا سب سے اونچا بالا خانہ انعام ملے گا، بدلہ ان کے صبر کا اور وہاں مجرے اور سلام کے ساتھ ان کی پیشوائی ہوگی ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ کیا ہی اچھی ٹھہرنے اور بسنے کی جگہ۔○"

توبہ کرنا، عبادت کرنا، حمد و ثنا کرنا، روزے رکھنا، رکوع و سجود کرنا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا اور حدود اللہ کی پاسداری کرنا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ○"

﴿القرآن المجید، پارہ 11، سورۃ نمبر 9 (التوبۃ)، آیت نمبر 112﴾

"توبہ کرنے والے، عبادت والے، سراہنے والے، روزے والے، رکوع والے، سجدہ والے، بھلائی کے بتانے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدیں نگاہ میں رکھنے والے (اللہ کی حدود سے نہ بڑھنے والے) اور خوشی سناؤ مسلمانوں کو۔"

تنگی و فراخی کی حالت میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا، غصہ کو پی جانا، عفو و درگزر کرنا اور کوتاہیوں پر اللہ سے معافی مانگنا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

"اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ○ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَکَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ○ اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ○"

﴿القرآن المجید، پارہ 4، سورۃ نمبر 3 (آل عمران)، آیت 134 تا 136﴾

"وہ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں خوشی میں اور رنج میں اور غصہ پینے والے اور لوگوں سے

Marfat.com

درگزر کرنے والے اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں۔ o اور وہ کہ جب کوئی بے حیائی یا اپنی جانوں پر ظلم کریں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں کی معافی چاہیں اور گناہ کون بخشے سوا اللہ کے اور اپنے کیے پر جان بوجھ کر اڑ نہ جائیں۔ o ایسوں کو بدلہ ان کے رب کی بخشش اور جنتیں ہیں، جن کے نیچے نہریں رواں۔ ہمیشہ ان میں رہیں اور کامیوں (کام کرنے والوں) کا کیا اچھا نیگ (اجر) ہے۔"

جنت میں جانے کا سبب بننے والے اعمال احادیث صحیحہ کی روشنی میں

ساقیِ کوثر شافعِ محشر احمدِ مجتبیٰ محمدِ مصطفیٰ ﷺ نے ان اعمالِ صالحہ کی ادائیگی کو جنت میں داخل ہونے اور جہنم سے بچنے کا سبب قرار دیا ہے:

ایمان کامل:

احادیث میں دل وجان سے ایمان لا کر اس پر قائم ودائم رہنے والوں کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور بیشک محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور یقیناً عیسیٰ بھی اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اس کا ایسا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کی طرف القا فرمایا تھا اور اس کی طرف سے روح ہیں۔ (اور یہ بھی گواہی دے کہ) جنت برحق ہے اور دوزخ بھی برحق ہے (پھر اسی حالت پر اس کی موت ہوئی تو یقیناً) اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو (بالآخر) جنت میں داخل فرمادے گا۔"

(الصحیح البخاری، کتاب الانبیاء، باب یا اہل الکتاب لاتغلوا فی دینکم، جلد 1، عربی صفحہ 488)

اللہ کو معبود، اسلام کو دین اور رسول اللہ ﷺ کو پیغمبر ماننے والوں کو بھی نوید جنت سنائی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب، اسلام کو دین اور حضرت محمد کو نبی مان کر مطمئن اور راضی ہو گیا اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔"

(الصحیح المسلم، کتاب الامارۃ، باب ما اعدہ اللہ تعالیٰ للمجاہدین فی الجنۃ، جلد 2، صفحہ 135)

کلمہ طیبہ پڑھنا:

سیدنا عتبان رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے پوچھا:

"مالک بن الدخیشن کہاں ہے۔؟"

بعض نے جواب دیا:

"وہ منافق ہے۔ اللہ اور اس کے رسول سے محبت نہیں کرتا۔"

Marfat.com

یہ سن کر نبی ﷺ نے فرمایا:

''ایسا نہ کہو۔وہ کلمہ گو اور رضائے الٰہی کا طالب ہے۔''

ایک شخص نے کہا:

''ہمیں تو وہ منافقوں کا ہمدرد اور خیر خواہ نظر آتا ہے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ''لا الہ الا اللہ'' پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر جہنم حرام کر دی ہے۔''

(صحیح بخاری:1/110)(صحیح مسلم:1/455)

اطاعت رسول:

سنتوں پر عمل کرنے اور رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کرنے والے کے لیے بھی جنت کی خوشخبری ارشاد فرمائی گئی ہے۔چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی،مگر وہ شخص داخل نہیں ہوگا جس نے انکار کیا۔''

لوگوں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ!(جنت میں جانے سے)کون انکار کرسکتا ہے۔؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے میری فرمانبرداری کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اسی نے (تو جنت میں جانے سے)انکار کیا۔''

(الصحیح البخاری،کتاب الاعتصام،باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ جلد 2،عربی صفحہ 1081)

شرک سے بیزاری اختیار کرنا:

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے والوں کو بھی جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ لَقِيَ اللّٰهَ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ''

''جو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

(الصحیح المسلم،کتاب الایمان،باب من لا شرک باللہ شیئا،جلد 1،عربی صفحہ 66)

سواد اعظم کے ساتھ وابستہ رہنا:

سوادِ اعظم کے ساتھ رہنے والوں کو بھی نوید جنت سنائی گئی ہے۔چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

"تم جماعت کے ساتھ وابستہ رہو اور کٹ کر رہنے سے بچو (کیونکہ) تنہا آدمی کے ساتھ شیطان مردود ہوتا ہے، جب کہ وہ دو سے دور رہتا ہے اور جو شخص جنت کے اعلیٰ مقام میں پہنچنا چاہتا ہے وہ جماعت کے ساتھ مل کر رہے۔"

﴿السنن الترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی لزوم الجماعۃ، جلد 2، عربی صفحہ 39﴾

حدود اسلام کا خیال رکھنا:

حلال کو حلال اور حرام کو حرام ماننے، غرض تمام اسلامی حدوں کی نگہبانی کرنے والے کو بھی جنتی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

"یا رسول اللہ! اگر میں فرض نمازیں ادا کروں، رمضان کے روزے رکھوں، حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھوں اور اس پر کوئی بھی چیز زیادہ نہ کروں تو کیا میں جنت میں داخل ہو جاؤں گا۔؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ہاں! (ایسا کرنے سے تو جنت کا مستحق ہو جائے گا۔)"

﴿الصحیح المسلم، کتاب الایمان، باب بیان الذی یدخل الجنۃ، جلد 1، صفحہ 32﴾

نماز پنجگانہ کی ادائیگی کرنا:

نماز کی پابندی کرنے والوں کو بھی جنت کی نوید جاں فزا سنائی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جس نے ان نمازوں کو پابندی سے ادا کیا اور ان کا ہلکا معمولی جان کر ضائع نہ کیا تو اس کو اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق جنت میں داخل فرمائے گا۔"

﴿موطا امام مالک، کتاب صلاۃ اللیل، باب الامر بالوتر، عربی صفحہ 108﴾

ادائیگی زکوۃ:

زکوۃ ادا کرنے اور اسکے فرض ہونے پر استقامت اختیار کرنے والوں کو بھی جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس شخص نے اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے لیے صدقہ (زکوۃ) دیا، پھر اسی عمل پر اس کا خاتمہ ہوا (زندگی بھر اس کی فرضیت پر استقامت اختیار کی) وہ جنت میں داخل ہوگا۔" (المسند امام احمد، جلد 5، عربی صفحہ 391)

Marfat.com

اہل صوم:

روزے رکھنے والوں کو بھی جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جنت میں ایک دروازہ ہے جس کا نام ریان ہے۔ قیامت کے دن اس سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے، ان کے سوا کوئی اور اس دروازہ سے داخل نہیں ہو سکے گا۔ آواز لگائی جائے گی (کہ روزہ دار اس دروازے سے داخل ہوں تو) روزہ دار اٹھیں گے اور (اس دروازے کے ذریعے) جنت میں داخل ہو جائیں گے۔''

(الصحیح البخاری، کتاب الصوم، باب الریان للصائمین، جلد 1، صفحہ 254)

حج مبرور:

اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی خاطر حج کرنے والے کے بارے میں بھی جنتی ہونے کا ارشاد ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایک عمرہ دوسرے عمرے کے درمیانی وقفہ (کے گناہوں) کے لیے کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا جنت کے سوا کوئی نہیں ہے۔''

(الصحیح البخاری، ابواب العمرۃ، باب وجوب العمرۃ وفضلہا، جلد 1، صفحہ 238)

جہاد فی سبیل اللہ:

اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کو بھی جنت کی نوید سنائی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اللہ تعالیٰ کے وعدے پر یقین کے ساتھ اس کی راہ میں جہاد کے لیے نکلتا ہے اور اس کا جہاد کے سوا کوئی دوسرا مقصد نہیں ہوتا، تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی ضمانت ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا یا پھر اجر و غنیمت سمیت اس کی منزل تک پہنچائے گا۔''

(الصحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب قول النبیا احلت لکم الغنائم، جلد 1، صفحہ 440)

سجدۂ تلاوت:

آیت سجدہ کو تلاوت کرنے کے بعد سجدہ کرنے والوں کو بھی جنتی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابنِ آدم جب آیتِ سجدہ پر سجدہ کرتا ہے تو شیطان مردود روتے ہوئے اس سے دور بھاگ جاتا ہے اور کہتا ہے: ''ہائے بدنصیبی! ابن آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا اور اس نے سجدہ کیا، چنانچہ اس کے لیے جنت

Marfat.com

ہے اور مجھے سجدہ کرنے کا حکم ملا اور میں نے انکار کیا، لہذا میرے لیے جہنم ہے۔"
(الصحیح المسلم، کتاب الایمان، باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوۃ، جلد 1، عربی صفحہ 61)

توکل علی اللہ:

اللہ پر توکل وبھروسہ رکھنے والوں کو بھی جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میری امت میں سے ستر ہزار لوگ بغیر حساب لیے جنت میں داخل ہوں گے۔"

صحابہ کرام نے عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہیں۔؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"وہ لوگ (شرکیہ) منتر نہیں پڑھتے، نہ بدشگونی لیتے ہیں اور نہ داغ لگواتے ہیں، بلکہ صرف اپنے رب پر ہی توکل وبھروسہ رکھتے ہیں۔"

(الصحیح المسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنۃ بغیر حساب والعذاب، جلد 1، عربی صفحہ 116)

جھوٹ سے پرہیز:

جھوٹ سے بچنے والوں کو بھی جنت کی نوید جاں فزا سنائی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"سچائی نیکی کی راہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔ آدمی مسلسل سچ بول کر صدیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ (اس کے برعکس) جھوٹ برائی کا راستہ دکھاتا ہے اور برائی دوزخ میں گرا دیتی ہے۔ مسلسل جھوٹ بولنے سے آدمی اللہ کے ہاں (کذاب) لکھا جاتا ہے۔"

(الصحیح البخاری، کتاب الادب، باب قول اللہ اتقوا اللہ وکونو مع الصادقین، جلد 2، عربی صفحہ 900)

زبان وشرمگاہ کی حفاظت:

زبان اور شرمگاہ کو ناجائز جگہ استعمال کرنے سے پرہیز کرنے والوں کو بھی جنتی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص مجھے دو جبڑوں کے درمیان والی چیز (زبان) کی اور دو ٹانگوں کے درمیان والی چیز (شرمگاہ) کی ضمانت دے دے (کہ ان کو غلط استعمال نہ کرے گا تو) میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔"

(الصحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، جلد 2، عربی صفحہ 958)

Marfat.com

حیاداری حصہ ایمان ہے:

حیادار ہونا بھی جنتی ہونے کی علامت ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''حیاداری ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں (داخلے کا سبب) ہے۔ بے حیائی جفاء ہے اور جفاء جہنم میں لے جاتی ہے۔''

(السنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الحیاء، جلد 2، صفحہ 22)

بارہ رکعات سنت:

سنت مؤکدہ پر پابندی کرنا بھی جنتی ہونے کی علامت ہے۔ چنانچہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو بھی مسلمان فرض نمازوں کے علاوہ ہر روز بارہ رکعتیں نفل (سنتِ مؤکدہ) اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔''

(الصحیح المسلم، کتاب صلوۃ المسافرین وقصرہا، باب فضل السنن الراتبۃ، جلد 1، عربی صفحہ 251)

سنت مؤکدہ ان سنتوں کو کہتے ہیں جن پر رسول اللہ ﷺ نے مداومت فرمائی ہو اور کبھی ترک نہ کی ہوں۔ ان کی تفصیل ایک اور حدیث مبارکہ میں ہے جس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث میں مذکور ہے کہ وہ سنت مؤکدہ یہ ہیں:

''دو رکعتیں فجر کے فرضوں سے پہلے، چار رکعتیں ظہر کے فرضوں سے پہلے، رکعتیں ظہر کے فرضوں کے بعد، دو رکعتیں مغرب کے بعد اور عشاء کے فرضوں کے بعد۔''

(السنن الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی من صلی فی یوم ولیلۃ ثنتی عشرۃ رکعۃ من السنۃ، جلد 1، عربی صفحہ 55)

خوف الٰہی سے رونا

1: قرآن وحدیث میں کثرت سے وارد ہے کہ خوف خدا سے رونے پر جہنم سے نجات ملتی ہے چونکہ جہنم کے خوف سے رونا بھی اللہ کے خوف سے رونا ہے، کیونکہ یہ اللہ کے عذاب وعتاب کے خوف سے ہے اور خدا تعالیٰ سے، اس کی رحمت سے، اس کے قرب سے اور اس کی جنت سے دوری کی وجہ رونا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''لا یلج النار رجل بکی من خشیۃ اللہ حتی یعود اللبن فی الضرع''

(سنن نسائی) (سنن ترمذی، وقال صحیح)

''جہنم میں وہ آدمی داخل نہیں ہوگا جو خوف خدا سے روئے، یہاں تک کہ دودھ تھن میں لوٹ جائے۔''

جس طرح دودھ کا تھن میں واپس جانا ناممکن ہے اسی طرح خوف خدا سے رونے والے کا دوزخ میں

Marfat.com

داخل ہونا بھی مشکل ہے۔

2: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عینان لا تمسهما النار عین بکت فی جوف اللیل من خشیة الله و عین باتت تحر س فی سبیل الله عزوجل" (ترمذی وقال حسن)

"دو آنکھیں ایسی ہیں کہ ان کو جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔ ایک وہ آنکھ جو آدھی رات کو خوف خدا سے روئی اور دوسری وہ جو فی سبیل اللہ پہرہ دیتے ہوئے جاگتی رہی۔"

3: حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما من عبد مو من یخرج من عیینیه دموع ولو کان مثل راس الذباب من خشیة الله ثم تصیب شیئا من حرو جهها لا حرمه الله علی النار"

(سنن ابن ماجہ)

"جس مومن بندے کی آنکھوں سے خوف خدا سے آنسو بہ پڑیں، چاہے وہ مکھی کے سر کے برابر بھی ہوں۔ پھر وہ رخسار تک جا پہنچیں تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ پر حرام کر دیتا ہے۔"

4: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حرمت النار علی عین سهرت بکتاب الله و حرمت النار علی عین دمعت من خشیة الله و حرمت النار علی عین غضت عن محارم الله او فقئت فی سبیل الله"

"اس آنکھ پر جہنم حرام ہے جس نے رات کتاب اللہ کے ساتھ جاگ کر گزاری (تلاوت کی) اس آنکھ پر آگ حرام ہے جو خوف خدا سے رو پڑی، اس آنکھ پر جہنم حرام ہے جو اللہ کی حرام کردہ اشیاء کو دیکھنے سے بند رہی یا اللہ کی راہ میں پھوڑ دی گئی۔"

5: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! میں کس طرح جہنم سے بچ سکتا ہوں۔؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ید موع عینیك فان عینا بکت من خشیة الله لا تمسها النار ابدا"

(ابن ابی الدنیا)

"اپنی آنکھوں کے آنسوؤں سے، کیونکہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے رو پڑی اس کو جہنم کی آگ کبھی نہیں چھوئے گی۔"

6: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"ما اغرورقت عینا عبد بما نها من خشیة الله الا حرم الله جسد ها علی النار فان فا ضت علی خده لم یرهق و جهه قتر و لا ذله ولو ان عبد ابکی فی امته من الامم لا نجی الله عزوجل ببکاء ذلك العبد تلك الا مة من النار وما من عمل الا وله وذن اوثواب الاالد مجة فا نها تطفئی بحورامن النار" (ابن ابی الدنیا)

"جس بندے کی آنکھیں خوف خدا کے آنسو سے بھر جائیں اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو جہنم پر حرام کر دیتا ہے۔ پھر اگر وہ اس کے رخسار پر بھی بہ پڑے تو اس کے چہرہ کو نہ کوئی تکلیف پہنچے گی اور نہ ذلت۔ اگر کوئی بندہ جماعتوں میں سے کسی جماعت میں رو پڑے تو اللہ عزوجل اس بندے کے رونے کی خاطر اس جماعت کو جہنم سے نجات دیدے گا۔ ہر عمل کا وزن اور ثواب ہے، لیکن آنسو کے ثواب کا کوئی حدوحساب نہیں۔ یہ تو جہنم کے دریاؤں کو بجھا کے رکھ دیتا ہے۔"

:7 حضرت زاذان فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے:

"جو جہنم کے خوف سے رویا اللہ اس کو جہنم سے پناہ دیدیتا ہے اور جو جنت کے شوق سے رویا اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دے گا۔"

:8 حضرت عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے:

"اے بھائیو! تم شوق خدا سے کیوں نہیں روتے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں جو اپنے سردار کے شوق میں روئے اسے وہ اپنے دیدار سے محروم نہیں کرتا۔ اے بھائیو! تم خوف جہنم سے کیوں نہیں روتے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں جو خوف جہنم سے رویا اسے اللہ تعالیٰ جہنم سے پناہ دیدے گا۔"

:9 حضرت فرقد سنجی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"جنت کے شوق میں رونے والے کے لئے اپنے رب کے سامنے خود جنت شفاعت کرتی ہے اور کہتی ہے: "اے اللہ! جیسے یہ میرے لئے رویا ہے اسے اسی طرح جنت میں داخل فرمادے۔" اور جہنم بھی اس کے لئے اپنے رب سے پناہ مانگتی اور کہتی ہے: "اے رب! اسے مجھ سے پناہ میں رکھ! جیسا اس نے مجھ سے پناہ مانگی اور مجھ میں داخلے کے خوف سے رو پڑا۔"

:10 حضرت عبدالرحمان بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو خواب دیکھا جس کا ایک حصہ یہ بھی تھا:

"رایت رجلا من امتی علی شفیر جهنم فجاء وجله من الله فاستنقذ ہ من ذلك و رایت ر جلا من امتی بهوی فی النار فجاء تہ دموعه عه التی بکی من خشیة الله عزوجل فاستخر جه من النار"

Marfat.com

"(آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:) میں نے اپنی امت کے ایک مرد کو جہنم کے کنارے پر دیکھا جس کے پاس خوف خدا آیا اور اس کو جہنم سے بچا لے گیا، اسی طرح اپنی امت کے دوسرے مرد کو دیکھا جو جہنم میں گرنے لگا تھا تو اس کے پاس اس کے وہ آنسو آئے جو خوف خدا سے بہے تھے انہوں نے (بھی) اسے آگ سے نکال لیا۔"

11: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"تلا رسول الله صلى الله عليه وسلم هذه الا ية فاتقوا النار التى وقو دها الناس والحجارة" (سورة التحريم، آیت نمبر ٦)

"و بين يد يه رجل اسو د فهتف بالبكا ء فنزل جبريل عليه السلام فقال من هذا لبا بين يديك؟ قال رجل من الجشة واثنى عليه معروفا. قال فان الله عزوجل يقول وعز تى و جلالى وار تفاعى فوق عرشى لا تبكى عين عبد فى الدنيا من خشيتى الا كثرت ضحكه فى الجنة" (التخويف، صفحه نمبر ٤٣)

"جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

"فاتقوا النار التى قو دها الناس والحجارة"

"پس بچو اس آگ سے جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔"

اس وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے ایک سیاہ فام آدمی بیٹھا ہوا تھا جو بلبلاتے رو پڑا تو جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا: یہ آپ کے سامنے رونے والا کون ہے۔؟ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حبشہ کا آدمی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی اچھی تعریف فرمائی۔ تو جبریل علیہ السلام نے فرمایا: بلاشبہ! اللہ عزوجل فرماتا ہے: مجھے میری عزت، میرے جلال اور میرے عرش پر میرے بلند ہونے کی قسم! دنیا میں میرے بندے کی کوئی آنکھ میرے خوف سے نہیں روتی، مگر جنت میں اس کا ہنسنا (خوش ہونا) بہت کثرت سے ہوگا۔"

بوڑھے ماں باپ کی خدمت:

والدین کی تابعداری کرنے والوں کو بھی جنت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اس آدمی کی ناک خاک آلود ہو، وہ ذلیل ہو اور وہ رسوا ہو جائے۔"

عرض کیا گیا:

"یا رسول اللہ ﷺ! کون۔؟"

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے اپنے والدین کو بڑھاپے میں پایا یاان میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو،لیکن ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو سکا۔''

(الصحیح المسلم ،کتاب البر والصلۃ والادب،باب فضل صلۃ اصدقاء الاب والام،جلد2،عربی صفحہ 314﴾

سلام عام کرنا:

سلام عام کرنے والوں،کھانا کھلانے والوں،صلہ رحمی کرنے والوں۔اوررات کے وقت تہجدوتراویح کی نماز پڑھنے والوں کو بھی جنت کی خوش خبری دی گئی ہے۔چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اے لوگو!سلام عام کرو(جب کسی مسلمان کو ملو تو السلام علیکم کہا کرو) لوگوں کو کھانا کھلاؤ،صلہ رحمی کے تقاضے پورے کرو،رات کو جب لوگ سورہے ہوں تو نماز (تہجداورتراویح)ادا کیا کرو۔کیونکہ اس طرح تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

(السنن الترمذی،ابواب الزہدعن رسول اللہ،باب ماجاء فی صفۃ اوانی الحوض،جلد2،عربی صفحہ 72﴾

اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرنا:

جوآدمی صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جنت کا سوال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت عطا فرمادیتا ہے۔چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَالَتِ الْجَنَّةُ اَللّٰهُمَّ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ''

''جس نے تین باراللہ رحمٰن ورحیم سے جنت کا سوال کیا،تواس کے لیے جنت بذات خوداللہ تعالیٰ سے سفارش کرتی ہے کہ اے اللہ!اسے جنت میں داخل فرمادے۔''

(السنن الترمذی،کتاب صفۃ الجنۃ،باب ماجاء فی صفۃ انہار الجنۃ،جلد2،عربی صفحہ 80﴾

جہنم سے بچاؤ کے لیے دعائیں مانگنا:

درج ذیل دعائیں قرآن مجید فرقان حمید واحادیث میں موجود ہیں اور یہ دعائیں جہنم سے بچاؤ کا سبب ہیں:

1: ربنا اتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة هسنة وقنا عذاب النار

(القرآن،سورہ بقرہ،آیت نمبر 201)(کنز العمال:2-189)

''اے ہمارے پروردگار ہمیں دنیا میں بھی بہتری عطا فرما اور آخرت میں بھی اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ فرما۔''

2: ''سبحانك فقنا عذاب النار ربنا انك من تدخل النار فقداخزیته ومالظالمین من انصار ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان امنوا بربکم فامنا ربنا فاغفرلنا ذنوبنا

Marfat.com

وکفرعنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار ربنا واتنا ماوعدتنا علی رسلك ولاتخزنا یوم القیامة انك لاتخلف المیعاد"(سورۃ آل عمران)

"(اے ہمارے پروردگار!) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔اے ہمارے پروردگار! بے شک تو جس کو دوزخ میں داخل کرے اس کو واقعی رسوا ہی کر دیا اور ایسے کفار نا انصافوں کا ساتھ دینے والا کوئی نہیں۔اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک پکارنے والے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا کہ وہ ایمان لانے کے لئے اعلان کر رہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ۔سو ہم ایمان لے آئے۔اے ہمارے پروردگار! پھر ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرمادے اور ہماری بدیوں کو ہم سے زائل کردے اور ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ موت دے۔اے ہمارے پروردگار! اور ہمیں وہ چیز (ثواب اور جنت بھی) دے جس کا ہم سے پیغمبروں کی معرفت وعدہ فرمایا ہے اور ہمیں قیامت کے روز رسوا نہ کرنا۔یقیناً تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔"

3: "ربنا اننا امنا فاغفرلنا ذنوبنا وقنا عذاب النار"

(سورۃ آل عمران،آیت 61)

"اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے ہیں پس تو ہمارے گناہ معاف کردے اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔"

4: "ربنا اصرف عنا عذاب جهنم ان عذابها كان غراما انها ساءت مستقرا ومقاما"(سورۃ فرقان،آیت نمبر 65-66)

"اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کا عذاب دور کیجئے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے۔بے شک وہ برا ٹھکانہ اور برا مقام ہے۔"

5: "ربنا وسعت كل شئی رحمتا وعلما فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلك وقهم عذاب الجحیم"(سورۃ مومن، آیت نمبر 7)

"اے ہمارے رب بے شک تیرا رحم اور علم سب سے وسیع ہے، پس ان لوگوں کی بخشش فرمادے جنہوں نے توبہ کی اور تیرے راستے کی اتباع کی اور ان کو جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما۔"

6: "اللهم اغفرلنا وارحمنا وارض عنا وتقبل منا وادخلنا الجنة ونجنا من النار واصلح لنا شاننا كله"

(کنز العمال، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 621)

"اے اللہ: ہمیں بخش دے، ہم پر رحم فرما، ہم سے راضی ہو جا، ہمارے اعمال صالحہ کو قبول فرما، ہمیں جنت میں داخل فرما، دوزخ سے نجات عطاء فرما اور ہمارے تمام امور کی اصلاح فرما۔"

7: "اللهم انا نسئلك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك والغنيمة من كل بر،

Marfat.com

و السلامة من کل شر و الفوز بالجنة و النجاة من النار"

(مستدرک حاکم، کنز العمال، صفحہ نمبر 188، جلد نمبر 2، عن ابن مسعود)

"اے اللہ! ہم سوال کرتے ہیں تیری رحمت کے اسباب کا، تیری بخشش کے سامان کا، حصہ ہر نیکی کا، ہر قسم کے شر سے سلامتی کا، جنت کی کامیابی کا اور دوزخ سے نجات کا۔"

8: "اللهم احسن عاقبتنا فی الامور کلها و اجو نامن خزی الدنیا عذاب الآخرة"

(مسند احمد، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم، کنز العمال، صفحہ نمبر 178، جلد نمبر 2، عن بسر بن ارطاة)

"اے اللہ! تمام امور میں ہمارا انجام بخیر فرما اور ہمیں دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب سے نجات عطا فرما۔"

9: "اللهم انی اعوذبك من فتنة القبر و من فتنة الدجال و من فتنة المحی و الممات و من حر جهنم"

(السنن الکبری کتاب الاستعاذہ امام نسائی ص 465 ج 4)

"اے اللہ! میں پناہ لیتا ہوں تیرے ساتھ قبر کے عذاب سے، دجال کے فتنہ سے، جینے اور مرنے کے فتنہ سے اور دوزخ کی آگ سے۔"

10: "اللهم رب جبریل و میکائیل و اسرافیل و محمد نعوذبك من النار"

(ابن السنی، طبرانی کبیر، دار قطنی فی الافراد، مستدرک، سنن سعید بن منصور، کنز العمال، صفحہ نمبر 160، ج جلد نمبر 2)

"اے اللہ! جبریل، میکائیل، اسرافیل اور محمد کے پروردگار! ہم تیرے ساتھ جہنم سے پناہ طلب کرتے ہیں۔"

11: "اللهم انی اسئلك العافیة فی الدنیا و الآخرة"

(ابن ابی شیبہ، کنز العمال، صفحہ نمبر 236، جلد نمبر 2)

"اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں (ہر عذاب سے) سلامتی طلب کرتا ہوں۔"

12: "اللهم اجرنی من النار و ویل اهل النار"

(ابن قانع، ابو نعیم، کنز العمال، صفحہ نمبر 214، جلد نمبر 2)

"اے اللہ! مجھے جہنم سے اور جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما۔"

13: "اللهم الیك لااله النار انا و اهل بیتی"

(ابن ابی شیبہ، کنز العمال، صفحہ نمبر 644، جلد نمبر 13) (طبرانی کبیر، کنز العمال، صفحہ نمبر 645، جلد نمبر 13 نمبر 101، جلد نمبر 12)

"اے اللہ! مجھے اور میرے گھرانے کو اپنی طرف بلا، نہ کہ جہنم کی طرف"

Marfat.com

14: "اللهم انی اسئلك بوجهك الکریم وامرك العظیم ان تجیرنی من النار والکفر والفقر"

(مسند الفردوس، کنزالعمال، صفحہ نمبر 207، جلد نمبر 12)

"اے اللہ! میں تجھ سے تیرے عزت والے چہرے اور امر عظیم یعنی حکمرانی کے واسطے سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے دوزخ، کفر اور محتاجی سے محفوظ فرمادے۔"

15: "اللهم انی اسئلك بنعمتك السابغة علی وبلائك الحسن الذی ابتلیتنی به وفضلك العظیم الذی افضلت علی ان تدخلنی الجنة بمنك وفضلك ورحمتك"

(مسند الفردوس، دیلمی، صفحہ نمبر 455، جلد نمبر 1)(کنزالعمال، صفحہ نمبر 207، جلد نمبر 2)

"اے اللہ! مجھ پر تیری کامل نعمت کے وسیلہ سے اور فضل عظیم واسطہ سے جس کے ساتھ تو نے مجھ پر احسان فرمایا تو اپنے احسان اور فضل سے مجھے جنت میں داخل فرمادے۔"

16: "اللهم انت الاول لا شئی قبلك وانت الآخر لاشئی بعدك اعوذ بك من شر كل دابة ناصیتها بیدك واعوذ بك من الاثم والكسل ومن عذاب النار ومن عذاب القبر ومن فتنة الغنی وفتنة الفقر واعوذبك من الماثم والمغرم اللهم نق قلبی من الخطایا كما نقیت الثوب الابیض من الدنس اللهم بعدبینی وبین خطیئتی كما بعدت بین المشرق والمغرب هذاماسال محمد ربه اللهم انی اسالك خیر المسالة وخیر الدعاء وخیر النجاح وخیر العمل وخیر الثواب وخیر الحیات وخیر الممات ثبتنی وثقل موازینی وحقق ایمانی وارفع درجتی وتقبل صلاتی واغفر خطیئتی واسالك الدرجات العلی من الجنة آمین' اللهم انی اسالك فواتح الخیر وخواتمه وجوامعه واوله وآخره وظاهره وباطنه والدرجات العلی من الجنة آمین اللهم انی اسالك خلاصامن النار سالما وادخلنی الجنة امین' اللهم انی اسلك ان تبارك لی فی نفسی وفی سمعی وفی بصری وفی روحی وفی خلقی وفی خلقی وفی اهلی وفی محیای ومماتی اللهم وتقبل حسناتی واسالك الدرجات العلی من الجنة آمین"(کنزالعمال، صفحہ نمبر 213'214، جلدنمبر 2)

"اے اللہ! تو اول ہے۔ تجھ سے پہلے کوئی شے نہیں اور تو آخر ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں۔ میں تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں ہر اس جانور کے شر سے جس کا کنٹرول تیرے ہاتھ میں ہے اور تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں گناہ اور سستی سے، عذاب دوزخ سے، دولت مندی کے فتنہ سے، غربت کے فتنہ سے اور تجھ سے پناہ

Marfat.com

لیتا ہوں دکھ اور عذاب سے۔ اے اللہ! میرے دل کی خطاؤں سے طرح صاف کر دے جس طرح تو نے سفید کپڑے کو میل سے صاف کیا ہے۔ اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنا فاصلہ کر دے جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان فاصلہ کیا ہے۔ یہ وہ دعا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے کی ہے۔ اے اللہ! میں تجھ سے بہترین سوال' بہترین دعا' بہترین کامیابی' بہترین عمل' بہترین اجر' بہترین زندگی اور نیک موت کا سوال کرتا ہوں۔ تو مجھے ثابت قدم رکھ' میرے نیک اعمال قبول فرما' میرا مرتبہ بلند کر' میری نماز قبول فرما اور میرے گناہ معاف کر دے۔ میں تجھ سے جنت میں بلند درجات طلب کرتا ہوں۔ آمین۔ اے اللہ! میں تجھ سے خیر کے مبادیات اور اس کی انتہائیں' اس کے مجموعہ جات' اس کے اول، آخر اور باطن کو طلب کرتا ہوں اور جنت میں بلند درجات کا سوال کرتا ہوں۔ آمین۔ اے اللہ! مجھے دوزخ سے نجات' رات میں اور دن میں بخشش اور جنت میں بہتر مقام عطاء فرما! آمین۔ اے اللہ! میں تجھ سے دوزخ سے صحیح سالم خلاصی چاہتا ہوں، تو مجھے جنت میں با امن داخل فرما دے۔ اے اللہ! میری بصارت میں' میری روح میں' میری خلقت میں' میرے اخلاق میں' میرے گھرانے میں' میری زندگی میں اور میری موت میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! میری نیکیوں کو قبول فرما اور میں تجھ سے جنت میں بلند مراتب کا طلب گار ہوں۔ آمین۔

17: حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب کوئی بندہ نماز پڑھتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ سے جنت کی طلب نہیں کرتا تو جنت کہتی ہے: افسوس ہے کیا اس کے لئے ضروری نہیں تھا کہ یہ اللہ سے جنت طلب کرتا اور جب وہ جہنم سے پناہ طلب نہیں کرتا تو جہنم کہتی ہے: افسوس! کیا اس کے لئے ضروری نہیں تھا کہ یہ اللہ کے ساتھ جہنم سے پناہ مانگتا''۔

(مسند الفردوس، حدیث نمبر 1141) (کنز العمال، صفحہ نمبر 136، جلد نمبر 2)

صدقہ دینا:

1: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مامنکم من احد الا سیکلمہ رب لیس بینہ و بینہ ترجمان فینظر ایمن منہ فلا یری الا ماقدم وینظر اشام منہ فلا یری الا ماقدم وینظر بین یدیہ فلا یری الا النار تلقاء وجھہ فاتقوا النار ولو بشق تمرۃ''

(صحیح بخاری ومسلم)

''کوئی آدمی بھی تم میں سے ایسا نہیں، مگر اس سے اس کا پروردگار (روز قیامت) کلام کرے گا۔ اس کے اور خدا تعالیٰ کے درمیان میں کوئی ترجمان نہیں ہوگا۔ پس وہ اپنی بھلائی کی طرف نظر کرے گا تو اسے کچھ نظر نہ آئے گا، سوائے اس کے جو اس نے اپنے لئے آخرت میں بھیجا تھا اور اپنی بدبختی کی طرف دیکھے گا تو

Marfat.com

اسے کچھ نظر نہ آئے گا سوائے اس کے جو اس نے اپنے لئے (آخرت میں) بھیجا تھا اور اپنے سامنے دیکھے گا تو اپنے بالمقابل سوائے جہنم کے کچھ نہ دیکھے گا۔ پس تم جہنم سے بچو اگر چہ ایک کھجور کے ٹکڑے کو صدقہ کرنے کے ذریعے سے ہی۔''

3: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لیقفن احدکم بین یدی اللہ عزوجل لیس بینه وبینه حجاب ولا ترجمان یترجم له ثم یقولن له الم اوتك مالا؟ فلیقولن: بلی ثم لیقولن: الم ارسل الیك رسولا فلیقولن عین یمینه فلا یری الا النار' ثم ینظر علی سماله فلا یری الا النار' فلیتقین احدکم النار ولو بشق تمرة فان لم یجدفبکلمة طیبة''

''تم میں سے ہر آدمی اللہ عزوجل کے سامنے پیش ہوگا' اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان میں کوئی پردہ نہیں ہوگا اور نہ کوئی ترجمان ہوگا جو اس کی ترجمانی کرے۔ اسے کہا جائے گا: کیا میں نے تجھے مال نہیں دیا تھا۔؟ تو وہ جواب دے گا: دیا تھا۔ اسے کہا جائے گا: کیا تیرے پاس رسول نہیں بھیجا تھا۔؟ تو وہ جواب دے گا: کیوں نہیں۔ پھر وہ اپنے دائیں دیکھے گا تو سوائے جہنم کے اسے کچھ نظر نہ آئے گا' پھر وہ اپنے بائیں دیکھے گا تو بھی اس کو جہنم نظر آئے گی۔ پس ضروری ہے کہ تم میں سے ہر ایک جہنم سے بچے اگر چہ کھجور کے ایک حصہ کے ذریعے۔ پس اگر کوئی کھجور کا کوئی حصہ نہ پائے تو نیک بات سے اپنے کو جہنم سے بچالے۔'' (صحیح بخاری)

3: حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز تشریف لائے اور فرمایا:

''میں نے آج رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے:

''رایت رجلا من امتی یتقی وهج النار وشرر بابیده من وجهه فجاء ته صدقته فصارت سترا علی رائسه وضلاعلی وجهه'' (صحیح بخاری)

''میں نے اپنی امت کے ایک آدمی کو دیکھا جو جہنم کی تپش اور اس کے شعلوں سے اپنے چہرہ کو اپنے ہاتھ سے بچا رہا تھا تو اس کے پاس اس کا صدقہ آیا اور اس کے سر پہ ڈھال اور چہرہ پر سایہ بن گیا۔''

بھیک نہ مانگنے کی ضمانت:

بھیک نہ مانگنے والوں کے لیے بھی جنت کی بشارت ہے۔ چنانچہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے دے کہ وہ لوگوں سے بھیک نہ مانگے گا تو میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

﴿السنن ابوداؤد، کتاب الزکوۃ، باب کراھیۃ المسئلۃ، جلد 1، عربی صفحہ 239﴾

Marfat.com

سورت الاخلاص سے محبت:

سورۃ الاخلاص سے محبت ہونا بھی جنتی ہونے کی علامت ہے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی مسجدِ قبا میں امام تھے۔ وہ ہر رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ضرور پڑھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا:

''تم یہ سورت ہر رکعت میں کیوں پڑھتے ہو۔؟''

اس صحابی نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! مجھے اس سورتِ مبارکہ سے محبت و لگاؤ ہے۔ (جس کی وجہ سے میں اسے ہر رکعت میں پڑھتا ہوں۔)''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس کی محبت تجھے جنت میں داخل کروادے گی۔''

(السنن الترمذی، کتاب فضائل قرآن، باب ماجاء فی سورۃ الاخلاص، جلد 2، صفحہ 113)

تحیۃ الوضو کے نوافل:

تحیۃ الوضوء کے نوافل پڑھنے والے کو بھی جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو مسلمان اچھی طرح سے وضو کرے، پھر دل ودماغ کی حاضری کے ساتھ دو رکعت نماز (تحیۃ الوضوء) ادا کرے تو اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔''

(الصحیح المسلم، کتاب الطہارۃ، باب الذکر المستحب عقب الوضوء، جلد 1، عربی صفحہ 122)

آیت الکرسی کی تلاوت:

فرضوں کے بعد آیت الکرسی پڑھنے والوں کی بھی بڑی شان ہے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

''جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے گا تو اس کے لیے جنت میں داخل ہونے میں صرف موت کی رکاوٹ ہے۔''

(مشکوۃ شریف، کتاب الصلاۃ، باب الذکر بعد الصلاۃ، جلد 1، عربی صفحہ 89)

صدمے کی ابتداء میں صبر کرنا:

صبر کرنے والوں اور اس پر اجر کے طالبوں کے لیے بھی بشارت جنت دی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے ابنِ آدم! اگر تو صدمے کی ابتداء کے وقت صبر کرلے اور اجر کا طلبگار بن جائے تو میں تیرے لیے جنت سے کم کسی ثواب پر راضی نہیں ہوں گا۔''

(السنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصبر علی المصیبۃ صفحہ 115)

مجاہد اور بیمار ہونا:

مجاہد کو، پانی میں ڈوب کر مرنے والے کو، پیٹ کی بیماری میں فوت ہونے والے کو اور طاعون کی مرض سے مرنے والے کو شہید قرار دیا گیا ہے اور جو عورت نفاس کی حالت میں فوت ہو جائے اس کے متعلق جنت کی بشارت ہے۔

چنانچہ حضرت راشد بن حبیش رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل ہونا شہادت ہے، طاعون سے فوت ہونا شہادت ہے، پانی میں ڈوب کر مرنا شہادت ہے، پیٹ کی بیماری سے موت شہادت ہے اور (نفاس کی حالت میں فوت ہونے والی عورت بھی شہیدہ ہے) نفاس والی عورت کو اس کا بچہ اپنی نال کے ذریعے کھینچ کر جنت میں لے جائے گا۔''

(المسند الاحمد، جلد 3، عربی صفحہ 489)

راستے سے تکلیف دہ چیز دور کرنا:

راستے سے تکلیف دور کرنے کی بھی بڑی فضیلتیں ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میں نے ایک شخص کو جنت میں گھومتے ہوئے دیکھا (اس کے جنت میں داخل ہونے کا سبب یہ ہے کہ) ایک درخت تھا جس سے گزرتے ہوئے لوگوں کو تکلیف پہنچتی تھی۔ اس شخص نے اس درخت کو راستے سے کاٹ کر ہٹا دیا تھا۔ (جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں داخل فرما دیا۔)''

(الصحیح المسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب فضل ازالۃ الاذی عن الطریق، جلد 2، عربی صفحہ 328)

کامل وضو کے بعد کلمہ شہادت:

کامل وضو کرنے کے بعد کلمہ پڑھنے کی بھی بڑی برکتیں ہیں۔ چنانچہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی اچھی طرح کامل وضو کرے پھر یہ کلمہ پڑھے: ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ'' ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور بیشک محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔'' تو اس کلمہ پڑھنے والے شخص کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں تاکہ وہ ان میں سے جس دروازے سے چاہے (جنت میں) داخل ہو جائے۔''

Marfat.com

(الصحیح المسلم، کتاب الطہارۃ، باب الذکر المستحب عقب الوضوء، جلد 1، عربی صفحہ 122)

درست فیصلہ کرنے والا جج:

دونوں فریقوں کی گفتگو سن کر صحیح فیصلہ کرنے والے جج کو بھی جنتی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قاضی (جج) تین طرح کے ہیں۔ جن میں سے ایک طرح کے جنت میں اور دو طرح کے جہنم میں جائیں گے:

1: وہ جج جس نے حق کو پہچانا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا وہ جنت میں جائے گا۔

2: وہ جج جس نے حق کو پہچاننے کے باوجود فیصلے میں ظلم کیا وہ جہنم میں جائے گا۔

3: وہ جج جس نے (اصل بات تک پہنچے بغیر) جہالت کی بنیاد پر فیصلہ کیا وہ بھی جہنم میں جائے گا۔''

(السنن ابوداؤد، کتاب القضاء، باب فی القاضی یخطی، جلد 2، صفحہ 147)

حالت سفر میں موت:

سفر کی حالت میں وفات پانے والے کو بھی جنت کی نوید جاں فزا سنائی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مدینہ منورہ میں فوت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی پھر فرمایا:

''کاش! یہ پردیس میں فوت ہوتا۔''

ایک آدمی نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! آخر کیوں۔؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب آدمی پردیس میں فوت ہوتا ہے تو اس کی رہائش سے لے کر موت کے مقام تک جتنی مسافت بنتی ہے اس قدر اسے جنت میں اضافی جگہ دی جاتی ہے۔''

(السنن النسائی، کتاب الجنائز، باب الموت بغیر مولدہ، جلد 1، صفحہ 259)

مسلمان کی چشم پوشی:

مسلمان کی پردہ پوشی کرنا بھی بہت بڑی نیکی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے (دنیا میں) کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیبوں پر پردہ ڈال دے گا۔''

(الصحیح البخاری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم، جلد 1، صفحہ 330)

Marfat.com

طبرانی کی روایت میں ہے:
"پردہ پوشی کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں بھی داخل فرمائے گا۔"

تعمیر مسجد:

اللہ کی رضا کے لیے مسجد تعمیر کروانے والے کے نامہ اعمال میں کثیر نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص رضائے الٰہی کے حصول کے لیے مسجد تعمیر (کرتا یا) کراتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔"

﴿الصحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب من بنی مسجدا، جلد 1، عربی صفحہ 64﴾

اللہ کے لیے اذان:

اللہ کی رضا کی خاطر اذان دینے والے موذن کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص نے (اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے) بارہ سال تک اذان دی اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔"

﴿سنن ابن ماجہ، کتاب الاذان، باب فضل الاذان وثواب الموذنین، صفحہ 53﴾

عملی مومن عورت:

فرض نماز ادا کرنے والی، رمضان کے روزے رکھنے والی، اپنی عزت کی حفاظت کرنے والی اور اپنے شوہر کی تابعداری کرنے والی عورت کو نوید جنت سنائی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو عورت پانچوں فرض نمازیں پڑھے، ماہ رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے تو وہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے گی داخل ہوگی۔"

﴿المسند احمد، جلد 1، عربی صفحہ 191﴾

بیمار کی تیمارداری:

بیمار مسلمان کی تیمارداری کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو صبح کے وقت کسی مسلمان مریض کی عیادت کرتا ہے تو اس کے لیے ستر ہزار فرشتے شام تک

Marfat.com

دعائیں کرتے رہتے ہیں اور جو شام کو کسی مریض کی عیادت کرتا ہے تو اس کے لیے ستر ہزار فرشتے صبح کر دعائیں کرتے رہتے ہیں اور اس کے لیے جنت میں تر و تازہ اور پکے ہوئے پھل ہوں گے۔"

(السنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عیادۃ المریض، جلد 1، عربی صفحہ 159)

طلبِ علم:

طلبِ علم میں لگے رہنے کی بڑی فضیلت ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص حصولِ علم کی راہ پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس کے لیے جنت کی راہ آسان فرما دیتا ہے۔"

(الصحیح المسلم، کتاب الذکر والدعا، باب فضل الاجتماع علی تلاوۃ القرآن، جلد 2، عربی صفحہ 345)

حسد و کینہ سے پرہیز:

حسد و کینے جیسے بڑے گناہوں سے بچنے والے کو بھی جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین دن تک ہمیں یہ نوید سناتے رہے کہ ابھی تمہارے پاس ایک جنتی شخص آئے گا۔ ان تینوں روز ایک ہی آدمی نمودار ہوا، بالآخر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس آدمی سے اس خوش خبری کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے بتایا:

"میں کسی مسلمان کے خلاف دل میں کینہ نہیں رکھتا اور اللہ نے اسے جو بھی نعمت عطا کی ہو اس پر بھی حسد نہیں کرتا۔" (المسند احمد، جلد 3، عربی صفحہ 166)

مسلمان کا دفاع کرنا:

1: حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من ذب عن لحم اخیہ بالغیبۃ کان حقا علی اللہ ان یعتقہ من النار"

(مسند احمد: 461/6) (صحیح الجامع: 290/5)

"جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی غیر موجودگی میں اس کا دفاع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر لازم ہے کہ وہ اسے جہنم کی آگ سے آزاد کر دے۔"

بطور عاجزی فاخرانہ لباس ترک کرنا:

استطاعت کے باوجود عاجزی کے طور فاخرانہ لباس کو چھوڑ دینے والے کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے استطاعت کے باوجود صرف اللہ کے لیے تواضع اور عاجزی کی خاطر فاخرانہ لباس

Marfat.com

پہننا چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے طلب فرمائے گا اور اسے یہ اختیار عطا کرے گا کہ وہ "حلل الایمان" میں سے جس کا چاہے انتخاب کرلے۔"

﴿المسند احمد، جلد 3، عربی صفحہ 439﴾ ﴿المستدرک الحاکم، جلد 4، عربی صفحہ 183﴾

حیوانوں پر رحم:

حیوانوں پر رحم کرنے کے سبب بھی اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمادیتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ایک آدمی نے ایک کتے کو دیکھا جو پیاس کی وجہ سے گیلی مٹی چاٹ رہا تھا۔ اس آدمی نے اپنا موزہ اتارا، اس میں پانی بھرا اور پھر اس کتے کو پلانے لگا حتیٰ کہ اسے سیر کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی یہ نیکی قبول فرمائی اور اسے جنت میں داخل فرمادیا۔"

﴿الصحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب اذا شرب الکلب فی الاناء، جلد 1، عربی صفحہ 29﴾

مجبور مسلمان کو تسلی دینا:

مجبور مسلمان کو تسلی دینے اور اس سے اظہار ہمدردی کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جو مومن اپنے کسی بھائی کی مصیبت پر اسے تسلی دیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے (جنت میں) عزت واحترام کا لباس پہنائے گا۔"

﴿السنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی ثواب من عزی مصابا، عربی صفحہ 116﴾

پاک مال کی حفاظت کرتے فوت ہونا:

پاک و مطہر اور زکوۃ شدہ مال کی حفاظت کرتے ہوئے فوت ہونے والے مسلمان کو جنتی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو (ایماندار) شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے (بحالتِ مظلومی) قتل کردیا گیا تو اس کے لیے جنت ہے۔"

﴿السنن النسائی، کتاب المحاربۃ، باب من قتل دون مالہ، جلد 2، صفحہ 172﴾

یتیم کی پرورش کرنا:

یتیم کی پرورش کرنے والا قیامت کے دن جنت میں حضور ﷺ کے بہت زیادہ قریب ہوگا۔ چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح (ساتھ ساتھ) ہوں گے۔"

اور آپ ﷺ نے شہادت والی اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا اور ان

Marfat.com

دونوں کو (تھوڑا سا) کھولا۔ (یعنی یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں رسول اللہ ﷺ کے بہت زیادہ قریب ہوگا۔ اللھم اجعلنا منھم)

﴿ الصحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب اللعان وقول اللہ تعالیٰ، جلد 2، عربی صفحہ 798﴾

پانی مہیا کرنا:

جہاں پانی مہیا نہ ہو وہاں پانی مہیا کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا:

''یارسول اللہ ﷺ! وہ کون سا کام ہے جسے سرانجام دے کر میں جنت میں چلا جاؤں۔؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا تم ایسے علاقے میں رہتے ہو جہاں پانی باہر سے لایا جاتا ہے۔؟''

اس نے عرض کیا:

''جی ہاں یارسول اللہ ﷺ!''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم اپنے علاقے میں پانی کا نیا انتظام خرید لو اور وہاں سے لوگوں کو پانی پہنچاتے رہو۔ جونہی تم وہاں کنواں کھود دو گے جنت میں منزل پالو گے۔''

﴿المعجم الکبیر للطبرانی، جلد 12، عربی صفحہ 82﴾

مباحثہ نہ کرنا:

حق پر ہونے کے باوجود مسلمان سے (دنیاوی کام میں) مباحثہ نہ کرنے، مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولنے اور عمدہ اخلاق اختیار کرنے والے کو بھی جنت کی خوشخبری عطا فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس نے حق پر ہونے کے باوجود بحث ومباحثہ سے گریز کیا، میں اس کو جنت کے اطراف میں گھر دلوانے کا ضامن ہوں۔ جس شخص نے مذاق میں بھی جھوٹ بولنے سے اجتناب کیا میں اس کے لیے جنت کے وسط میں گھر دلوانے کا ضامن ہوں اور جس کے اخلاق عمدہ ہوں میں اس کے لیے جنت کے اعلیٰ ترین مقام میں گھر دلوانے کا ضامن ہوں۔''

﴿السنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی حسن الخلق، جلد 2، عربی صفحہ 313﴾

قدرت کے باوجود غصہ پر کنٹرول:

قدرت ہونے کے باوجود بدلہ نہ لینے اور اپنے غصے کو قابو میں رکھنے کی بڑی برکت ہے۔ چنانچہ حضرت سہل بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

"جس نے بدلہ لینے کی قدرت کے باوجود اپنے غصے پر قابو پالیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے بلائے گا اور خوبصورت موٹی آنکھوں والی حوروں کی بابت اسے اختیار دیے گا کہ وہ ان میں سے جسے چاہے پسند کر لے۔"

(السنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب من کظم غیضا، جلد 2، عربی صفحہ 311)

...بینے کا صبر:

آنکھوں سے محروم ہونے کے باوجود صبر کرنے والے کو بھی جنت کی خوش خبری عطا فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "جب میں اپنے بندے کو دو محبوب ترین چیزوں (یعنی آنکھوں) سے محروم کر کے آزماتا ہوں اور وہ صبر کرتا ہے تو میں اسے اس کے بدلہ میں جنت عطا فرماتا ہوں۔"

(الصحیح البخاری، کتاب المرضیٰ، باب فضل من ذہب بصرہ، جلد 2، صفحہ 844)

کھانا کھلانا:

کھانا کھلانے، اچھی گفتگو کرنے، پے درپے روزے رکھنے اور نماز تہجد پڑھنے والوں کو بھی جنت کی ...ید جاں فزا سنائی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ...رمایا:

"جنت میں ایسے محلات ہیں جن کے اندر سے بیرونی مناظر اور باہر سے اندرونی مناظر نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ محلات ان لوگوں کے لیے تیار فرمائے ہیں جنہوں نے (ضرورت مندوں یا دوست احباب وغیرہ) کو کھانا کھلایا، گفتگو میں نرمی اختیار کی، پے درپے روزے رکھے اور رات کے وقت جب لوگ سو رہے ہوں، نماز ادا کی۔"

(المسند امام احمد، جلد 5، عربی صفحہ 343) (المستدرک الحاکم، جلد 1، عربی صفحہ 321)

...ڑوسیوں سے اچھا سلوک:

ہمسایوں سے اچھا سلوک کرنے کی بہت زیادہ فضیلت ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ...وایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک آدمی نے دریافت کرتے ہوئے عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! فلاں عورت کی نمازوں، روزوں اور صدقہ کا کثرت سے ذکر ہوتا ہے (وہ کثرت سے نمازیں پڑھتی ہے، روزے رکھتی ہے اور صدقہ کرتی ہے) البتہ وہ زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"وہ جہنم میں جائے گی۔"

Marfat.com

اس آدمی نے پھر عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! فلاں عورت کے روزوں، نمازوں اور صدقات کا معمولی ذکر ہے۔ البتہ وہ پنیر کے ٹکڑے (بطورِ صدقہ) لوگوں میں بانٹتی ہے اور وہ زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں پہنچاتی۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''یہ عورت جنت میں جائے گی۔''

(المسند امام احمد، جلد 2، عربی صفحہ 440؛ المستدرک الحاکم، جلد 4، عربی صفحہ 166)

تکبر، خیانت اور قرض سے بچنا:

تکبر، خیانت اور قرض سے بچنے کی بڑی برکت ہے۔ چنانچہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص کو اس حال میں موت آئی کہ وہ تکبر، خیانت اور قرض سے پاک تھا تو وہ جنت میں جائے گا۔''

(السنن الترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی الغلول، جلد 1 صفحہ 246)

بیٹیوں اور بہنوں کی پرورش:

بیٹیوں کی اچھی پرورش کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس نے دو بچیوں کی پرورش کی قیامت کے دن وہ اور میں اسطرح (اکٹھے) آئیں گے۔''

پھر آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کو ملایا۔

دو بچیوں کی پرورش کرنے والا اور رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن اس طرح قریب قریب ہوں گے، جس طرح ایک انگلی دوسری انگلی کے قریب ہوتی ہے۔

(الصحیح المسلم، کتاب البر والصلۃ، باب فضل الاحسان الی البنات، جلد 2، عربی صفحہ 330)

بیٹیوں کے علاوہ دو یا تین بہنوں کی پرورش کرنے کا بھی یہی صلہ ہے، جیسا کہ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (المسند امام احمد، جلد 3، عربی صفحہ 147) میں حدیث بیان فرمائی ہے۔

لین دین میں نرمی کرنا:

خرید و فروخت میں نرمی اختیار کرنا بھی آخرت میں کامیابی و کامرانی کی دلیل ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت اور لین دین میں نرمی کرنے والے ایک شخص کو (صرف اسی عمل کی وجہ سے) جنت میں داخل فرمادیا۔''

(المسند امام احمد، جلد 1، عربی صفحہ 58)

Marfat.com

جواب اذان:

اذان سن کر دل کی تصدیق کے ساتھ اس کا جواب دینے والے کے لیے بھی جنت کی خوشخبری ہے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب مؤذن ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہے تو تم میں سے بھی کوئی جواب میں ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہے۔ جب مؤذن ''اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہے تو وہ بھی جواب میں ''اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہے۔ جب مؤذن ''اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کہے تو وہ بھی ''اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ'' کہے پھر جب مؤذن ''حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ'' کہے تو وہ جواب میں ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ'' کہے پھر جب مؤذن ''حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ'' کہے تو وہ جواب میں ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ'' کہے جب مؤذن ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہے تو وہ بھی جواب میں ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ'' کہے اور جب مؤذن ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہے تو وہ بھی صدق دل سے ''لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' کہے، تو اس طرح اذان کا جواب دینے والا جنت میں داخل ہوگا۔''

(الصحیح المسلم، کتاب الصلاۃ، باب استحباب القول مثل قول المؤذن، جلد 1، عربی صفحہ 167)

تلاوت سورۃ الملک:

سورۃ الملک کی تلاوت کرنا بھی آخرت میں کامیابی کی دلیل ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قرآنِ مجید کی ایک صورت ہے جس کی صرف تیس آیات ہیں۔ وہ (قیامت کے دن) اپنے پڑھنے والے کی طرف سے جھگڑا کرے گی اور بالآخر اسے جنت میں داخل کروا کر رہے گی اور وہ صورت تَبَارَکَ الَّذِیْ (سورۃ الملک) ہے۔''

(الصحیح الجامع الصغیر، حدیث نمبر 3644)

تین مرتبہ پناہ مانگنا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''من سال اللہ الجنة ثلاث مرات قالت الجنة اللهم ادخله الجنة و من استجار من النار ثلاث مرات قالت النار اللهم اجره من النار''

(سنن الکبریٰ کتاب الاستعاذۃ امام نسائی۔ ص 460 ج 4۔ کنز العمال ص 195 ج 2 بلفظہ وعزاہ الی احمد وابن ماجہ وابن حبان والحاکم)

''جس نے اللہ تعالیٰ سے تین مرتبہ جنت کو طلب کیا تو جنت عرض کرتی ہے: ''اے اللہ! اسے جنت میں داخل فرما دے اور جس نے تین مرتبہ جہنم سے پناہ مانگی تو جہنم کہتی ہے: ''اے اللہ اسے جہنم سے محفوظ فرما دیجیے۔!''

Marfat.com

تہلیل کی فضیلت:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من قال حين يصبح لااله الاالله والله اكبر اعتق رقبته من النار"

(ابن السنی، ابن عساکر، کنزالعمال ص 158 ج 2)

"جس نے صبح کرتے ہی "لااله الاالله والله اكبر" کہا اللہ تعالیٰ اس کی گردن جہنم سے آزاد کر دیتا ہے۔"

نماز فجر کے بعد ذکر الٰہی کرنا:

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مامن عبد صلى صلوة الصبح ثم جلس يذكر الله عزوجل حتى تطلع الشمس الاكان له حجابا من النار سترا"

(ابن السنی، کنزالعمال، صفحہ نمبر 150، جلد نمبر 2)

"جو بندہ صبح کی نماز پڑھتا ہے، پھر اللہ عزوجل کا ذکر کرنے بیٹھ جاتا ہے، یہاں تک کہ سورج طلوع ہوجائے تو یہ ذکر اس بندہ کے لئے جہنم سے پردہ اور رکاوٹ بن جاتا ہے (وہ اس ذکر کی برکت سے جہنم سے محفوظ ہوجائے گا)۔"

صبح وشام دعا پڑھنا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من قال حين يصبح اوحين يمسى اللهم انى اصبحت اشهدك واشهد حملة عرشك وملائكتك وجميع خلقك انك انت الله الذى لااله الا انت وان محمدا عبدك ورسولك اعتق الله ربعه من النار فمن قالها مرتين اعتق الله نصفه فمن قالها ثلاثا اعتق الله ثلثا اربعاه فان قالها اربعا اعتقه من النار" (ابوداؤد، کنزالعمال ص 138 ج 2)

"جس نے صبح کرتے وقت یا شام کرتے وقت یہ (وظیفہ) پڑھا: اللهم انى اصبحت اشهدك واشهد حملة عرشك وملائكتك وجميع خلقك انك انت الله الذى لااله الا انت وان محمد عبدك ورسولك" ("اے اللہ! میں نے ابتدا کی تجھے گواہ بناتے ہوئے اور تیرے عرش کے اٹھانے والے فرشتوں اور تیرے باقی فرشتوں اور تیری ساری مخلوق کو بھی گواہ بناتے ہوئے کہ تو ہی اللہ ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ بس تو ہی معبود ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں۔") تو اللہ تعالیٰ پڑھنے والے کا چوتھائی جسم دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے اور جس نے اسے دو مرتبہ پڑھا اس کا آدھا جسم اور جس نے اسے تین مرتبہ پڑھا اس کے جسم کے تین حصے آزاد فرمادیتا ہے

Marfat.com

اور جس نے اس کلمہ کو چار مرتبہ پڑھا تو اس کو مکمل طور پر دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔"

اللھم اجرنی من النار پڑھنا:

حضرت حارث تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت خاتم المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ الی یوم الدین نے ارشاد فرمایا:

"اذا صلیت الصبح فقل قبل ان تکلم احدامن الناس۔ اللھم اجرنی من النار فانك ان مت من یومك ذالك کتب اللّٰہ لك جوار امن النار واذا صلیت المغرب قبل ان تکلم احدامن الناس اللھم اجرنی من النار سبع مرات فانك ان مت من لیلتك یکتب اللّٰہ لك جوار امن النار"

(مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، کنز العمال، صفحہ نمبر 131، جلد نمبر 2)

"جب تو صبح کی نماز پڑھ لے تو کسی سے گفتگو کرنے سے پہلے یہ کلمات کہہ: "اللھم اجرنی من النار" اگر تو اپنے اسی دن میں وفات پا گیا تو اللہ تعالیٰ تیرے لئے جہنم سے آزادی کا حکم فرما دے گا اور جب تو مغرب کی نماز پڑھ لے تو کسی سے گفتگو کرنے سے پہلے یہ کلمات سات مرتبہ کہہ: "اللھم اجرنی من النار" پس اگر تو اس رات میں انتقال کر گیا تو اللہ تعالیٰ تیرے لئے جہنم سے آزادی کا پروانہ لکھ دے گا۔"

نابالغ اولاد کی موت پر صبر:

اولاد کی موت پر صبر کرنے والے کے لیے بھی جنت کی خوشخبری ارشاد فرمائی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں (اور وہ صبر کرے) تو اللہ تعالیٰ اپنی خاص رحمت سے اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔"

(الصحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب فضل من مات لہ ولد فاحتسب، جلد 1، عربی صفحہ 167)

دینی بھائی سے ملاقات:

سچ بولنے اور دینی بھائی سے ملاقات کرنے کی بڑی فضیلت ہے۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کیا میں تمہیں جنت میں داخل ہونے والوں کے متعلق نہ بتاؤں۔؟"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

"ضرور! یا رسول اللہ ﷺ!"

آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

”نبی، صدیق اور وہ آدمی بھی جنت میں جائے گا جو صرف اللہ کی رضا کے لیے شہر کے دوسرے حصے میں جا کر اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کرتا ہے۔“

(المعجم الصغیر، جلد 1، عربی صفحہ 74)

محبوب کی وفات پر صبر:

محبوب ترین شخص کی موت پر صبر کرنے والے کو بھی جنت کی نوید جاں فزا سنائی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”جب میں دنیا میں اپنے بندے کے عزیز ترین شخص کو موت دے دوں، پھر وہ ثواب کی امید کر کے اس پر صبر کرے تو اس کے لیے میرے پاس جنت سے کم کوئی بدلہ نہیں ہے۔“

(الصحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب العمل الذین یبتغی بہ وجہ اللہ، جلد 2، عربی صفحہ 950)

تلاوت وحفظ قرآن مجید:

قرآنِ مجید کی تلاوت کرنا بھی بڑی فضیلت کا کام ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”صاحبِ قرآن (قرآن کی تلاوت کرنے والا) جب قیامت کے دن آئے گا تو قرآن اللہ سے درخواست کرے گا: ”اے پروردگار! اسے زینت بخش دے۔“ قرآن کی یہ سفارش قبول ہوگی اور تلاوت کرنے والے کو عزت کا تاج پہنایا جائے گا۔ قرآن پھر درخواست کرے گا: ”اے پروردگار! اس زینت میں اور اضافہ فرما دے۔“ یہ دعا بھی قبول ہوگی اور تلاوت کرنے والے کو کرامت و بزرگی کا لباس پہنایا جائے گا۔ قرآن پھر درخواست کرے گا: ”اے پروردگار! تو اس سے راضی ہو جا۔“ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کی تلاوت کرنے والے کو اپنی رضا و بخشش کا سرٹیفکیٹ عطا فرما دے گا۔ پھر حکم ہوگا: ”پڑھتا جا اور (جنت کی منزلیں) چڑھتا جا۔“

(السنن الترمذی، ابواب فضائل القرآن، باب ماجاء فی من قرأ حرفا من القرآن مالہ من الاجر، جلد 2، عربی صفحہ 115)

طلب استغفار:

اللہ رب العزت سے استغفار مانگنا بھی آخرت میں کامیابی کی دلیل ہے۔ چنانچہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”وظیفوں کا سردار یہ دعا ہے اسے اپناؤ (خوب پڑھا کرو):

”اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ لَکَ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ

Marfat.com

لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ"

"اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا فرمایا اور میں تیرا ہی بندہ ہوں۔ میں اپنی استطاعت کے مطابق تیرے وعدے اور تیرے عہد پر قائم ہوں۔ میں نے جو غلط کام کیے ان کے شر سے میں تیری پناہ میں آتا ہوں۔ تو نے جو نعمتیں مجھے عطا کی ہیں ان سب کا اقرار کرتا ہوں اور میں اپنے گناہوں کا بھی اعتراف کرتا ہوں۔ تو مجھے بخش دے اور یہ بات یقینی ہے کہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص نے اس دعا کو پورے یقین کے ساتھ دن کے وقت پڑھا اور وہ اسی دن شام ہونے سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ جنتی ہوگا اور جس نے رات کے وقت پورے یقین کے ساتھ پڑھا اور صبح ہونے سے پہلے فوت ہو گیا وہ بھی جنتی ہے۔"

(الصحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب افضل الاستغفار، جلد 2، صفحہ 932)

بازار جاتے وقت دعا پڑھنا:

بازار جاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگنا بھی بڑی فضیلت کا حامل ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص بازار میں داخل ہوا اور اس نے یہ دعا پڑھی:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَهُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ"

"اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور تمام تعریف اسی کے لیے ہیں۔ وہ زندہ کرتا اور موت دیتا ہے۔ وہ خود زندہ ہے اور اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ اسی کے قبضۂ قدرت میں خیر ہے اور وہ ہر چاہت پر قادر ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص یہ دعا پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے، دس لاکھ گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے لیے جنت میں گھر بنا دیتا ہے۔"

(السنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول اذا دخل السوق، جلد 2، عربی صفحہ 494)

اسماء الٰہی کو یاد کرنا:

اللہ رب العزت کے اسماء کو یاد کر کے پڑھتے رہنا بھی جنت میں جانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ اور سبب ہے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ کے ننانوے ایک کم سو نام ہیں، جس نے انہیں محفوظ کیا (یاد کر کے پڑھتا رہا) وہ جنت میں داخل ہوگا۔''

(الصحیح البخاری، کتاب التوحید، باب ان اللہ مئۃ اسم الا الواحد، جلد 2، عربی صفحہ 1099)

سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ، لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنا:

سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ، لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھنا بھی بہت بڑی نیکی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اپنی زمین میں کچھ کاشت کر رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے اور دریافت فرمایا:

''اے ابوہریرہ! تم کیا بو رہے ہو۔؟''

میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! درخت لگا رہا ہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''کیا میں تمہیں اس سے اچھے درخت لگانے کی ترکیب نہ بتاؤں۔؟''

میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ کیوں نہیں، ضرور بتایئے۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ، لَااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھا کر۔ ان میں سے ہر ایک کے بدلے میں تیرے لیے جنت میں ایک درخت لگایا جائے گا۔''

(السنن ابن ماجہ، ابواب الادب، باب فضل التسبیح، عربی صفحہ 270)

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ پڑھنا:

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ پڑھنے والے کو بھی جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے مخاطب کر کے دریافت فرمایا:

''کیا میں تمہیں جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانے سے آگاہ نہ کروں۔؟''

میں نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول ﷺ! کیوں نہیں، آپ مجھے ضرور آگاہ فرمایئے۔!''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ پڑھا کرو۔ (یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک بہت بڑا خزانہ ہے۔)''

Marfat.com

(الصحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب قول لاحول ولاقوۃ الا باللہ، جلد 2، عربی صفحہ 948)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"مجھے رسول اللہ ﷺ نے وصیت فرمائی کہ میں کثرت سے: "لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" پڑھا کروں کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔"

(المسند امام احمد، جلد 5، عربی صفحہ 159)

مصیبت زدہ ہونے کے باوجود حرام خوری اور دست درازی نہ کرنا:

عدل وانصاف کرنے والے حکمران، دل کھول کر خرچ کرنے والے، شفقت ونرمی برتنے والے، رشتہ داروں کی سلامتی چاہنے والے اور مصیبت زدہ ہونے کے باوجود حرام خوری اور دست درازی نہ کرنے والے شخص کو بھی جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"عدل وانصاف کا دامن تھامنے اور (راہ حق میں) کھلے دل سے خرچ کرنے والا حکمران، شفقت ونرمی برتنے اور رشتہ داروں کی سلامتی چاہنے والا شخص اور عیال دار ہونے کے باوجود حرام خوری اور دست سوال دراز کرنے سے بچنے والا شخص، یہ تینوں انسان جنت میں جائیں گے۔"

(الصحیح المسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا، باب صفات التی یعرف بہافی الدنیا اہل الجنہ واہل النار جلد 2، عربی صفحہ 385)

☆☆☆

فصل نمبر 38:

حرمتِ ظلم قرآن وحدیث کی روشنی میں

ظلم کا معنی:

ظلم سے مراد ہے: کسی چیز کو اس کے اصل مقام پر نہ رکھنا۔ جب بھی کوئی چیز اپنی مقرر کردہ حد سے تجاوز کر جائے تو وہ ظلم کے زمرے میں آتی ہے۔ مثلاً: کسی چیز کا غلط استعمال کرنا، دوسروں کی حق تلفی کرنا وغیرہ۔ نیز ظلم کے معانی اندھیرے اور تاریکی کے بھی ہیں۔

شرک ظلم عظیم ہے:

یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہے اور اس نے اپنے بندوں کو بڑی نعمتیں عطا کی ہیں۔ اب جو کوئی شقی القلب سرکشی کرے اور رب کائنات کے سوا کسی اور ذات کو اپنا معبود بنا ڈالے اور اللہ کے سوا اس کی عبادت شروع کر دے تو ایسے آدمی سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا؟ اسی لئے قرآن مجید میں شرک کو سب سے بڑا ظلم کہا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خود سورۃ لقمان میں فرماتا ہے:

Marfat.com

((ان الشرك لظلم عظيم))(سورة لقمان ، آيت 13)

''بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔''

ظالم گروہ کے بارے میں احکامات:

قرآن مجید اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

((فان بغت احد هما على الاخرى فقاتلوا التى تبغى حتى تفىء الى امر الله))(سورة الحجرات، آيت 9)

''پھر اگر ان دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم (سب) اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔''

اگر دو گروہ آپس میں لڑتے ہیں تو ایسا گروہ جو دوسرے گروہ پر ظلم اور زیادتی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مطابق اختلافات کو ختم نہیں کرتا، بلکہ بغاوت کا راستہ اختیار کرتا ہے تو باقی مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام مل کر ظلم اور زیادتی کرنے والے گروہ کا مقابلہ کریں اور اس وقت تک لڑیں جب تک کہ وہ اللہ کی طرف رجوع نہ کرلے۔ ظلم بہت بڑا جرم ہے۔ ظلم کا مرتکب دنیا و آخرت دنیا دونوں میں سزا پاتا ہے۔

تعاون بس اچھے کاموں میں:

ہمیں صرف اچھے اور نیک کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون اور مدد کرنی چاہیے۔ ظلم اور زیادتی کے کاموں میں دوسروں کا ساتھ ہرگز نہیں دینا چاہیے۔ قرآن مجید مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس میں ہر مسلمان کی قدم قدم پر راہنمائی فرمادی گئی ہے۔ اگر ہم مسلمان قرآن مجید کے بتائے ہوئے راستے پر عمل کرتے ہوئے زندگی بسر کریں تو ہم دنیا میں بھی کامیابی اور کامرانی سے ہم کنار ہوں اور آخرت میں بھی اللہ کے حضور سرخرو ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی سورۃ المائدہ میں فرماتا ہے:

((وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان و اتقوا الله ان الله شديد العقاب))(سورة المائده ، آيت 2)

''نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم و زیادتی میں مدد نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔''

نیکی اور پرہیزگاری کا کام کوئی بھی کرنا چاہے تو اس میں تعاون کرو جس قدر ممکن ہو اس کی مدد کرو مگر گناہ اور ظلم پر تعاون مت کرو، ڈاکوؤں، چوروں اور لٹیروں سے تعاون نہ کرو۔ مسلمان بھی برائی کرنا چاہے تو اس کے ساتھ تعاون یہ ہے کہ اسے برائی سے روکو، اس کے کرنے میں شریک مت ہو جاؤ۔ اگر لوگ یہ شعار اپنالیں تو آج بھی دنیا پہ امن قائم ہو سکتا ہے، ظلم مٹ سکتا ہے۔ اگر ظالم کے ساتھ تعاون نہ کیا جائے تو نیکی پھیل سکتی ہے۔ یہ سب کچھ تب ممکن ہو گا جب

Marfat.com

ہم میں خوف الٰہی ہوگا، اللہ سے تعلق ہوگا اور اسی کیلئے یہ سب کچھ کرو اس کے عذاب بھی تو بہت سخت ہیں۔ برائی میں تعاون کرنے والے بھی ان ظالموں کے ظلم میں شریک ہو کر ان کے ساتھ سزا بھگتیں گے اور نیکی پر تعاون کرنے والے نیک اجر پائیں گے۔

ظالم و باغی کی سزا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ومن انتصر بعد ظلمه فاولئك ما عليهم من سبيل انما السبيل على الذين يظلمون الناس ويبغون في الارض بغير الحق اولئك لهم عذاب اليم))(سورة الشورىٰ، آيت 41-42)

"اور جو شخص اپنے مظلوم ہونے کے بعد (برابر) بدلہ لے لے تو ایسے لوگوں پر (الزام کا) کوئی راستہ نہیں۔ یہ راستہ صرف ان لوگوں پر ہے جو خود دوسروں پر ظلم کریں اور زمین میں ناحق فساد کرتے پھریں۔ یہی لوگ ہیں جن کیلئے دردناک عذاب ہے۔"

جو لوگ دوسروں کو اپنے ظلم کا شکار بناتے ہیں اور ان پر زیادتی کرتے رہتے ہیں، بغاوت کرتے ہوئے زمین پر ناحق فساد برپا کر دیتے ہیں ایسے ہی لوگوں کیلئے اللہ دردناک عذاب کی سزا سناتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ظالم اور باغی کو عذاب الیم کی دھمکی دیتا ہے، لیکن لوگوں کا بھی فرض ہے کہ اس کا راستہ روکیں اور اس کے ہاتھوں کو پکڑ لیں تاکہ وہ ظلم نہ کر سکے۔ ورنہ جب خباثت کی کثرت ہو جائے اور ظلم سے باز رکھنے والا کوئی نہ رہے تو عذاب عام کا خطرہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک عذاب عام تو وہی ہے جس میں ظالم کے ظلم کے باعث لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔ دوسرا عذاب عام وہ ہے جو سب کو لے ڈوبتا ہے اور اس میں ظالم و مظلوم کا فرق نہیں رہتا، کیونکہ لوگوں نے ظلم کو روک کر فرض ادا نہیں کیا۔

مظلوم کا حق:

قرآن پاک میں ہے:

((لا يحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم))

(سورۃ النساء، آیت 148)

"اللہ بدگوئی کو پسند نہیں کرتا مگر یہ کہ کسی پر ظلم ہوا ہو۔"

سرِ عام برائی کرنا پسندیدہ فعل نہیں ہے۔ ویسے بھی برائی منع ہے، چاہے چھپ کر کی جائے یا سب کے سامنے۔ قرآن مجید نے دونوں قسم کی برائیوں کے اظہار سے منع فرمایا ہے۔ البتہ جو شخص کسی دوسرے پر ظلم کرتا ہے تو اس کے ظلم کو دوسروں کے سامنے بیان کیا جا سکتا ہے۔ شاید کہ ظالم اپنے ظلم سے باز آ جائے۔

Marfat.com

بدگوئی پر زبان کھولنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ کام نہیں ہے۔اس میں شک نہیں کہ تم مظلوم ہو اور اگر مظلوم ظالم کے خلاف بدگوئی پر زبان کھولے تو اسے حق پہنچتا ہے، لیکن پھر بھی افضل یہی ہے کہ خفیہ ہو یا علانیہ ہر حال میں بھلائی کیے جاؤ اور برائیوں سے درگزر کرو، کیونکہ تم کو اپنے اخلاق میں اللہ کے نزدیک اخلاق سے قریب تر ہونا چاہیے۔

مسلمان نہ خود ظلم کرے اور نہ ہی مظلوم کو ظالم کے ہاتھوں میں چھوڑ کر بیٹھ جائے:

تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔اس لئے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ نہ تو خود اپنے مسلمان بھائی پر کسی قسم کا ظلم کریں اور نہ ہی کسی اور کو کسی پر ظلم کرنے دیں۔اخوت و مساوات کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور ایک دوسرے کی مدد کرنی چاہیے۔جو کوئی دوسروں کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔دوسروں کے عیب نہیں ٹٹولنے چاہئیں، بلکہ پردہ پوشی کرنی چاہیے اور مصیبت کے وقت دوسروں کے کام آنا چاہیے۔

((عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ المسلم اخوا المسلم لا یظلمه و لا یسلمه ومن کان فی حاجة اخیه کان الله فی حاجته ومن فرج عن مسلم کربة فرج الله عنه کربة من کربات یوم القیامة ومن ستر مسلماً ستره الله یوم القیامة))(صحیح بخاری، کتاب المظالم)

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ خود اس پر ظلم کرے نہ ظالم کے ہاتھ میں اس کو چھوڑ کر بیٹھ جائے اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی کا کام نکالے تو اللہ اس کا کام نکال دے گا اور جو شخص کسی پر سے کوئی مصیبت ٹالے تو اللہ قیامت کی ایک مصیبت اس سے ٹال دے گا اور جو شخص مسلمان کا عیب چھپالے اللہ قیامت کے دن اس کے عیب چھپائے گا۔“

ظالم و مظلوم کی مدد کا مطلب:

تمام مسلمان رشتہ اخوت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے ایک دوسرے کی مدد کریں اور ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی مدد کرے خواہ وہ ظالم ہو یا اس پر ظلم ہو رہا ہو۔اگر مسلمان کسی دوسرے پر ظلم کر رہا ہے تو اس کی مدد اس طرح کی جاسکتی ہے کہ اسے ظلم سے باز رکھا جائے کیونکہ ظلم کا انجام انتہائی برا ہے۔

((عن انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ انصر اخاك ظالم او مظلوماً))

(بحوالہ تیسیر الباری، ترجمہ وتشریح صحیح بخاری شریف، جلد2،ص558)

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (مسلمان) بھائی کی ہر حال میں مدد کرو، چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم۔“ صحابہ نے عرض کیا: مظلوم کی مدد کا تو علم ہے، ہم

Marfat.com

ظالم کی کس طرح مدد کریں۔؟ارشاد فرمایا: اُسے ظلم سے روک کر۔"

باہم ظلم کی ممانعت:

اللہ تعالیٰ ہر قسم کے ظلم سے پاک ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات خود بھی عادل ہے اور اپنے بندوں میں بھی انصاف کو پسند کرتا ہے۔جب بھی کسی معاشرے میں انصاف کا بول بالا ہوگا تو اس معاشرے میں کسی کے ساتھ ظلم نہیں ہوسکتا۔

((عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ تعالیٰ انی حرمت الظلم علی نفسی وعلی عبادی الا فلا تظالموا))

"حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے ظلم کو اپنے اوپر اور اپنے بندوں کے اوپر حرام کیا، خبردار ہو جاؤ! ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔"

ظلم اور بخل سے بچاؤ:

((عن جابر ان رسول اللہ ﷺ قال اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات یوم القیامۃ ، واتقوا الشح فان الشح اھلک من کان قبلکم حملھم علی ان سفکوا دمآءھم واستحلوا محارمھم))

(ریاض الصالحین، جلد اول، صفحہ 157)

"حضرت جابر بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ظلم سے بچو اس لئے کہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا باعث ہوگا اور بخل سے بچو اس لئے کہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر ڈالا۔بخل نے ان لوگوں کو خونریزی اور محرمات کو حلال کرنے پر برانگیختہ کیا۔"

مظلوم کی بددعا:

مظلوم کی بددعا سے بچنا چاہیے کیونکہ مظلوم اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔اللہ تعالیٰ مظلوم کی پکار بہت جلد قبول کرتا ہے۔

((عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ بعث معاذًا الی الیمن فقال :اتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینھا و بین اللہ حجاب))

(سنن ترمذی)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا: مظلوم کی بددعا سے بچنا، کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔"

Marfat.com

قرآن وحدیث اور ظلم:

مندرجہ بالا آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں مظالم کی روک تھام کا سب سے موثر طریقہ جسے آج کل ''عدم تعاون'' کا نام دیا گیا ہے اسے اسلام نے چودہ سو تیس سال پہلے پیش کیا ہے اور صاف صاف حکم دیا گیا ہے کہ ظلم وتعدی اور گناہوں کے کاموں میں کسی کا ساتھ نہ دیا جائے اور نہ ہی ظلم کے کاموں میں کسی قسم کی شرکت کی جائے۔

ہم مسلمانوں کو دیکھنا چاہیے کہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں تو ہمیں اپنے اعمال میں بھی خلوص پیدا کرنا چاہیے۔ خلوص دل سے دین اسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ حق بات کا ساتھ دینا چاہیے اور کبھی بھی حق کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ ہمیں اس بات کا جائزہ لینا چاہیے کہ کہیں ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے معاشرے میں فساد تو برپا نہیں ہو رہا، کہیں لوگ ہماری وجہ سے ظلم کا شکار تو نہیں ہو رہے؟ یاد رکھیں ظلم قلب کو تاریک اور چہرے اور نامہ اعمال کو سیاہ کر دیتا ہے۔ ہمیں ہر وقت توبہ کرنی چاہیے اور اہل حق کو ان کے حقوق دے کر اپنی آخرت سنوارنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

ظلم کی اقسام

ظلم کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں:

1: اللہ تعالیٰ کے بارے میں ظلم۔ 2: مخلوق پر ظلم۔ 3: اپنے آپ پر ظلم۔

رب کے بارے ظلم:

یہ اس وقت ہوتا ہے جب انسان اپنے مالک اور رب کا انکار کر دیتا ہے۔ اسی طرح انسان اللہ کی عبادت چھوڑ کر یا اس کی عبادت کے ساتھ غیر کی عبادت شروع کر دے۔ یہ ظلم کی پہلی قسم ہے۔

اللہ کی مخلوق پر ظلم:

مخلوق پر ظلم سے مراد ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور انسانوں پر ظلم کرے، ان کی عزتوں، ابدان اور اموال کو ناحق پامال کر دے۔ یہ ظلم کی دوسری قسم ہے۔

اپنے آپ پر ظلم:

اپنے آپ پر ظلم ایسے ہے کہ انسان خود کو مختلف انداز کے جرائم اور برائیوں میں مبتلا کر کے اپنے آپ کو آلودہ کرلے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی شروع کر دے۔ گناہوں اور فواحش کو اختیار کر کے خباثت اور تاریکی کو اپنے نفس میں جگہ دے کر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور دوری کا حق دار ٹھہرے۔ یہی اپنے اوپر ظلم کرنا ہے اور یہ ظلم کی تیسری قسم ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 39:

مسجد کی اہمیت اور فضیلت

لغوی مفہوم:

مسجد "سجد" سے بنا ہے۔ جس کا معنی ہے:

"خضع (جھکنا) ذل، تذلل (بے وقعت) ہونا، پیشانی کا زمین پر لگانا، عاجزی وانکساری سے جھکنا، عبادت میں پیشانی اور ناک زمین پر رکھنا۔"

اصطلاحی مفہوم:

اسلام میں ایسی عمارت جو خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے تعمیر کی جائے، جہان اللہ تعالیٰ کی معبودیت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے سجدہ ریز ہوا جائے، اُسے مسجد کہا جاتا ہے۔

مسجد اور ذکر الٰہی:

اللہ رب العزت قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

((ولو لا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع و صلوات و مسجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا))

(سورۃ الحج: آیت 40)

"اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو عبادت خانے اور گرجے اور مسجدیں اور یہودیوں کے معبد اور وہ مسجدیں بھی ڈھادی جاتیں، جہاں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے۔"

اسلام اور مسجد:

اسلامی معاشرے میں مسجد کی اہمیت اس کی مرکزی حیثیت کی وجہ سے ہے۔ مسجد ہر مسلمان کیلئے انتہائی اہم جگہ ہے۔ مسجد نہ صرف ایک عبادت گاہ ہے بلکہ دنیائے اسلام کا ایک ایسا مرکز ہے جہاں مسلمان اپنے مذہبی فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اپنے معاشرتی مسائل کے حل کیلئے روزانہ پانچ مرتبہ مسجد میں جمع ہوتے ہیں۔ چنانچہ مسجد مسلمانوں کیلئے مرکزی مقام کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو یادالٰہی، پابندی وقت، مساوات، نظم وضبط اور مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ اصلاح معاشرہ اور دیگر بہت سارے مسائل کے حل کا باعث ہے۔

کعبۃ اللہ دنیا کی سب سے پہلی مسجد:

دنیا میں اللہ تعالیٰ کا سب سے پہلا گھر مکہ مکرمہ میں ہے۔ یہی دنیا کی سب سے پہلی مسجد ہے۔ اللہ رب العزت قرآن مجید میں خود اس کا ذکر فرماتا ہے:

Marfat.com

((ان اول بیت وضع للناس للذی ببکۃ مبر کاً وھدی للعلمین))

(سورۃ آل عمران، آیت 96

"اللہ تعالیٰ کا پہلا گھر جو لوگوں کیلئے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے، جو تمام دنیا کیلئے برکت وہدایت والا ہے۔"

اہل ایمان اور مساجد کی تعمیر وترقی وآبادی:

مسجدوں کی دیکھ بھال کرنے اور انہیں آباد کرنے کا حق صرف ایمان والوں کا ہے۔ وہ لوگ جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں وہی مسجدوں کو آباد رکھتے ہیں۔ مشرکین کیلئے ایسا کرنا ممکن نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((انما یعمر مسجد اللہ من امن باللہ والیوم الاخر واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ ولم یخش الا اللہ فعسی اولئک ان یکونوا من المھتدین))

(سورۃ التوبہ، آیت 18

"اللہ کی مسجدوں کی رونق وآبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں، نمازوں کے پابند ہوں، زکوٰۃ دیتے ہوں، اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں، یہی لوگ یقیناً ہدایت یافتہ ہیں۔"

بیت عبادت مسجد کی طرف جانے والا حج کا احرام باندھنے والے کی طرح ہے:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مسجد کو بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ مسجد میں نماز ادا کرنے کیلئے جانا بہت زیادہ ثواب اور فضیلت کا باعث ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

"جو آدمی اپنے گھر سے باوضو مسجد میں نماز ادا کرنے کی نیت سے نکلا ہو اس کا اجر وثواب ایسے آدمی جیسا ہے جو احرام باندھ کر حج کیلئے نکلا ہو۔"

اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین جگہیں:

((عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ احب البلاد الی اللہ مساجد ھا وابغض البلاد الی اللہ اسواقھا))(صحیح مسلم)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہروں اور بستیوں میں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب مسجدیں ہیں اور سب سے زیادہ مبغوض بازار اور منڈیاں ہیں۔"

مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جانے کا اجر وثواب:

مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنا گھر میں اکیلے پڑھنے کی نسبت 25 گنا زیادہ اجر ملتا ہے اور جس قدر انسان مسجد کی طرف قدم بڑھاتا چلا جاتا ہے، ہر قدم پر درجات کی بلندی اور گناہوں کی معافی ہوتی چلی جاتی ہے۔

Marfat.com

((عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ صلوٰۃ الرجل فی الجماعۃ تضعف علی صلوتہ فی بیتہ وفی سوقہ خمسۃ و عشرین ضعفاً ذلک انہ اذا توضأ فاحسن الوضوء ثم خرج الی المسجد لا یخرجہ الا الصلوٰۃ لم یخط خطوۃ الا رفعت بہا درجۃ وحط عنہ بہا خطیئۃ فاذا صلی لم تزل الملائکۃ تصلی علیہ مادام فی مصلاۃ اللہم صل علیہ اللہم ارحمہ ولا یزال احد کم فی صلوٰۃ ما انتظر الصلوٰۃ))

(صحیح بخاری ومسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کی نماز جو وہ جماعت سے مسجد میں ادا کرے اس کی اس نماز کے مقابلہ میں جو وہ اپنے گھر میں یا بازار میں پڑھے (ثواب میں) پچیس گناہ زیادہ ہوتی ہے اور وجہ یہ کہ جب وہ بندہ اچھی طرح وضو کرکے مسجد کی طرف جاتا ہے اور اس میں جانے میں نماز کے سوا اس کا کوئی دینوی مقصد نہیں ہوتا تو اس کے ہر قدم پر اس کا ایک درجہ بلند کردیا جاتا ہے اور اس کی ایک خطا معاف کردی جاتی ہے، پھر جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس وقت تک برابر اس کے حق میں عنایت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں، جب تک کہ وہ نماز پڑھنے کی جگہ میں رہے ان فرشتوں کی دعا یہ ہوتی ہے: اے ہمارے اللہ! اپنے اس بندے پر خاص عنایت فرما۔ اس پر رحمت فرما۔ جب تک تم میں سے کوئی نماز کے انتظار میں (مسجد میں) رہتا ہے اللہ کے نزدیک اور اس کے حساب میں وہ برابر نماز ہی میں رہتا ہے۔''

اندھیرے میں مسجد کی طرف جانے والے:

((عن بریدۃ قال قال رسول اللہ ﷺ بشر العشائین فی الظلم الی المساجد بالنور التام یوم القیمۃ)) (ترمذی و ابو داؤد)

''حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے جو بندے اندھیروں میں مسجدوں کو جاتے ہیں ان کو بشارت سناؤ کہ (ان کے اس عمل کے صلہ میں) قیامت کے دن اُن کو اللہ کی طرف سے نور کامل عطا ہوگا۔''

مسجد تعمیر کرنے کا اجر و ثواب:

مسجد چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا گھر ہے اور اللہ کا گھر (مسجد) تعمیر کرنے کا بڑا اجر و ثواب ہے۔ جو شخص مسجد تعمیر کروائے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں اعلیٰ وارفع گھر عطا فرمائے گا۔

((عن عثمان قال قال رسول اللہ ﷺ من بنی للہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ))(صحیح بخاری و مسلم)

Marfat.com

''حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اللہ کیلئے (صرف اس کی خوشنودی اور اس کا ثواب حاصل کرنے کی نیت سے) مسجد تعمیر کرائے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے جنت میں ایک شاندار محل تعمیر فرمائے گا۔''

آداب مسجد

مسجد کے چند آداب بھی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

1: پاکیزگی۔ 2: مسجد کو خوشبودار رکھنا۔

3: خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا۔ 4: دنیاوی باتوں سے پرہیز کرنا۔

5: بدبودار چیز کھا کر مسجد میں نہ جانا۔ 6: مسجد میں فساد نہ پھیلانا۔

7: بہت چھوٹے بچوں کا مسجد میں داخل نہ ہونا۔

8: مسجد میں نہ ہنسنا۔ 9: داخل ہونے کی دعا پڑھنا۔

10: خارج ہونے کی دعا پڑھنا۔

پاکیزگی:

سب سے پہلے مسجد کی عظمت اور تقدس کا خیال رکھتے ہوئے ہر مسلمان پر فرض ہے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے وہ ہر طرح سے پاک ہو۔ اس کے کپڑے اور جسم ہر قسم کی غلاظت سے پاک ہونا چاہیے۔ مسجد کو بھی پاک وصاف رکھا جائے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((یاایھا المدثر قم فانذر وربك فکبر وثیابك فطھر))

(سورۃ المدثر، آیات 1-4)

''اے کپڑا اوڑھنے والے! کھڑا ہو جا اور آگاہ کرتا رہ اور اپنے رب ہی کی بڑائیاں بیان کر اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھا کر۔''

مساجد کی صفائی اور خوشبو:

مسجدوں کی صفائی کا خاص طور پر خیال رکھا جائے اور مساجد کے اندر خوشبو کا بھی اہتمام کیا جائے۔ مساجد کی عظمت اور اللہ تعالیٰ سے ان کی نسبت کا خاص حق ہے۔

((عن عائشة قالت امر رسول الله ﷺ بنياء المسجد فی الدور وان ینظف ویطیب))(سنن ابی داؤد وترمذی و ابن ماجه)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا محلوں میں مسجدیں بنانے کا اور یہ بھی حکم دیا کہ ان کی صفائی کا اور ان میں خوشبو کے استعمال کا اہتمام کیا جائے۔''

Marfat.com

خالص عبادت الٰہی کے لیے:

مسجد خالصتاً اللہ تبارک وتعالیٰ کا گھر ہے۔ اس میں صرف ایک اللہ کی عبادت کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کیساتھ شرکت قطعی طور پر ممنوع ہے۔ اس لئے مسجد میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وان المسجد لله فلا تدعوا مع الله احداً))(سورۃ الجن، آیت 18)

''اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کیلئے خاص ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کی جائے۔''

دنیاوی باتوں سے پرہیز:

مسجد کے اندر دنیا داری کی باتیں کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔ باتیں کرنے سے بہتر ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

''جو آدمی مساجد میں دنیاوی باتیں کرتا ہے اس کی قبر اندھیری ہوگی۔''

بدبودار چیزیں کھا کر مسجد میں جانے کی ممانعت:

مسجد میں بدبودار چیزیں کھا کر نہیں جانا چاہیے، مثلاً پیاز اور لہسن وغیرہ اس طرح کی چیزیں کھا کر مسجد میں نہیں جانا چاہیے۔ ہر وہ چیز جس سے سلیم الفطرت انسانوں کو تکلیف پہنچے ان سے پرہیز کیا جائے۔

مسجد میں فساد سے احتراز کیا جائے:

مساجد امن وامان کی جگہ ہوتی ہیں۔ مسجد میں جانے کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا مسجد میں کسی بھی قسم کے جھگڑے سے گریز کیا جائے۔ مسجد کو کسی بھی جنگ میں دفاعی مورچہ نہیں بنایا جاسکتا، اس لئے کہ مسجد میں ہتھیار اور اسلحہ وغیرہ لے کر آنا منع ہے۔

چھوٹے بچے اور مسجد کا تقدس:

چھوٹے بچے جو طہارت اور پلیدگی سے آشنا نہیں ہوتے اور کسی بھی وقت مسجد کو ناپاک کر سکتے ہیں انہیں مسجد میں نہیں لانا چاہیے۔

مسجد میں ہنسنے کی ممانعت:

مسجد عبادت الٰہی کے ساتھ خاص ہے، اس لیے اس میں ہنسنا اور مذاق کرنا ممنوع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مسجد میں ہنسنا قبر میں ظلمت لاتا ہے۔''

مسجد میں دخول کی دعا:

مسجد میں داخل ہونے کی دعا یہ ہے:

Marfat.com

((اللھم افتح لی ابواب رحمتك))

''اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

مسجد سے خروج کی دعا:

مسجد سے نکلنے کی دعا یہ ہے:

((اللھم انی اسئلك من فضلك ورحمتك))

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے فضل اور رحمت کا سوال کرتا ہوں۔''

☆☆☆

فصل نمبر 40:

خلیفہ کے فرائض اور ذمہ داریاں

اسلامی ریاست کا سربراہ:

اسلامی ریاست کا سربراہ (امیر) اللہ تعالیٰ کا نائب ہوتا ہے اور چونکہ اقتدار اعلیٰ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، امیر اقتدار اعلیٰ کا نمائندہ ہے اور امین ہوتا ہے۔ لہٰذا امیر سلطنت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اختیارات کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کے مطابق استعمال کرے اور پوری ایمانداری کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دے۔

امیر کا جو مقام و مرتبہ ہے وہ یہی تقاضا کرتا ہے کہ امیر اُن لوگوں کیلئے جو اس کی نگرانی اور رعیت میں زندگی بسر کرتے ہیں ان کا اسی طرح خیر خواہ ہو اور انکی اسی طرح سے بھلائی چاہے جس طرح ایک باپ اپنی اولاد کے حق میں شفیق ہوتا ہے اور ایک استاد کے اندر اپنے شاگردوں کے حق میں خلوص اور محبت جاگزیں ہوتی ہے۔ جس طرح ہر وقت والدین کو اپنی اولاد کی اور اساتذہ کو اپنے شاگردوں کی فلاح و بہبود کی فکر رہتی ہے اور پھر اولاد اپنے باپ اور شاگرد اپنے استاد کی محبت اور شفقت پر ناز و فخر کرتے ہیں اسی طرح حکمران طبقے کو بھی چاہیے کہ وہ بھی اپنی رعایا اور عوام کی خیر خواہی چاہیں اور ہر وقت ان کی دادرسی میں کوشاں رہیں تاکہ عوام اور رعایا بھی اپنے حکمرانوں پر ناز کر سکیں۔

حضرت ابوبکر صدیق:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی متحدہ سلطنت کی بنیاد رکھی جس کا دستور العمل اطاعت الٰہی اور شوریٰ پر مبنی تھا۔ آپ ہمیشہ سیدھے راستے کی طرف گامزن رہے۔ انہیں ہر وقت یہ خیال رہتا تھا کہ وہ بندوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی جواب دہ ہیں۔ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے حضور تمام اعمال کا جواب دینا ہے۔ اسی تصور نے آپ کو ہمیشہ صراط مستقیم پر گامزن کیے رکھا۔ جب آپ نے ملک شام کی جانب حضرت زید بن سفیان رضی اللہ عنہ کو سپہ سالار بنا کر روانہ کیا تو انہیں مندرجہ ذیل ہدایات فرمائیں:

Marfat.com

1: مخالفین اسلام سے جہاد کے وقت معذوروں، کمزوروں اور بچوں کو نہ ستایا جائے۔

2: کسی کی کھیتی باڑی کا کوئی نقصان نہ ہو۔

3: پھل دار درختوں کو نہ کاٹا جائے۔

4: جانوروں کو نہ مارا جائے۔

حضرت عمر فاروق:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں سے ہمیشہ کہتے تھے:

"عوام پر کسی قسم کی سختی نہ کی جائے اور ان کے سامان کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ تمہیں عوام پر آقا بنا کر نہیں بلکہ خادم بنا کر بھیجا جا رہا ہے۔ آپ کی حیثیت ظالم اور ستمگر کی نہیں، بلکہ ایک معلم کی ہے۔"

ایک مرتبہ جب آپ گورنروں کو اس طرح کی ہدایات دے چکے تو عوام سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اگر حکومت کے آدمی تم میں سے کسی کے ساتھ ناروا سلوک کریں تو مجھے بتانا، میں ان کی باز پرس کروں گا اور انہیں ان کے کئے کی سزا دی جائے گی۔"

حضرت حسن:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے حکام پر تین چیزوں کی پابندی عائد کی ہے جن کی پابندی ان کے لئے ضروری ہے۔ پہلی چیز یہ کہ خواہشات نفس کی پیروی نہ کریں، دوسری یہ کہ صرف اللہ سے ڈریں اور کسی سے خوف زدہ نہ ہوں اور تیسری یہ کہ چند پیسوں کے لالچ میں آ کر قانون الٰہی میں ردّ و بدل کی جرأت نہ کریں اور دین کو دنیا کمانے کا ذریعہ نہ بنائیں۔"

امیر کے فرائض اور ذمہ داریاں

اسلامی قانون میں امیر کے فرائض اور ذمہ داریاں مندرجہ ذیل ہیں:

1: حفاظت دین۔
2: شرعی قوانین کا نفاذ۔
3: قیام عدل و انصاف۔
4: معاہدوں کی پاسداری۔
5: نماز کی ادائیگی۔
6: زکوۃ کی ادائیگی۔
7: امر بالمعروف۔
8: نہی عن المنکر۔
9: مشاورت۔
10: رعیت کی نگہبانی۔
11: مساوی سلوک۔
12: شریعت کی بالادستی۔
13: عوام کی بھلائی۔
14: ضرورت مندوں سے ملنا۔

Marfat.com

15: عادل ہونا۔

حفاظت دین:

اسلامی ریاست کا سربراہ ہونے کی حیثیت سے امیر کی سب سے پہلی اور اہم ذمہ داری یہ ہے کہ وہ دین اسلام کی سربلندی اور حفاظت کیلئے سرتوڑ کوشش کرے۔ امیر خود بھی اوامر ونواہی کا خیال رکھے اور عوام کو بھی اس کا پابند بنائے۔ اگر کوئی شخص دین اسلام میں کوئی نیا راستہ نکالے اور بے دینی کی راہ اختیار کرے اسے چاہیے کہ وہ ایسے شخص پر حق بات واضح کرے اور شریعت کی پیروی کا پابند بنائے تا کہ امت مسلمہ دین اسلام پر قائم رہے۔

امیر کیلئے اس فرض کی ادائیگی اس طرح ہونی چاہیے کہ مذہب کی قوت کمزور نہ ہونے پائے۔ اس مقصد کیلئے لازمی ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار کی جائے جو لوگوں کو اچھائی اور بھلائی کی طرف بلائے اور برائی سے منع کرے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ولتكن منكم امة يدعون الى الخيرو يأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون))(سورہ آل عمران، آیت 104)

”تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف لائے اور نیک کاموں کو حکم دے اور برے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح ونجات پانے والے ہیں۔“

اسی صورت کی ایک آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((ومن يعتصم بالله فقد هدى الى صراط مستقيم))

(سورۃ آل عمران، آیت 101)

”جو شخص اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوط تھام لے تو بلاشبہ اسے راہ راست دکھادی گئی۔“

قیام عدل وانصاف:

معاشرے میں امن وامان قائم کرنا امیر سلطنت کی اہم ذمہ داری ہے۔ امن کے قیام کے لئے شریعت کے مطابق عدل وانصاف کا قیام بہت ضروری ہے۔ عدل کا تقاضا یہ ہے کہ اسلامی قانون کی مکمل پاسداری ہو۔ کوئی شخص بھی قانون کی پہنچ سے باہر نہیں رہ سکتا۔ یہاں تک کہ سربراہ سلطنت بھی قانون کے سامنے جواب دہ ہے۔ عدل نظام حیات اور کائنات کی روح ہے۔ عدل وانصاف کے بغیر ریاست کے نظم اور حکمرانی کی بقا ممکن نہیں۔ انصاف امیر و غریب، طاقتور اور کمزور کیلئے یکساں ہونا چاہیے۔ عدل وانصاف کا ایسا بول بالا ہونا چاہیے کہ جس سے کسی کمزور انسان کو مایوسی نہ ہو اور کوئی بااثر اور طاقتور آدمی اپنے لئے انصاف میں کسی قسم کی رعایت کی امید نہ لگا بیٹھے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((ان الله يأمر بالعدل))(سورۃ النحل، آیت 90)

”بے شک اللہ تعالیٰ عدل کا حکم دیتا ہے۔“

Marfat.com

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

((واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل))(سورۃ النساء، آیت 58)

"اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل وانصاف سے کرو۔"

معاہدوں کی پاسداری:

ہر امیر سلطنت کی ذمہ داری ہے کہ جب بھی قومی اور بین الاقوامی سطح پر معاہدے کیے جائیں انہیں ہر صورت پورا کرے اور اپنے کیے گئے اعلانات کی خلاف ورزی کبھی نہ کرے۔ آج جس دور میں ہم گزر رہے ہیں کس قدر بدنصیبی ہے کہ دور حاضر میں جو بھی اعلانات اور وعدے کیے جاتے ہیں ان کی پاسداری کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا۔ جو وعدہ بھی کیا جائے اسے پورا کرنا ضروری ہے۔ قیامت کے دن وعدوں کے متعلق ضرور پوچھ گچھ ہوتی۔ عہد سے مراد وہ میثاق بھی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان ہوتا ہے اور اس سے مراد ایسا عہد بھی ہے جو انسان آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ دونوں قسم کے وعدوں کا پورا کرنا اور نبھانا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

((واوفوا بالعهد ان العهد کان مسئولا))(سورۃ بنی اسرائیل ، آیت 34)

"اور وعدے پورے کرو کیونکہ قول وقرار کی باز پرس ہوگی۔"

سورۃ النحل آیت نمبر 91 میں ارشاد ہوتا ہے:

((واوفوا بعهد الله اذا عهدتم ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدها))

"اور اللہ کے عہد کو پورا کرو جب کہ تم آپس میں قول وقرار کرو اور قسموں کو ان کی پختگی کے بعد مت توڑو۔"

شرعی قوانین کا نفاذ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الذین ان مکنٰهم فی الارض قاموا الصلوٰة واتوا الزکوٰة وامروا بالمعروف ونهو عن المنکر))(سورۃ الحج، آیت 41)

"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جمادیں تو یہ پوری پابندی سے نمازیں قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں۔"

گویا کہ مندرجہ بالا آیت قرآنیہ میں مسلمان حکمرانوں کے بنیادی فرائض کی وضاحت کر دی گئی ہے، اس آیت مبارکہ کے مطابق مسلمان حکمرانوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ خود بھی ان کی پابندی کریں اور عوام کو بھی ان کا پابند بنائیں۔

نماز کی ادائیگی:

مسلمان حکمران نہ صرف خود صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو بلکہ ملک بھر میں نماز کی ادائیگی کا خصوصی انتظام اور اہتمام کروائے۔

Marfat.com

روحانی سکون اور اجتماعی شیرازہ بندی کیلئے اس کی پابندی بہت ضروری ہے۔

زکوۃ کی ادائیگی:

زکوۃ کی ادائیگی اور وصولی کا انتظام کرنا اسلامی سلطنت کی ذمہ داری ہے۔ ہر وہ شخص جس کے ذمے زکوۃ کی ادائیگی بنتی ہے اس کی وصولی کا باقاعدہ انتظام ہونا چاہیے تاکہ مال و دولت چند ہاتھوں میں ہی نہ رہے بلکہ ان تک بھی پہنچے جو لوگ اس کے مستحق اور حقدار ہیں۔

نیکی کا پھیلانا:

امیر اچھائی اور بھلائی کو عام کرے۔

برائی کی روک تھام:

برائی اور ناپسندیدہ کاموں کی روک تھام امیر کی اہم اور بنیادی ذمہ داری ہے۔

''منکر'' ہر برائی اور ناپسندیدہ بات کو کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اس کی روک تھام کیلئے موثر اقدامات کیے جائیں۔ یہ وہ قوانین ہیں جو خلافت راشدہ اور قرونِ اولیٰ کی اسلامی حکومتوں میں رائج تھے۔ ان کی وجہ سے ان حکومتوں میں مکمل طور پر امن و امان قائم رہا اور مسلمان سربلند اور سرفراز رہے۔ جب تک مسلمان حکمران قرآن و سنت کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق اسلام کا نفاذ نہیں کریں گے اس وقت تک فلاحی ریاست قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔

مشاورت:

امور دینوی میں اصحاب فکر و نظر سے باہم مشاورت کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وشاورهم في الامر فاذا عزمت فتوكل على الله ان الله يحب المتوكلين))

''اور ان سے کاموں میں مشورہ کرلیا کریں۔ پھر جب پختہ ارادہ ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کریں۔ بے شک اللہ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔''

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ مشاورت کی کس قدر ضرورت و اہمیت اور افادیت ہے۔ ایسے معاملات جن کے بارے میں حکمرانوں کو علم نہیں انہیں چاہیے کہ وہ ان کے بارے میں علماء حق سے مشورہ کرلیا کریں۔ یہ مشاورت صرف ان معاملات میں ہوگی جن کے متعلق شریعت خاموش ہے یا جو خاص انتظامی امور سے متعلق ہوں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جنگی معاملات اور دیگر اہم کاموں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشاورت کا اہتمام فرماتے تھے جس سے مسلمانوں کی بھی حوصلہ افزائی ہوتی تھی۔

سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر 38 میں ارشاد ہے:

((والذين استجابوا لربهم واقاموا الصلوٰة وامرهم شورىٰ بينهم ومما رزقنهم

Marfat.com

ینفقون))

"اور اپنے رب کے فرمان کو قبول کرتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ان کا (ہر) کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اور جو ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے (ہمارے نام پر) دیتے ہیں۔"

رعیت کی نگہبانی:

ہر انسان ایک رعیت کا نگہبان ہے اور ہر راعی سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ وہ شخص جو لوگوں پر حکمرانی کرتا ہے، ان کا نگہبان ہے اور اس سے (حکمران) اس کی رعیت کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

((عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته فلامام الذی علی الناس راع وھو مسئول عن رعیته والرجل راع علی اھل بیته وھو مسئول عن رعیته والمرأة راعیته علی بیت زوجھا وولده وھی مسئولة عنھم وعبد الرجل راع علی مال سیده وھو مسئول عنه الا فکلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته))(صحیح بخاری ومسلم)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! تم میں سے ہر ایک رعیت کا نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق سوال ہوگا۔ وہ امام جو لوگوں کا حاکم ہے اور نگہبان ہے اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ آدمی اپنے گھر والوں پر نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ مرد کا غلام اس کے مال پر نگہبان ہے اور اس سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ خبردار! تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔"

مساوی برتاؤ:

((عن عبد الله بن الزبیر قال قضی رسول الله ﷺ ان الخصمین یقعد ان بین یدی الحاکم))(مسند امام احمد و ابو داؤد)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ مقدمہ کے دونوں فریق حاکم کے سامنے بیٹھیں۔"

حاکم کو چاہیے کہ جب وہ فریقین کے مابین کوئی فیصلہ کرنے لگے تو دونوں فریقوں کے ساتھ برابری کا سلوک کرے۔ کسی فریق کے ساتھ خصوصی تعلق کی وجہ سے رعایت نہ برتے۔ اس کے سامنے دونوں فریقین کی حیثیت برابر ہونی چاہیے۔

Marfat.com

شریعت کی بالادستی:

امیر کو چاہیے کہ وہ خود بھی شریعت کے مطابق زندگی بسر کرے اور عوام کو بھی شریعت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی ترغیب دے۔ اگر چہ امیر خلاف شرع امور سرانجام دے گا تو اسے امارت رکھنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔

((عن ام سلمة ان رسول الله ﷺ قال ستكون امراء فتعرفون و تنكرون فمن عرف برئ و من انكره سلم ولكن من رضي و تابع قالوا افلا نقاتلهم قال لا ما صلوا))

(صحیح مسلم شرح نووی، جلد 5، صفحہ 142)

"ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قریب ہے تم پر امیر مقرر ہوں، تم ان کے اچھے کام بھی دیکھو گے اور برے کام بھی۔ پھر جو کوئی برے کام کو پہچان لے وہ بری ہوا (اگر اس کو روکے ہاتھ یا زبان یا دل سے) اور جس نے برے کام کو برا جانا وہ بھی بچ گیا، لیکن جو راضی ہوا برے کام سے اور پیروی اس کی (وہ تباہ ہوا)۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم ایسے امیروں سے لڑائی نہ کریں۔؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں جب تک وہ نماز پڑھا کریں اور جو نماز بھی چھوڑ دیں تو ان کو مارو اور امارت سے موقوف کردو۔"

عوام کی بھلائی:

امیر سلطنت اور حکمران کی ذمہ داری ہے کہ جو لوگ بھی اس کی رعایا میں شامل ہیں ان کی بھلائی اور خیر اندیشی میں کوئی کسر نہ چھوڑے۔ عوام کی ضرورت کو پورا کرنا اور انہیں درپیش مسائل کو حل کرنا امیر کی ذمہ داری ہے اور جو ایسا نہیں کرے گا ایسا امیر جنت کی خوشبوؤں سے بھی دور رہے گا۔

((عن معقل بن يسار قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ما من عبد يسترعيه الله رعية فلم يحطها بنصيحة الالم يجد رائحة الجنة))

(صحیح بخاری و مسلم)

"حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس بندہ کو اللہ کسی رعیت کا راعی (حاکم و نگران بنائے) اور وہ اس کی خیر خواہی پوری پوری نہ کرے تو وہ حاکم جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا۔"

ضرورت مندوں سے ملنا:

امیر کو چاہیے کہ وہ ضرورت مندوں کیلئے ہمیشہ اپنا دروازہ کھلا رکھے۔ انہیں امیر سے ملنے یا اپنے مسائل کے حل کیلئے مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور حکومت میں ضرورت مند بغیر کسی قسم کی روک ٹوک کے ان سے مل سکتے تھے اور بلا جھجک اپنے مسائل کو پیش کر سکتے تھے۔

Marfat.com

((عن عمرو بن مره انه قال لمعاوية سمعت رسول الله ﷺ ما من امام يغلق بابه دون ذوي الحاجة والخلة والمسكنة الا اغلق الله ابواب السماء دون خلة و حاجة و مسكنة))(سنن ترمذی)

"حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو حکمران ضرورت مندوں اور کمزور بندوں کیلئے اپنا دروازہ بند کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت، اس کی ضرورت اور اس کی مسکینی کے وقت آسمان کے دروازے بند کر دے گا۔"

امیر کا عادل ہونا:

((عن ابی سعید قال قال رسول الله ﷺ ان احب الناس الی الله یوم القیمة وادناهم منه مجلسا امام عادل وابغض الناس الی الله وابعد هم منه مجلسا امام جابر))(جامع ترمذی)

"حضرت ابوسعید خذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تحقیق سب لوگوں میں زیادہ پیارا اللہ کے نزدیک قیامت کے دن اور بہت نزدیک بیٹھنے والا اللہ کے پاس عادل حاکم ہے اور سب لوگوں سے زیادہ دشمن اللہ تعالیٰ کا اور اس سے دور بیٹھنے والا ظالم حاکم ہے۔"

☆☆☆

فصل نمبر 41:

طلبِ امارت کی ممانعت

طلب امارت کی ممانعت کی وجہ

حکومت اسلامی میں کسی مسلمان کیلئے کسی قسم کے عہدے کی خواہش اور طلب کرنا اس لحاظ سے ناپسندیدہ فعل ہے کہ اسلام میں ہر عہدہ کے ساتھ بہت ساری ذمہ داریاں وابستہ ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی مسلمان کو کسی ذمہ داری سے بری رکھا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ خود اپنے آپ کو ایسی ذمہ داری کیلئے خواہش مند نہ بنائے۔

ذمہ داریوں سے بھاگنے کی ممانعت:

اسلام میں جس طرح منصبوں اور عہدوں کی خواہش کرنا ناپسندیدہ بات ہے ایسے ہی ذمہ داریوں سے بھاگنا بھی ناپسندیدہ فعل ہے۔ ایک مرتبہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لوگوں کا حکومتی ذمہ داریوں میں دلچسپی نہ لینے کا رجحان کافی زیادہ بڑھ گیا تو آپ نے اپنے خطبہ میں لوگوں کو بڑی سختی سے کہا:

Marfat.com

"اگر آپ لوگ حکومتی ذمہ داریوں سے اسی طرح انکار کرتے اور بھاگتے رہے تو حکومت چلانے کیلئے آدمی کہاں سے لاؤں گا۔؟"

اسلامی نقطہ نظر اور امارت:

ان دونوں حقائق میں صحیح اسلامی نقطہ نظر یہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کیلئے اگر یہ بات پسندیدہ نہیں کہ وہ کسی عہدے کو حاصل کرنے کیلئے کوشش کرے، لیکن اگر اس کے برعکس اگر کسی آدمی میں اس کی صلاحیت اور قابلیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے کوئی ذمہ داری سونپ دی جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اس سے انکار نہ کرے اور اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے احسن طریقے سے کام کرنے کی کوشش کرے اور اپنی ذمہ داری نبھانے سے راہِ فرار اختیار نہ کرے۔ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا موازنہ ہو جائے کہ اس نے صلاحیتوں کے ہوتے ہوئے ذمہ داری لینے سے گریز کیا کہ جس سے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا ڈر تھا۔

لیکن یاد رہے کہ محض کسی عہدے کی خواہش کرنے میں مصنوعی طریقے نہ اپنائے جائیں۔ جس قسم کے طریقے آج کے زمانے میں لوگ محض حکومت حاصل کرنے کیلئے اختیار کرتے ہیں جبکہ ان میں وہ کام کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔

عہدے کی خواہش اور ملنے پر گریز کرنے کی ممانعت:

اسلامی ریاست میں عہدوں کی خواہش کرنا اور اس سے گریز کرنا معیوب وہاں ہے جہاں لالچ کے احکامات غالب ہوں، لیکن جس جگہ مشکلات اور خطرات کے احکامات بڑھ جائیں وہاں باصلاحیت اور باکردار لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنی خدمات پیش کریں تاکہ غلط ہاتھوں میں امارات جانے سے بچ جائے اور یہی حکمت عملی کا تقاضا ہے۔

ایک وقت عہدے کی طلب جائز ہے:

اگر مخلوق اللہ کی بہتری مقصود ہو تو اپنے کمالات کا اظہار اور عہدے کی طلب کرنا جائز ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

((قال اجعلني على خزائن الارض اني حفيظ عليم))

(سورۃ یوسف، آیت 55)

"(حضرت یوسف علیہ السلام نے امیر مصر سے) کہا کہ آپ مجھے ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے۔ میں حفاظت کرنے والا اور باخبر ہوں۔"

مندرجہ بالا آیت مبارکہ کی تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے خزانے کی ذمہ داری سونپ دو کیونکہ میں امانت کی حفاظت اچھی طرح سے کرنے کی صلاحیت رکھتا ہوں اور مجھے اچھی طرح اندازہ ہے کہ کہاں سے کتنی رقم آتی ہے اور کہاں اور کس جگہ رقم خرچ کی جائے۔ آپ کے ان دو جملوں نے وزارت خزانہ کی

Marfat.com

شرائط اور وزیر کی صلاحیت اور قابلیت کا نقشہ کھینچ دیا ہے کہ ایماندار ہو، خیانت کرنے والا نہ ہو اور آمد و خرچ کی مدت اور جائز اور ناجائز سے اچھی طرح واقفیت رکھتا ہو۔

عام حالات میں اگرچہ عہدہ و منصب کی خواہش اور طلب جائز نہیں اور خواہش مند اور طالب کو عہدہ نہ دیا جائے، لیکن خاص شرائط کی بناء پر عہدہ کی طلب اور خواہش جائز ہے۔ جیسے یہ دیکھ کر کہ کوئی دوسرا لوگوں کو بچا نہ سکے گا یا خود ان پر ظلم ڈھائے گا تو ایسے حالات میں آگے بڑھ کر اپنی صلاحیت اور قابلیت کے پیش نظر مخلوق کی بہتری کیلئے عہدہ دیا جائے یا طلب کیا جائے تو جائز ہے۔

جب کسی خاص عہدہ کے متعلق یہ معلوم ہو تو کوئی دوسرا آدمی اس کا اچھا انتظام نہیں کر سکے گا اور اپنے بارے میں یہ اندازہ ہو کہ عہدہ کے کام کو اچھا انجام دے سکے گا اور کسی گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو ایسی حالت میں عہدہ کا خود طلب کر لینا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ حب جاہ و مال اس کا سبب نہ ہو۔ بلکہ خلق اللہ کی صحیح خدمت اور انصاف کیساتھ ان کے حقوق پہنچانا مقصود ہو جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے صرف یہی مقصد تھا اور جہاں یہ صورت نہ ہو تو حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت کا کوئی عہدہ خود طلب کرنے سے منع فرمایا ہے اور جس نے خود کسی عہدہ کی درخواست کی اس کو عہدہ نہیں دیا۔

طالب امارت کو امارت دینے کے نقصانات:

اگر امارت طلب کرنے والے کو سونپ دی جائے گی تو اسے حکومت کا نشہ ہی اس قدر ہو جائے گا کہ وہ اس نشے میں عدل و انصاف پر قائم نہیں رہ سکے گا۔ اس کے اندر دنیاوی لالچ اور زیادہ بڑھ جائے گا اور فتنہ و فساد شروع ہو جائے گا۔ امارت کی خواہش اور طلب کرنے کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا فى الارض وتقطعوا ارحامكم))

(سورۃ محمد، آیت 22)

"اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کر دو اور رشتے ناطے توڑ ڈالو۔"

تولیتم ولایت سے ہے یعنی اگر زمام اقتدار تمہارے ہاتھ ہو تو تم سے کسی بھلائی کی توقع عبث ہے۔ تم جیسے بزدل جو راہ حق میں جہاد کرنے سے جی چراتے ہیں ان سے یہ کیسے امید کی جا سکتی ہے کہ وہ مسند اقتدار پر بیٹھ کر عدل و انصاف قائم کریں گے یا اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا کریں گے۔ ان نااہلوں کو اگر حکومت مل جائے تو وہ جور و ستم کی آگ بھڑکائیں گے۔ ملک کے امن و سکون کو تہ و بالا کر کے رکھ دیں گے۔

حکومت کی خواہش کرنے والا اور خواہش نہ کرنے والا:

((عن عبد الرحمن بن سمرة قال قال النبى ﷺ يا عبد الرحمن! لا تسأل الامارة فانك ان اعطيتها عن مسألة وكلت اليها وان اعطيتها عن غير مسألة اعنت عليها واذا حلفت

Marfat.com

علی یمین فرایت غیر ھا خیراً منھا فکفر یمینك وأت الذی ھو خیر)) (صحیح بخاری، کتاب الاحکام)

''حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد الرحمٰن! حکومت کا مطالبہ نہ کرو، اس لئے کہ اگر تمہیں مانگنے پر ملے تو تم اس کے حوالے کر دیئے جاؤ گے اور اگر بغیر مانگے تمہیں دے دی جائے تو تمہاری مدد کی جائے گی اور جب تم کسی بات پر قسم کھاؤ اور بھلائی تم اس کے خلاف پاؤ تو وہی کرو جو بہتر ہو اور اپنی قسم کا کفارہ ادا کرو۔''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود حکومت مانگنے کی خواہش نہیں ہونی چاہیے، لیکن اگر بغیر فرمائش کئے حکومت مل جائے تو اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت شامل حال ہو جاتی ہے۔ انسان کو وہی کام کرنا چاہیے جس کی شریعت اجازت دے، خلاف شرع کوئی کام نہ کیا جائے۔ اگر کسی کام کے بارے میں قسم کھالی جائے اور بھلائی اس کے برعکس ہو تو آدمی کو چاہیے کہ وہ بھلائی کا کام کرے اور قسم کا کفارہ ادا کر دے۔

امارت کے حریص کو امارت نہ دی جائے:

((عن ابی موسیٰ قال دخلت علی النبی ﷺ اناو رجلان من بنی عمی فقال احد الرجلین یا رسول اللہ امرنا علی بعض ما ولاك اللہ عزوجل وقال الاخر مثل ذلك فقال انا واللہ نولی علی ھذا العمل احد سالہ ولا احد حرص علیہ))

(صحیح مسلم، شرح نووی: کتاب الامارت، جلد 5، صفحہ 116)

''حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میرے ساتھ دو میرے چچا زاد بھائی تھے۔ ان میں سے ایک بولا: یا رسول اللہ! ہم کو حکومت دیجئے کسی ملک کی ان ملکوں میں سے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیئے ہیں اور دوسرے نے بھی ایسا ہی کہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! ہم اس شخص کو حکومت نہیں دیتے جو اس کی درخواست کرے اور جو اس کی حرص کرے۔''

امارت سوائے ندامت کے اور کچھ نہیں:

((عن ابی ذر قال قلت یا رسول اللہ ﷺ الا تستعملنی قال فضرب بیدہ علی منکبی ثم قال یا ابا ذرانك ضعیف و انھا امانة وانھا یوم القیمة خزی و ندامة الامن اخذھا بحقھا واذا الذی علیہ فیھا))

(صحیح مسلم شرح نووی)

''حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ مجھے خدمت

Marfat.com

(حکومت) نہیں دیتے۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے مونڈھے پر مارا اور فرمایا: اے ابوذر! تو ناتواں ہے اور یہ امانت ہے (بندوں کے حقوق اور اللہ تعالیٰ کے حقوق سب حاکم کو ادا کرنے ہوتے ہیں) اور قیامت کے دن امارت سے سوائے رسوائی اور شرمندگی کے کچھ حاصل نہیں مگر جو اس کے حق ادا کرے اور راستی سے کام لے۔"

حتی المقدور حکومت طلب کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے، البتہ جو اس ذمہ داری کو بطریق احسن انجام دے سکے اور اسے یقین ہو کہ وہ انصاف کر سکے گا تو اسے قبول کرنی چاہیے اور پھر اگر وہ اس معاملے میں عدل و انصاف سے کام لے گا اور سب کے حقوق ادا کرے گا تو اسے اس کا بڑا اجر و ثواب ملے گا۔

جب انسان کو کوئی حکومت مل جاتی ہے تو اگر وہ اپنے منصب کی پاسداری نہ کرے اور عوام اور رعایا کو ان کے حقوق نہ دلائے اور نہ ان کے مسائل کے حل کیلئے کوشش کرے تو اسے روزِ قیامت اس کا حساب کتاب دینا پڑے گا اور برے اعمال کی سزا کا حقدار ٹھہرے گا۔ تو ایسے میں اسے سوائے ندامت اور شرمندگی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

حکومت ملنے اور ہاتھ سے جانے کی مثال:

((عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قال انكم ستحرصون علی الامارة وانها ستكون ندامة وحسرة يوم القيمة فنعمت المرضعة وبئست الفاطمة))(سنن نسائی)

"سیدنا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم حکومت کا لالچ کرتے ہو حالانکہ یہ امارت قیامت کے دن ندامت، حسرت اور شرمندگی ہوگی۔ حکومت جب ملتی ہے تو اس قدر اچھی اور پسندیدہ ہوتی ہے جیسے بچہ دودھ پیتے وقت خوش و خرم ہوتا ہے، لیکن جب حکومت چلی جاتی ہے (اور انسان کو اس کے اعمال بد کی سزا ملتی ہے) تو اس وقت اس طرح تکلیف ہوتی ہے جیسے بچے کو دودھ چھڑاتے وقت تکلیف ہوتی ہے۔"

خائن حاکم کی سزا:

((عن معقل قالقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من وال يلی رعيته من المسلمين فيموت وهو غاش لهما حرم الله عليه الجنة))

(صحیح بخاری، کتاب الاحکام)

"حضرت معقل سے رویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مسلمانوں کا حاکم ہو اور وہ اس حال میں مر جائے کہ ان سے خیانت کرنیوالا ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا۔"

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 42:

اطاعت امیر اور شرائط اطاعت

اولی الامر کی اطاعت:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

((یاایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول))

(سورۃ النساء، آیت نمبر 59)

''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول اللہ کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب (امر) اختیار ہوں۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹا دو اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول کی طرف۔''

اللہ رب العزت نے اپنے ساتھ رسول کے حکم کو بھی مستقل طور پر واجب الاطاعت قرار دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری اور حقیقت میں اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ تاہم امراء و حکام کی اطاعت بھی ضروری ہے، کیونکہ امراء و حکام اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کو نافذ کرتے ہیں اور انتظامیہ امور کی نگرانی کرتے ہیں۔

صاحب اختیار کی اطاعت اس وقت جائز ہے جب وہ دین اسلام کے مطابق حکم دے

اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ امراو حکماء کی اطاعت ضروری ہے مگر یہ اطاعت اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ مربوط ہے کہ امیر کے حکم کو اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کی روشنی میں پرکھا جائے۔ اگر اس کا حکم قرآن وسنت کے مطابق ہے تو اس کا حکم مانا جائے، ورنہ اس کا حکم ناقابلِ اطاعت ہے۔

اطاعت امیر اطاعت رسول ہے:

((عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من اطاعنی فقد اطاع اللہ و من عصانی فقد عصا اللہ و من اطاع امیری فقد اطاعنی و من عصا امیری فقد عصانی))(صحیح بخاری، کتاب الاحکام)

Marfat.com

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی، اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔"

اس حدیث سے امیر کی اطاعت کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ امیر کی اطاعت انسان کی ذمہ داری میں شامل ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت درحقیقت اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا ہے اور امیر کی اطاعت دراصل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے۔ اس لئے امیر کی اطاعت کرنا ہر حال میں ضروری ہے۔

حاکم اگرچہ حبشی ہی کیوں نہ ہو اس کی اطاعت کی جائے:

((عن انس ابن مالك قال قال رسول الله ﷺ اسمعوا و اطيعوا و ان استعمل عليكم عبد حبشي كان رأسه زبية))

(صحیح بخاری، کتاب الاحکام)

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو اور اطاعت کرو اگرچہ تم پر حبشی غلام ہی حاکم بنادیا جائے جس کا سر کشمش کی طرح (یعنی چھوٹا سا) ہو۔"

اطاعت امیر ہر حال میں فرض ہے۔ بے شک امیر (حاکم) کسی بھی طبقے سے تعلق رکھتا ہو۔ اس کا ہر حکم واجب الاطاعت اور امیر واجب الاحترام ہوگا۔ تکلیف اور راحت، خوشی اور رنج میں تب بھی صبر کرنا چاہیے اور اطاعت کرنی چاہیے۔

امیر کی خلاف شرع بات کو نہیں مانا جائے گا:

خلاف شرع بات کا حکم دیا جائے تو ایسی صورت میں ہرگز کہا نہیں ماننا چاہیے۔ اگر کوئی امیر خلاف شرع کام کرنے کا حکم کرے تو لوگوں کو چاہیے کہ اسے سمجھائیں اور شریعت کی مخالفت پر جبر کرنے سے روکا جائے۔ اگر نہ مانے تو اسے امارت سے معزول کر دینا چاہیے اور اس کی جگہ کسی اور شخص کو امیر بنا دیا جائے جو اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کا حکم دے۔ جب تک وہ شریعت کے مطابق چلتا ہے تو اس کی ذات کی اطاعت نہیں ہوگی، بلکہ شریعت کی اطاعت کی ہوگی، لیکن جہاں وہ شریعت کے مخالف ہو تو اس کی اطاعت چھوڑ دی جائے۔

Marfat.com

((عن ابن عمر عن النبی ﷺ انه قال علی المرء المسلم السمع و الطاعة فیما احب و کرہ و لا ان یؤمر بمعصیة فان امر بمعصیته فلا سمع و لا طاعة))(صحیح مسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان پر سننا اور ماننا واجب ہے (حاکم کی بات کا) خواہ اس کو پسند ہو یا نہ ہو، مگر جب حکم کیا جائے گناہ کا تو نہ سننا چاہیے نہ ماننا چاہیے۔''

((عن النواس بن سمعان قال قال رسول اللہ ﷺ لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق))(مشکوٰۃ)

''حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت درست نہیں۔''

امیر مسلمانوں کے لیے سپر ہوتے ہیں:

((عن ابی ہریرة عن النبی ﷺ قال انما الامام جنة یقاتل من ورآء ہ ویتقی به فان امر بتقوی اللہ وعدل کان له بذلک اجروان یا مر بغیرہ کان علیه منه))

(صحیح مسلم شرح نووی، کتاب الامارت، جلد 5، صفحہ 133)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: امام سپر ہے۔ اس کے پیچھے مسلمان لڑتے ہیں (کافروں سے) اور اس کی وجہ سے لوگ بچتے ہیں تکلیف سے (ظالموں سے اور لٹیروں سے)، پھر اگر وہ حکم کرے اللہ سے ڈرنے کا اور انصاف کرے تو اس کو ثواب ملے گا اور اگر خلاف شرع بات کا حکم دے تو اس پر وبال ہوگا۔''

امیر اللہ کا سایہ ہوتا ہے:

((عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال ان السلطن ظل اللہ فی الارض یاوی الیه کل مظلوم من عبادہ فاذا عدل کان له الاجر و علی الرعیة الشکر و اذا جار کان علیه الاصرو علی الرعیة الصبر))(سنن بیہقی)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بادشاہ زمین میں اللہ

Marfat.com

کا سایہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ہر مظلوم بندہ اس کے ہاں پناہ حاصل کرتا ہے۔ پھر جب وہ عدل وانصاف کرتا ہے تو اس کو ثواب ملتا ہے اور رعیت پر اس کا شکر واجب ہوتا ہے اور جب ظلم کرتا ہے تو اس کا گناہ ہوتا ہے اور ہر رعیت پر صبر لازم ہوتا ہے۔''

خیر القرون اور اولی الامر:

خیر القرون میں اولی الامر کی اطاعت کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ چنانچہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب کسی معاملے میں فیصلہ فرماتے تو ہر چھوٹے بڑے اور خاص وعام پر اس فیصلے کی پابندی لازمی ہوتی تھی۔ اگر صحابہ کرام کو کسی موقع پر حالات کو سمجھنے میں کوئی مشکل بھی پیش آتی تو باہم افہام وتفہیم کے ساتھ اتفاق کر لیتے۔

منکرینِ زکوۃ اور خلافت ابوبکر صدیق:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد عرب کے بعض قبیلوں نے زکوۃ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ زکوۃ کی ادائیگی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک ہی محدود تھی، جو سراسر حقیقت کے خلاف تھا۔ تب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوۃ کے ساتھ جنگ کا فیصلہ کیا تو باقی صحابہ کے ساتھ حضرت عمر فاروق کو بھی ان سے جنگ کرنے میں تردد ہوا اور کہنے لگے:

''ہم چونکہ تعداد میں کم ہیں اور مزید انتشار سے بچنے کیلئے بہتر ہے کہ ان سے جنگ نہ کی جائے۔''

اس پر حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا:

''اللہ کی قسم کہ اگر ایک رسی کے برابر بھی کوئی زکوۃ نہیں دے گا تو اس کے لئے بھی ان سے جنگ کروں گا۔''

چونکہ حضرت ابوبکر صدیق کا فیصلہ حق پر مبنی تھا تو حضرت عمر فاروق بھی قائل ہو گئے اور دیگر صحابہ نے سر تسلیم خم کر دیا۔

غزوہ موتہ کے بعد شام اور عرب کی سرحدوں پر جب عیسائی قبائل سردار مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے خواب دیکھنے لگے تو ان کے حوصلے پسپا کرنے کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی زیر قیادت ایک لشکر تیار کیا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی شدت کی وجہ سے لشکر جرف کے مقام سے آگے نہ جا سکا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔

Marfat.com

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین مقرر ہوئے تو انہوں نے لشکر اسامہ کی روانگی کا بندوبست کیا تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصوبے کی تعمیل اور تکمیل ہو سکے، لیکن اس میں بھی چند صحابہ نے مخالفت کی۔ حضرت عمر فاروق پیش پیش تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عمر فاروق سے فرمایا:

''تم زمانہ جاہلیت میں جابر اور قاہر مشہور تھے اور اسلام قبول کرنے کے بعد بزدلی پر اتر آئے ہو۔؟''

اطاعت امیر اور خلافت عمر فاروق:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر جلال خلیفۃ المسلمین تھے۔ بازاروں میں گھوم پھر کر عوام کی خبر گیری کرتے تھے اور ان کے حالات سے واقفیت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ رات کے سناٹے میں گشت کر رہے تھے۔ آپ کا ایک جھونپڑے کے قریب سے گزر ہوا تو اچانک آپ کے قدم مبارک رک گئے۔ جھونپڑے کے اندر سے آواز آ رہی تھی۔ آپ دیوار کے ساتھ کان لگا کر سننے لگے کہ ایک بوڑھی عورت اپنی بیٹی سے دودھ میں پانی ملانے کو کہہ رہی ہے، لیکن لڑکی نے دودھ میں پانی ملانے سے انکار کر دیا۔ ماں کے پوچھنے پر لڑکی نے جواب دیا:

''آج خلیفہ وقت کی طرف سے اعلان کیا جا رہا تھا کہ خبردار! دودھ میں پانی کی ملاوٹ نہ کی جائے۔''

ماں نے یہ سن کر کہا:

''اس وقت کون سا خلیفہ پاس ہے، اسے کونسا پتہ چلے گا تو دودھ میں پانی ملا دے۔''

لڑکی نے جواب دیا:

''اگر خلیفہ یہاں موجود نہیں تو کیا ہوا اللہ تو موجود ہے جس نے امیر کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے۔ لہٰذا میں دودھ میں ہرگز پانی نہیں ملاؤں گی۔''

آج بھی اشد ضرورت ہے کہ دین اسلام کا نفاذ ہو اور مسلمان کسی امیر سلطنت کے ماتحت اسلامی طریقوں کے مطابق زندگی بسر کریں۔ آج بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ اسلامی نظام عدل قائم ہو اور قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلے ہوں۔

☆☆☆

Marfat.com

فصل نمبر 43:

اسلام میں فرائض کی پابندی

فرض کا مفہوم:

فریضہ وفرائض کا معنی ہے ہر ایسا کام جس کے کرنے کا سختی سے حکم دیا گیا ہو اور جس کام کا کرنا لازمی ہو اور جس کے کرنے پر جزا اور اجر ملے اور جس کے نہ کرنے پر سزا ہو۔

شرعی معنی:

جو چیز کسی انسان کے فائدے میں یعنی جس سے اس کی ذات کو فائدہ پہنچتا ہو اسے ''حق'' کہتے ہیں اور جو کچھ اس کے ذمہ عائد ہو اسے ''فرض'' کہا جاتا ہے۔ فرض ہر اس کام کو کہا جاتا ہے جس کی دلیل قرآن وسنت اور اجماع سے ثابت ہو۔

فرض کی اقسام:

فقہی طور پر فرض کی دو قسمیں ہیں:

1: فرض عین۔ 2: فرض کفایہ۔

فرض عین:

فرض عین سے مراد ایسا فرض ہے کہ جس کا ادا کرنا ہر شخص کیلئے لازمی اور ضروری ہے۔ جیسے نماز، روزہ وغیرہ، اس طرح کے جتنے بھی فرائض ہیں ان کا ادا کرنا بہت ضروری ہے۔ ان کے بارے مین انسان سے پوچھ گچھ ہوگی۔

فرض کفایہ:

فرض کفایہ سے مراد ایسا فرض ہے جو کہ فرداً فرداً ہر شخص کیلئے لازمی نہیں، بلکہ چند ایک مسلمانوں کا ادا کرنا ہی کافی ہے۔ جیسے نماز جنازہ وغیرہ۔

فرائض اور حقوق لازم وملزوم ہیں:

فرائض اور حقوق دونوں آپس میں لازم وملزوم ہیں اور دونوں ہی لازمی اور ضروری ہیں۔ ایک کا حق دوسرے کا فرض ہوتا ہے اور دوسرے کا فرض پہلے کا حق ہوتا ہے۔ اپنے حقوق کو حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ دوسروں سے

Marfat.com

حقوق پورے کیے جائیں۔اپنے فرائض کی بجا آوری (دوسروں کے حقوق ادا کرنے کے) کے بغیر اپنے حقوق حاصل کرنا ناممکن ہے اور اپنے فرائض کی بجا آوری کے بغیر حقوق کا مطالبہ کرنا بھی غیر فطری سی بات ہے۔

آسان لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ پہلے فرض ہے اور بعد میں حق ہے لیکن آج کے دور میں ہم اپنے فرائض جو ہمارے ذمے ہیں ان کو چھوڑ کر حقوق حاصل کرنے کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور اس کے چاہے کچھ بھی کرنا پڑے کر گزرتے ہیں، مگر دوسروں کے حقوق جو ہمارے ذمے ہیں ہمیں ان کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔

فرض کی ادائیگی کی اہمیت وضرورت:

انسان جس معاشرے سے تعلق رکھتا ہے اس معاشرے میں رہتے ہوئے اس کا دوسرے انسانوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔ ہر انسان ایک دوسرے کا محتاج اور ضرورت مند ہے۔اکیلا انسان کچھ نہیں کرسکتا۔ایک گدا سے بادشاہ تک ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں۔ان میں کسی کا بھی ایک دوسرے کے بغیر گزارا ممکن نہیں۔اس لئے ہر انسان کیلئے ضروری ہے کہ وہ احساس ذمہ داری کا خیال کرتے ہوئے اپنے فرض کو پورا کرے۔ایک طالب علم کی جو ذمہ داری ہے وہ اس کو پورا کرے اور اس کے برعکس استاد کا بھی فرض ہے بنتا ہے کہ وہ طالب علم کو سکھانے اور پڑھانے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑے۔اگر کوئی مزدور مزدوری کررہا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ پوری دیانت داری کے ساتھ اپنا کام انجام دے اور مالک کا بھی ہے کہ وہ مزدور کی مزدوری پوری پوری ادا کرے۔

غرض عالم کی بقا اور ترقی کا دارومدار صرف اور صرف فرائض کی ادائیگی پر ہے کیونکہ اگر قومیں اپنے فرائض سے کنارہ کشی کرلیں یا ان میں کوتاہی کرنے لگ جائیں تو عین ممکن ہے کہ ان کی فرائض سے سبکدوشی اور کوتاہی عالم کی تباہی کا باعث بن جائے۔لہٰذا ضروری ہے کہ ہم فرض کو فرض سمجھ کر ادا کریں اور یہ خیال کرتے ہوئے ادا کریں کہ یہ ہماری ذمہ داری ہے۔اس میں کسی قسم کا لالچ یا شہرت کی غرض نہیں ہونی چاہیے۔اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کے تابع کردیا۔کائنات کی بے شمار نعمتیں انسان اپنی مرضی کے مطابق استعمالکرتا ہے۔میوہ جات، پھل، حیوانات ونباتات سب ہی انسان کے زیر استعمال ہیں۔

احکامات اسلام کو تسلیم کرنے کی ضرورت:

کائنات کی ہر چیز ہم اپنے لئے استعمال کرتے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔کائنات میں طرح طرح کی نعمتیں ہیں جو ہم حاصل کرتے ہیں اس لئے ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم بھی اس کا شکر ادا کریں۔اللہ تعالیٰ جس نے ان

Marfat.com

کائنات کو تخلیق کیا جس نے انسان کو عقل، سمجھ اور شعور عطا فرمایا۔ اس کا شکر ادا کرنے کا واحد ذریعہ ہے کہ ہم اس کے احکامات کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں ہم پر اس کی نعمتیں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا ہمارے بس کی بات ہی نہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ خود قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

((ان تعدوا نعمة الله لا تحصوها))(سورة ابراهيم، آيت 34)

''اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔''

لہٰذا انسان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اقرار کرے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کو محض زبانی طور پر مان لینا کافی نہیں بلکہ انتہائی خلوص اور یقین کے ساتھ اس کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

((يايها الذين امنوا امنو بالله رسوله))

(سورۃ النساء، آیت 136)

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر (حقیقی طور پر) ایمان لاؤ۔''

☆☆☆

فصل نمبر 44:

تجارت قرآن وحدیث کی روشنی میں

بیع کے لغوی معانی:

بیع کا مطلب بیچنا یا فروخت کرنا ہے۔

احکام القرآن میں بیع کا مفہوم اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''طرفین یعنی بائع اور مشتری کی باہمی رضا مندی اور ایجاب وقبول کے ذریعے مال کے بدلے کی تملیک۔''

(احکام القرآن، جلد 2، از علامہ ابوبکر احمد بن علی الرازی)

شرعی مفہوم:

شرع میں ایک مال کا دوسرے مال سے باہمی رضامندی کے ساتھ تبادلہ کرنے کو بیع کہتے ہیں۔

Marfat.com

بیع حلال ہے:

خرید وفروخت کا شرعی ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

((احل الله البيع و حرم الربوا))

(سورۃ البقرہ، آیت 275)

''اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام۔''

قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت مبارکہ میں اشیاء کی خرید وفروخت کو حلال قرار دیا گیا ہے، جبکہ سود کو حرام کہا ہے، کیونکہ تجارت میں رقم اور چیز کا آپس میں تبادلہ ہوتا رہتا ہے اور اس میں فریقین کو نفع بھی ہو سکتا ہے اور نقصان کے امکانات بھی ہوتے ہیں۔جبکہ سود میں یہ دونوں چیزیں مفقود ہوتی ہیں کیونکہ اس میں ایک فریق سراسر فائدے میں رہتا ہے اور دوسرا فریق قطعی نقصان اٹھاتا ہے۔

تجارتی عمل میں نفع ونقصان دونوں کا احتمال ہوتا ہے، پھر اس میں شخصی محنت اور مہارت کا بھی عمل دخل ہوتا ہے۔ تجارت میں قدرتی حالات یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ تاجر کو فائدہ ہو یا نقصان ہو لیکن سودی کاروبار میں ہر حالت میں اور ہر صورت میں فائدہ اور سود متعین ہوتا ہے۔یہ تجارت اور ربا میں ایک بنیادی فرق ہے اور یہی وہ بڑی علت ہے جس کی وجہ سے ایک کو حلال اور دوسری کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ہر وہ کاروبار جس میں ہر صورت اور ہر حال میں فائدہ متعین کر دیا گیا ہو وہ حرام ہے کیونکہ وہ ربا (سود) ہے کہ اس میں فائدہ مقرر ہے۔

فضل اللہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((فاذا قضيت الصلوٰة فانتشروا فى الارض و ابتغوا من فضل الله))

(سورۃ الجمعۃ، آیت 10)

''پھر جب نماز مکمل ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔''

اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنے سے مراد کاروبار اور تجارت ہے یعنی انسان کو چاہیے کہ جب وہ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد فارغ ہو جائے تو اپنے کاروبار اور دنیاوی کاموں میں مشغول ہو جائے۔اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جمعۃ المبارک کے دن چھٹی کا کوئی تصور نہیں اور اس روز کاروبار دنیا کو بند رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔صرف نماز کے وقت

Marfat.com

ایسا کرنا ضروری ہے۔ جب نماز سے فراغت پالی جائے تو پھر اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو جانا چاہیے۔

خرید و فروخت اور رضامندی:

کاروبار آپس میں باہمی رضامندی سے ہونا چاہیے اور یہ کہ لین دین حلال چیزوں کا ہونا چاہیے۔ حرام چیزوں کی تجارت اگر باہمی رضامندی سے بھی کی جائے تو اس کے باوجود بھی جائز نہیں ہوگی۔ اس کے علاوہ رضامندی میں خیار مجلس کا مسئلہ بھی آجاتا ہے یعنی دونوں فریقین کو ایک دوسرے سے الگ ہونے سے پہلے آپس میں سودا فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے:

((الا ان تکون تجارۃ عن تراض منکم))

(سورۃ النساء، آیت 29)

"مگر یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے خرید و فروخت ہو۔"

انبیاء کرام کی سنت:

خرید و فروخت (تجارت) انتہائی مقدس اور پاکیزہ پیشہ ہے۔ جس کے بارے میں قرآن مجید میں بیان کیا جا چکا ہے۔ اس مقدس پیشے کو باقی انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اختیار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تجارت کی غرض سے مال ایک شہر سے دوسرے شہر لے جاتے تھے۔

حج کے دوران تجارت کرنا:

((عن ابن عباس قال کانت عکاظ و مجنۃ ذوالمجاز اسواقا فی الجاھلیۃ فلما کان الاسلام فکانھم تاثموا فیہ و تنزلت لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مراسم الحج قراھا بن عباس))

(صحیح بخاری)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز جاہلیت کے زمانہ کے بازار تھے۔ جب اسلام کا زمانہ آیا تو مسلمانوں نے ان بازاروں میں جانا اور تجارت کرنا برا سمجھا۔ اس وقت (سورۃ البقرہ کی) یہ آیت اتری: تم کو حج کے موسموں میں اپنے مالک کا فضل ڈھونڈنا کچھ گناہ نہیں۔"

Marfat.com

تجارت اور حضرت ابوبکر:

((عن عائشة قالت لما استخلف ابو بكر الصديق قال لقد علم قومي ان حرفتي لم تكن تعجز عن مونة اهلي و شغلت بامر المسلمين فيأ كل ال ابي بكر من هذا المال ويحترف للمسلمين فيه))

(صحیح بخاری)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو کہنے لگے: میری قوم کو معلوم ہے کہ میں اپنا پیشہ کر کے اپنے گھر والوں کی روٹی بخوبی پیدا کر لیتا تھا۔اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول رہوں گا اور ابوبکر کے گھر والے بیت المال میں سے کھائیں گے اور ابو بکر مسلمانوں کا مال تجارت سے بڑھاتا رہے گا۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پیشہ بھی تجارت کرنا تھا اور اس پیشے کی بدولت آپ کافی خوشحال تھے۔یہی وجہ ہے کہ آپ انفاق فی سبیل اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔جب آپ امیر المومنین مقرر ہوئے تو آپ اپنے پیشے کو زیادہ وقت نہ دے پاتے، لیکن آپ کی بدولت مسلمانوں کے مال تجارت کو بہت فروغ ملا۔

حضرت عمر فاروق:

تجارت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حصول معاش کا بہترین ذریعہ تھا۔آپ کا تجارتی کاروبار حجاز سے ایران تک پھیلا ہوا تھا۔

حضرت عثمان غنی:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پارچہ فروشی کا کام کرتے تھے۔حضرت عثمان باپ اور قبیلے کے نقش قدم پر چل کر کامیاب کاروباری ہوئے اور کافی دولت پیدا کی۔

حضرت زبیر:

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔آپ کا کاروبار شام تک وسیع تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما زراعت کا کام کرتے تھے۔

Marfat.com

حضرت ابوسفیان بن حرب:

حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ تیل اور چمڑے کا کاروبار کرتے تھے۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب:

حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ یمن سے عطر خرید کرلاتے اور حج کے موسم میں اسے فروخت کرتے۔

بیع میں دھوکہ اور فریب

((عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ مر علی صبرة طعام فادخل یده فيها فاصابت اصابعه بللا فقال ماهذا يا صاحب الطعام قال اصابته السماء يا رسول الله قال افلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس من غش فليس منی))(صحیح مسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے اور اپنا ہاتھ اس ڈھیر میں داخل کیا تو آپ کی انگلیوں کو کچھ تری محسوس ہوئی۔آپ ﷺ نے فرمایا: غلے کے مالک! یہ تری کیسی ہے (ڈھیر کے اندر یہ تری کہاں سے پہنچی اور تم نے غلہ کو تر کیوں کیا) اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! بس بارش کا پانی پہنچ گیا تھا (جس کی وجہ سے غلہ کا کچھ حصہ تر ہو گیا ہے، میں نے قصداً تر نہیں کیا ہے) آپ نے فرمایا: تو پھر تم نے تر غلہ کو اوپر کی جانب کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ اس کو دیکھ لیتے (اور کسی فریب میں مبتلا نہ ہوتے۔یادرکھو!) جو شخص دھوکا کرے وہ مجھ سے نہیں۔''

مندرجہ بالا حدیث میں تجارت میں دھوکے اور فریب کی سخت وعید سنائی گئی ہے کہ تجارت میں کسی قسم کا دھوکہ دہی کا طریقہ نہ اپنایا جائے اور مال تجارت کی اصل صورتحال سے مکمل طور پر آگاہی ضروری ہے۔اگر کسی چیز میں کوئی نقص ہے تو اسے نمایاں کر دینا چاہیے تاکہ خریدنے والے کو پتہ چل جائے۔اگر سامان تجارت میں کوئی نقص یا خرابی ہو اور اسے ویسے ہی چپ چاپ فروخت کرنے کی کوشش کی جائے تو ایسا کرنا دھوکہ اور فریب ہے۔ایسا طریقہ کار اپنانے والے کا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہیں۔

بیع و تجارت کے اراکین

بیع و تجارت کے مندرجہ ذیل ارکان ہیں:

1: بائع۔ 2: مشتری۔ 3: مبیع۔ 4: ایجاب و قبول۔

Marfat.com

5: باہمی رضامندی۔

بائع:

بائع کا معنی ہے: ''فروخت کرنے والا۔'' اس کیلئے ضروری ہے کہ جو چیز فروخت کر رہا ہو اس کا مالک ہو یا پھر اسے چیز فروخت کرنے کا مکمل اختیار ہو۔ نیز معاملہ فہم اور عقلمند ہونا چاہیے۔

مشتری:

مشتری یعنی خریدنے والا، اس کیلئے بھی ضروری ہے کہ عقل مند اور بالغ ہو۔

مبیع:

مبیع یعنی وہ چیز جو فروخت کی جا رہی ہے۔

ایجاب وقبول:

اجاب وقبول یعنی مشتری کہے کہ فلاں چیز مجھے فروخت کر دے اور بائع کہے کہ میں نے فلاں چیز تیرے ہاتھ فروخت کر دی۔

باہم رضامندی:

دونوں فریقوں کے مابین باہمی رضامندی بہت ضروری ہے۔ رضامندی کے بغیر بیع درست نہیں ہے۔

بیع میں خیار کا حکم

خیار کے لغوی معانی ''اختیار'' کے ہیں۔ بیع میں ''خیار'' کے مسئلہ کو کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ ذیل میں ''خیار'' کے چند مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔

1: بائع اور مشتری جب تک مجلس بیع میں موجود ہوں گے ان دونوں کو اختیار حاصل ہے کہ وہاں سے جدا ہونے سے قبل بیع کو پختہ کر دیں یا منسوخ کر دیں۔ اس سلسلے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

((عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال البیعان کل واحد منھما بالخیار علی صاحبسنہ مالم یتفرقا الابیع الخیار))(صحیح مسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بائع اور مشتری دونوں کو اختیار ہے (بیع کو فسخ کرنا کا) جب تک دونوں جدا نہ ہوں مگر اس بیع میں جس میں اختیار

Marfat.com

کی شرط کی گئی ہے۔"

2: بائع اور مشتری دونوں میں سے اگر کوئی ایک اپنے لئے معینہ مدت تک اختیار کی شرط رکھتا ہے تو جب تک مقررہ مدت گزر نہیں جاتی، دونوں اس شرط کے پابند ہوں گے۔

3: بائع اگر اپنی کسی چیز کی خوبیاں بیان کرے اور اس کی خامیوں کو چھپانے کی کوشش کرے یا اچھی چیز کی جگہ خراب چیز اس کے حوالے کرے تو مشتری کو "بیع" منسوخ کرنے یا قبول کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

4: اگر بائع اور مشتری کے مابین سامان تجارت کے متعلق اختلاف پایا جائے تو ان میں سے ہر کوئی قسم کھائے، پھر ان دونوں کو اختیار ہے کہ وہ بیع کو منسوخ کریں یا قبول کریں۔

5: "بیع" میں اگر کوئی نقص ہو اور اس نقص کی وجہ سے اس کی قیمت بھی کم بنتی ہو لیکن مشتری کو اس نقص کے بارے پتہ نہ ہو تو اسے بیع قبول کرنے یا فسخ کرنے کا اختیار ہے۔ کسی بھی مسلمان کیلئے مناسب نہیں کہ وہ کوئی نقص والی چیز اپنے مسلمان بھائی کے ہاتھ فروخت کرے، مگر یہ کہ اسے اس نقص کے متعلق پہلے آگاہ کردے۔

تجارت کی جائز صورتیں

تجارت کی جائز صورتیں مندرجہ ذیل ہیں:

1: بیع سلم (سلف)۔ 2: بیع ہرج۔

بیع سلم:

بیع سلم اس بیع کو کہتے ہیں جس میں ایک مسلمان کچھ سامان خریدتا ہے اس سامان کی صفت کا بھی اسے پتہ ہے اور سامان کی وصولی کا وقت بھی معلوم ہے۔ جب سودا طے ہو جاتا ہے تو مشتری بائع کو پیشگی پوری رقم ادا کر دیتا ہے اور مقررہ وقت پر اپنا سامان وصول کر لیتا ہے۔ اس بیع میں مندرجہ ذیل چار چیزوں کا تعین لازمی ہے:

1: جنس۔ 2: قیمت۔ 3: مقدار۔ 4: مدت۔

یہ تجارت کی جائز صورت ہے، تاہم یہ کسی دوسرے کی جانب منتقل نہیں کی جا سکتی۔

((عن ابی عباس قال قدم النبی ﷺ المدینة وهم یسلفون بالتمر سنتین و الثلث فقال من اسلف فی شیء ففی کیل معلوم ووزن معلوم الی اجل معلوم))(صحیح بخاری)

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے

Marfat.com

اور لوگ کھجوریں دو برس کی میعاد پر سلم کیا کرتے تھے۔آپ نے فرمایا: جب کسی چیز میں کوئی سلم کرے تو معین ماپ اور معین تول معین میعاد ٹھہرا کر۔"

بیع ہرج:

بیع ہرج سے مراد ہے نیلامی یا بولی کے ذریعے کسی چیز کی زیادہ سے زیادہ قیمت وصول کرنا۔

((عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ بياع حلسا وقدحا وقال من يشترى هذا الحلس والقدح فقال رجل اخذتهما بدرهم فقال النبى ﷺ من يزيد على درهم من يزيد على درهم فاعطاه رجل درهمين فباعهما منه)) (جامع ترمذى)

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چار اور ایک پیالہ اس طرح بیچا کہ فرمانے لگے: کون خریدتا ہے اس چادر اور پیالے کو۔ایک شخص نے کہا: میں ان دونوں کو ایک درہم میں لیتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون زیادہ دیتا ہے ایک درہم سے؟ کون زیادہ دیتا ہے۔؟ ایک آدمی نے دو درہم دیئے تو آپ نے ان دونوں چیزوں کو اس کے ہاتھ بیچ دیا۔"

ممنوع تجارت

معاشی وسائل میں "تجارت" ایک اہم ترین وسیلہ ہے۔اقتصادی نظام میں اس کے ذرائع کی وسعت بھی جزو اعظم ہے۔موجودہ سرمایہ درارانہ نظام میں تجارت نے بھی وسیع پیمانے پر اجارہ داری کی شکل اختیار کر لی ہے اور زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کے لالچ میں غیر اخلاقی ہتھکنڈے اپنا لئے جاتے ہیں۔تجارت کے نام پر ذخیرہ اندوزی، ماپ تول میں کمی، وعدوں کی بدعہدی اور چور بازاری جیسی لعنتیں عام ہو چکی ہیں۔قرآن مجید اور احادیث نبوی نے اس قسم کی تجارتوں سے منع فرمایا ہے۔

کوئی چیز قبضے میں لینے سے قبل فروخت کر دینا۔

کسی چیز کو جب تک اپنے قبضے میں نہ لے لیا جائے اس وقت تک اسے آگے فروخت کرنا منع ہے۔

ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کی بیع:

اگر ایک مسلمان کوئی سودا کر رہا ہے تو دوسرے مسلمان کیلئے جائز نہیں کہ وہ اس کے سودے پر سودا کرے۔

Marfat.com

کھڑی فصل کی تجارت کرنا:

کوئی فصل جب تک پک کر تیار نہ ہو جائے اس وقت تک اس کی بیع منع ہے۔

بیع استثناء:

کسی مسلمان کے لئے اس طرح ''بیع'' جائز نہیں کہ کسی چیز کو فروخت کرے اور اس میں سے کچھ مجہول چیز مستثنیٰ کر لے۔

دھوکے اور فریب کی بیع:

اگر بیع میں کسی قسم کا دھوکہ اور فریب پایا جائے تو اس طرح کی بیع درست نہیں ہو گی۔

شہری تاجر کیلئے دیہاتی تاجر کا مال فروخت کرنا:

دیہات سے تعلق رکھنے والا تاجر کوئی سامان فروخت کرنے کیلئے شہر آئے تو شہری تاجر کیلئے جائز نہیں کہ وہ دیہاتی تاجر سے کہے: ''سامان تجارت میرے پاس رکھ قیمت زیادہ ملے گی تو فروخت کروں گا۔''

جبکہ لوگوں کو اس سامان کی اسی دن ضرورت ہو۔

جمعہ کے روز دوسری اذان کے بعد تجارت کرنا:

مسلمانوں کیلئے جمعہ کی دوسری اذان (جس وقت امام منبر پر کھڑا ہو کر خطبہ دیتا ہے) کے بعد ہر قسم کی خرید و فروخت منع ہے۔ جب جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد فارغ ہو جائیں تو اس وقت روزی کی تلاش میں نکل پڑیں۔

ناجائز طریقوں سے دوسروں کا مال نہ کھاؤ:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

((یایھا الذین امنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل))

(سورۃ النساء، آیت 29)

''اے ایمان والو! اپنے مال ناجائز طریقے سے مت کھاؤ۔''

قرآن مجید کی اس آیت میں موجود لفظ ''بالباطل'' میں دھوکہ دہی، ملاوٹ، جعل سازی اور فریب کے سوا ایسے تمام کاروبار بھی شامل ہیں جو شریعت میں ممنوع قرار دیئے گئے ہیں۔ مثلاً قمار، ربا وغیرہ۔ ایسے ہی جو چیزیں اسلام نے حرام قرار دی ہیں ان چیزوں کا کاروبار کرنا بھی باطل میں شامل ہے۔ باطل طریقوں سے مراد وہ تمام طریقے ہیں جو

Marfat.com

خلاف حق ہوں۔

ایسا کاروبار جو اسلام کی نظر میں گناہ ہو:

ایسا کاروبار کرنا بھی حرام ہے جو اسلام کی نظر میں سرسر گناہ ہو مثال کے طور پر شراب، مردار، خون اور خنزیر کے گوشت وغیرہ کی خرید وفروخت بالکل منع فرمادی گئی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر))

(سورۃ المائدہ،آیت 3)

"تم پر حرام کردیا گیا مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت۔"

حصول نفع کا ایسا معاملہ جس میں ایک کو نفع اور دوسرے کو سراسر نقصان ہو:

مال اور نفع حاصل کرنے کا ایسا معاملہ کرنا جس میں باہمی تعاون بالکل مفقود ہو جائے اور ایک آدمی کو مکمل طور پر نفع ہو جائے جبکہ دوسرے آدمی کو قطعی نقصان ہو، یہ بھی حرام ہے۔ مثلاً: جوابازی، لاٹری اور سٹہ بازی کی تمام اقسام، یہ ایک طرف کے منافع اور دوسری طرف کے نقصان کا باعث بنتا ہے۔

جمعہ کی دوسری اذان کے بعد تجارت کرنا:

مسلمانوں کیلئے جمعہ کی دوسری اذان (جس کے بعد امام منبر پر کھڑا ہو کر خطبہ دیتا ہے) کے بعد ہر قسم کی خرید و فروخت منع کردی گئی ہے۔اذان جمعہ کے بعد دنیا کے مشاغل کو ترک کردیا جائے اور خرید وفروخت بند کر کے اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف دوڑ یعنی نماز جمعہ کا اہتمام کرو یہی زیادہ فائدہ مند ہے۔

((یایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر و ذروا البیع))(سورۃ الجمة، آیت 9)

"اے ایمان والو! جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔"

مسجد میں خرید وفروخت منع ہے:

((عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال اذا رایتم من یبیع او یباع فی المسجد فقولوا لا اربح اللہ تجارتك واذا رایتم من ینشد فیه ضالة فقولو الا رد اللہ علیك))(جامع

Marfat.com

ترمذی،ابواب البیوع)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم کسی کو مسجد میں بیچتا یا خرید تا دیکھو تو کہو: اللہ تعالیٰ تیری تجارت میں نفع نہ دے۔ جب تم دیکھو کہ کوئی آدمی مسجد میں گم شدہ چیز کے بارے میں اعلان کرتا ہے تو تم کہو: اللہ کرے تمہاری چیز نہ ملے۔"

مساجد نماز، ذکر الٰہی اور دینی تعلیم حاصل کرنے کا مرکز ہیں۔ مسجد میں اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی عبادت کی جاتی ہے۔ مسجد میں روزانہ پانچ وقت حاضر ہو کر یاد الٰہی میں مشغول ہو کر اسی کی رضا و خوشنودی کے حصول کا ذریعہ کیا جاتا ہے۔ گویا کہ مسجد اور بازار ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ کے نزدیک پسندیدہ ترین جگہیں مساجد ہیں اور ناپسندیدہ ترین جگہیں بازار اور منڈیاں ہیں۔"

تجارت کی ممنوع اقسام

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی قسم کی بیوع سے منع فرمایا ہے، کیونکہ بیع کی ان صورتوں میں یا فریب او دھوکہ دہی ہوتی ہے یا پھر بے ایمانی اور خیانت شامل ہوتی ہے جو کہ مسلمانوں کے درمیان دشمنی، کینہ اور جھگڑے کا سبب بنتی ہے۔ مندرجہ ذیل میں چند ایک اقسام بیان کی جارہی ہیں:

1: بیع ملامسہ۔ 2: بیع منابذہ۔

3: قابض ہونے سے پہلے فروخت کرنا۔ 4: مسلمان کی بیع پر بیع کرنا۔

5: کھڑی فصل کی تجارت۔ 6: بیع استثناء۔ 7: بیع غرر۔

8: شہری کے لیے دیہاتی کا مال فروخت کرنا۔

بیع ملامسہ و بیع منابذہ:

بیع ملامسہ اور بیع منابذہ دونوں باطل ہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ ملامسہ ایسی بیع کو کہتے ہیں کہ کوئی آدمی بغیر دیکھے کسی کپڑے کو خریدے جبکہ بیع منابذہ ایسی بیع ہے کہ آدمی کسی دوسرے آدمی کی طرف اپنا کپڑا پھینک دے اور دوسرا آدمی بھی اسی عمل کو دہرادے اور اس طرح ان دونوں کے درمیان دیکھے بغیر ہی سودا طے ہو جائے۔ اس طرح کی خرید و فروخت کی ممانعت کی گئی ہے۔

Marfat.com

((عن ابی هریرۃ ان رسول اللہ نھی عن بیع الملامسۃ و المنابذۃ))

(صحیح مسلم،شرح نووی،جلد 4،صفحہ نمبر 147)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع ملامسہ اور بیع منابذہ سے منع فرمایا۔''

((عن ابی ھریرۃ انہ قال نھی عن بیعین الملامسۃ و المنابذہ اما الملامسۃ فان یلمس کل واحد منھما ثوب صاحبہ بغیر تامل و المنابذہ ان ینبذ کل واحد منھما ثوبہ الی الاخر ولم ینظر واحد منھما الی ثوب صاحبہ))

(صحیح مسلم شرح نووی، کتاب البیوع،جلد 4،صفحہ 148)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو بیعوں سے ممانعت ہوئی ہے ایک تو بیع ملامسہ اور دوسری بیع منابذہ۔ بیع ملامسہ یہ ہے کہ یہ ایک دوسرے کا کپڑا چھو لے بے سوچے سمجھے (اور یہ کپڑا چھونے سے بیع لازم ہو جائے) اور بیع منابذہ یہ کہ ہر ایک اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینک دے اور کوئی دوسرے کا کپڑا نہ دیکھے۔''

کپڑا فروخت کرنے والا اندھیرے میں لے کر آئے ور خریدار اسی کپڑے کو چھو لے۔ اس پر کپڑا فروخت کرنے والا یہ کہہ دے کہ میں نے یہ کپڑا تمہارے فروخت کر دیا اس شرط کے ساتھ کہ تیرا کپڑے کو چھونا دیکھنے کے مترادف ہے۔ دوسرا کپڑے کو چھونا خود بخود بیع قرار دے دیا جائے۔ مثال کے طور پر مالک خریدار سے کہے: جب تو چھو لے تو وہ تمہارے ہاتھ بِک گیا۔ تیرا یہ کہ چھونے سے مجلس کا اختیار قطع کیا جائے۔ ان تینوں صورتوں میں یہ بیع باطل ہے۔ اسی طرح بیع منابذہ بھی باطل ہے۔

قبضے میں لانے سے پہلے ہی کسی چیز کو فروخت کر دینا:

کسی بھی مسلمان کیلئے یہ مناسب نہیں کہ سامان خرید کر اُسے اپنے قبضے میں لینے سے پہلے ہی آگے کسی دوسرے آدمی کو فروخت کر دے۔ یعنی کوئی بھی مال خرید کر اسے پہلے اپنے قبضے میں لیا جائے بعد میں اس مال کو فروخت کیا جائے۔

((عن ابن عباس ان رسول اللہ قال من ابتاع طعاماً فلا یبیعہ حتی یستوفیہ قال ابن عباس واحسب کل شی مثلہ))

Marfat.com

(صحیح مسلم، شرح نووی کتاب البیوع، جلد 4)

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اناج خریدے پھر اس کو نہ بیچے جب تک اس پر قبضہ نہ کرے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں ہر چیز کو اسی پر خیال کرتا ہوں کہ قبضے میں لینے سے پہلے بیچنا ممنوع ہے۔"

ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کی بیع پر بیع کرنا:

ایک مسلمان کوئی چیز پچاس روپے میں خریدتا ہے، دوسرا آدمی اسے کہے کہ میں تجھے یہی چیز چالیس روپے میں لیے کر دیتا ہوں، تو یہ چیز واپس کر دے! یا یہ کہا جائے کہ یہ سودا ختم کر دے میں یہی چیز تم سے ساٹھ روپے میں خریدتا ہوں تو سودے پر سودا ہے جس کی ممانعت کر دی گئی ہے۔

((عن عبد الله بن عمر ان رسول الله ﷺ فان لایبیع بعضکم علی بیع اخیه))

(صحیح بخاری شریف، کتاب البیوع)

"عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی تم میں سے اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے۔"

((عن ابن عمر عن النبی ﷺ لا یبیع الرجل علی بیع اخیه و لا یخطب علی خطبة اخیه الا ان یاذن له))

(صحیح مسلم، شرح نووی جلد 4، صفحہ 150)

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی تم میں سے اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور اپنے بھائی کے پیام پر پیام نہ دے مگر اس کی اجازت سے۔"

فریقین کے مابین خرید و فروخت ہوئی ہو تو ایک شخص اس سے کہے کہ تم نے یہ مہنگی خرید لی ہے۔ لہٰذا تم اس سودے کو ختم کر دو! میں تمہیں ایسی ہی چیز اس سے کم قیمت پر دیتا ہوں ایسا کرنا درست نہیں۔

کھڑی فصل کی تجارت کرنا:

ایسی فصل جو مکمل طور پر پکی ہوئی نہ ہو، یا پھر پھل یعنی انگور یا کھجور وغیرہ جو ابھی درختوں سے اتری نہ ہو وہ انگور جو بیل سے توڑا نہ گیا ہو، اندازہ لگا کر فروخت کر دینا کہ پک کر متوقع آمدنی پوری ہو جائے گی مناسب نہیں، کیونکہ اس میں کمی یا زیادتی ہو سکتی ہے۔ اگر کھڑی فصل ہی خریدار کے حوالے کر دی جائے کہ جب فصل پک جائے گی تو اس کی

Marfat.com

پیداوار لگائے ہوئے اندازے کے مطابق پوری ہو جائے گی تو ایسا ہونا بہت مشکل ہے۔ اس لئے ایسی بیع حرام ہے۔

((عن ابن عمر ان النبی ﷺ نهی عن المزابنة قال و المزابنة ان يبيع التمر بكيل ان زاد فعلی و ان نقص فعلی قال و حدثنی زيد بن ثابت ان النبی ﷺ رخص فی العرايا بخرصها))

(صحیح بخاری شریف، کتاب البیوع)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ مزابنہ یہ ہے کہ کوئی شخص درخت پر میوہ سوکھے میوے کے بدل ناپ تول کر بیچے اور خریدار سے کہے: اگر درخت کا میوہ اس سوکھے میوے سے زیادہ نکلے تو وہ اس کا ہے، کم نکلے تو وہ پھر دے گا۔ عبداللہ بن عمر نے کہا: مجھ سے زید بن ثابت نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرایا کی اجازت دی اندازہ کر کے فروخت کرنے کی۔''

((عن عبد الله ابن عمر ان رسول الله ﷺ نهی عن المزابنة و المزابنة بيع التمر بالتمر كيلاً و بيع الذبيب بالكرم كيلاً))

(صحیح بخاری)

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزابنہ سے منع فرمایا۔ مزابنہ یہ ہے کہ درخت پر کھجور خشک کھجور کے بدل ماپ کر کے بیچی جائے۔ اسی طرح بیل پر لگے انگور کو منقے کے بدل بیچا جائے۔''

بیع استثناء کی ممانعت:

مسلمان اس طرح کی ''بیع'' نہیں کرتے کہ کوئی چیز فروخت کر کے اس میں کچھ حصہ مستثنیٰ کر لیا جائے۔ یہ صرف ایسی صورت میں جائز ہے کہ جو چیز مستثنیٰ کی جا رہی ہو اس کا تعین کر لیا جائے، یعنی پتہ ہونا چاہیے کہ فلاں چیز مستثنیٰ کی جا رہی ہے۔ مثال کے طور پر کوئی شخص کسی آدمی کو کوئی باغ فروخت کرتا ہے اور فروخت کرتے وقت کہتا ہے کہ میں اتنے درخت اس باغ میں مستثنیٰ کرتا ہوں، یعنی ان درختوں کے سوا باغ کے باقی درخت فروخت کرتا ہوں۔ اب اگر مستثنیٰ کئے ہوئے درختوں کا تعین کر لیا جائے تو یہ بیع درست ہے، ورنہ بیع درست نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ فروخت کرنے والا پھل پکنے کے بعد بہترین درخت کا دعویٰ کر دے تو ایسا کرنا ٹھیک نہیں۔

Marfat.com

((عن جابر ان رسول اللہ ﷺ نهی عن المحاقلة و المزابنة و المخابرة و الثنیا لا ان تعلم))(جامع ترمذی، ابواب البیوع)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محاقلة اور مزابنہ اور مخابرہ اور ثنیا سے منع فرمایا، مگر جب کہ اندازہ اور مقدار معلوم ہو۔''

بیع غرر:

((عن نافع عن ابن عمر قال نهی رسول اللہ ﷺ عن البیع الغرر))

(مسند امام اعظم)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فریب والی بیع سے منع فرمایا ہے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دھوکے اور فریب والی تجارت شرعاً بہت بڑا جرم ہے۔ اس حدیث میں حلال اور حرام کا ایک جامع اصول بیان کیا گیا ہے اور یہ حدیث جائز اور ناجائز خرید و فروخت کے درمیان ایک خط امتیاز ہے۔ تجارت کی وہ قسمیں جن میں دھوکہ دہی اور فریب کاری ہو انہیں قطعاً حرام قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر ایسی چیز کو فروخت کرنا جو اس کے قبضے میں نہ ہو، پانی کی مچھلیوں پر سودا کرنا یا پھر جانور کے پیٹ کے اندر موجود بچے کو فروخت کرنا، دھوکہ اور فریب ہے ایسا کرنا ناجائز ہے۔

((عن عبد اللہ بن عمر ان رجلاً ذکر النبی ﷺ انه یخدع فی البیوع فقال اذا بایعت فقل لا خلابة))(صحیح بخاری)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک آدمی (منقذ بن عمرو) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ لوگ اس کو خرید و فروخت میں دھوکا دے دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو بیچتے خریدتے وقت یہ کہہ دیا کر: دھوکا نہیں چلے گا۔''

شہری کے لئے دیہاتی کا مال فروخت کرنا:

((عن جابر قال قال رسول اللہ ﷺ لا یبیع حاضر لباد دعوا الناس یرزق اللہ بعضهم من بعض))(صحیح مسلم)

Marfat.com

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہری آدمی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے۔ لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ کسی کے ذریعے کسی کو رزق پہنچاتا ہے۔''

دیہاتی علاقوں سے تعلق رکھنے والے اگر کسی چیز کو فروخت کرنے کیلئے شہروں کی طرف جائیں تو شہری تاجروں کیلئے جائز نہیں کہ وہ ان کے ساتھ خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کریں۔ تاوقتیکہ وہ شہر پہنچ کر بازار کا بھاؤ وغیرہ معلوم نہ کریں، تاکہ دیہات سے تعلق رکھنے والے بیوپاریوں کو دھوکہ دینے یا انہیں نقصان پہنچانے کا کوئی موقع پیدا نہ ہو۔

قرآن مجید کی آیات اور احادیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر قسم کے دھوکے فریب کے معاملات کو اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے۔

آداب تجارت اور تجارتی امور میں دیانت داری اور سچائی کی اہمیت

مقدس پیشہ:

تجارت ایک مقدس اور پاکیزہ پیشہ ہے۔ قرآن مجید کی روشنی میں تجارت آپس میں باہم رضامندی مال کے بدل کا نام ہے۔ تجارت ایسا بابرکت اور پاکیزہ پیشہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی کاروبار تجارت کرتے تھے۔ اس پیشے کے تقدس اور پاکیزگی کے پیش نظر کچھ اصول بتائے گئے جن کو برقرار رکھنا بہت ضروری ہے۔

تجارتی امور کو تحریر کرنا:

جب آپس میں تجارتی معاملات طے پائے جا رہے ہوں تو انہیں تحریری شکل میں لے آنا چاہیے۔ تجارت چاہے چھوٹے پیمانے پر یا وسیع پیمانے پر اس کی عبارت لکھ کر محفوظ کر لی جائے، تاکہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو سکے اور فریقین اچھے طریقے سے تجارت کے امور کو طے کر سکیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ولا تسئموا ان تکتبوہ صغیراً او کبیراً الی اجلہ))

(سورۃ البقرہ، آیت 282)

''اور تم اس (قرض) کے (بار بار) لکھنے سے اُکتایا مت کرو، خواہ وہ (معاملہ) چھوٹا ہو یا بڑا۔''

گواہ بنانا:

اگر کوئی تجارت ادھار کی جا رہی ہو تو لازمی اصول ہے کہ ایسی تجارت گواہوں کی موجودگی میں ہو۔

Marfat.com

ارشادباری تعالیٰ ہے:

((واشهد وا اذا تبايعتم))

(سورۃ البقرہ، آیت 282)

''اور خرید وفروخت کے وقت گواہ کرلیا کرو۔''

ناپ تول میں کمی نہیں ہونی چاہیے:

کوئی بھی چیز، جنس وغیرہ کی خرید وفروخت کرتے وقت ناپ تول میں کمی نہ ہو، پوری ایمان داری اور دیانتداری سے ناپ تول ہو۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

((واوفوا الكيل والميزان بالقسط))

''اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کرو۔''

سامان تجارت ماپ تول کردیا جائے:

((عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال من اشترى طعاما فلابيعه حتى يكتا لسه وفي رواية ابي بكر من اتباع))

(صحیح مسلم، شرح نووی، کتاب البیوع جلد 4، صفحہ نمبر 158)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اناج خریدے، پھر وہ اس کو نہ بیچے جب تک اسے ماپ نہ لے۔''

بیع میں سچ بولنا چاہیے:

خرید وفروخت کے دوران بائع اور مشتری دونوں کو جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ اگر کسی چیز میں کوئی عیب یا نقص ہو تو اسے صاف صاف واضح کردینا چاہیے۔ سچ بولنے سے اللہ تعالیٰ ان کی تجارت میں برکت ڈال دے گا اور اگر چیز فروخت کرنے یا زیادہ سے زیادہ رقم حاصل کرنے کے لالچ میں جھوٹ کا سہارا لیا جائے گا تو اس طرح تجارت میں برکت بھی ختم ہوجائے گی اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بھی بن جائے گا۔

((عن حكيم بن حزام عن النبي ﷺ قال البيعان بالخيار مالم يتفر قا اوقال حتى يتفرقا فان صدقا وبينا بورك لهما في بيعهما وان كتما و كذبا محقت بر كة بيعهما))

Marfat.com

(صحیح بخاری، کتاب البیوع)

''حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں کو اس وقت تک اختیار ہے جب تک جدا نہ ہوں۔ پھر اگر وہ دونوں سچ بولیں اور جو کچھ عیب ہوں بیان کر دیں گے تو ان کو اس بیع میں برکت ہوگی اور اگر چھپائیں گے، جھوٹ بولیں تو بیع کی برکت مٹ جائے گی۔''

جو تجارت ایمانداری دیانتداری سے کی جائے گی اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دیتا ہے۔ دیانتدارانہ تجارت خیر و برکت اور معاشی خوشحالی اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہونے کا ذریعہ ہے۔ قیامت کے روز سچا اور ایماندار تاجر انبیاء و صدیقین اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔ ایماندار تاجر کے لئے روز قیامت عزت اور اکرام کی خوشخبری سنائی گئی۔

((عن ابی سعید عن النبی ﷺ قال التاجر الصدوق مع النبین و الصدقین والشهداء))(جامع ترمذی)

''حضرت ابو سعید خذری رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سچا اور ایماندار تاجر قیامت کے دن نبیوں، صدیقین اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔''

تجارت ایسا بابرکت اور عزت تکریم والا پیشہ ہے کہ جسے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عزت بخشی۔ بحیثیت تاجر آپ تمام بنی نوع انسان کیلئے بہترین نمونہ ہیں۔ تجارت کے پیشے سے منسلک لوگوں کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت زندگی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ آپ معاملات میں اس قدر صاف گو اور سچے تھے کہ صادق اور امین آپ کا لقب تھا۔ لوگ اپنی امانتیں آپ کے پاس جمع کرواتے تھے۔ تجارت میں دیانتداری کی وجہ سے ہی مکہ مکرمہ کی رئیس خاتون حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنا مال تجارت کی غرض سے آپ کے حوالے کرتیں۔ آپ حضرت خدیجہ کا سامان تجارت بیچ کر زیادہ منافع کما کر لاتے۔ آپ کی سچائی اور امانتداری کی بدولت حضرت خدیجہ نے آپ کو نکاح کا پیغام بھجوایا۔

صحابہ کرام میں اکثریت کا پیشہ تجارت تھا۔ صحابہ کرام کا تجارتی معاملات میں اس قدر کھرا پن، سچائی اور دیانتداری تھی کہ غیر مسلم ان کے کردار سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

Marfat.com

"میری امت کے رزق کا 9/10 تجارت میں ہے۔ سچا تاجر برگزیدہ فرشتوں کا ساتھی ہے۔"

تجارت کی قباحتیں، بدعنوانیاں اور ان کی روک تھام

موجودہ دور میں تجارت:

موجودہ دور میں سرمایہ دارانہ نظام کے اندر تجارت نے بھی وسیع پیمانے پر استحصال اور اجارہ داری کی شکل اختیار کر لی ہے۔ تجارت کے پیشے میں زیادہ منافع حاصل کرنے کے لالچ میں تاجر حضرات نے جو غیر اخلاقی طریقے اپنا لئے ہیں ان کے ہوتے ہوئے کسی بھی معاشرے کی صحت مندانہ تشکیل ممکن نہیں۔ لوگ بظاہر تو تجارت کرتے ہیں مگر اس مقدس اور پاکیزہ پیشے کی آڑ میں ذخیرہ اندوزہ، ملاوٹ، چور بازاری، ماپ تول اور پیمائش میں بے ایمانی اور بد عہدی جیسی لعنتیں رواج پا چکی ہیں۔ اس طرح کی قباحتوں اور بدعنوانیوں کے ہوتے ہوئے تجارت کی اصلاح کرنا ناممکن ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی درست نہیں تاجر اپنی من مرضی کرتے ہوئے لوٹ کھسوٹ شروع کر دیں۔

اقتصادی نظام میں تجارت کی اہمیت:

اقتصادی نظام میں تجارت کے پیشے کو ایک اہم جزو کی حیثیت حاصل ہے۔ اس نظام میں تجارتی سہولتوں اور جائز اور مناسب آسانیوں کے بہم پہنچانے کے باوجود اسلام ان بدعنوانیوں کی روک تھام ضروری سمجھتا ہے جو حقیقت میں اقتصادی نظام کے مقصد اور اس کے نصب العین کی تباہی اور بربادی کا سبب بنتی ہیں اور تجارت کے نام سے بدحالی اور قابل نفرت سرمایہ داری کو پروان چڑھاتی ہیں۔ اقتصادی نظام کی تباہی اور بربادی میں جن قباحتوں اور بدعنوانیوں کی تفصیل ہو سکتی ہے اسلام نے انہیں مندرجہ ذیل دو ناموں سے پکارا ہے:

1: احتکار۔ 2: اکتناز۔

احتکار سے مراد یہ ہے کہ دولت سمٹ کر کسی ایک ہی طبقہ میں محصور و محدود ہو جائے۔

اکتناز کے معنی ہیں کہ دولت کے عظیم الشان خزانے افراد کے پاس جمع ہو جائیں اور ان کے پھیلاؤ اور تقسیم کی کوئی راہ باقی نہ رہے۔

اسلام انہیں کسی طرح بھی قبول نہیں کرتا۔ موجودہ دور میں اس کی مندرجہ ذیل شکلیں موجود ہیں:

1: ذخیرہ اندوزی۔ 2: قمار یا سٹہ بازی۔

3: سود۔ 4: کسٹم اور سمگلنگ۔

Marfat.com

ذخیرہ اندوزی:

بڑے بڑے زمیندار، سرمایہ دار اور تاجر حضرات دولت کمانے کے لالچ میں اکثر اوقات خرید شدہ جنس کی فروخت روک دیتے ہیں۔ وہ قیمتیں زیادہ سے زیادہ ہونے کا انتظار کرتے ہیں تاکہ زیادہ بھاؤ کے ساتھ جنس بیچ کر زیادہ سے زیادہ نفع کما سکیں۔ اس طرح مال کو جمع کرنے کا نام ''ذخیرہ اندوزی'' ہے۔ اس طرح کی ذخیرہ اندوزی حرام ہے جبکہ عوام کیلئے ضروریات زندگی کی چیزیں ملنا دوبھر ہو جائیں۔ ذخیرہ اندوز بظاہر اسے تجارت کا نام دے کر پاکیزہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن حقیقت میں یہ غریبوں کا استحصال ہے۔

ذخیرہ اندوزی کے ذریعے جنس بازار میں آنی بند ہو جاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں جنس کا بھاؤ بڑھ جاتا ہے اور تاجر اپنی جمع کردہ جنس سے مرضی کا بھاؤ لگا کر زیادہ سے زیادہ نفع کما لیتے ہیں اور اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ غریب عوام کو مہنگائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان کیلئے ضروریات زندگی کی اشیاء کا حصول بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

((عن معمر ابن عبد الله عن رسول الله ﷺ قال لا يحتكر الا خاطی))

(صحیح مسلم، شرح نووی، جلد 4، صفحہ 231)

''حضرت معمر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صرف گناہگار ہی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے۔''

((عن معاذ قال سمعت رسول الله ﷺ يقول بئس العبد المحتكر ان او خص الله الا سعار حزن وان اغلاها فرح))

(مشکوۃ شریف، کتاب البیوع، باب الاحتکار، صفحہ 27)

''حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: احتکار کرنے والا بندہ برا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ بھاؤ سستا کردے غمگین ہو جاتا ہے اور اگر مہنگا کردے تو خوش ہو جاتا ہے۔''

قمار یا سٹہ بازی:

احتکار کی دوسری قسم قمار ہے۔ اس سے مراد صرف جوئے کی وہ شکل نہیں ہے کہ جس میں نقد کے ذریعے جوا کھیلا جاتا ہے، بلکہ ایسی تمام صورتیں اس میں شامل ہیں جو تجارت کے نام سے کی جاتی ہیں۔ مثلاً: سٹہ پر تجارتی جوا، ملک کے

Marfat.com

اقتصادی نظام کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ جاہلیت کے زمانے میں اس کی بہت سی صورتیں رائج تھیں یعنی بیع ملامسہ ومنابذہ وغیرہ۔ اسلام نے اس طرح کے ہر قسم کے معاملات کو ایک اصول پسند تجارت کے لئے تباہی اور معاشرے کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ قرار دیا ہے۔ قرآن مجید نے اس سے متعلق وعید سنائی ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیهما اثم کبیر))

(سورۃ البقرہ، آیت 219)

"(اے محمد) آپ سے شراب اور جوا کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے۔"

سورۃ المائدہ میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

((انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوه))(سورة المائده، آیت 90)

"بلاشبہ شراب، جوا، بت اور پانسے سب شیطان کے کام ہیں، پس تم ان سے بچو۔"

اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا اور بساط ارض پر ان کی معاش کا انتظام فرمایا اور اس سے نفع حاصل کرنے کا انہیں موقع بہم پہنچایا تو انسانوں کے درمیان جنگ وعدل اور کشمکش بپا ہوگئی۔ تب اللہ تعالیٰ کے قانون کا یہ فیصلہ ہوا کہ جو شخص ذاتی محنت، وارث یا دوسرے کسی جائز اور صحیح طریق سے کسی چیز کا مالک ہے اس کی چیز میں کوئی دوسرا شخص مزاحمت اور کشمکش کا حقدار نہیں ہے۔ البتہ دوسرے کو بدل کے ذریعے خریداری اور معتبر وصحیح رضامندی کے ساتھ معاملات سے اس چیز کو حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔ بشرطیکہ خرید وفروخت کرنے والوں کے درمیان اس معاملہ کا علم ویقین ہو اور فریب، چالبازی اور دغل فصل کا اس میں ہرگز کوئی شائبہ نہ ہو اور جبکہ انسان مدنی الطبع ہے اور اس کی معیشت باہمی تعاون کے بغیر ناممکن ہے تو حق تعالیٰ نے باہمی تعاون ومعاونت کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ پس اگر کوئی معاملہ اس طرح کیا جائے جس میں نہ صحیح بدل موجود ہو اور نہ باہمی تعاون پایا جاتا ہو بلکہ دوسرے کو نقصان دے کر نفع حاصل کرنا مقصود ہو جیسے "قمار" یا اس میں صحیح رضامندی موجود نہ ہو جیسے سود تو یہ تمام طریقے باطل اور ظلم ہیں اور ایسے معاملات ناجائز اور حرام ہیں۔

احتکار کی یہ قسم اس لئے منع ہے کہ یہ دولت کو چند افراد یا گروہ میں ہی سمیٹنے کا سبب بنتی ہے۔ جس سے ایک شخص تباہ

Marfat.com

وبرباد ہو جاتا ہے اور دوسرا شخص مکمل طور پر فائدہ اٹھالیتا ہے جو کہ اخلاقی طور پر سب سے بڑا جرم ہے۔

سود:

سود احتکار کی سب سے ملعون قسم ہے۔ اسلام سود کو کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کرتا اور نہ ہی معاشی نظام میں اس کی کوئی جگہ ہے۔ اسلام نے سود کی ہر طرح کی شکل و صورت کا سد باب کیا ہے۔ جس کا آخری نتیجہ محنت کے بغیر کمائی نکلتا ہے۔

موجودہ دور میں سود اور تجارت لازم و ملزوم ہو گئے ہیں۔ تاجر حضرات اکثر اوقات بنک سے قرضہ لے کر اپنے کاروبار چلاتے ہیں۔ اس طرح سے وہ اپنی حلال کی روزی میں حرام کی ملاوٹ کر لیتے ہیں۔ اس لئے سود کے متعلق معلومات رکھنا از حد ضروری ہے۔ قرآن مجید نے واضح طور پر اسے حرام قرار دیا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لا تاکلوا الربوا اضعافا مضعفة))(سورة ال عمران ، آیت 130)

''مسلمانو! تم سود کو ذریعہ معاش ہرگز ہرگز نہ بناؤ۔''

مزید سورۃ البقرہ میں فرمادیا گیا ہے:

((احل الله البيع وحرم الربوا))(سوره البقره، آیت 275)

''اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔''

((عن جابر قال لعن رسول اللهﷺ اكل الربو و موكله و كاتبه و شاهديه وقال هم سوآء))

(صحیح مسلم، شرح نووی، جلد 4، کتاب المساقات والمزارعات، باب الربا، صفحہ 220)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی سود کھانے والے پر اور سود کھلانے والے پر اور سود لکھنے والے پر اور سود کے گواہوں پر اور فرمایا: وہ سب گناہ میں برابر ہیں۔''

((عن ابی هریرة قال قال رسول اللهﷺ الربوا سبعون جزء ايسرها ان ان ينكح الرجل امه))(مشكوٰة ،جلد اول، باب الربوا)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کے ستر جز ہیں۔ سب سے کم درجہ کے جز کا گناہ اس قدر ہے جیسے آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔''

Marfat.com

آج سود کی بیماری جس قدر ہمارے معاشرے میں پھیلتی جارہی ہے تو ہم مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ نہ صرف اپنی ذات کو سود کی وبا سے بچائیں، بلکہ ایسی لعنت کو اپنے معاشرے سے مکمل طور پر ختم کرنے کیلئے ہر ممکن کوشش کی جائے۔

کسٹم اور سمگلنگ:

اسلام اندرون ملک یا بیرون ملک اشیاء کی درآمد اور برآمد پر کسی قسم کی کوئی پابندی عائد نہیں کرتا۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگوں کو ان کی ضروریات زندگی کی اشیاء باسانی میسر آسکیں اور سستی قیمت پر مہیا ہوسکیں، لیکن افسوس کہ ہمارے ہاں محصول چونگیاں اور ٹول ٹیکس اس قدر زیادہ ہیں کہ خواہ سامان تجارتی ہو یا گھریلو استعمال کا، ٹیکس ادا کئے بغیر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے کر جانا ناممکن ہوگیا ہے۔

چند لوگ ٹیکس سے بچاؤ کی خاطر مال کو چوری چھپے راستوں سے لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح مال لے جانے کو سمگلنگ کہتے ہیں۔ اس کی ایک دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ حکومت اپنے ملک کی مصنوعات کو فروغ دینے کی غرض سے چند درآمدات پر پابندی عائد کردیتی ہے اور چند پر بہت زیادہ کسٹم لگا دیتی ہے۔ اس کا رزلٹ یہ نکلتا ہے کہ بندرگاہوں پر رشوت عام ہوجاتی ہے اور لوگ ممنوع چیزوں کو بھی عام راستوں سے ہٹ کر دوسرے راستوں سے ملک کے اندر لانے میں کامیاب ہوجاتے ہیں اور اس طرح وہ ان چیزوں سے خوب رقم کماتے ہیں۔

بلیک مارکیٹنگ اور سمگلنگ دونوں قانوناً جرم ہیں۔ اگر اسلامی اصولوں اور قوانین کے مطابق تجارت کی جائے تو اس طرح کی قباحتیں پیدا نہ ہوں۔

قباحتوں سے بچنے کے طریقے

ذیل میں چند اصول وضوابط بیان کئے جارہے ہیں۔ اگر ان پر عمل کرلیا جائے تو تجارتی قباحتوں اور بدعنوانیوں سے کسی حد تک بچا جاسکتا ہے:

1: تاجر حضرت حکومت کی مقرر کردہ قیمتوں سے زیادہ قیمت وصول نہ کریں۔

2: تاجروں کیلئے ضروری نہیں کہ وہ زیادہ سرمایہ لگا کر ہی تجارت کریں، بلکہ حکومت ہر تاجر کی فرمائش پر اس سے کل رقم کا کچھ حصہ لے کر مال دے دے۔

3: تاجر کا کام مال کو فروخت کرنے کیلئے زیادہ سے زیادہ گاہک تلاش کرنا ہوگا اور عملی طور پر یہ فارمولہ ہونا چاہیے،

Marfat.com

زیادہ فروخت زیادہ نفع، نہ کہ یہ ہو کہ زیادہ نفع اور کم فروخت۔

4: روزمرہ کی اشیائے خوردنی مثلاً سبزی، ترکاری، پھل اور دودھ وغیرہ حکومت کے مقرر کردہ قیمتوں پر لینی اور دینی چاہیے۔

5: راشن بندی یا کنٹرول سسٹم ختم کر دیا جائے۔ ضروریات کے مطابق چیزیں مارکیٹ میں میسر ہونی چاہئیں۔

6: اگر کسی تاجر کا مال گودام میں پڑا رہتا ہے اور فروخت نہیں ہوتا اور اس دوران اگر قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے تو تاجر کیلئے ضروری ہے کہ وہ ذخیرہ شدہ مال کو پرانی قیمت پر بیچے۔

7: اگر کسی دوکاندار یا تاجر کے پاس مال موجود ہو تو وہ گاہک کو مال فروخت کرنے سے انکار نہیں کرے گا۔

8: ملاوٹ اور ذخیرہ اندوزی کی صورت میں عبرتناک سزا دی جائے۔

9: کسی بھی چیز کی قیمت اس کی کوالٹی کے لحاظ سے مقرر ہو گی۔ کسی بھی تاجر یا دوکاندار کو خراب مال فروخت کرنے کی اجازت ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔

10: اشیاء کی پیمائش، ماپ تول اور وزن میں کمی بیشی نہیں ہونی چاہیئے۔ اگر کوئی شخص ماپ تول، پیمائش میں کمی کا مرتکب پایا جائے تو اسے شرعی قانون کے مطابق سزا ملنی چاہیے۔ تا کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے۔

☆☆☆

Marfat.com

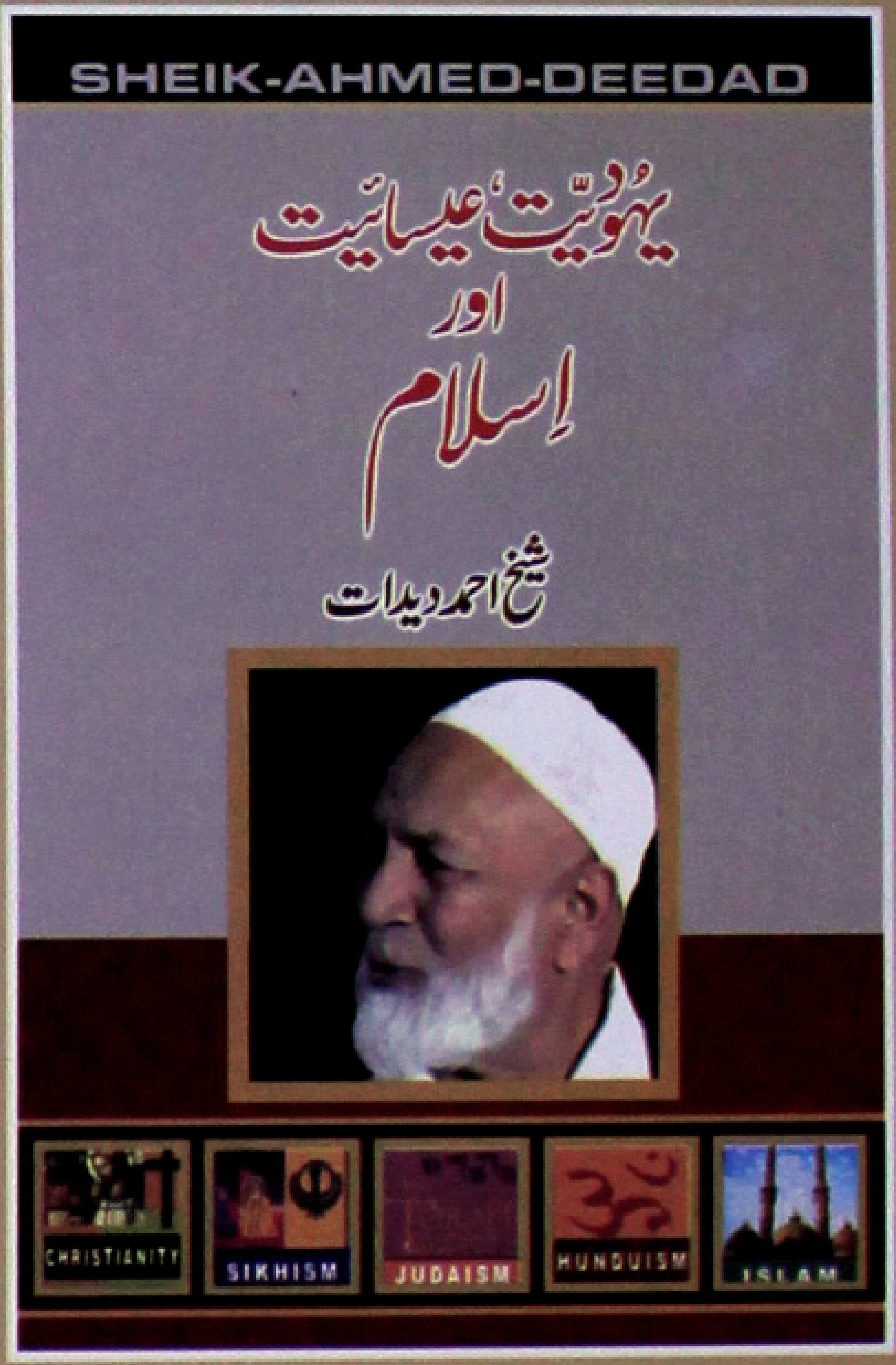

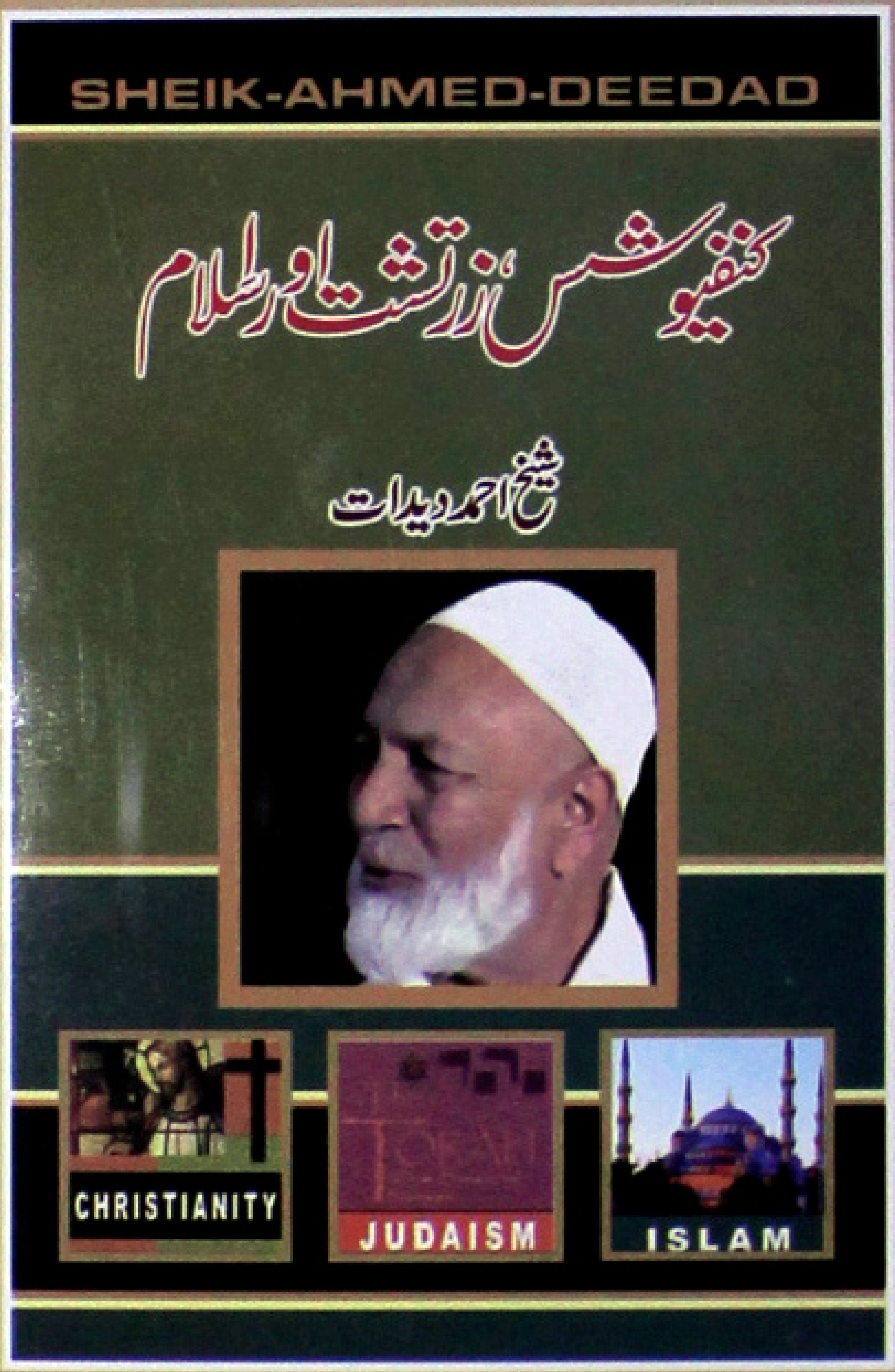

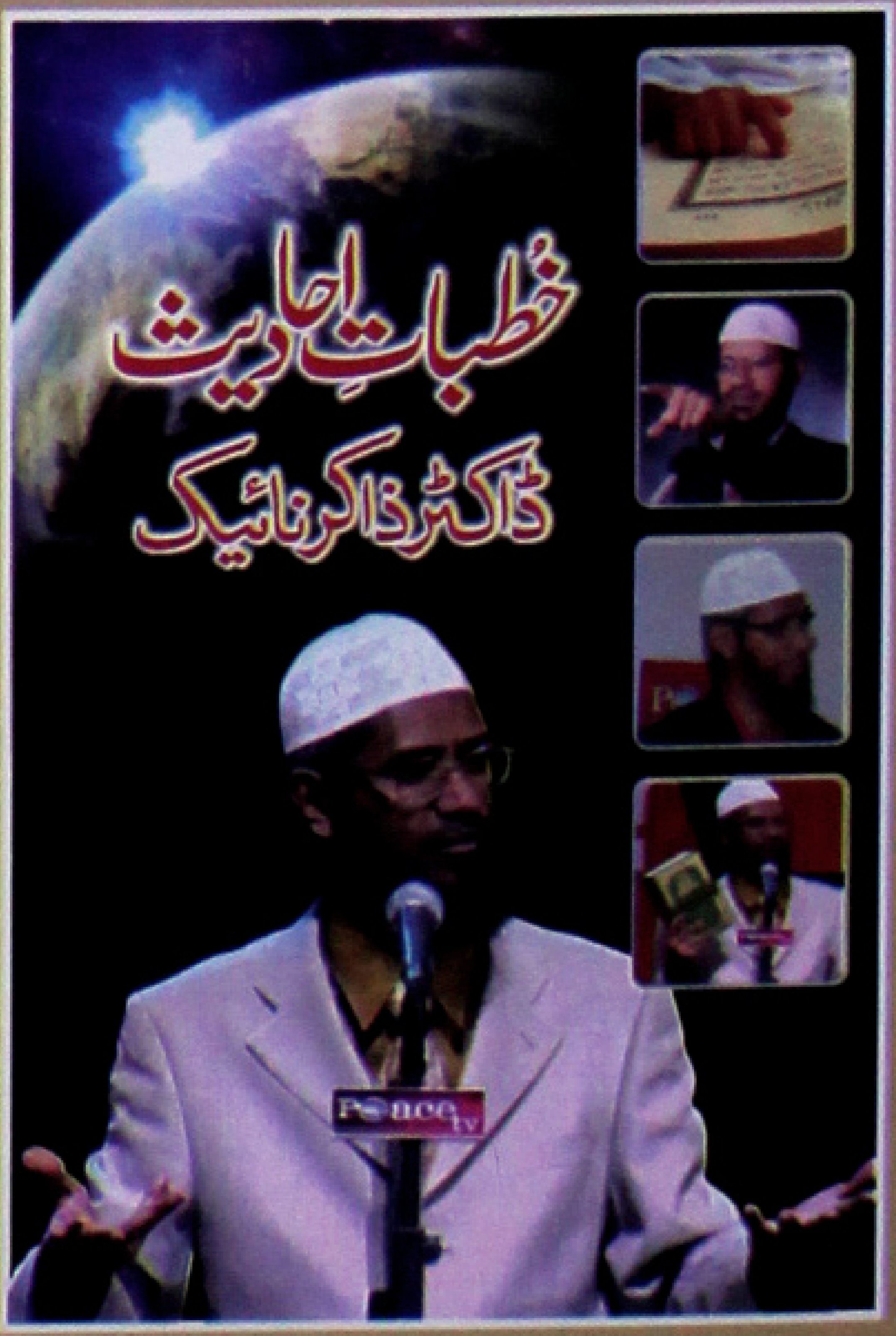

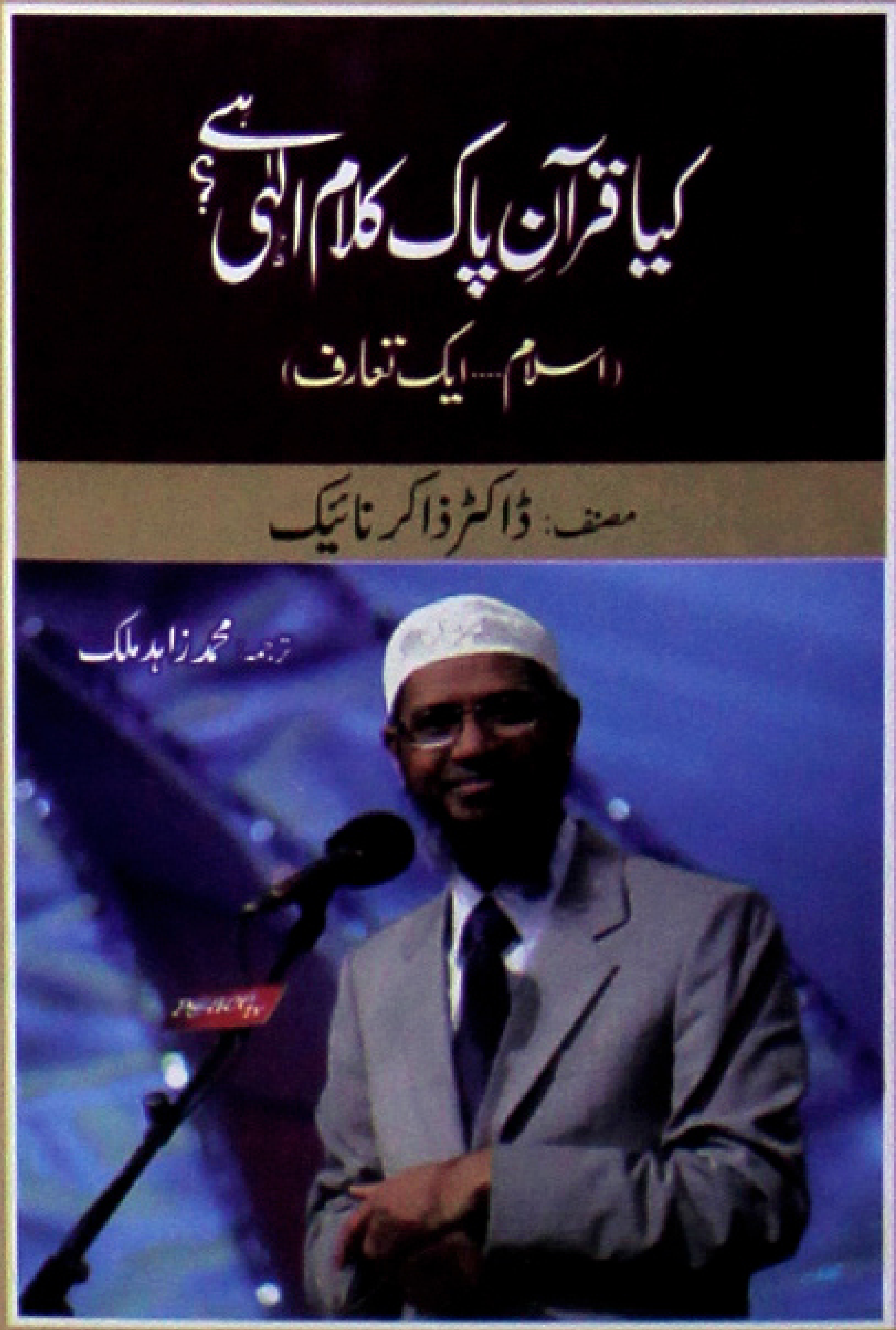

مشتاق بک کارنر
الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور